

صَلَّى عَلَيْنَا
وَالصَّلَامُ

جلد سوم

محمد رسول الله

(قصص القرآن)



خواجہ شمس الدین عظیمی

محمد رسول اللہ ﷺ
جلد سوئم

(قصص القرآن)

خواجہ شمس الدین عظیمی

اشاعت سوم ----- جنوری ۲۰۰۳ء

تعداد ----- ۱۰۰۰

ہدیہ ----- 300/-

پرنٹرز ----- العین پرنٹرز ناظم آباد

کمپوزنگ ----- تاجی کمپوزر ناظم آباد کراچی

پبلشر ----- الکتاب پبلیکیشنز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بڑے، بوڑھے اور بزرگوں کا کہنا ہے کہ ہر انسان کی زندگی کا کوئی ایک مقصد ہوتا ہے۔ اگر زندگی بامقصد نہ ہو تو انسان آدمیت کے دائرے میں تو رہتا ہے لیکن انسانوں میں اس کا شمار نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آدم کی تعریف انسان اور آدم کے نام سے کی ہے۔ اس وقت جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفات کا علم نہیں سکھایا تھا آدم کے نام سے پکارا ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفات اور کائناتی علوم کے اسرار و رموز سکھائے تو فرشتوں سے کہا کہ آدم کی حاکمیت قبول کرو۔ اللہ تعالیٰ جب تخلیق کا تذکرہ فرماتے ہیں تو طرح طرح کی مثالوں سے تخلیقی سسٹم سے روشناسی عطا فرماتے ہیں اور انسان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

یعنی اربوں کھربوں تخلیقات میں ایک واحد تخلیق انسان احسن تقویم ہے۔ احسن تقویم کا مطلب ہے انسان اللہ کی بہترین صناعت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف اس لئے کہا ہے کہ سموات، زمین اور ان دونوں کے اندر جو کچھ ہے سب کا سب انسان کے تابع کر دیا ہے۔ کائناتی تزئین و آرائش کے روشن وسائل.... سورج، چاند، ستارے سب انسان کے محکوم ہیں۔ اور یہ حاکمیت اس علم کی بنیاد پر ہے جو علم اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھایا ہے۔ آدم کے علاوہ کسی دوسری مخلوق کو یہ علم اللہ تعالیٰ نے منتقل نہیں فرمایا۔

جہاں تک مقصدیت کا تعلق ہے مقاصد کی بہت ساری طرزیں ہیں۔ مثلاً ایک طرز یہ ہے کہ بچہ اپنی زندگی کا مقصد نہ جانتے ہوئے بھی ماں کے گرد طواف کرتا ہے۔ بچے میں ماں کے بغیر زندگی کا تصور نہیں ابھرتا۔ اسی طرح ماں کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ جب تک بچہ اس قابل نہیں ہو جاتا کہ وہ خود کو سنبھال سکے ماں اس کو خود سے چھٹائے رکھنے پر خود کو پابند محسوس کرتی ہے۔ بارہ سال کے بچے میں نامکمل مقصدیت کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ مقصد پورا کرنے کے لئے راہ نمائی اور تعاون کی

اشد ضرورت محسوس کرتا ہے۔ حالانکہ ضرورت کا اسے علم نہیں ہوتا۔ بلوغت اور شعوری بالیدگی کے بعد اس کے اندر کچھ کرنے کا، کچھ بننے کا، کسی مقام پر پہنچنے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ اور اس جذبے کو وہ ”مقصد“ کا نام دیتا ہے۔ جوانی سے انحطاط کے دور تک وہی بچہ جسے مقصد کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا۔ گھریلو زندگی بسر کرتا ہے اور اس گھر یلو زندگی کا مقصد اس کے سامنے آسائش و آرام، بیوی بچے اور ان کی تعلیم و تربیت ہوتا ہے۔ انحطاط کے بعد سارے مقاصد کی غمارت بوسیدہ ہونا شروع ہو جاتی ہے اور دماغ بقا کے بجائے فنا کے خیال میں مصروف ہو جاتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ بقا فنا بن جاتی ہے اور فنا کے بعد کچھ پتا نہیں کیا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جو بھی آدمی یہاں سے چلا گیا ہے اس نے واپس آ کر نہیں بتایا کہ وہاں اس کے ساتھ کیا گزری وہاں کے ماہ و سال کیسے ہیں اور زندگی کی کن ضابطوں، کن طریقوں اور کن رویوں پر قائم ہے۔

ہمارے پاس دس ہزار سال سے زیادہ کی تاریخ نہیں ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہم جب پانچ ہزار سال کا ذکر کرتے ہیں تو تاریخ کے حوالے میں دو ہزار سال قبل مسیح کا لفظ استعمال کرنا پڑتا ہے۔

دنیا کب بنی؟ اس دنیا میں کتنے لوگ پیدا ہوئے۔ کتنے لوگوں نے اپنا مقصد پورا کیا۔ کتنے لوگ بامراد اور نامراد مر گئے۔ ہمارے پاس اس کا کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔ جیسا منہ ویسی بات۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ دنیا تین ارب سال پہلے بنی تھی۔ کوئی کہتا ہے یہ دنیا کروڑوں سال سے ہے۔ کوئی کہتا ہے لاکھوں سال پہلے سے ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دو ہزار سال بعد ہمارے اوپر الفاظ کی کمی کا اتنا دباؤ ہے کہ ہم قبل مسیح کا لفظ استعمال کرنے پر مجبور ہیں لیکن قبل مسیح کے بعد بھی ہمیں تاریخ میں ایک تسلسل اور ایک تواتر ملتا ہے اور وہ تسلسل انبیاء کرام کی مقدس ہستیوں کا ہے۔ حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور آخری نبی سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی مسلسل سند ہمارے پاس موجود ہے۔ جو تاریخ کا ایک واضح روشن اور بین ثبوت ہے۔

پیغمبروں کی تعلیمات پر غور و فکر ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ سارے پیغمبروں نے مشترکہ طور پر نوع انسانی کو اچھائی اور برائی کے تصور سے نہ صرف آگاہ کیا ہے بلکہ خود اس پر عمل کر کے یہ تصدیق باہم پہنچائی ہے کہ انسان اچھائی اور برائی میں تفریق کر کے ہی بامقصد زندگی گزارتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے ایک اللہ وحدہ لا شریک کا تعارف کروایا ہے اور بتایا ہے کہ یہی وہ ہستی ہے جس کی پرستش کی جاتی ہے اور کی جانی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں بھائی چارہ چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو خوش دیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا بے سکون رہنا پسند نہیں کرتے۔ لیکن پیدائش کے بعد کھلے میدان میں نہیں چھوڑ دیتے۔ زندگی کے جتنے وسائل ہیں۔ پیدا کرتے ہیں، مہیا کرتے ہیں اور اتنے زیادہ پیدا کرتے ہیں کہ ان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ اور برگزیدہ بندوں کو تعلیم کا حکم دیتے ہیں۔ ان کے راستے پر چلنے کو اپنا راستہ قرار دیتے ہیں۔ پیغمبران علیہم السلام کی زندگی کو مشعل راہ بتاتے ہیں۔

پیغمبروں کی زندگی پر تفکر کیا جائے تو ان میں صراط مستقیم پر قائم رہنے اور صراط مستقیم کی دعوت دینے کا بھرپور عزم ہوتا ہے۔

پیغمبر غفور و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ پیغمبر حق تلفی نہ کرنے کا درس دیتے ہیں۔ پیغمبروں کی زندگی کے ماہ و سال اور نشیب و فراز کو آسمانی کتابوں نے بیان کیا ہے۔ آخری کتاب قرآن پاک میں بھی پیغمبروں کا کہیں مجمل اور کہیں تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔ لوگ انہیں قصص القرآن قصص الانبیاء کا نام دے کر پڑھتے ہیں۔

میں مولف کتاب رسول اللہ محمد ﷺ جلد سوئم یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ ہمیں کہانیاں سنائیں۔ اللہ تعالیٰ حکیم و خیر ہے۔ اس کی ہر بات میں حکمت ہے۔ اس کے ہر کام میں قدرت ہے۔ اس کے ہر کام میں دانش ہے، تعلیم ہے، ہدایت پانے کے لئے جدوجہد کے اصول ہیں۔

انبیاء کرام سے متعلق جتنے بھی قصص ہیں۔ ہر قصے میں جہاں توحید پرستی کا اعلان ہے وہاں شرک اور بت پرستی کی نفی ہے۔ حقوق العباد کی تعلیم ہے۔ نوع انسانی

کے لئے تسخیر کائنات کا مژدہ ہے۔ وہاں تسخیر کائنات کے اسرار و رموز اور فارمولے بتائے گئے ہیں۔ مثلاً حضرت آدم کے قصے میں مونث اور مذکر کا تخلیقی راز پنہاں ہے۔ حضرت نوح کے قصے میں پائیدار کشتی بنانے کا طریقہ کار موجود ہے۔ حضرت ابراہیم کے قصے میں مرد و زندہ کرنے کا قانون موجود ہے۔ حضرت اسماعیل کے قصے میں خواب کے مخفی رازوں کا ذکر ہے۔ حضرت داؤد کے قصے میں لوہے کی ایجادات کا ظہور اور لیزر شعاعوں کے فارمولے کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمان کے قصے میں Time Space کے فارمولے کی طرف اشارہ ہے، ہوا، جنات اور چرند، پرند پر تسخیر کا ذکر ہے۔ حضرت ہود کے قصے میں ان کی قوم پر آسمانی آفات مثلاً طوفان گرد بادل اور زلزلے آنے کا بیان ہے۔ حضرت ادریس کے قصے میں ٹاؤن پلاننگ باپ تول کا نظام اور حکومت سازی کا تذکرہ ہے۔ حضرت یوسف کے قصے میں کشش ثقل کو کم کرنے کا قانون اور اس قانون کے ذریعے غلہ ذخیرہ کرنے کے گودام (اہرام) بنانے کا طریقہ کار، سیاروں اور علوم نجوم کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت عزیز کے قصے میں ڈیپ فریزر کا قانون، مائیکرو ویفریکوئسی اور آکسیجن کا زندگی سے تعلق کا ذکر ہے۔ حضرت یوشع کے قصے میں کسی چیز کو توڑنے میں آواز کی فریکوئسی کے قانون کا تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت صالح کے قصے میں آواز کے قانون کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت زکریا کے قصے میں تصرف کرنے کا قانون بتایا گیا ہے۔ اصحاب کہف کے قصے میں حیات بعد از ممات کا ذکر موجود ہے۔ حضرت موسیٰ کے قصے میں جادو سحر اور تصرف کے طریقہ کار کا تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت عیسیٰ کے قصے میں مسیحائی کا قانون بیان کیا گیا ہے جبکہ حضرت مریم کے قصے میں غیب سے رزق فراہم ہونے کا تذکرہ ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شق القمر کرنا اور یہ انکشاف ہے کہ جس طرح آدمی باہم گفتگو کرتے ہیں اسی طرح ساری مخلوق، شجر و حجر باتیں کرتے ہیں۔ انسان اگر پرندوں اور اشجار کی زبان کا علم سیکھ لے تو وہ ان سے گفتگو کر سکتا ہے۔

اس عاجز بندے کو بھی زندگی کا ایک مقصد نظر آیا۔ ہوا یوں مقصد زندگی سے واقف ایک بزرگ ہستی کی سرپرستی حاصل ہوگئی۔ اس بزرگ ہستی نے بتایا کہ انسان آدم کا بیٹا ہے اور قانون یہ ہے کہ باپ کی وراثت بیٹے کو منتقل ہوتی ہے۔ آدم کی

خلافت وہ علوم ہیں جو کائنات میں آدم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور ان ہی علوم کی بنا پر نیابت و خلافت کا شرف آدم کو حاصل ہے۔ آسمانی کتابوں اور آخری کتاب قرآن میں ان علوم کو ”علم الاسماء“ کہا گیا ہے۔ علم الاسماء میں تخلیقی راز و نیاز، فنا و بقا کے مرحلے، حیات بعد از موت، حشر و نشر، جنت و دوزخ اور دونوں جہاں میں (دنیا و آخرت) پر سکون رہنے کے آداب اور طریقے موجود ہیں۔ ان طریقوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے اور کائنات کے خالق کو پہچانے بندے کو قادرِ مطلق رحمن و رحیم اللہ کا عرفان حاصل ہو۔ اگر اللہ کو کسی بندے نے نہیں جانا یا اللہ کی نشانیوں پر غور کر کے اللہ کی پھیلائی ہوئی آسمانی وزینتی آرائش کا مطالعہ نہیں کیا تو اس بندے نے زندگی کے مقصد سے انحراف کیا اور زندگی کے مقصد سے انحراف کرنے والا آدم کا بیٹا کبھی آدم کا وارث نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں!

”اور ہم نے آسمان کو بروج سے زینت بخشی دیکھنے والوں کے لئے... اور چھپا لیا ہم نے اس خوبصورت آرائش اور زینت کو شیطان مردود سے“۔

قرآن کریم کا اعجاز یہ ہے کہ قرآن ہر بات کو کھول کر اور واضح کر کے بیان کرتا ہے تاکہ نوع انسانی کا کوئی گروہ ایسا نہ ہو جو کہے کہ ہمیں بات سمجھ میں نہیں آئی۔ قرآن پاک میں یہ بھی ارشاد ہے۔

”پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں“۔

یعنی نماز تو وہ پڑھتے ہیں لیکن انہیں نماز میں حضوری قلب نہیں ہوتا۔

اس رہنما بزرگ ہستی کے ان کلمات نے قلب پر اثر کیا اور زندگی کا نہج بدل گیا۔ تلاش و جستجو کے جذبات گہرے ہو گئے۔

اس تلاش میں یہ عقدہ کھلا کہ زندگی کا مقصد ”عرفان الہی“ اس وقت نصیب ہوتا ہے جب اسوہ رسول ﷺ پر عمل کرنے کی توفیق ملے۔ رہنما ہستی نے اس کا طریقہ یہ بتایا کہ رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام کی کثرت اللہ کے محبوب سے ملاقات کا شرف عطا کرتی ہے۔ ہمت جو ان تھی، شوق و جذبہ بھر پور تھا، عقیدت کا سمندر موجزن تھا، پشت پر ہادی و رہنما کا ہاتھ تھا، دل میں گداز تھا، آنکھوں میں نمی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی

مہربانی شامل حال تھی۔ امتی ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کی نسبت حاصل تھی کہ توفیق مل گئی۔

طریقہ کار یہ طے ہوا کہ عشاء کی نماز کے بعد صبح صادق تک درود شریف پڑھا جائے۔ مرشد کریم قلندر بابا اولیاء کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی رحمت، اللہ تعالیٰ کی عنایت اور میرے والدین کی دعائے اثر دکھایا۔ ایک روز دیکھا کہ

یہ عاجز، گناہ گار بندہ درود شریف پڑھ رہا ہے۔ درود شریف جیسے ہی پورا ہوتا ہے منہ کے سامنے یا قوت و زبرد سے مرصع سونے چاندی کی ٹرے آ جاتی ہے اور درود شریف موتیا کے پھولوں کی شکل بن جاتے ہیں۔ یہ ٹرے ایک فرشتہ لائن میں کھڑے ہوئے دوسرے فرشتے کو پکڑا دیتا ہے اور اس طرح یہ سلسلہ اڈی۔ 1/7 ناظم آباد کراچی سے شروع ہو کر مدینہ منورہ میں مسجد نبوی پر جا کر ختم ہوتا ہے اور پھولوں کا یہ بدیہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ کیفیت کب تک رہی کتنے دن رہی اسکا میرے پاس کوئی ریکارڈ نہیں ہے لیکن یہ سلسلہ قائم رہا۔ مرشد نے درود و وظائف میں اضافہ فرمادیا۔ اب سچے خوابوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اولیاء اللہ کی زیارت ہوئی، پیغمبروں کی ارواح طیبہ نے شفقت فرمائی۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ پینتیس ۳۵ سال تک اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے رسول اللہ ﷺ کی نسبت محمدی کے ساتھ اللہ نے مجھ عاجز مسکین بندے کو محض اپنے فضل و انعام سے صراط مستقیم پر قائم رکھا۔ ایک رات خواب دیکھا:

میں سر اپا تقصیر بندہ رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کا محتاج اور اللہ کی بے پایاں رحمتوں کا طلبگار... دربار رسالت ﷺ میں ایک فوجی کی طرح Attention جانثار غلاموں کی طرح مستعد، پر جوش اور باحمیت نوجوان کی طرح آنکھیں بند کئے دربار میں حاضر ہوں۔ آہستہ روی کے ساتھ عشق و سرمستی کے خماریں ڈوب کر دو قدم آگے آیا۔ عرض کیا!

”یا رسول اللہ ﷺ! بات بہت بڑی ہے۔ منہ بہت چھوٹا ہے۔ میں اللہ رب العالمین کا بندہ ہوں اور آپ ﷺ رحمت اللعالمین کا امتی ہوں۔ یہ جرات بے باکانہ نہیں، ہمت فرزانہ ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یا رسول اللہ ﷺ! یہ

عاجز، مسکین، ناتواں بندہ آپ کی مبارک سیرت لکھنا چاہتا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ! سیرت کے وہ پہلو نوح انسانی کے سامنے آ جائیں جو ابھی تک مخفی ہیں۔

یا رسول اللہ ﷺ! مجھے صلاحیت عطا فرمادیجئے کہ میں معجزات کی تشریح کر دوں۔ میں نے بند آنکھوں سے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے میری درخواست قبول فرمائی ہے چہرہ انور پر مجھ عاجز بندے کو مسکراہٹ نظر آئی۔

میں اس سرمستی میں سالوں مدہوش رہا، خیالوں میں مگن گھنٹوں تحریریں لکھتا رہا۔ ہر وہ کتاب جو سیرت سے متعلق مجھے دستیاب ہوئی اللہ نے پڑھنے کی توفیق عطا کی اور بالآخر ایک دن ایسا آیا کہ قبولیت کی گھڑی آگئی اور مجھ جیسے عاجز مسکین بندے نے محمد رسول اللہ ﷺ جلد اول لکھنی شروع کر دی۔

الحمد للہ! محمد رسول اللہ ﷺ جلد اول اور جلد دوم کے بعد

اب کتاب محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوم جلوہ گر ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ اپنے برگزیدہ بندوں پیغمبران کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں مجھ عاجز مسکین کی مدحت کو قبول فرمائے اور یہ کتاب میرے بچوں اور میرے لئے توشہ آخرت بنے۔ آمین یا رب العالمین

خواجہ شمس الدین عظیمی

یکم جنوری ۲۰۰۲ء

پونے چھ بجے شام

مرکزی مراقبہ ہال

سرجانی ٹاؤن

کراچی۔ پاکستان

۲۹

﴿ حضرت آدم ﴾

۳۱

----- قرآن کریم میں حضرت آدم کا نام

۳۷

----- آدم و حوا جنت میں

۴۰

----- گوشت پوست انسان نہیں

۴۵

----- حضرت آدم کے قصے میں حکمت

۴۹

----- ذیلی تخلیقات

۵۱

----- مابعد النفسیات

۵۴

----- مذاہب عالم

۵۵

----- قانون

۵۷

----- حضرت حوا کی تخلیق

۵۷

----- مونث و مذکر کا تخلیقی راز

۵۹

----- ہابیل قابیل

۶۲

﴿ حضرت ادریس ﴾

۶۳

----- ٹاؤن پلاننگ

۶۳

----- ٹاپ ٹول کا نظام

۶۴

----- انبیاء کی خصوصیات

۶۵

----- تین طبقات

۶۶

----- حنوک کی انگوٹھی

۶۷

----- حکمت

۶۷

----- زمین ہماری ماں ہے

۶۸

----- تسخیر کائنات

﴿ حضرت نوح ﴾

۶۹	پانچ ببت
۶۹	نادار کمزور لوگ
۷۰	بے وقاب بیوی
۷۱	ساڑھے نو سو سال
۷۲	نوح کی کشتی
۷۳	نوح کا بیٹا
۷۳	چالیس دن بارش برتی رہی
۷۵	ابو البشر ثانی
۷۶	عظیم طوفان
۷۷	صائبین
۷۸	صحیفہء وید
۷۸	زمین کے طبقات
۷۹	زر پرستی کا جال
۸۰	حکمت
۸۰	برف پگھل رہی ہے
۸۲	بلیک ہول
۸۳	زمین کی فریاد
۸۳	نصیحت

﴿ حضرت ہود ﴾

۸۶	قوم عاد
----	---------

۸۷	مغرور و سرکش
۸۸	اللہ کی پکڑ
۸۹	اولاد، باغ اور چشمے
۹۰	سخت سرزنش
۹۳	دلیل
۹۳	حیات بعد ممات پر کس طرح یقین کریں
۹۴	ظلم کا پنجہ
۹۶	شہاد کی جنت
۹۸	شہاد کی دعا
۹۹	حکمت
۹۹	گردباد
۱۰۰	شہاب ثاقب
۱۰۲	﴿حضرت صالح﴾
۱۰۲	شاہی محل
۱۰۴	سرداران قوم
۱۰۷	اللہ کی نشانی
۱۰۸	خوشحال طبقہ
۱۰۹	وعدہ خلاف قوم
۱۱۰	قتل کا منصوبہ
۱۱۲	بجلی کا عذاب
۱۱۳	العلاء اور الحجر

۱۴۲	-----	حکمت
۱۴۳	-----	انسان کے اندر انسان
۱۴۴	-----	کیفیات کا ریکارڈ
۱۴۵	-----	تجدید زندگی
۱۴۶	-----	نیند آدھی زندگی سے
۱۴۷	-----	علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین
۱۴۸	-----	آئینہ کی مثال
۱۴۹	-----	چار پرندے
۱۴۹	-----	قلب کی نگاہ
۱۵۱	-----	اعلیٰ اور اسفل حواس
۱۵۲	-----	﴿حضرت اسمعیل﴾
۱۵۲	-----	صفا، مروہ
۱۵۳	-----	حضرت ابراہیم کا خواب
۱۵۵	-----	خانہ کعبہ کی تعمیر
۱۵۶	-----	حضرت اسمعیل کی شادیاں
۱۵۸	-----	حکمت
۱۵۹	-----	خواب کی حقیقت
۱۶۱	-----	خواب اور بیداری کے حواس
۱۶۳	-----	﴿حضرت لوط﴾
۱۶۵	-----	وہ عذاب کہاں ہے
۱۶۷	-----	آگ کی بارش

④

⑤

۱۶۷	ایڈز	
۱۶۹	حکمت	
۱۷۰	طرز فکر	
۱۷۱	ملک الموت سے دوستی	
۱۷۲	﴿ حضرت احمق ﴾	⑨
۱۷۳	حکمت	
۱۷۵	﴿ حضرت یعقوب ﴾	⑩
۱۷۶	حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے	
۱۷۷	حکمت	
۱۷۹	استغنا کی تعریف	
۱۸۱	﴿ حضرت یوسف ﴾	⑪
۱۸۱	گیارہ ستارے، سورج اور چاند	
۱۸۲	مصری تہذیب	
۱۸۳	حواس باختگ	
۱۸۴	دوقیدیوں کے خواب	
۱۸۵	بادشاہ کا خواب	
۱۸۶	قحط سالی سے بچنے کی منصوبہ بندی	
۱۸۸	تقسیم اجناس	
۱۹۰	شاہی پیالے کی تلاش	
۱۹۱	راز کھل گیا	
۱۹۳	حکمت	

۱۹۴	-----	زمان و مکاں کی نفی
۱۹۵	-----	خواب کی تعبیر کا علم
۱۹۶	-----	اہرام
۱۹۸	-----	تحقیقاتی ٹیم
۲۰۰	-----	مخصوص بناوٹ و زاویہ
۲۰۱	-----	نفسیاتی اور روحانی تجربات
۲۰۲	-----	خلاہروں کا مجموعہ ہے
۲۰۵	-----	طولانی اور محوری گردش
۲۰۵	-----	سابقہ دور میں سائنس زیادہ ترقی یافتہ تھی
۲۰۶	-----	علم سیارگان
۲۰۹	-----	﴿اصحاب کہف﴾
۲۱۲	-----	تین سوال
۲۱۳	-----	مسیحی روایات کا خلاصہ
۲۱۳	-----	دقیانوس
۲۱۶	-----	کو تو ال شہر
۲۱۶	-----	اصحاب کہف کے نام
۲۱۷	-----	حکمت
۲۱۹	-----	﴿حضرت شعیب﴾
۲۲۰	-----	محدود حواس کا قانون
۲۲۲	-----	توحیدی مشن
۲۲۲	-----	حکمت

⑫

⑬

۲۲۵	-----	دولت کے پجاری
۲۲۶	-----	مفلس کی خصوصیت
۲۲۸	-----	ناپ تول میں کمی
۲۳۰	-----	﴿ حضرت یونس ﴾
۲۳۰	-----	یوناہ
۲۳۱	-----	قیدی اسرائیل
۲۳۲	-----	ٹاٹ کا لباس
۲۳۳	-----	مچھلی کا پیٹ
۲۳۴	-----	سایہ دار درخت
۲۳۵	-----	دیمک
۲۳۵	-----	استغفار
۲۳۵	-----	حکمت
۲۳۶	-----	بھاگے ہوئے غلام
۲۳۷	-----	﴿ حضرت ایوب ﴾
۲۳۸	-----	شیطان کا حیلہ
۲۳۹	-----	صبر و شکر
۲۳۹	-----	زوجہ محترمہ پر اللہ کا انعام
۲۳۹	-----	معجزہ
۲۴۰	-----	پانی میں جوانی
۲۴۱	-----	صبر اللہ کا نور ہے
۲۴۵	-----	حکمت

⑬

⑮

۲۴۶ ----- صبر کے معنی

۲۴۶ ----- اللہ صاحب اقتدار ہے

۲۴۸ ----- ﴿ حضرت موسیٰ ﴾

(۱۶)

۲۴۹ ----- آیا کا انتظام

۲۴۹ ----- بیگار

۲۵۱ ----- بہادری اور شرافت

۲۵۲ ----- لالچی

۲۵۲ ----- مغرور فرعون

۲۵۳ ----- جادوگر

۲۵۴ ----- ہجرت

۲۵۵ ----- بارہ چشمے

۲۵۶ ----- سامری

۲۵۷ ----- باپ، بیٹے اور بھائی بھائی کا قتل

۲۵۸ ----- پست حوصلے

۲۵۹ ----- گائے کی حرمت

۲۶۰ ----- مجمع البحرین

۲۶۱ ----- سوال نہ کیا جائے

۲۶۳ ----- ملک الموت

۲۶۵ ----- حکمت

۲۶۶ ----- لہروں کا تانا بانا

۲۶۷ ----- رحمانی طرز فکر، شیطانی طرز فکر

۲۶۸	-----	حرص و لالچ	
۲۶۹	-----	قانون	
۲۷۱	-----	مادہ روشنی ہے	
۲۷۲	-----	ارتقاء	
۲۷۲	-----	ایجادات کا ذہن	
۲۷۲	-----	انرجی کا بہاؤ	
۲۷۶	-----	﴿ حضرت سموئیل ﴾	⑬
۲۷۶	-----	اشد و دقوم	
۲۷۸	-----	سموئیل کا قوم سے خطاب	
۲۸۰	-----	حکمت	
۲۸۱	-----	﴿ حضرت ہارون ﴾	⑭
۲۸۳	-----	سرکشی اور عذاب	
۲۸۵	-----	سامری کی فتنہ انگیزی	
۲۸۷	-----	حکمت	
۲۸۸	-----	﴿ حضرت الیاس ﴾	⑮
۲۸۹	-----	اندوہناک صورتحال	
۲۹۰	-----	جان کی دشمن ملک	
۲۹۲	-----	﴿ حضرت داؤد ﴾	⑯
۲۹۲	-----	پتھروں کی زبان	
۲۹۳	-----	سپہ سالار جالوت	

- ۲۹۵ ----- فکر و تدبر اور علم و حکمت
- ۲۹۵ ----- زبور میں حضور ﷺ کے لئے پیشن گوئی
- ۲۹۸ ----- حضرت داؤد کے ساتھ پہاڑ اور چرند پرند حمد پڑھتے تھے۔۔
- ۲۹۸ ----- حکمت
- ۳۰۱ ----- لوہے سے ایجادات کا ظہور
- ۳۰۳ ----- شاہ ولی اللہ کی تشریح
- ۳۰۴ ----- لیزر شعاعیں
- ۳۰۶ ----- تخلیق روشنی کے تانے بانے پر قائم ہے
- ۳۰۷ ----- مفرد لہر اور مرکب لہر
- ۳۰۸ ----- ﴿حضرت طالوت﴾ (۲۱)
- ۳۰۹ ----- وعدہ سے انحراف
- ۳۰۹ ----- تابوت سیکینہ
- ۳۱۱ ----- جالوت
- ۳۱۳ ----- ﴿حضرت عزیر﴾
- ۳۱۳ ----- بابل شہر (۲۲)
- ۳۱۶ ----- آب رسانی کا نظام
- ۳۱۶ ----- مقدس مینار
- ۳۱۷ ----- بیت المقدس کی تعمیر
- ۳۱۷ ----- حیات و ممات
- ۳۱۸ ----- حکمت

۳۲۰	-----	سائنس کی سائنس
۳۲۰	-----	ٹائم اسپیس کا قانون
۳۲۱	-----	مائیکروویو فریکوئنسی
۳۲۱	-----	آکسیجن زندگی نہیں ہے
۳۲۲	-----	قرآن، شعور اور لاشعور
۳۲۲	-----	سویا ہوا آدمی زمانیت میں سفر کرتا ہے
۳۲۵	-----	﴿حضرت زکریا﴾
۳۲۶	-----	تین روز کاروزہ
۳۲۷	-----	حجرے میں فرشتے کی آواز
۳۲۸	-----	حکمت
۳۲۹	-----	تصرف کا قانون
۳۲۹	-----	چار ہزار تین سو بیس منٹ
۳۳۱	-----	﴿حضرت یحییٰ﴾
۳۳۱	-----	بشارت
۳۳۲	-----	پانچ احکام
۳۳۲	-----	گریہ وزاری
۳۳۵	-----	﴿حضرت یوشع﴾
۳۳۶	-----	عمالقہ کی شکست
۳۳۷	-----	آواز کی فریکوئنسی
۳۳۸	-----	پتھروں کی بارش

(۲۳)

(۲۴)

(۲۵)

۳۳۹	خطبہ	
۳۳۹	حکمت	
۳۴۰	سائنسی تجربات	
۳۴۳	﴿ حضرت اسیع ﴾	(۲۶)
۳۴۳	دو سو بیس سال میں تیس ہزار بادشاہ	
۳۴۳	جبل حوراب	
۳۴۵	معجزات	
۳۴۷	فرشتوں کی فوج	
۳۴۸	چاندی کے اسی سکے	
۳۵۰	دعا کی درخواست	
۳۵۰	حکمت	
۳۵۲	﴿ حضرت ذوالکفل ﴾	(۲۷)
۳۵۲	مفلوک الحال شیطان	
۳۵۲	حکمت	
۳۵۵	﴿ حضرت ذوالقرنین ﴾	(۲۸)
۳۵۵	یاجوج، ماجوج	
۳۵۷	ذوالقرنین مفسرین کی نظر میں	
۳۵۸	عوام کی فلاح و بہبود	
۳۶۰	بخت نصر	
۳۶۲	دارا	
۳۶۳	حکمت	

﴿ حضرت سلیمان ﴾

۳۶۵ ----- پرندوں کی بولیاں

۳۶۶ ----- وراثت

۳۶۶ ----- عدالت

۳۶۷ ----- نو مولود بچہ

۳۶۷ ----- مصر سے فرات تک

۳۶۸ ----- سمندری بیڑہ

۳۶۸ ----- ہوا کی تسخیر

۳۶۹ ----- تانبہ کی کانیں

۳۶۹ ----- حضرت سلیمان کا محل

۳۷۰ ----- مسجد اقصیٰ

۳۷۱ ----- تیس ہزار مزدور

۳۷۱ ----- ملکہ چیونٹی کی ذہانت

۳۷۲ ----- بد بد پرندہ

۳۷۵ ----- ٹائم لیس فارمولہ

۳۷۶ ----- جنات انجینئر

۳۷۶ ----- اسم اعظم

۳۷۷ ----- مچھلی میں انگلی

۳۷۸ ----- سات لاکھ دیکھیں

۳۷۹ ----- دیمک

۳۸۰	باروت و ماروت	
۳۸۰	مدفون نوشتے	
۳۸۲	مدہم ارتعاش	
۳۸۲	علم الکتاب	
۳۸۵	حضرت سلیمان کانگر	
۳۸۶	عقاب	
۳۸۸	تفکر	
۳۸۹	﴿ حضرت حزقیل ﴾	۳۰
۳۹۱	بنو کد نصر بادشاہ	
۳۹۲	حکمت	
۳۹۳	﴿ حضرت لقمان ﴾	۳۱
۳۹۴	حضرت لقمان کی تعلیمات	
۳۹۵	شکر کا مطلب "استعمال" ہے	
۳۹۵	حضرت خضر	
۳۹۹	﴿ حضرت عیسیٰ ﴾	۳۲
۳۹۹	حنہ کے شوہر عمران	
۴۰۰	بے گمان رزق	
۴۰۱	برگزیدہ عورت	
۴۰۲	مستی کی انجیل	
۴۰۲	خدا کا فرشتہ	

صفحہ نمبر

۴۰۵	-----	مریم غمگین نہ ہو۔
۴۰۸	-----	نیا ستارہ۔
۴۰۹	-----	بخاری شریف۔
۴۰۹	-----	بغاوت۔
۴۱۱	-----	خوانِ نعمت۔
۴۱۳	-----	سب ایمان لے آئیں گے۔
۴۱۵	-----	قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھا۔
۴۱۶	-----	معجزہ۔
۴۱۶	-----	سونے کا مکان۔
۴۱۸	-----	فزکس۔
۴۱۸	-----	پیدائشی اندھے۔
۴۱۹	-----	تین دن کے بعد مردہ قبر میں زندہ ہو گیا۔
۴۲۰	-----	اللہ کا ایڈمنسٹریشن۔
۴۲۱	-----	اللہ مثالیں بیان کرتا ہے۔
۴۲۲	-----	قدرت کی نشانیاں۔
۴۲۳	-----	رنگ رنگ پہاڑ۔
۴۲۳	-----	سمندر میں پر وہ۔
۴۲۴	-----	نور کا چشمہ۔
۴۲۴	-----	کائنات میں کروڑوں کہکشاؤں۔
۴۲۵	-----	تین روحانی علوم۔
۴۲۶	-----	غیب کا انکشاف۔

۲۲۶	کلوننگ
۲۲۸	زندہ کرنے کا علم
۲۲۹	چار آبشاریں
۲۳۱	ہڈیوں پر گوشت
۲۳۲	میرے رب کا امر
۲۳۲	روشن بات
۲۳۲	﴿سیدنا حضور ﷺ﴾
۲۳۲	بعثت سے پہلے
۲۳۸	سرور کائنات سیدنا حضور ﷺ کے بارے میں انبیاء کرام کی پیشن گوئیاں
۲۳۸	حضرت نوح کی پیشن گوئی
۲۳۹	حضرت موسیٰ کی پیشن گوئی
۲۴۱	حضرت داؤد کی پیشن گوئی
۲۴۱	حضرت سلیمان کی پیشن گوئی
۲۴۱	حضرت یسعیاہ کی پیشن گوئی
۲۴۱	حضرت زکریا کی پیشن گوئی
۲۴۱	حضرت عیسیٰ کی پیشن گوئی
۲۴۲	صبر و استقامت
۲۴۲	رسول اکرم کے بارے میں قرآن کی بشارتیں
۲۴۷	معراج

۴۴۹	-----	امام الانبیاء
۴۴۹	-----	جنت، دوزخ کا مشاہدہ
۴۵۰	-----	حضرت جبرائیل
۴۵۰	-----	سدرۃ المنتہی
۴۵۰	-----	سائنسی انکشافات
۴۵۲	-----	الیکٹرونک سٹی
۴۵۳	-----	تجلی کا پردہ
۴۵۴	-----	نور کی شعاعیں
۴۵۵	-----	علم قلم
۴۵۶	-----	تین روچیں
۴۵۷	-----	ساڑھے گیارہ ہزار تجلیات

اظہار تشکر

الحمد للہ!

کتاب محمد رسول اللہ جلد سوئم کی جس طرح پذیرائی ہوئی ہے وہ ہم سب کیلئے باعث مسرت ہے۔

قارئین کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے کتاب میں غلطیوں کی نشاندہی کی۔ میں نے نہایت توجہ کے ساتھ غلطیوں کی تصحیح کرا دی ہے۔

اس سلسلے میں میں والد محترم عظیمی صاحب کے کتاب کی اصلاح میں دلچسپی لینے کیلئے بھی ممنون ہوں۔

بشری تقاضوں کے تحت اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو کرم فرما حضرات و خواتین سے التماس ہے کہ وہ ادارہ کو مطلع فرمائیں۔

دعاؤں کا طالب

حکیم سلام عارف عظیمی

نگراں الکتاب پبلیکیشنز

فون: 6622784

حضرت آدم علیہ السلام

آدم کے لغوی معنی ہیں، ”بھورا، نیلا، گندمی، سب آدمیوں کا باپ، پہلا آدمی جس سے انسان کی نسل شروع ہوئی۔“

آدم کی تخلیق سے پہلے کائنات میں موجود لاکھوں مخلوقات میں ممتاز ایک مخلوق ”جن“ موجود تھی۔ اس مخلوق نے جب زمین پر فساد برپا کر دیا تو اللہ نے ایک نئی مخلوق بنائی۔ اس مخلوق کا پہلا فرد آدم ہے۔

”اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے عرض کیا۔ اے ہمارے رب! یہ شخص زمین پر فساد برپا کرے گا اور زمین پر ہر طرف خون پھیل جائے گا۔ اے پروردگار! ہم تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاک ذات کو یاد کرتے ہیں۔“

(سورۃ البقرہ: ۳۰)

”اور ہم نے بنایا آدمی، کھنکھناتے سنے گارے سے۔“

(سورۃ الحجر: ۲۶)

”بنایا آدمی کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا۔“

(سورۃ الرحمن: ۱۴)

آدم کی تخلیق کو اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے۔

(۱) تخلیق کیا مٹی سے۔

(۲) تخلیق ہوئی چپتے گارے سے۔

(۳) تخلیق کیا گیا سنے گارے سے۔

(۴) تخلیق کیا کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا۔

(۵) گوندھی ہوا، مٹی سے۔

(۶) اور خداوند خدا نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں

زندگی کا دم پھونکا تو انسان جیتی جان ہوا۔ (کتاب پیدائش باب: ۲-۷)

اللہ تعالیٰ نے آدم کو کائناتی رموز سکھا کر فرشتوں سے پوچھا..... اگر تم اس علم

سے واقف ہو تو بیان کرو۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے

ہمیں سکھا دیا ہے۔

آدم نے علوم بیان کئے تو فرشتوں نے یہ جان لیا کہ اللہ نے آدم کو جو علوم سکھادیئے ہیں وہ ہمیں معلوم نہیں ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا.... آدم کو سجدہ کرو۔ یعنی آدم کی حاکمیت تسلیم کرو لیکن ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اور اس نے تکبر کیا۔

فرشتے فطرتاً مطیع اور فرماں بردار ہیں۔ جبکہ جنات باختیار مخلوق ہے۔ انسان کی تخلیق سے پہلے یہی باختیار مخلوق زمین پر آباد تھی۔ ان میں سے ایک فرد عزرا زیل کو علمی برتری حاصل تھی اور برتری کے احساس نے اسے تکبر میں مبتلا کر دیا تھا۔ ”ابلیس“ ابلیس اور ابلاس سے مشتق ہے جس کے معنی ”رنج و غم، دل شکستہ ہو جانا، مایوسی اور نامراد ہو جانے کی وجہ سے برانز وختہ (DESPERATE) ہو جانا ہے“۔ ابلیس سے جب حکم عدولی کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا!

”آپ نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے آدم سے فرمایا.. ”اے آدم! تو اور تیری بیوٹی جنت کی لامحدود کھلی فضا میں رہو اور جہاں سے دل چاہے خوش ہو کر کھاؤ پیو۔ لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا“۔

شیطان نے اس ہی پابندی کو مقصد برآری کے لئے استعمال کیا۔ اس نے انہیں باور کرایا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اگر تم اس درخت کے قریب نہ گئے تو جنت میں نہیں رہ سکو گے اور آدم سے سہو ہو گیا۔

انجیل برنا باس کے مطابق حضرت آدم کی پیدائش جب عمل میں آئی تو سب سے پہلے نظر جس تحریر پر پڑی اس کی عبارت یہ تھی۔

”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“

”پس جب آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو اس نے آسمانوں میں ایک تحریر چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“۔ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا! ”میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں اے میرے پروردگار کیونکہ تو نے مہربانی کی۔ پس مجھے پیدا کیا لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں“۔ تب اللہ نے جواب دیا مر جا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم اور میں تجھ سے

کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے کہ جو اس وقت کے بہت سے سالوں کے بعد دنیا میں آئے گا اور میرا رسول ہوگا کہ اس کے لئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا۔ وہ رسول محمد ﷺ جب دنیا میں آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشنے گا۔ یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح آسمانی روشنی میں ساٹھ (۶۰) ہزار سال قبل اس کے لئے رکھی گئی ہے کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔“

(برناباس باب: ۳۹- آیات: ۱۴-۱۸)

قرآن کریم نے حضرت انسان سے متعلق مثبت اور منفی ہر دو پہلو کو واضح کر کے انسان کی عظمت کا اعلان کیا ہے اور بتایا ہے کہ انسان کی تخلیق ”حسنِ تقویم“ ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ پوری کائنات میں تکریم و تعظیم کا مستحق ہے اور احسنِ تقویم ہونے کی وجہ سے امانتِ الہی کا علم بردار ہے۔ امانتِ الہی حاصل ہونے کے بعد ”خلیفۃ اللہ“ کے منصب پر فائز ہے۔ انسان کی پیدائش بے مقصد اور بے نتیجہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و شعور، بصیرت و دانائی اور فہم و فراست دے کر کائنات میں ممتاز بنا دیا ہے۔ اور یہی وہ امتیاز ہے جس کی بناء پر دو برائیوں سے اجتناب اور بھلائی کے اختیار کا مکلف ہے۔

”انسان کو پیدا کیا اور پھر راہ دکھلائی“۔

”اور پھر ہم نے انسان کو دونوں راستے دکھائے“۔

(سورۃ البلد: ۳، ۱۰)

حضرت آدم کا نام:

قرآن پاک میں حضرت آدم کا نام پچیس آیات میں ۲۵ مرتبہ لیا گیا ہے۔ سورتوں اور آیات میں اگرچہ اسلوب بیان مختلف نظر آتا ہے لیکن مقصد اور واقعہ کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ایک ہی حقیقت ہے جو بیان کی گئی ہے۔ ان سب کا مفہوم یہ ہے کہ لوگ اللہ کی ذات پر ایمان لائیں اور یہ جان لیں کہ اللہ ایک ناقابل انکار ہستی ہے اور ساری کائنات اسی کے احاطہ قدرت میں متحرک ہے۔ یہی وہ ایقان ہے جو دینِ حنیف ہے۔ اور اسی مذہب کے احکام کی پیروی میں فلاح و نجات اور ہر قسم کی ترقی چھپی ہوئی ہے۔ یہی وہ مذہب ہے جس کا نام دینِ فطرت یا اسلام ہے۔

قرآن پاک میں جن آیات مقدسہ میں حضرت آدم کا ذکر ہوا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

”اور پھر (دیکھو) جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ آدم کے سامنے سربسجود ہو جاؤ، وہ جھک گئے مگر ابلیس کی گردن نہیں جھکی۔ اس نے نہ مانا اور گھمنڈ کیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ کافروں میں سے تھا۔ پھر (ایسا ہوا کہ) ہم نے آدم سے کہا اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو، جس طرح چاہو کھاؤ پیو، امن و چین کی زندگی بسر کرو مگر دیکھو وہ جو ایک درخت ہے۔ تو کبھی اس کے پاس نہ پھٹکنا۔ اگر تم اس کے قریب گئے تو (نتیجہ یہ نکلے گا کہ) حد سے تجاوز کر بیٹھو گے اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جو زیادتی کرنے والے ہیں۔“ (سورۃ البقرہ: ۲۲-۲۳)

”اور ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہاری شکل و صورت بنا دی، پھر فرشتوں کو حکم دیا ”آدم کے آگے جھک جاؤ“۔ اس پر سب جھک گئے۔ مگر ابلیس جھکنے والوں میں سے نہ تھا۔“

(سورۃ اعراف: ۱)

”اور بلاشبہ یہ واقعہ ہے کہ ہم نے انسان کو خمیر اٹھے ہوئے گارے سے بنایا، جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے اور ہم ”جن“ کو اس سے پہلے جلتی ہوئی ہوائی گرمی سے پیدا کر چکے تھے۔ اور جب ایسا ہوا تھا کہ تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا ”میں خمیر اٹھے ہوئے گارے سے جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے، ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔ تو جب ایسا ہو کہ میں اسے درست کر دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو چاہئے کہ تم سب اس کے آگے سربسجود ہو جاؤ۔ چنانچہ جتنے فرشتے تھے سب اس کے آگے سربسجود ہو گئے۔ مگر ایک ابلیس کہ اس نے انکار کیا کہ سجدہ کرنے

والوں میں سے ہو۔“ (سورۃ حجر: ۲۶-۳۱)

”اور جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا ”آدم کے آگے جھک جاؤ۔“ اور سب جھک گئے تھے۔ مگر ابلیس نہیں جھکا تھا۔ وہ جن میں سے تھا۔ پس اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔ پھر کیا تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی نسل کو کارساز بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظلم کرنے والوں کے لئے کیا ہی بری تبدیلی ہوئی۔“ (سورۃ کہف: ۵۰)

”اور وہ وقت یاد کرو جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے کہا! میں مٹی سے بشر کو پیدا کرنے والا ہوں پس جب میں اس کو بنا سنوار لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو سب فرشتے اس کے لئے سر بسجود ہو جاؤ۔ پس سب ہی نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ مانا اور گھمنڈ کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔“ (سورۃ اعراف: ۱۲)

”کس بات نے تجھے جھکنے سے روکا جبکہ میں نے حکم دیا تھا؟ کہا اس بات نے کہ میں آدم سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اسے مٹی سے۔ فرمایا! ”جنت“ سے نکل جا۔ تیری یہ ہستی نہیں کہ یہاں رہ کر سرکشی کرے۔ یہاں سے نکل دور ہو۔ یقیناً تو ان میں سے ہوا جو ذلیل و خوار ہیں۔ ابلیس نے کہا! مجھے اس وقت تک کے لئے مہلت دے جب لوگ (مرنے کے بعد اٹھائے جائیں گے)۔“

تجھے مہلت ہے“ اس پر ابلیس نے کہا چونکہ تو نے مجھ پر راہ بند کر دی تو اب میں بھی ایسا ضرور کروں گا تیری سیدھی راہ سے بھٹکانے کیلئے بنی آدم کی ناک میں بیٹھوں، پھر سامنے سے پیچھے سے، داہنے سے، بائیں سے (غرض یہ کہ ہر طرف سے) ان پر آؤں اور تو ان میں سے اکثروں کو شکر گزار نہ پائے گا۔ اللہ نے فرمایا! یہاں سے نکل جا۔ ذلیل اور ٹھکرایا ہوا۔ بنی آدم میں سے جو کوئی تیری پیروی کرے گا تو (وہ)

تیرا ساتھی ہوگا اور میں البتہ ایسا کروں گا کہ (پاداش عمل) میں تم سب سے جہنم بھردوں گا۔“

(سورۃ اعراف: ۱۲-۱۸)

”اللہ نے فرمایا! اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ کہا مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایسے بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے خیر اٹھے ہوئے گارے سے بنایا ہے۔ جو سوکھ کر بجنے لگتا ہے۔ حکم ہوا! اگر ایسا ہے تو یہاں سے نکل جا کہ تو راندہ ہوا اور جزا کے دن تک تجھ پر لعنت ہوئی۔ اس نے کہا! خدایا مجھے اس دن تک مہلت دے جب انسان (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔ فرمایا! اس مقررہ وقت کے دن تک تجھے مہلت دی گئی۔ اس نے کہا! خدایا چونکہ تو نے مجھ پر کی راہ بند کر دی تو اب میں ضرور ایسا کروں گا کہ زمین میں ان کے لئے جھوٹی خوشنمایاں بنا دوں اور گمراہ کر دوں، ہاں ان میں جو تیرے مخلص بندے ہونگے (میں جانتا ہوں) میرے بہکانے میں آنے والے نہیں۔ فرمایا! بس یہی سیدھی راہ ہے جو مجھ تک پہنچانے والی ہے جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ زور نہیں چلے گا۔ صرف انہی پر چلے گا جو راہ سے بھٹک گئے اور ان سب کے لئے جہنم کے عذاب کا وعدہ ہے۔“

(سورۃ حجر: ۳۲-۳۳)

”اور جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا ”آدم کے آگے جھک جاؤ“ اس پر سب جھک گئے مگر ایک ابلیس نہیں جھکا۔ اس نے کہا! کیا میں ایسی ہستی کے آگے جھکوں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے؟ نیز اس نے کہا! کیا تیرا یہی فیصلہ ہوا

کہ تو نے اسکو مجھ پر بڑائی دی؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دیدے تو میں ضرور اس کی نسل کی بیخ بنیاد اکھاڑ کے رہوں۔ تھوڑے آدمی اس ہلاکت سے بچیں اور کوئی نہ بچے۔ اللہ نے فرمایا! جا اپنی راہ لے، جو کوئی بھی ان میں سے تیرے پیچھے چلے گا تو اس کے لئے اور تیرے لئے جہنم کی سزا ہوگی پوری پوری سزا ان میں سے جس کسی کو تو اپنی صدا میں سنا کر بہکا سکتا ہے بہکانے کی کوشش کر لے۔ اپنے لشکر کے سواروں اور پیادوں سے حملہ کر، ان کے مال اور اولاد میں شریک ہو جا۔ ان سے وعدے کر اور شیطان کے وعدے اس کے سوا کچھ نہیں ہیں کہ سراسر دھوکا۔ جو میرے بندے ہیں ان پر تو قابو پانے والا نہیں۔ تیرا پروردگار کار سازی کے لئے بس کرتا ہے۔“

(سورۃ اسراء ۶۸-۶۵)

”اور جب ایسا ہوا تھا کہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا۔ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ فرشتوں نے کہا! کیا ایسی ہستی کو خلیفہ بنایا جا رہا ہے جو زمین میں خرابی پھیلانے کی اور خونریزی کرے گی حالانکہ ہم تیری حمد و ثناء کرتے ہوئے تیری پاکی و قدوسی کا اقرار کرتے ہیں اللہ نے کہا! میری نظر جس حقیقت پر ہے تمہیں اس کی خبر نہیں۔“

(سورۃ البقرہ: ۳۰)

”اور آدم نے تعلیم الہی سے تمام چیزوں کے نام معلوم کر لئے۔ تو فرشتوں کے سامنے وہ پیش کر دیئے اور فرمایا! اگر تم درستی پر ہو تو بتلاؤ ان کے نام کیا ہیں؟ فرشتوں نے عرض کیا، خدایا ساری پاکیاں اور بڑائیاں تیرے ہی لئے

ہیں۔ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں سکھلا دیا ہے۔ علم تیرا علم ہے اور حکمت تیری حکمت۔ جب فرشتوں نے اس طرح اپنے بجز کا اعتراف کر لیا تو حکم الہی ہوا ”اے آدم تم فرشتوں کو ان (خالق) کے نام بتلا دو۔ جب آدم نے بتلا دیئے تو اللہ نے فرمایا! کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ آسمان اور زمین کے تمام غیب مجھ پر روشن ہیں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی میرے علم میں ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو وہ بھی مجھ سے مخفی نہیں۔“

(سورۃ البقرہ: ۲۱-۲۳)

”پھر ہم نے آدم سے کہا، اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو۔ جس طرح چاہو کھاؤ پیو، امن چین کی زندگی بسر کرو مگر دیکھو وہ جو درخت ہے تو کبھی اس کے پاس نہ پھٹکنا، اگر تم اس کے پاس گئے تو حد سے تجاوز کر بیٹھو گے اور ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جو زیادتی کرنے والے ہیں۔ شیطان کی وسوسہ اندازی نے ان دونوں کے قدم ڈگمگادیئے اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ جیسی کچھ راحت و سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے اس سے نکلنا پڑا، خدا کا حکم ہوا کہ یہاں سے نکل جاؤ تم میں سے ہر وجود دوسرے کا دشمن ہے۔ اب تمہیں زمین میں رہنا ہے اور ایک خاص وقت تک کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا ہے۔ پھر ایسا ہوا کہ آدم نے اپنے پروردگار کے القاء سے چند کلمات معلوم کر لئے پس اللہ نے اس کی توبہ قبول کر لی اور بلاشبہ وہی درگزر کرنے والا ہے اور اس کی درگزر کی کوئی انتہا نہیں۔ آدم کی توبہ قبول ہو گئی لیکن جس زندگی سے وہ نکل چکا تھا وہ دوبارہ نہیں مل سکتی تھی، پس ہمارا حکم ہوا! اب تم یہاں سے نکل جاؤ۔ اور جس نئی زندگی کا دروازہ تم پر کھولا جا رہا ہے اسے اختیار کر لو۔ لیکن جب کبھی ایسا ہوگا کہ ہماری جانب سے تم پر راہ اکھولی جائے گی تو تمہارے لئے دو ہی راہیں ہوں گی۔ جو کوئی ہدایت کی پیروی کرے گا اس کے لئے کسی طرح کا کھٹکا نہیں۔“

کسی طرح کی غمگینی نہیں۔ (سورۃ البقرہ: ۳۵-۳۸)

آدم و حوا جنت میں:

”اے آدم! تو اور تیری بیوی دونوں جنت میں رہو سہو اور جس جگہ سے جو چیز پسند آئے شوق سے کھاؤ مگر دیکھو وہ جو ایک درخت ہے تو اس کے قریب بھی نہ جانا اگر گئے تو یاد رکھو تم زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے لیکن پھر ایسا ہوا کہ شیطان نے ان دونوں کے دلوں میں دوسوہ ڈالا تاکہ ان کے ستر جو ان سے چھپے تھے ان پر کھول دے۔ اس نے کہا کہ تمہارے پروردگار نے اس درخت سے جو تمہیں روکا ہے تو صرف اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو تم فرشتے بن جاؤ یا دائمی زندگی تمہیں حاصل ہو جائے۔ اس نے قسمیں کھا کھا کر یقین دلایا کہ میں تم دونوں کو خیر خواہی سے نیک بات سمجھانے والا ہوں۔ غرضیکہ انہیں فریب میں لے آیا۔ پھر جوں ہی ایسا ہوا کہ انہوں نے درخت کا پھل چکھا ان کے ستر ان پر کھل گئے اور جب انہیں اپنی برہنگی دیکھ کر شرم محسوس ہوئی تو باغ کے پتے اوپر تلے رکھ کر اپنے جسم پر چپکانے لگے۔ اس وقت ان کے پروردگار نے پکارا... کیا میں نے تمہیں اس درخت سے نہیں روک دیا تھا اور کیا میں نے نہیں کہہ دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے؟ انہوں نے عرض کیا، پروردگار! ہم نے اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کیا اگر تو نے ہمارا قصور نہ بخشا اور ہم پر رحم نہ فرمایا تو ہمارے لئے بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ فرمایا! ”یہاں سے نکل جاؤ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو۔ اب تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے اور یہ کہ ایک خاص وقت تک وہاں سر و سامان زندگی سے فائدہ اٹھاؤ گے۔ اور فرمایا! تم اس میں جو گے اس میں مرو گے پھر اسی سے نکالے جاؤ گے۔“

(سورۃ اعراف: ۱۹-۲۵)

”اور یہ واقعہ ہے کہ ہم نے آدم کو پہلے سے جتا کر عہد لے لیا تھا پھر وہ بھول گیا اور ہم نے قصداً اس میں نہیں پایا تھا اور پھر جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا تھا ”آدم کے آگے جھک جاؤ“ سب جھک گئے تھے مگر ابلیس نہیں جھکا۔ اس نے انکار کیا اس پر ہم نے کہا اے آدم یہ تیرا اور تیری بیوی کا دشمن ہے ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں جنت سے نکال کر رہے اور تم محنت میں پڑ جاؤ۔ تمہارے لئے اب ایسی زندگی کہ نہ تو اس میں بھوکے رہتے ہو نہ برہنہ نہ تمہارے لئے پیاس کی جلن ہے نہ سورج کی تپش لیکن پھر شیطان نے آدم کو وسوسہ میں ڈالا اس نے کہا، اے آدم! میں تجھے ہمیشگی کے درخت کا نشان دے دوں؟ اور ایسی بادشاہی جو کبھی زائل نہ ہو؟ چنانچہ دونوں نے اس درخت کا پھل کھا لیا اور دونوں کے ستر ان پر کھل گئے۔ تب ان کی حالت ایسی ہو گئی کہ باغ کے پتے توڑنے لگے اور ان سے اپنا جسم ڈھانکنے لگے۔ غرض کہ آدم اپنے پروردگار کے کہنے پر نہ چلا۔ پس وہ سے بے راہ ہو گیا۔ پھر اس کے پروردگار نے اسے برگزیدہ کیا۔ اس پر لوٹ آیا۔ اس پر راہ کھول دی چنانچہ اللہ نے حکم دیا تھا ”تم دونوں اکٹھے یہاں سے نکل چلو تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہوا۔ پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس (یعنی تمہاری نسل کے پاس) کوئی پیام ہدایت آیا تو جو کوئی میری ہدایت پر چلے گا وہ نہ تو راہ سے بے راہ ہوگا نہ دکھ میں پڑے گا۔“

(سورۃ طہ: ۱۱۵-۱۲۳)

”اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو، تو انہوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا اس نے تکبر کیا۔ اور وہ تھا منکروں میں۔“

(سورۃ البقرہ: ۳۳)

”اور ذرا انہیں آدم کے دو بیٹوں کا قصہ بھی بے کم و کاست سنا دو۔ جب ان دونوں نے قربانی کی تو ان میں سے ایک کی قربانی قبول کر لی گئی اور دوسرے کی قبول نہیں کی گئی۔ اس نے کہا! میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اس نے جواب دیا! اللہ تو متقی لوگوں کی ہی نذریں قبول کرتا ہے۔“ (سورۃ المائدہ: ۲۷)

”اے اولادِ آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا ہے تاکہ تمہارے جسم کے قابلِ شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمہارے لئے جسم کی حفاظت اور زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔“

(سورۃ اعراف: ۲۶)

”اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان پھر تمہیں اس ہی فتنے میں مبتلا کر دے جس طرح اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا۔ اور ان کے لباس ان پر سے اتروائے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں بے پردہ ہو جائیں۔ وہ اور اس کے ساتھی تمہیں ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ان شیاطین کو ہم نے ان لوگوں پر سر پرست بنا دیا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔“ (سورۃ الاعراف: ۲۷)

”یہ وہ پیغمبر ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔ آدم کی اولاد میں سے اور ان لوگوں کی نسل سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا۔ اور ابراہیم کی نسل سے اور اسرائیل کی نسل سے۔ اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ کیا۔ ان کا حال یہ تھا کہ جب رحمن کی آیات ان کو سنائی جاتیں تو روتے ہوئے سجدے میں گر جاتے تھے۔“

(سورۃ مریم: ۵۸)

”اے اولادِ آدم! کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔“ (سورۃ یس: ۶۰)

جب کچھ نہ تھا تو اللہ تھا۔ اللہ نے چاہا کہ میری ربوبیت اور خالقیت کا اظہار ہو۔ اللہ کے ارادے میں جب یہ بات آئی کہ میری عظمت کا اظہار ہو تو ضروری ہوا کہ عظمت کو پہچاننے اور اللہ کو جاننے کے لئے کوئی مخلوق ہو۔

جیسے ہی اللہ نے یہ چاہا کہ میں پہچانا جاؤں خالق کے ارادے میں جو کچھ تھا قاعدوں، ضابطوں، فارمولوں اور شکل و صورت کے ساتھ عالم وجود میں آ گیا۔ عالم وجود کا نام کائنات ہے۔ کائنات ایک ایسے خاندان کا نام ہے جس میں بے شمار نوعیں ایک کنبے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ان نوعوں میں فرشتے، جنات، انسان، جمادات، نباتات، حیوانات، زمین، سماوات اور بے شمار کہکشائی نظام ہیں۔ خالق کائنات نے ان نوعوں کو سننے، دیکھنے، سمجھنے، خود کو پہچاننے اور دوسروں کو جاننے کی صلاحیت عطا کی ہے۔ ان صلاحیتوں سے سب نوعوں نے یہ بات سمجھ لی کہ جس عظیم اور بابرکت ہستی نے انہیں تخلیق کیا ہے وہ ”ذات“ قادر مطلق ہے۔

عظمت و ربوبیت اور خالقیت کے اظہار کے لئے ضروری تھا کہ کوئی مخلوق ایسی ہو جو حکمت کائنات کے رموز سے واقف ہو۔ واقفیت کے لئے لازم تھا کہ مخلوق ان صفات کی حامل ہو جو کائنات کی تخلیق میں کام کر رہی ہیں۔ اس مقصد کے لئے اللہ نے انسان کو اپنی صفات پر تخلیق کیا اور اسے ان صفات کا علم عطا کر کے خلافت و نیابت سے سرفراز کیا۔

قرآن کریم میں جہاں انسان کی تخلیق کا تذکرہ ہوا ہے وہاں یہ بات بالوضاحت بیان کی گئی ہے کہ انسان کا خمیر مٹی سے گوندھا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مٹی کو بھتی اور کھنکھاتی فرمایا ہے۔ یعنی خلاء مٹی کے ہر ذرے کی فطرت ہے۔

”انسان ناقابل تذکرہ شے تھا۔ ہم نے اس کے اندر اپنی روح پھونک

دی اور یہ دیکھا، سنتا اور محسوس کرتا انسان بن گیا“۔ (سورۃ دھر: ۱-۲)

روح پھونکنے سے مراد یہ ہے کہ خلاء میں جو اس پیدا کر دیئے گئے۔

گوشت پوست انسان نہیں ہے:

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان محض گوشت پوست اور ہڈیوں سے

مرکب جسم ہے۔ اس کی تمام دلچسپیاں، تمام توجہ اسی جسم پر مرکوز رہتی ہے اور وہ اپنی توانائی اس جسم کو پروان چڑھانے اور آسائش بہم پہنچانے میں استعمال کرتا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اصل انسان گوشت پوست کا جسم نہیں بلکہ اصل انسان وہ ہے جو اس جسم کو متحرک رکھتا ہے۔ یہ اصل انسان جو مادی جسم کو سہارا دیتا ہے ”روح“ ہے۔ عظیم روحانی سائنسدان قلندر بابا اولیاء نے کتاب ”لوح و قلم“ میں اس بات کو اس طرح بیان کیا ہے۔

”ہم اپنے مادی جسم کی حفاظت کے لئے لباس بناتے ہیں۔ لباس خواہ اونی ہو، سوتی ہو، نائلون کے تاروں سے بنا ہو یا ریشم سے بنا ہوا ہو جب تک گوشت پوست کے جسم پر موجود ہے اس میں حرکت رہتی ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی آدمی ہاتھ ہلائے اور نمیض کی آستین نہ ملے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نمیض کو چارپائی پر ڈال دیا جائے یا کھوٹی پر لٹکا دیا جائے تو اس کے اندر اسی طرح حرکت پیدا ہوگئی ہو جس طرح مادی جسم کی حرکت کے ساتھ ساتھ لباس میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لباس کی حرکت جسم کے تابع ہے۔ سوتی، اونی یا کھال کے بنائے ہوئے لباس میں اپنی ذاتی کوئی حرکت واقع نہیں ہوتی۔“

اسی طرح جب روح آدمی سے بے تعلق ہو جاتی ہے اور آدمی مر جاتا ہے تو کپڑے سے بنے ہوئے لباس کی طرح گوشت پوست اور رگ پٹھوں سے مرکب مادی جسم کے اندر بھی کوئی ذاتی حرکت یا قوت مدافعت باقی نہیں رہتی۔ جب تک روح اس لباس کو پہنے ہوئے تھی اس لباس میں حرکت اور قوت مدافعت موجود تھی۔ پس ثابت ہوا کہ ہم گوشت پوست کے جس انسان کو اصل انسان کہتے ہیں وہ اصل انسان نہیں ہے بلکہ اصل انسان کا لباس ہے۔“

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتے ہیں۔
 ”یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ ﷺ
 کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے۔“

(سورۃ بنی اسرائیل: ۸۵)

امر کی تعریف سورۃ یس میں اس طرح کی گئی ہے۔

”اس کا امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ”ہو“
اور وہ ہو جاتی ہے۔“
(سورۃ یس: ۸۲)

ان آیات میں تفکر سے یہ حکمت سامنے آتی ہے کہ آدمی جسمانی اعتبار سے ناقابل تذکرہ شے ہے۔ اس کے اندر اللہ کی پھونکی ہوئی روح ہی اصل انسان ہے اور وہی اصل انسان صفات الہی کا علم رکھتا ہے۔

سورۃ البقرہ میں یہ واقعہ بالتفصیل مذکور ہے کہ اللہ نے جب آدم کی تخلیق کا تذکرہ فرشتوں سے کیا اور انہیں بتایا کہ میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے عرض کیا کہ اگر آدم کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ آدم رات دن تیری عبادت کرے گا اور تیری عظمت و بزرگی بیان کرے گا تو ہم پہلے سے ہی اس کام کے لئے موجود ہیں۔ ہم ہر لمحہ تیری حمد و ثناء میں لگے رہتے ہیں اور بغیر کسی حیل و حجت کے تیرا حکم بجالاتے ہیں۔ اس مٹی کے پتلے سے فتنہ و فساد کی بو آتی ہے۔

اللہ نے فرشتوں کی بات کو رد نہیں کیا اور ارشاد فرمایا کہ،
”جو میں جانتا ہو وہ تم نہیں جانتے۔“ (سورۃ البقرہ: ۳۰)

اللہ نے آدم کو تخلیق کائنات کے رموز اور فارمولوں کا علم عطا کر کے فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرشتوں سے کہا کہ اگر تم حکمت کائنات سے واقف ہو تو بیان کرو۔

فرشتوں نے عرض کیا کہ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں سکھا دیا ہے اور حقیقت میں علیم و حکیم آپ ہی ہیں۔ جب حضرت آدم نے فرشتوں کے سامنے اللہ کے عطا کردہ علم کا مظاہرہ کیا تو اللہ نے فرمایا!

”میں نے نہ کہا تھا تم کو، مجھ کو معلوم ہیں پردے آسمان زمین کے اور معلوم ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو۔“

(سورۃ البقرہ: ۳۳)

شرف انسان پر مبر تصدیق مثبت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم کو سجدہ کر کے ان کی حاکمیت کو تسلیم کر لیں۔

”جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر کھنکھناتے سنے گارے سے۔ پھر جب ٹھیک کروں اس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی جان تو تم گر پڑو اس کے آگے سجدے میں۔ پھر سجدہ کیا فرشتوں نے سارے اکٹھے۔ مگر ابلیس نے غرور کیا اور تھا وہ منکروں میں۔ فرمایا اے ابلیس! تجھ کو کیا انکاؤ ہوا کہ سجدہ کرے اس چیز کو، جو میں نے بنائی اپنے دونوں ہاتھوں سے، یہ تو نے غرور کیا یا تو بڑا تھا درجہ میں۔ بولا میں بہتر ہوں اس سے، مجھ کو بنایا تو نے آگ سے اور اس کو بنایا مٹی سے۔ فرمایا تو تو نکل یہاں سے کہ تو مردود ہوا اور تجھ پر میری پھٹکار ہے اس جزا کے دن تک“۔ (سورۃ ص: ۷۱-۷۸)

ابلیس اپنے غرور اور تکبر میں یہ بھول گیا کہ آدم اور جنات دونوں خدا کی مخلوق ہیں۔ مخلوق کی حقیقت خالق سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ شیطان غرور اور تکبر میں یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ مرتبہ کی بلندی اور پستی اس مادہ کی بناء پر نہیں ہے جس سے کسی مخلوق کا خمیر تیار کیا گیا ہے بلکہ ان صفات پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ودیعت کی ہیں۔

ابلیس نے جب یہ دیکھا کہ اسے حکم کی خلاف ورزی نے رب العالمین کی آغوشِ رحمت سے دور کر دیا ہے تو اس نے توبہ اور ندامت کے بجائے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور اپنی گمراہی کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ کو قرار دیا اور کہا!

”مجھے تو نے اغوا کر لیا اور صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیا۔ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں آدم زاد پر خود اس کی اپنی حقیقت آشکار نہ ہونے دوں اور انسان کو اسی طرح گمراہ کر دوں جس طرح تو نے مجھے صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیا ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو اپنے حُرے استعمال کر کے دیکھ لے۔ میرے سچے بندے تیرے دھوکے میں نہیں آئیں گے۔ ابلیس اپنی گستاخی کی بناء پر ملعون اور راندہ درگاہ قرار پایا۔

اللہ کریم کے ارشاد کے مطابق حضرت آدم کو جو مقام عطا ہوا وہ جنت ہے یعنی ”اسماء“ کا علم جب حضرت آدم کے اندر متحرک ہوا تو انہوں نے خود کو جنت میں پایا۔ جنت ایسی فضا ہے جس میں کام کرنے والے حواس پابند نہیں ہیں۔ ان میں کثافت نہیں ہے۔ کسی قسم کی الجھن اور پریشانی کو دخل نہیں ہے جہاں زندگی کا وہ رخ سامنے رہتا ہے جس رخ میں سکون ہے، راحت و آسائش ہے، حاکمیت اور تسلیم کائنات کا احساس ہے۔

جنت میں اللہ کریم کی قدرتِ کاملہ کا مظاہرہ ہوا اور حضرت آدم سے حضرت بی بی حوا کے وجود کی تخلیق عمل میں آئی۔ جنت کا وسیع و عریض رقبہ حضرت آدم اور ان کی بیوی کے لئے مسخر کر کے انہیں اختیار دے دیا گیا کہ جہاں سے دل چاہے خوش ہو کر کھاؤ پیو۔ لیکن ایک مخصوص درخت کے قریب جانے سے منع کر دیا گیا۔

ابلیس نے موقع پا کر حضرت آدم اور حضرت بی بی حوا کو بہکا دیا اور انہیں باور کرایا کہ جس درخت کے پاس جانے سے انہیں منع کیا گیا ہے وہ شجر ”شجرِ خلد“ ہے اس کا پھل کھانا جنت میں سردی آرام و سکون اور قرب الہی کا ضامن ہے اور انہیں باور کرایا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ دشمن نہیں ہوں۔ جنت میں لیکن حضرت آدم و حوا اس کے بہکاوے میں آ کر درخت کے قریب چلے گئے وہ بھول گئے کہ ابلیس ان کا ازلی دشمن ہے۔ ازلی دشمن خیر خواہ کیسے ہو سکتا ہے اس کا تو کام ہی نقصان پہنچانا ہے۔ پھر یہ کہ جنت میں قیام اور قرب الہی کسی درخت کا پھل کھانے کا مرہون منت نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ کا خصوصی انعام و فضل ہے۔

حضرت آدم اور حضرت حوا درخت کے قریب چلے تو گئے لیکن بھول جانے کے احساس نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ اور ان کے دلوں میں دوسرے ڈالنے کے لئے شیطان کو راہ مل گئی۔ غلطی، حکم عدولی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا خیال ان کے دل میں جاگزیں ہو گیا اور وہ غم زدہ ہو گئے۔ جنت کی دائمی خوشی اور آرام و سکون، بے سکونی میں بدل گیا۔ جنت کے آزاد حواس پس پر وہ چلے گئے اور پابند حواس حضرت آدم اور حضرت حوا پر مسلط ہو گئے۔ انہیں برہنگی کا احساس ہوا اور ستر پوشی کے خیال کے تحت وہ پتوں سے تن ڈھا پنے لگے.... گویا انسانی تمدن کا یہ آغاز

تھا کہ تن ڈھانپنے کے لئے سب سے پہلے آدم نے پتوں کا استعمال کیا۔
 حضرت آدم سے باز پرس ہوئی کہ ممانعت کے باوجود حکم عدویٰ کیوں
 ہوئی؟ آدم بارگاہِ الہی میں مقبول تھے اس لئے شیطان کی طرح مظاہرہ نہیں کیا اور اپنی
 بھول کوتاہیلات کے پردے میں چھپانے سے باز رہے۔ ندامت اور شرمساری کے
 ساتھ اقرار کیا کہ بھول ہوئی مگر اس کا سبب سرکشی نہیں بلکہ نسیان اور بھول ہے تاہم
 غلطی ہوگئی ہے تو بہ استغفار کے ساتھ عفو درگزر کا خواستگار ہوں۔

اللہ نے آدم کے عذر کو قبول فرمایا اور معاف کر دیا اور یہ فیصلہ سنایا کہ تم کو اور
 تمہاری اولاد کو ایک معین وقت تک زمین پر قیام کرنا ہوگا اور تمہارا دشمن ابلیس بھی
 اپنے تمام سامانِ عداوت کے ساتھ وہاں موجود رہے گا۔

تم کو خیر و شر دو متضاد طاقتوں کے درمیان زندگی بسر کرنا ہوگی اگر تم اور تمہاری اولاد مخلص
 اور سچے بندے ثابت ہوئے تو تمہارا اصلی وطن ”جنت“ تمہیں لوٹا دیا جائے گا۔
 قرآن کریم نے تاریخی واقعات کو صرف اس لئے بیان نہیں کیا کہ یہ وہ واقعات ہیں
 جن کا تاریخ میں درج ہونا ضروری ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ ان واقعات میں مخفی
 حکمتوں کو تلاش کیا جائے اور ان سے حاصل ہونے والے نتائج سے سبق حاصل کر کے
 عمل کی راہیں متعین کی جائیں۔

حضرت آدم کے قصے میں حکمت:

حضرت آدم کے قصے میں بے شمار حکمتیں موجود ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:-
 ☆ حضرت آدم اور ان کی اولاد کا شرف اس علم اور ان صفات کی بناء پر ہے جو اللہ نے
 مٹی کے پتلے میں اپنی روح پھونکنے کے بعد اسے عطا کر دی ہیں۔

☆ انسان اگر اپنی حقیقت (روح) واقف ہے اور ان قاعدوں، ضابطوں اور
 فارمولوں سے واقف ہے جو کائنات کے پس پردہ کام کر رہے ہیں تو وہ مخلوق میں
 افضل ہے۔ بصورتِ دیر اس کی حیثیت مٹی کے پتلے کی ہے جس کے اندر اپنی ذاتی
 کوئی حرکت نہیں ہے۔

☆ سہواً غلطی کرنے کے باوجود آدم نے عاجزی کا مظاہرہ کیا جسے اللہ نے پسند فرمایا
 اور معاف فرما دیا یعنی اللہ کو آدم کی عجز و انکساری پسند آئی۔ یہ عجز و انکساری کا ہی نتیجہ

ہے کہ حضرت آدم کی اولاد میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پینسیر پیدا ہوئے۔
 ☆ عجز کے مقابلے میں گستاخی یا بغاوت بڑی سے بڑی نیکی اور بھلائی کو کھا جاتی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ کبر و نخوت اور گستاخی نے عز ازیل کو راندہ درگاہ کر دیا۔

تکبر عز ازیل را خوار کرد
 بزندان لعنت گرفتار کرد

☆ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے۔
 عزت و شرف اور لعنت و رسوائی اسی کے قبضہ و قدرت میں ہے۔

☆ آدم کی تخلیق قدرت کا ایک منفرد کرشمہ ہے۔ مٹی کے پتلے کو گوشت پوست کی صورت دے دی۔ مٹی کو گوشت پوست، ہڈی، خون، دل پھیپھڑے، دماغ میں تبدیل کر دینا اللہ ہی کا کام ہے۔ اگر انسان اپنی مادی تخلیق پر غور کرے تو عقل حیران رہ جاتی ہے کہ یہ سارا جسمانی نظام بغیر کسی مادی گنگشن کے متحرک ہے اور کسی لمحے بھی یہ حرکت ساقط نہیں ہوتی اور اگر کسی وجہ سے اس نظام میں خلل واقع ہو جائے تو جدید ترین آلات کا نظام بھی جسم کے کل پرزوں کو اس طرح متحرک نہیں رکھ سکتا جس طرح قدرت حرکت میں رکھتی ہے۔ مثلاً ہمارے سارے جسم میں خون پہنچانے کے لئے ایک آلہ ہے جو ایک منٹ میں ستر بہتر بار سکڑتا اور پھیلتا ہے اور دل کی یہ خدمت ساری عمر جاری رہتی ہے اور کارکردگی میں اگر فرق آجائے تو علاج پر لاکھوں روپے خرچ ہو جاتے ہیں۔

گردن سے رانوں کے اوپر تک کا ہمارا جسم ایک صندوق کی طرح ہے۔ اس صندوق کی دیواروں کے درمیان (پسلیوں کے نیچے) پھیپھڑے ہیں۔ سانس کے اندر جانے اور باہر نکلنے کا دار و مدار پھیپھڑوں کے سکڑنے اور پھیلنے پر ہے۔ آدمی ایک منٹ میں سولہ (۱۶) یا سترہ (۱۷) بار سانس لیتا اور نکالتا ہے۔ انسان سانس اسی وقت لے سکتا ہے جب خلاء میں ہو اور آکسیجن موجود ہو۔

☆ انسان کی بنیادی ضرورت میں پانی کو بڑا دخل ہے پانی نہ ہو تو ساری زمین بخر ہو جائے گی۔ اللہ نے انسان کو اپنی طرف سے ہر چیز مفت عطا کی ہے نہ کوئی فیس ہے اور نہ کوئی بل آتا ہے۔

جن اسماء الہی کا علم آدم کو دیا گیا تھا۔ ان ہی اسماء کا علم، نیابت کی ودیعت ہے۔ ان ہی اسماء کے علم کو روحانیت کی زبان میں ”علم لدنی“ کہتے ہیں۔

و علم آدم الاسماء کلھا

جب اللہ تعالیٰ نے علم کی تقسیم کی تو سب سے پہلے اپنی صفات کے ناموں کا تعارف کرایا۔ ان ہی ناموں کو اسمائے صفائی کہا جاتا ہے۔ یہی نام وہ علم ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم کا عکس ہیں۔ صفت کی تعریف کے بارے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت کے ساتھ قدرت اور رحمت کی صفات بھی جمع ہیں۔

مثلاً ربانیت کی صفت کے ساتھ قدرت اور رحمت بھی شریک ہیں۔ یا سمیت کی صفت کے ساتھ قدرت اور رحمت شامل ہیں۔ اسی طرح احدیت کی صفت کے ساتھ قدرت اور رحمت کی صفت کا ہونا ضروری ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت قدرت اور رحمت کے بغیر نہیں ہے۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کو بصیر کہتے ہیں تو اس کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بصیر ہونے کی صفت میں قادر اور رحیم بھی ہے یعنی اسے بصیر ہونے میں کامل قدرت اور کامل خالقیت کی استطاعت حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم دراصل ایک تجلی ہے۔ یہ تجلی اللہ تعالیٰ کی ایک خاص صفت کی حامل ہے۔ اور اس تجلی کے ساتھ صفت قدرت کی تجلی اور صفت رحمت کی تجلی بھی شامل ہے۔ اس طرح ہر صفت کی تجلی کے ساتھ دو تجلیاں اور ہیں۔ گویا ہر اسم تین تجلیوں کا مجموعہ ہے۔

﴿ ایک تجلی صفت اسم کی۔

﴿ دوسری تجلی صفت قدرت کی۔

﴿ تیسری تجلی صفت رحمت کی۔

چنانچہ کسی تجلی کے نام کو اسم کہتے ہیں۔ یہاں یہ سمجھنا ضروری ہے کہ ہر اسم مجموعی حیثیت میں دو صفات پر مشتمل ہے۔ ایک خود تجلی اور ایک تجلی کی صفت۔ جب ہم اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم ذہن میں پڑھتے ہیں یا زبان سے ادا کرتے ہیں تو ایک تجلی اپنی صفت کے ساتھ حرکت میں آ جاتی ہے۔ اس حرکت کو ہم علم کہتے ہیں۔ جوئی الحقیقت اللہ تعالیٰ کے علم کا عکس ہے۔

عام حالات میں ہماری نظر اس طرف کبھی نہیں جاتی کہ موجودات کے تمام اجسام اور افراد میں ایک مخفی رشتہ ہے۔ اس رشتہ کی تلاش سوائے اہل روحانیت کے اور کسی قسم کے اہل علم اور اہل فن نہیں کر سکتے۔ حالانکہ اسی رشتے پر کائنات کی زندگی کا انحصار ہے۔ یہی رشتہ تمام آسمانی اجرام اور اجرام کے بسنے والے ذی روح اور غیر ذی روح افراد میں ایک دوسرے کے تعارف کا باعث ہے۔

ہماری نگاہ جب کسی ستارے پر پڑتی ہے تو ہم اپنی نگاہ کے ذریعے ستارے کے بشریٰ کو محسوس کرتے ہیں۔ ستارے کا بشریٰ کبھی ہماری نگاہ کو اپنے نظارے سے نہیں روکتا۔ وہ کبھی نہیں کہتا کہ مجھے نہ دیکھو۔ اگر کوئی مخفی رشتہ موجود نہ ہوتا تو ہر ستارہ اور ہر آسمانی نظارہ ہماری زندگی کو قبول کرنے میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ ضرور پیدا کرتا۔ یہی مخفی رشتہ کائنات کے پورے افراد کو ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کیے ہوئے ہے۔

یہاں اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے کہ تمام کائنات ایک ہی ہستی کی ملکیت ہے۔ اگر کائنات کے مختلف اجسام، مختلف ہستیوں کی ملکیت ہوتے تو یقیناً ایک دوسرے کی روشناسی میں تصادم پیدا ہو جاتا۔ ایک ہستی کی ملکیت دوسری ہستی کی ملکیت سے متعارف ہونا ہرگز پسند نہ کرتی۔ قرآن پاک نے اسی مالک ہستی کا تعارف لفظ "اللہ" سے کرایا ہے۔ اسمائے مقدسہ میں یہی لفظ "اللہ" اسم ذات ہے۔

اسم ذات مالکانہ حقوق رکھنے والی ہستی کا نام ہے۔ اور اسم صفات قادرانہ صفت رکھتا ہے۔ اسم ذات مالکانہ یعنی خالقیت کے حقوق کا حامل ہے۔ اس کو تصوف کی زبان میں "رحمت" کہتے ہیں۔ چنانچہ ہر صفت کے ساتھ اللہ کا قادرانہ اور رحمانہ وصف لازم آتا ہے۔ یہی دو اوصاف ہیں جو موجودات کے تمام افراد کے درمیان مخفی رشتے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسمائے الہیہ کا یہ ہی وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کو سکھایا ہے۔ (لوح و قلم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے! "میں تخلیق کرنے والوں میں بہترین خالق ہوں"۔
اللہ تعالیٰ بحیثیت خالق کے ایسے خالق ہیں جن کی تخلیق میں وسائل کی پابندی زیر بحث نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ کے ارادے میں جو چیز جس طرح اور جن

خدا و خال میں موجود ہے جب وہ اس چیز کو وجود بخشنے کا ارادہ کرتے ہیں تو حکم دیتے ہیں اور اس حکم کی تعمیل کے لئے تخلیق کے لئے جتنے وسائل ضروری ہیں وہ سب وجود میں آ کر اس تخلیق کو عمل میں لے آتے ہیں۔

ذیلی تخلیقات:

”خالقین“ کا لفظ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور بھی تخلیق کرنے والے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے علاوہ دوسری ہر تخلیق وسائل کی پابند اور محتاج ہے۔ اسکی مثال آج کے دور میں بجلی سے دی جاسکتی ہے۔ جب بندوں نے بجلی سے دوسری ذیلی تخلیقات کو وجود میں لانا چاہا تو لاکھوں چیزیں وجود میں آ گئیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ وصف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ ”کن“ کہہ کر بجلی کو وجود بخش دیا۔ آدم نے اختیاری طور پر جب بجلی کے علم کے اندر تفکر کیا تو اس بجلی سے ہزاروں لاکھوں چیزیں وجود میں آ گئیں۔

بجلی سے جو چیزیں وجود میں آئیں وہ انسان کی تخلیق ہیں مثلاً ریڈیو، ٹیلی فون، لاسکی نظام، کمپیوٹر، موصلاتی سیارے اور بے شمار دوسری چیزیں۔

روحانی نقطہ نظر سے اللہ کی اس تخلیق میں سے دوسری ذیلی تخلیقات کا مظہر بننا دراصل آدم زاد کا بجلی کے اندر تصرف ہے۔ یہ وہی علم ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو سکھا دیا تھا۔ علم الاسماء سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو ایک ایسا علم سکھا دیا جو براہ راست تخلیقی فارمولوں سے مرکب ہے۔ جب انسان اس علم کو گہرائی کے اندر چا کر حاصل کرتا ہے اور اس علم کے ذریعے تصرف کرتا ہے تو نئی نئی چیزیں وجود میں آ جاتی ہیں۔

کائنات دراصل علم ہے۔ ایسا علم جس کی بنیاد اور حقیقت سے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو واقف کر دیا ہے لیکن اس وقوف کو حاصل کرنے کے لئے ضروری قرار دے دیا گیا ہے کہ بندے علم کے اندر تفکر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ ہم نے لوہا نازل کیا اور اس کے اندر لوگوں کے لئے بے شمار فائدے محفوظ کر دیئے ہیں۔

جن لوگوں نے لوہے (بمعنی وحیات) کی حیثیت اور طاقت کو تسلیم کر کے

لوہے کے اندر گہرائی میں تفکر کیا تو لوہے کی لامحدود صلاحیتیں سامنے آ گئیں۔ اور جب ان صلاحیتوں کو استعمال کر کے لوہے کے اجزائے ترکیبی کو متحرک کر دیا تو لوہا ایک ایسی عظیم شے بن کر سامنے آیا جس سے موجودہ سائنس کی ہر ترقی کسی نہ کسی طرح وابستہ ہے۔ یہ ایک تصرف ہے جو وسائل میں کیا جاتا ہے یعنی ان وسائل میں جن وسائل کا ظاہر وجود ہمارے سامنے ہے۔

جس طرح لوہا ایک وجود ہے اسی طرح روشنی بھی ایک وجود ہے۔ وسائل کی حدود سے گزر کر یا وسائل کے علوم سے آگے بڑھ کر جب کوئی بندہ روشنیوں کا علم حاصل کر لیتا ہے تو بہت ساری تخلیقات وجود میں آسکتی ہے۔ وسائل میں محدود رہ کر ہم سونے کے ذرات کو اکھٹا کر کے ایک خاص پروسس (Process) سے گزار کر سونا بناتے ہیں۔ لوہے کے ذرات اکھٹا کر کے خاص پروسس (Process) سے گزار کر ہم لوہا بناتے ہیں۔ لیکن وہ بندہ جو روشنیوں میں تصرف کرنے کا اختیار رکھتا ہے اس کے لئے سونے کے ذرات کو مخصوص پروسس سے گزارنا ضروری نہیں ہے۔ وہ اپنے ذہن میں روشنیوں کا ذخیرہ کر کے ان مقداروں کو الگ کر لیتا ہے جو مقداریں سونے کے اندر کام کرتی ہیں اور ان مقداروں کو ایک نقطہ پر مرکوز کر کے ارادہ کرتا ہے۔ سونا ہو جا اور سونا بن جاتا ہے۔

ہم بتا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق میں کسی کے محتاج نہیں ہیں۔ جب وہ کوئی چیز تخلیق کرتے ہیں تو تخلیق کے لئے جتنے وسائل موجود ہونا ضروری ہیں وہ خود بخود موجود ہو جاتے ہیں۔ بندے کا تصرف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تخلیق میں تصرف کرتا ہے۔

اس تصرف کے دو طریقے ہیں۔ ایک طریقہ وسائل میں محدود رہ کر وسائل کو مجتمع کر کے کوئی نئی چیز بنانا ہے اور دوسرا طریقہ روشنیوں میں تصرف کرنا ہے۔ یعنی کوئی چیز جن روشنیوں پر قائم ہے ان روشنیوں کو متحرک کر کے کسی چیز کو تخلیق کرنا۔ روحانی دنیا میں ان روشنیوں کا نام ”نسمہ“ ہے اور سائنسی دنیا میں ان روشنیوں کے عکس کو اورا (AURA) کہتی ہے۔

انسان اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی تخلیق ہے جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تصرف

کرنے کی قدرت رکھتی ہے اور یہ علم اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے منتقل ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ یہ بات جانتے ہیں کہ انسان سے ذیلی تخلیقات وجود میں آتی رہیں گی اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود کو ”احسن الخالقین“ فرمایا ہے۔

ما بعد النفسیات:

روحانیت (ما بعد النفسیات) کا قانون ہمیں بتاتا ہے کہ انسان تین پرت کا مجموعہ ہے۔ صفات، ذات اور تیسرا پرت ذات اور صفات میں امتیازی خط کھینچنے والی ایجنسی۔ امتیازی خط کھینچنے والی ایجنسی کو تخلیط یا جسدِ خاکی کہتے ہیں۔ جسدِ خاکی اس پرتے کا نام ہے جس کو عرفِ عام میں آدمی کہا جاتا ہے۔ ہر پرت کے محسوسات ایک دوسرے سے بالکل الگ اور نمایاں ہیں۔ ذات کا پرت وہ نقش ہے جو وہم اور خیال کو تصور بنا کر ذہن میں منتقل کر دیتا ہے۔ ذہن تصورات کو معانی کا لباس پہنا کر خوشی اور غم کا مفہوم دیتا ہے۔ اگر اس کو ایسی معلومات فراہم کی جائیں جو کسی خوبصورت باغ سے تعلق رکھتی ہوں تو اس کے اندر رنگین روشنیاں، خوشبو کے طوفان اور حسن کے تصورات رونما ہونے لگتے ہیں۔

عرفِ عام میں رگ پھوں کی بناوٹ اور ہڈیوں کے ڈھانچے کو انسان کہا جاتا ہے۔ دراصل یہ انسان وہ نہیں ہے جس کو قدرت انسان کہتی ہے۔ گوشت پوست، رگ پھوں سے مرکب انسان کو ہم اصل انسان کا لباس کہہ سکتے ہیں۔ جب تک انسان یعنی روح موجود ہے لباس بھی موجود ہے۔ جیسے ہی انسان اس لباس سے قطع تعلق کرتا ہے (جس کو ہم مرنا کہتے ہیں) مادی جسم کے اندر کوئی حرکت باقی نہیں رہتی۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تخلیق کے فارمولے بنائے ہیں اور ہر فارمولا معین مقداروں کے تحت کام کر رہا ہے۔ تیسویں پارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”ہم نے ہر چیز کو معین مقداروں سے تخلیق کیا ہے۔“

اصل انسان روح ہے، ظاہر ہے روح، اضطراب، کشاکش، احساسِ محرومی اور بیماریوں سے ماوراء ہے۔ روح اپنے اور جسم کے درمیان ایک میڈیم بناتی ہے۔ اس میڈیم کو ہم جسمِ انسانی اور روح کے درمیان نظر نہ آنے والا انسان کہہ سکتے

ہیں۔ یہ غیر مرئی انسان بھی با اختیار ہے۔ اس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ روح کی فراہم کردہ اطلاعات کو اپنی مرضی سے معنی پہننا دے۔ جس طرح روح میں اور روح سے تخلیق پانے والی ہر شے میں معین فارمولے کام کرتے ہیں اسی طرح روح اور جسم کے درمیان نظر نہ آنے والا جسم بھی فارمولوں کے تحت متحرک اور با عمل ہے۔ اس میں اربوں، کھربوں فارمولے کام کرتے ہیں۔ جن کو ہم چار عنوانات میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

(۱)	واثر انرجی	(Water energy)
(۲)	الیکٹرک انرجی	(Electric energy)
(۳)	ہیٹ انرجی	(Heat energy)
(۴)	ونڈ انرجی	(Wind energy)

انسان کے اندر دو (۲) دماغ کام کرتے ہیں۔ دماغ نمبر ایک براہ راست اطلاعات قبول کرتا ہے اور دماغ نمبر دو اپنے مفاد کے مطابق ان اطلاعات میں معنی پہناتا ہے۔ یہ دماغ جب غلط یا غیر واضح اور تخریبی معنی پہناتے کا عادی ہو جاتا ہے تو معین مقداروں میں سقم واقع ہونے لگتا ہے اور مذکورہ بالا توانائیاں اپنے صحیح خدو خال کھو بیٹھتی ہیں۔ ان توانائیوں میں توازن قائم نہ رہے تو جسم کے اندر مختلف امراض جنم لیتے ہیں۔

ذہن انسانی کی دو سطح ہیں۔ ایک سطح وہ ہے جو فرد کی ذہنی حرکت کو کاٹھالی حرکت سے ملائی ہے۔ یعنی یہ حرکت فرد کے ارادوں اور محسوسات کو کاٹھالی کے ہمہ گیر ارادوں اور محسوسات تک لاتی ہے۔ ذہن کی دونوں سطحیں دو قسم کے حواس کی تخلیق کرتی ہیں۔ ایک سطح کی تخلیق کو مثبت حواس اور دوسری سطح کی تخلیق کو منفی حواس کہہ سکتے ہیں۔ ہر انسان کے دماغ میں دو کھرب خلیے بنیادی ہوتے ہیں۔ ہر خلیے کے ارد گرد اطراف میں پانٹ خلیے اور ہوتے ہیں اس طرح انسانی دماغ میں بارہ کھرب خلیے مصروف عمل رہتے ہیں۔

در اصل مثبت حواس ایک معنی میں حواس کی تقسیم ہے۔ اس تقسیم کے حصے اعضائے جسمانی ہیں۔ چنانچہ ہماری جسمانی فعلیت میں یہی تقسیم کام کرتی ہے۔ ایک

یہی وقت میں آنکھ کسی شے کو دیکھتی ہے اور کان کسی آواز کو سنتے ہیں۔ ہاتھ کسی میسری شے کے ساتھ مصروف ہوتے ہیں اور پیر کسی چوٹی چیز کی پیمائش کرتے ہیں۔ زبان کسی پانچویں چیز کے ذائقے میں اور ناک کسی چھٹی چیز کے سونگھنے میں مشغول ہوتی ہے اور دماغ میں ان چیزوں سے الگ کتنی ہی اور چیزوں کے خیال آ رہے ہوتے ہیں۔ یہ سب مثبت حواس کی کارفرمائی ہے لیکن اس کے برعکس منفی حواس میں جو تحریکات ہوتی ہیں ان کا تعلق انسان کے ارادے سے نہیں ہوتا۔ مثلاً خواب میں باوجود اس کے کہ مذکورہ بالا تمام حواس کام کرتے ہیں، اعضاء جسمانی ساکت رہتے ہیں۔

اعضائے جسمانی کے سکوت سے اس حقیقت کا سراغ مل جاتا ہے کہ حواس کا اجتماع ایک ہی نقطہ ذہنی میں ہے۔ خواب کی حالت میں اس نقطہ کے اندر جو حرکت واقع ہوتی ہے وہی حرکت بیداری میں جسمانی اعضاء کے اندر تقسیم ہو جاتی ہے۔ تقسیم ہونے سے پیشتر ہم ان حواس کو منفی حواس کہہ سکتے ہیں۔ لیکن جسمانی اعضاء میں تقسیم ہونے کے بعد ان کو مثبت کہنا درست ہوگا۔ یہ بات قابل غور ہے کہ منفی اور مثبت حواس دونوں ایک ہی سطح میں متمکن نہیں رہ سکتے۔ ان کا قیام ذہن کی دونوں سطحوں میں تسلیم کرنا ہوگا۔ تصوف کی اصطلاح میں منفی سطح کا نام نسیم منفرد اور مثبت سطح کا نام نسیم مرکب لیا جاتا ہے۔

نسیم مرکب ایسی حرکت کا نام ہے جو تواتر کے ساتھ واقع ہوتی ہے یعنی ایک لمحہ، دوسرا لمحہ، تیسرا لمحہ اور اس طرح لمحہ بہ لمحہ حرکت ہوتی رہتی ہے۔ اس حرکت میں ایک ایسی ترتیب پائی جاتی ہے جو مکانیت کی تعمیر کرتی ہے۔ ہر لمحہ ایک مکان ہے۔ گویا تمام مکانیت لمحات کی قید میں ہے۔

لمحات بیک وقت دو سطحوں میں حرکت کرتے ہیں۔ ایک سطح کی حرکت کائنات کی ہر شے میں الگ الگ واقع ہوتی ہے۔ یہ حرکت اس شعور کی تعمیر کرتی ہے جو شے کو اس کی منفرد ہستی کے دائرے میں موجود رکھتا ہے۔ دوسری سطح کی حرکت کائنات کی تمام اشیاء میں بیک وقت جاری رہتی ہے۔ یہ حرکت اس شعور کی تعمیر کرتی ہے جو کائنات کی تمام اشیاء کو ایک دائرے میں حاضر رکھتا ہے۔

لمحات کی ایک سطح میں افراد کائنات الگ الگ موجود ہیں یعنی افراد کا شعور

جد اجد ہے۔ نجات کی دوسری سطح میں کائنات کے تمام افراد کا شعور ایک ہی نقطہ پر مرکوز ہے۔ یہی سطح انفرادی شعور ہے۔ دوسری سطح اجتماعی شعور ہے۔

موجودہ سائنس کی دنیا کھکشانی اور شمسی نظاموں سے روشناس ہو چکی ہے۔ کھکشانی اور شمسی نظاموں کی روشنی سے ہماری زمین کا کیا تعلق ہے اور یہ انسان، حیوانات، نباتات اور جمادات پر کیا اثر کرتی ہے؟ یہ مرحلہ بھی سائنس کے سامنے آچکا ہے لیکن ابھی سائنس اس بات سے پوری طرح باخبر نہیں ہے کہ شمسی نظاموں کی روشنی انسان، نباتات اور جمادات کے اندر کس طرح اور کیا عمل کرتی ہے اور کس طرح ان کی کیفیات میں ردوبدل کرتی رہتی ہے؟

سائنس کا عقیدہ ہے کہ زمین پر موجود ہر شے کی بنیاد یا قیام لہر پر ہے۔ ایسی لہر جس کو روشنی کے علاوہ اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا اور پوری کائنات صرف ایک ہی قوت کی مختلف شکلوں کا مظاہرہ ہے۔ کائنات میں ممتاز ہونے کی حیثیت سے ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ یہ لہر اور روشنی کیا چیز ہے؟
حضرت عیسیٰ نے فرمایا!

"God said light and there was light"

یعنی خدا نے کہا "روشنی" اور روشنی وجود میں آگئی۔

قرآن نے اپنی زبان میں اس بات کو "اللہ نور السموات والارض"

یعنی "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے" کہہ کر بیان کیا ہے۔ مفہوم یہ ہے کہ زمین و آسمان اور روشنی براہ راست ذاتِ مطلق سے قائم ہے۔ جب یہ ساری کائنات بشمول ملائکہ، جنات، انسان، حیوانات، نباتات اور جمادات روشنیوں اور لہروں پر قائم ہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ساری موجودات اللہ کے نور کا مظاہرہ ہے۔ اس ہی روشنی کو مذہب نے روح کا نام دیا ہے۔

مذہبِ عالم:

تمام مذہب اور دنیا میں رائج علوم ہمیں دعوت دیتے ہیں کہ ہم اصل انسان کو جانیں اور پہچان لیں۔ ہم اس حقیقت کا ادراک کر لیں کہ انسان کہاں سے آیا ہے

اور کہاں چلا جاتا ہے۔ اس بات سے واقف ہونے کے لئے پیغمبروں نے قواعد و ضوابط مرتب کئے ہیں۔ آسمانی کتابوں اور آخری کتاب قرآن نے انسان کی اصل سے متعارف کرانے کے لئے ضابطے (Formulas) بیان کئے ہیں۔ تاکہ خود آگاہی حاصل کر کے مٹی کا مادہ ہو آدمی اپنی اصلیت سے واقف ہو جائے۔

بڑے دکھ کی بات ہے کہ تاریخ ہمیں اضطراب، بے چینی، بد حالی، خوف و غم اور پریشانی کے علاوہ کچھ نہیں دیتی۔ انسان ہمیشہ سے مضطرب، بد حال، غمگین، خوفزدہ اور پریشان رہا ہے۔ خوف اور عدم تحفظ کسی زمانے میں بہت زیادہ ہو جاتا ہے اور کبھی کم لیکن قائم رہتا ضرور ہے۔

قانون:

جیسے جیسے انسان کی دلچسپیاں مادی وجود میں زیادہ ہوتی ہیں اسی مناسبت سے وہ روشنیوں سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ روشنیوں سے دوری کا نام ہی بے چینی اور در ماندگی ہے۔ آج کے دور میں ذہنی کشمکش اور اعصابی کشاکش عروج پر ہے۔ اس سے محفوظ رہنے اور پرسکون زندگی گزارنے کا طریقہ اگر کوئی ہے تو یہ ہے کہ انسان اپنی اصل سے تعارف حاصل کرے۔ جب ہم اپنی اصل سے واقف ہو جائیں گے تو لہروں اور روشنیوں کی پرمسرت ٹھنڈک ہمارا احاطہ کر لے گی۔

ہمیں اس بات کا بھی ادراک ہونا چاہیے کہ انسان اور دوسری مخلوقات میں کیا فرق ہے؟ اور اگر انسان تمام مخلوقات سے افضل ہے تو کیوں افضل ہے؟ ”ہم نے پیش کی اپنی امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر۔ انہوں نے اس امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر ہم نے اس بار امانت کو اٹھالیا تو ہم ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ انسان نے اس کو اٹھالیا۔ بے شک یہ ظالم اور جاہل ہے۔“

(سورۃ احزاب: ۷۲)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ کائنات کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے سامنے اپنی امانت پیش کی۔ سب اس بات سے واقف تھے کہ وہ اس عظیم بار امانت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ لیکن انسان اس امانت کا امین بننے پر

راغنی ہو گیا اور اس نے خصوصی نعمت کو قبول کر لیا۔

غور طلب یہ ہے کہ انسان، اللہ تعالیٰ کی امانت کا امین ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسے ظالم اور جاہل قرار دے رہے ہیں۔

تخلیقی فارمولوں کے تحت اللہ کی ہر مخلوق باشعور اور باحواس ہے اور اپنی خدا داد صلاحیتوں سے قائم اور متحرک ہے۔ آسمان، زمین اور پہاڑوں کی گفتگو ہمیں متوجہ کرتی ہے کہ انسان کی طرح آسمان، زمین، زمین کے تمام ذرات، زمین کے اوپر تمام تخلیقات اور پہاڑ ”شعور“ رکھتے ہیں۔ جس طرح آدمی کے اندر عقل کام کرتی ہے اسی طرح پہاڑ بھی عقل رکھتے ہیں کیونکہ کسی بات کا اقرار یا انکار بجائے خود فہم و ادراک اور شعور ہی دلیل ہے۔

تفکر ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ ایسی زندگی جس میں بصیرت شامل نہ ہو ظلم و جہالت ہے۔ پہاڑوں، آسمانوں اور زمین نے تفکر کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ وہ امانت کے تحمل نہیں ہو سکتے۔ اس طرح وہ ظلم و جہالت کے دائرے سے باہر ہو گئے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ کی جو امانت حاصل ہے۔ اس سے صرف نظر، اگر انسانی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ انسان سموات، ارض اور پہاڑوں کی نسبت کوتاہ عقل ہے۔ انسان اس لئے عقل مند ہے کہ وہ اللہ کی امانت کا امین ہے۔ زمین پر ہر تخلیق اور آسمانوں میں اشیاء اللہ کی نشانیاں ہیں۔

زمین، دھوپ اور پانی الگ الگ شے ہیں۔ لیکن جب زمین تخلیق کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو یہ اشیاء ایسے رنگ بکھیرتی ہیں کہ عقل و دانائی گنگ ہو جاتی ہے۔ ایک ہی پانی زمین کی کوکھ میں جذب ہونے کے بعد اتنی تخلیقات میں جلوہ گر ہوتا ہے کہ ان کا کوئی شمار نہیں لگتا ہے کہ زمین کے بطن میں بے شمار سانچے نصب ہیں۔ جس سانچے میں پانی ٹھہر جاتا ہے وہاں نیاروپ اختیار کر لیتا ہے۔ کبھی کیلا بن جاتا ہے، کبھی سیب بن جاتا ہے، انگور بن جاتا ہے اور کبھی پھول بن جاتا ہے۔ یہی پانی مخصوص پر دس سے گزر کر تلی بن جاتا ہے اور خوبصورت اور پرکشش چہرہ بن جاتا ہے۔ ایک چھوٹا سا بیج جب زمین کے رحم میں ڈال دیا جاتا ہے تو زمین اس بیج کو پرورش کر کے تناور درخت بنا دیتی ہے۔

اس تجزیہ سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ زمین باصلاحیت ہے۔ اشرف المخلوقات انسان اسی زمین کی ایک ذیلی تخلیق ہے۔ انصاف کا تقاضہ ہے کہ ہم تلاش کریں کہ انسان کا اشرف کیا ہے؟

عام زندگی میں جو صلاحیت مظہر بنتی ہے اور جو اعمال و حرکات سرزد ہوتے ہیں صرف ان سے انسان کا اشرف ثابت نہیں ہوتا۔ پیدائش، شعور، بھوک، پیاس اور خواہشات چاہے جسمانی ہوں یا جنسی ہر مخلوق میں موجود ہیں لیکن ایک بات میں انسان دیگر تمام مخلوقات سے ممتاز ہے وہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا ”امین“ ہے۔ انسان اگر اس امانت سے واقف ہے تو وہ اشرف المخلوقات ہے۔ اگر اس امانت سے واقف نہیں ہے تو وہ ساری مخلوقات کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نعمت حاصل ہونے کے باوجود اس نعمت سے بے خبر رہنا ظلم و جہالت ہے۔

اس خصوصی انعام سے مستفیض ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہمیں اپنی ذات کا عرفان حاصل ہو۔ تصوف میں اس علم کا نام خود آگاہی ہے۔ خود آگاہی کے بعد انسان کے اوپر ان علوم کے دروازے کھل جاتے ہیں جن میں سے گزر کر اللہ کے ساتھ بندے کا رشتہ مستحکم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پیش کردہ امانت سے واقف ہونا ہی انسان کو اشرف المخلوقات کے مرتبے پر فائز کرتا ہے اور اگر وہ اس امانت سے واقف نہیں ہے تو وہ ظالم و جاہل ہے۔

حضرت حوا کی تخلیق:

”وہی ہے جس نے تم کو بنایا ایک جان سے اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا کہ اسے آرام ملے۔“ (سورۃ اعراف: ۱۸۹)

”اور خداوند نے آدم پر گہری نیند بھیجی اور وہ سو گیا۔ اور اس نے اس کی پسلیوں میں سے ایک کو نکال لیا اور اس کی جگہ گوشت بھر دیا۔ اور خداوند اس پسلی سے جو اس نے آدم میں سے نکالی تھی ایک عورت بنا کر آدم کے پاس لایا۔“

(کتاب پیدائش، باب ۲: ۲۱-۲۲)

مونث، مذکر و تخلیقی راز:

محققین کی رائے ہے کہ قرآن کریم صرف ”حوا“ کی تخلیق کا ذکر نہیں کر رہا

بلکہ عورت کی تخلیق کے متعلق اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ وہ بھی مرد ہی کا حصہ ہے۔ اس کو اس طرح سمجھا جائے کہ آدم کے اندر عورت کا وجود تھا۔ اللہ نے جب چاہا کہ آدم کے دونوں رخوں کا مظاہرہ ہو تو عورت کے وجود کو آدم سے الگ کر دیا۔

علماء باطن کہتے ہیں کہ یہاں ہر شے دو رخوں سے مرکب ہے۔ مرد کا وجود بھی دو رخوں پر قائم ہے اور عورت کا وجود بھی دو رخوں پر قائم ہے۔ عورت کے اندر مرد چھپا ہوا ہے اور مرد کے اندر عورت چھپی ہوئی ہے۔ اگر آدم کے اندر حوا نہ ہوتی تو حوا کی پیدائش ممکن نہیں تھی۔ دوسری مثال حوا کے اندر سے آدم کی پیدائش ہے جس کو آسمانی کتابوں نے ”عیسیٰ“ کا نام دیا ہے۔

ہر فرد دو پرت سے مرکب ہے۔ ایک پرت ظاہر اور غالب رہتا ہے اور دوسرا پرت مغلوب اور چھپا ہوا رہتا ہے۔ مرد ہو یا عورت دونوں دو رخوں سے مرکب ہیں۔ ایک ظاہر رخ اور ایک باطن رخ۔

عورت میں ظاہر رخ عورت کے خدو خال میں جلوہ نما ہو کر ہمیں نظر آتا ہے اور باطن رخ وہ ہے جو نظر نہیں آتا۔ اسی طرح مرد کا ظاہر رخ مرد کے خدو خال بن کر ہمارے سامنے آتا ہے اور باطن رخ وہ ہے جو مخفی رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرد بحیثیت مرد جو نظر آتا ہے وہ اس کا ظاہر رخ ہے اور عورت بحیثیت عورت جو نظر آتی ہے وہ اس کا ظاہر رخ ہے۔ مرد کے ظاہر رخ کا متضاد باطن رخ ”عورت“ اس کے ساتھ لپٹا ہوا ہے اور عورت کے ظاہری رخ کے ساتھ اس کا متضاد باطن رخ ”مرد“ لپٹا ہوا ہے۔ افزائش نسل اور جنسی کشش کا قانون بھی ان ہی دو رخوں پر قائم ہے۔ عورت کے اندر باطن رخ مرد چونکہ مغلوب ہے اور غالب خدو خال میں نمودار ہو کر مظہر نہیں بنا اس لئے وہ غالب اور مکمل رخ کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے اندر جذب ہونے کے لئے بے قرار رہتا ہے۔ اسی طرح مرد کے اندر چھپا ہوا پرت ”عورت“ چونکہ مغلوب اور نامکمل ہے اس لئے وہ بھی عورت کے ظاہری رخ سے ہم آغوش ہو کر اپنی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔ علماء باطن فرماتے ہیں کہ قانون قدرت کے مطابق اگر ذہنی مرکزیت کسی ایک رخ پر قائم ہو جائے اور انسان کے اندر روح جسے قرآن نے ”ہر رب“ کہا ہے۔ متحرک ہو جائے تو مغلوب پرت متشکل ہو جاتا

ہے۔ یہی صورت حال حضرت آدم کے ساتھ بھی پیش آئی۔
ہابیل و قابیل:

ہابیل اور قابیل حضرت آدم کے بیٹے تھے۔ قرآن میں حضرت آدم کے ان دونوں بیٹوں کے ناموں کا ذکر نہیں ہے۔ صرف ”ابن آدم“ (آدم کے دو بیٹے) کہا گیا ہے۔ البتہ توراہ میں ان کے یہی نام بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت اس طرح ہے کہ انسانی دنیا میں اضافہ کے لئے حضرت آدم کے زمانے میں دستور یہ تھا کہ حضرت حوا سے توام (جڑواں) پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا عقد دوسری بار پیدا ہونے والے توام بچوں کے ساتھ کر دیا کرتے تھے۔ اسی دستور کے مطابق قابیل اور ہابیل کی شادی کا معاملہ درپیش تھا۔ قابیل عمر میں بڑا تھا اور اس کی بہن اقلیمہ ہابیل کی بہن عازہ سے زیادہ حسین اور خوب رو تھی۔ اس لئے قابیل کو یہ انتہائی ناگوار تھا کہ دستور کے مطابق اس کی بہن کی شادی ہابیل کے ساتھ کی جائے۔ فساد ختم کرنے کے لئے حضرت آدم نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں اپنی اپنی قربانی اللہ کے لئے پیش کریں جس کی قربانی قبول ہو جائے وہی اپنے ارادے کو پورا کر لینے کا مستحق ہے۔

توریت کے مطابق اس زمانے میں قربانی کا یہ الہامی دستور تھا کہ نذر و قربانی کی چیز کسی بلند جگہ پر رکھ دی جاتی اور آسمان سے آگ نمودار ہو کر اس کو جلا دیتی تھی۔ اس قانون کے مطابق ہابیل نے اپنے ریوڑ سے ایک بہترین دنبہ خدائی نذر کیا اور قابیل نے اپنی کھیتی کے غلے میں سے گرم خوردہ غلہ قربانی کے لئے پیش کیا۔ روایت کے مطابق ہابیل کی قربانی قبول ہوئی۔ قابیل اپنی اس توہین کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے غیظ و غضب میں آ کر ہابیل سے کہا کہ میں تجھ کو قتل کئے بغیر نہ چھوڑوں گا تا کہ تو اپنی مراد کو نہ پہنچ سکے۔ ہابیل نے جواب دیا!

”میں تو کسی طرح تجھ پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ باقی تیری جو مرضی آئے وہ کر۔ رہا قربانی کا معاملہ سو خدا کے ہاں تو نیک نیت ہی کی نذر قبول ہو سکتی ہے۔ وہاں بدنیت کی دھمکی کام آ سکتی ہے اور نہ بے وجہ کا غم اور غصہ۔“

قابیل پر اس نصیحت کا الٹا اثر ہوا اور اس نے مشتعل ہو کر اپنے بھائی ہابیل کو

قتل کر دیا۔

قتل کے بعد قابیل حیران تھا کہ اس نعرش کا کیا کرے۔ ابھی تک نسلِ آدم موت سے دوچار نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے حضرت آدم نے مردے کے جسم کے بارے میں کوئی حکم الہی نہیں سنایا تھا۔ قرآن میں ہے کہ قابیل نے دفنانے کا عمل کوئے سے سیکھا۔ اس نے دیکھا کہ کوئے نے زمین کو کرید کرید کر گڑھا کھودا ہے۔ قابیل نے فیصلہ کیا کہ مجھے بھی اپنے بھائی کے لئے اسی طرح گڑھا کھودنا چاہیے اور بعض روایات میں ہے کہ کوئے نے دوسرے مردہ کوئے کو اس گڑھے میں چھپا دیا۔ قابیل نے یہ دیکھا تو اپنی ناکارہ زندگی پر بے حد افسوس کیا اور کہنے لگا کہ!

”میں اس حیوان سے بھی گیا گزرا ہوں کہ اپنے جرم کو چھپانے کی اہلیت بھی نہیں رکھتا۔“ بعد ازاں ندامت اور پچھتاوے کے احساس کے ساتھ اپنے بھائی کی نعرش کو سپردِ خاک کر دیا۔

اس واقعہ سے دو قسم کی طرز فکر کا پتہ چلتا ہے۔ ایک شیطانی طرز فکر اور دوسری رحمانی طرز فکر۔ قابیل کی طرز فکر شیطانی تھی جبکہ ہابیل کی طرز فکر رحمانی تھی۔ غصہ شیطانی طرز فکر کا انعکاس ہے۔ اس کے برعکس حلم و بردباری رحمانی طرز فکر کا پرتو ہے۔ شیطانی طرز فکر کے زیر اثر ہر عمل گھائے کا سودا ہے جبکہ رحمانی طرز فکر کے تحت انجام پذیر ہونے والے اعمال سر تا پا خیر ہیں۔

توریت کے مطابق حضرت آدم نے ۹۳۰ برس عمر پائی۔ آپ کے زمانے میں نسلِ انسانی نے علم طب، علم حساب اور علم موسیقی سے روشناسی حاصل کی۔ زمین پر پہلی بار زراعت بھی آپ نے شروع کی۔

”خداوند خدا نے باغِ عدن سے باہر کر دیا تاکہ وہ اس زمین کی طرف واپس چلا جائے جس سے وہ لیا گیا تھا اور کھیتی باڑی کرے۔“ (توریت)

زمین پر اترنے کے بعد حضرت آدم نے گزر بسر کے لئے کھیتی باڑی شروع کی تھی۔ ماہرین آثار قدیمہ نے جو اولین اوزار اور ہتھیار دریافت کئے ہیں وہ پتھر سے بنائے ہوئے ہیں اور تہذیب کے اس دور سے تعلق رکھتے ہیں جسے پتھر کا زمانہ کہا جاتا ہے۔

زمین پر اولین تہذیب کی بنیاد حضرت آدمؑ نے ڈالی اور آپؑ نے ہی پہلے پہل پتھروں سے مختلف اوزار اور ہتھیار بنائے۔ آگ کا استعمال بھی آپؑ ہی کی دریافت ہے۔

حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ سے کئی اولادیں ہوئیں۔ ہابیل اور قابیل کے علاوہ تیسری اولاد کا نام ”شیث“ ہے۔

لفظ ”شیث“ کے لغوی معنی ”عظیمہ، خداوندی“ ہے۔ حضرت آدمؑ کے بعد آپؑ پہلے نبی ہوئے۔ توریت، کتاب پیدائش، باب ۴ میں لکھا ہے کہ آپؑ حضرت آدمؑ کی شکل و صورت پر تھے۔ ۹۱۴ سال عمر پائی جس میں سے ۱۱۴ سال تک مرتبہ پیغمبری پر فائز رہے۔ آپؑ صلح و آتش کا درس دیتے تھے۔ قوم آپؑ سے بہت عقیدت رکھتی تھی۔ حضرت شیثؑ کی امت نے حضرت شیثؑ کے انتقال کے بعد بھی اپنے پیغمبر کی تعلیمات کو حرزِ جاں بنائے رکھا۔



حضرت ادریس علیہ السلام

یونانی زبان میں ہرمیس، عبرانی میں حنوک اور قرآن کریم میں ادریس نام ہے۔ حضرت ادریس حضرت آدم کی چھٹی پشت میں حضرت نوح کے پردادا ہیں۔ تمدن اور معاشرت کے قوانین آپ ہی نے وضع کئے ہیں۔ ۷۰۰۰ بابل انسانی آبادی اور تہذیب و تمدن کا سب سے پہلا شہر ہے۔ اب یہ کوفہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ادریس گندی رنگ، مناسب قد، روپ خوشنما خوبصورت چہرہ، چوڑا اور بھرا ہوا سینہ، مضبوط بازو، سرمئی آنکھیں، ستواں ناک، باوقار گردن، شیریں مقال، سنجیدہ اور متین شخصیت تھے، چلتے ہوئے نظریں نیچی رکھتے تھے تفکر آپ کا شعار تھا، علم و حلم میں ممتاز تھے۔ حضرت ادریس نے ابتدائی تعلیم اپنے جد امجد حضرت شیث سے حاصل کی، آپ کے اوپر ایک صحیفہ بھی نازل ہوا جس کا چھٹی زبان میں ترجمہ آج بھی موجود ہے۔

”اور اسمعیل، ادریس اور ذوالکفل یہ سب ہیں صبر کرنے والے اور لے لیا ہم نے ان کو اپنی رحمت میں اور وہ ہیں نیک بختوں میں۔“

(سورۃ الانبیاء۔ ۸۵)

حضرت ادریس سے پہلے بنی آدم میں جب بگاڑ کی ابتدا ہوئی تو اللہ کے فرستادہ فرشتے نے ادریس کو پکارا:

”اے حنوک! اٹھو گوشہ تنہائی سے نکلو اور زمین پر چل پھر کر لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف بلاؤ، زندہ رہنے کا صحیح راستہ بتاؤ اور وہ طریقہ بتاؤ جن پر انہیں عمل کرنا چاہئے۔“

آپ نے اللہ کے حکم سے لوگوں کو جمع کر کے وعظ و تلقین اور ہدایت و تبلیغ کا کام شروع کر دیا، مختصر سی جماعت کے علاوہ پوری قوم آپ کی مخالف ہو گئی۔

مفسدین اور منکران کی ریشہ دو انیاں جب حد سے بڑھ گئیں تو آپ اپنے حامیوں

☆ سریانی زبان میں ہنر کو بابل کہتے ہیں، درجلہ اور فرات کا دوا بہ ہونے کی وجہ سے یہ جگہ بابل کے نام سے مشہور ہوئی۔

کے ساتھ مصر کی طرف ہجرت کر گئے، دریائے نیل کے کنارے ایک سرسبز و شاداب
 خطہ دیکھ کر حضرت ادریسؑ نے اپنی جماعت سے فرمایا:
 ”یہ مقام تمہارے بابل کی طرح سرسبز و شاداب ہے۔“

حضرت ادریسؑ نے اس جگہ کو ”بالیون“ کا نام دیا اور ایک بہترین جگہ منتخب کر کے نیل
 کے کنارے آباد ہو گئے۔ حضرت ادریسؑ کی زبان سے نکلے ہوئے لفظ ”بالیون“
 نے ایسی شہرت پائی کہ عرب کے علاوہ دوسرے قدیم اقوام کے لوگ اس سرزمین کو
 بالیون ہی پکارتے رہے۔

ٹاؤن پلاننگ

حضرت ادریسؑ ۲۷ زبانیں جانتے تھے، حضرت ادریسؑ نے دین الہی کے پیغام کے
 ساتھ ساتھ زندگی گزارنے اور بود و باش کے متمدن طریقے بھی بتائے اور اس کے
 لئے انہوں نے مختلف طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد کو رہن سہن کے طریقے
 سکھائے۔ حضرت ادریسؑ کے شاگردوں نے زمین پر شہر اور بستیاں آباد کیں،
 ٹاؤن پلاننگ (TOWN PLANNING) کے اصولوں پر بنائے گئے ان شہروں کی
 تعداد کم و بیش دوسو تھی، جن میں سب سے چھوٹا شہر ”رہا“ تھا۔ حضرت ادریسؑ نے
 اپنے شاگردوں کو دوسرے علوم کی تعلیم بھی دی۔

علم نجوم، علم ریاضی، فن کتابت، ٹیلرنگ، ناپ تول کے اوزان، اسلحہ سازی اور قلم
 حضرت ادریسؑ کی ایجاد ہے، شہروں میں سڑکوں کا جال بچھایا، کاروبار کے لئے مار
 کیٹیں بنوائیں، کھیل کود کے میدان (PLAY GROUND) بنوائے، مکانوں اور
 بلڈنگوں کو نقشے کے مطابق بنانے کی پلاننگ کی۔

ناپ تول کا نظام

حضرت ادریسؑ سے پہلے میزان اور ناپ تول کا نظام نہیں تھا، خریدار کو اس کا صحیح حق
 ملنے کے لئے ناپ تول کا نظام قائم کیا، علوم کو محفوظ کرنے، صنعت و حرفت اور
 ایجادات سے نوع انسانی کو آگاہ رکھنے کے لئے نیز مستقبل میں ان کو تحفظ فراہم کرنے
 کیلئے حضرت ادریسؑ نے ایسے ”نقاش خانے“ تعمیر کروائے جن میں
 صنعت و حرفت اور اپنے زمانے کی ایجادات کی تصاویر بنوائی تھیں اور ان تصویروں

یہ سمندر کی پر جوش موجیں ہیں جو اپنی بے شرمی کے جھاگ اچھاڑ رہی ہیں۔ یہ وہ آوارہ گرد ستارے ہیں جن کے لئے ابد تک بے حد تاریکی ہے۔“
 ان کے بارے میں حنوک نے بھی جو آؤم سے ساتویں پشت میں تھا یہ پیشن گوئی کی تھی کہ:

”دیکھو! خداوند اپنے لاکھوں مقدسوں کے ساتھ آیا تا کہ سب آدمیوں کا انصاف کرے اور سب بے دینوں کو ان کی بے دینی اور ان سب کاموں کے سبب جو انہوں نے بے دینی سے کئے ہیں، ان سب سخت اتوں کے سبب جو بے دین گنہگاروں نے اس کی مخالفت میں کئی ہیں قصور و رُشہرائے۔“
 (انجیل، یہودو۔ ۱۱، ۱۳)

”اور ذکر کتاب میں ادریس کا وہ تھا سچا نبی اور ہم نے اٹھالیا اس کو ایک اونچے مکان پر۔“ (سورۃ مریم۔ ۵۶، ۵۷)

بائبل میں ہے:

”اور حنوک کی کل عمر تین سو پینسٹھ برس کی ہوئی اور حنوک خدا کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور غائب ہو گیا کیونکہ خدا نے اسے اٹھالیا۔“

(کتاب پیدائش، باب ۵۔ آیت ۲۳، ۲۴)

بائبل میں اس قدر بیان ہے کہ وہ غائب ہو گئے کیونکہ خدا نے انہیں اٹھالیا، مگر تلموز میں ایک طویل قصہ بیان ہوا ہے جس کے اختتام پر بتایا گیا ہے کہ حنوک ایک بگولے میں شین رتھ اور گھوڑوں سمیت آسمان پر چڑھ گئے۔

حنوک کی انگٹھی

ان کی انگٹھی پر یہ عبارت کندہ تھی:

”اللہ پر ایمان کے ساتھ ساتھ صبر فتح مندی کی علامت ہے۔“

کمر سے باندھنے والے پٹکے پر تحریر تھا:

”حقیقی عیدیں اللہ تعالیٰ کے فرائض کی حفاظت میں مخفی ہیں اور دین کا

کمال شریعت سے وابستہ ہے اور مروت میں کمال دین کی تکمیل ہے۔“

نماز جنازہ کے وقت ایک پٹکہ باندھتے تھے اس پر یہ جملے تحریر تھے:

”سعادت مند وہ ہے جو اپنے نفس کی نگرانی کرتا ہے اللہ کے سامنے انسان کے شفیق اس کے نیک اعمال ہیں۔“

حکمت:

حضرت اور لیس کی بیان کردہ حکمت اور ان کے علوم پر تفکر کیا جائے تو منکشف ہوتا ہے کہ اللہ کی تفویض کردہ امانت صرف انسان کے پاس ہے امانت، خلافت و نیابت کے علوم اور تسخیر کائنات کے فارمولے ہیں، ان فارمولوں سے انسان کے اندر تخلیقی صلاحیتیں بیدار ہو گئی ہیں۔ آدم زاد ان صلاحیتوں کے ذریعے نفع اور نقصان کے دونوں کام کر سکتا ہے۔ طرز فکر اگر صحیح ہے اور انبیائے کرام اور ان کے وارث اولیاء اللہ سے ہم آہنگ ہے تو جو بھی عمل صادر ہوتا ہے یا جو بھی نئی تخلیق سامنے آتی ہے وہ مخلوق کے لئے سکون، آرام، راحت اور خوشی کا باعث ہوتی ہے اور طرز فکر اگر محدود ہے ذاتی منفعت اور انفرادی اغراض کے خول میں بند ہے تو تخلیقی صلاحیتوں کا استعمال کسی بھی طرح اجتماعی طور پر یا انفرادی حیثیت سے نوع انسانی کے لئے فائدہ مند نہیں ہے۔ انبیاء کرام کی طرز فکر میں یہ بات راسخ ہوتی ہے کہ ہمارا مالک و مختار اللہ ہے۔ ہر شے سے دوسری شے کا رشتہ اللہ کی معرفت قائم ہے، انبیاء کرام کی سوچ لامحدود ہوتی ہے اللہ کے فرستادہ بندوں کی طرز فکر سے جو تخلیقات ظہور میں آتی ہیں ان سے مخلوق کو فائدہ ہوتا ہے، انبیاء کرام مظاہر کے پس پردہ کام کرنے والی حقیقت سے باخبر ہوتے ہیں، حقیقت میں انتشار نہیں ہوتا، حقیقت کے اوپر غم اور خوف کے سائے نہیں منڈلاتے، حقیقی دنیا سے متعارف بندے ہمیشہ پرسکون رہتے ہیں۔ حقیقی علوم سے واقف برگزیدہ ہستیوں کے بتائے گئے سسٹم پر عمل کرنے سے نوع انسانی کو سکون ملتا ہے۔ قرآن پاک کی سورۃ بقرہ کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”یہ کتاب ان لوگوں کے لئے ہدایت ہے جو متقی ہیں اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب پر یقین رکھتے ہیں، غیب پر یقین رکھنے سے مراد غیب کا مشاہدہ ہے، یقین کی تکمیل مشاہدہ کے بغیر نہیں ہوتی۔“

زمین ہماری ماں ہے

زمین ایک قاعدہ اور ضابطہ کے تحت ہمیں رزق فراہم کر رہی ہے ہم مکان بناتے ہیں

تو زمین ہمیں مکان بنانے سے منع نہیں کرتی، زمین اتنی سنگلاخ اور سخت جان نہیں بن جاتی کہ ہم اس میں کھیتیاں نہ اگا سکیں، اتنی نرم نہیں بن جاتی کہ ہم زمین کے اوپر چلیں تو ہمارے پیردھنس جائیں، سورج اور چاند ہماری خدمت گزاری میں مصروف ہیں، باقاعدہ اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں، چاند کی چاندنی سے پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے اور سورج کی گرمی سے میوے پکتے ہیں الغرض کائنات کا ہر جز اپنا اپنا کردار ادا کر رہا ہے اور اس عمل سے ہمیں اختیاری اور غیر اختیاری فائدہ پہنچ رہا ہے۔ یہ ایک تسخیری عمل ہے جو سب کے لئے یکساں ہے۔

تسخیر کائنات

اصل تسخیر یہ ہے کہ آدمی اپنے ارادے کے تحت سمندر سے، دریاؤں سے، پہاڑوں سے، چاند سے، زمین سے، سورج سے اور دیگر اجزائے کائنات سے استفادہ کرے اور اس سے بھی اعلیٰ تسخیر یہ ہے کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انگلی سے اشارہ کر دیں اور چاند دو ٹکڑے ہو جائے۔ حضرت عمر فاروق دریائے نیل کو پیغام بھیج دیں: ”اگر تو اللہ کے حکم سے چل رہا ہے تو سرکشی سے باز آ جا ورنہ عمر کا کوڑا تیرے لئے کافی ہے۔“

اور پھر دریائے نیل کی روانی میں کبھی تعطل نہ ہو۔ ایک شخص نے حضرت عمر فاروق سے شکایت کی: ”یا امیر المؤمنین! میں زمین پر محنت کرتا ہوں، بیج ڈالتا ہوں اور جو کچھ زمین کی ضروریات ہیں انہیں پورا کرتا ہوں لیکن بیج سوکھ جاتا ہے۔“ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا اس طرف سے گذر ہو تو بتانا۔ حضرت عمر جب ادھر سے گذرے تو ان صاحب نے زمین کی نشاندہی کی۔ حضرت عمرؓ شریف لے گئے اور زمین پر کوڑا مار کر فرمایا کہ: ”تو اللہ کے بندے کی محنت کو ضائع کرتی ہے جبکہ وہ تیری ساری ضروریات کو پوری کرتا ہے۔“ اس کے بعد زمین لہلہاتے کھیت میں تبدیل ہو گئی۔ یہ ساری کائنات اللہ نے انسان کے لئے تخلیق کی ہے، کائنات کے تمام اجزاء بشمول انسان اور انسان کے اندر کام کرنے والی تمام صلاحیتیں ایک مرکزیت پر قائم ہیں روحانی علوم کی روشنی میں انسان کے اندر اللہ کی عطا کردہ گیارہ ہزار صلاحیتیں ہیں ہر صلاحیت ایک علم ہے اور یہ علم شاخ در شاخ لامحدود ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح کی والدہ کا نام سخابت انوش تھا۔ حضرت نوح کا وطن موجودہ عراق تھا۔ پہلے زمانے میں اس کو کالڈیا (CHALDEA) یا کلدانیہ کہتے تھے۔

پانچ بت

حضرت نوح کی قوم ان کو ناپسند کرتی تھی اور ان سے بغض و عناد رکھتی تھی لوگ ان سے متنفر اور ناراض تھے ان کی قوم نے قوی الہیہ پانچ مختلف بت بنائے ہوئے تھے، تحقیق کے مطابق پہلے بت کا نام ”ود“ تھا اور اس بت کی شکل دراز قدمرد کی تھی، دوسرے کا نام ”سواع“ تھا اور اس کی شکل و شبہت عورت کی تھی تیسرے کا نام ”یعوق“ تھا اور یہ گھوڑے کی شکل کا تھا، چوتھے کا نام ”یعوث“ تھا اور اس کی شکل شیر جیسی تھی، جبکہ پانچواں بت گدھ کی شکل کا تھا اور اس کا نام ”نسر“ تھا۔

حضرت نوح کی بعثت سے پہلے قوم توحید سے یکسر نا آشنا ہو چکی تھی اور اللہ کی جگہ خود ساختہ بت بٹھادئے گئے تھے، غیر اللہ کی پرستش اور اصنام پرستی ان کا شعار بن گیا تھا۔ بلا آخر رشد و ہدایت کے لئے ان ہی میں سے ایک ہادی ایک سچے رسول حضرت نوح کو مبعوث کیا گیا۔

حضرت نوح نے اپنی قوم کو پکارا اور سچے مذہب کی دعوت دی لیکن قوم نے ان کی بات نہیں سنی اور نفرت اور حقارت کے ساتھ انکار کر دیا امراء اور رؤسائے تکذیب و تحقیر کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا، دولت کے پجاری اور دنیا پرست لوگوں نے ہر قسم کی تذلیل اور توہین کر کے حضرت نوح پر الزام تراشی کی، وہ کہتے تھے کہ نوح کو ہم پر نہ دولت و ثروت میں برتری حاصل ہے اور نہ وہ انسانیت کے رتبہ سے بلند کوئی فرشتہ ہے، پھر یہ ہمارا پیشوا کیسے ہو سکتا ہے؟ اور ہم اس کے احکام کی تعمیل کیوں کریں۔ حضرت نوح قوم کے رویے سے دل برداشتہ نہیں ہوئے اور لوگوں کو اللہ وحدہ لا شریک کی پرستش کی تعلیم دیتے رہے۔ حضرت نوح جب ان کے جھوٹے خداؤں کو جھلاتے تھے اور واحد و یکتا ذات اللہ سے رجوع کرنے کی تلقین کرتے تھے تو لوگ کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر پوری قوت سے چلانے لگتے تھے وہ کہتے تھے کہ

”جن معبودوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے تم ان کا انکار کرتے ہو، ہمارے اجداد کے دین کی تحقیر کرتے ہو اور ہمیں عذاب سے ڈراتے ہو جبکہ ہمارے حالات تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے ہر لحاظ سے بہتر ہیں۔“

وہ جب غریب اور کمزور لوگوں کو حضرت نوح کا پیروکار دیکھتے تو کہتے:

”ہم ان کی طرح نہیں کہ جو تیرے تابع ہو جائیں اور تجھ کو اپنا مقتدا مان لیں۔“

وہ سمجھتے تھے کہ یہ لوگ کمزور اور پست ہیں، اندھے مقلد ہیں نہ ان کی کوئی رائے ہے اور نہ سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ اگر وہ کبھی حضرت نوح کی بات سنتے تو اصرار کرتے تھے

کہ

”پہلے پست اور غریب لوگوں کو اپنی جماعت سے نکال دیں، ہمیں ان سے گھن آتی ہے، ہم ان کے ساتھ ایک جگہ پر نہیں بیٹھ سکتے۔“

نادار کمزور لوگ

حضرت نوح نے ان سے کہا:

”اگر میں تمہاری یہ خواہش پوری کرنے کا صرف ارادہ بھی کر لوں تو میرے لئے عذاب سے بچنے کی کوئی جائے پناہ نہیں، اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے سب اللہ کے بندے ہیں، اللہ غرور اور تکبر کو پسند نہیں کرتا، اخلاق اور عاجزی اللہ کے لئے پسندیدہ عمل ہیں، میں تمہارے پاس ہدایت لے کر آیا ہوں میں اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر اور رسول ہوں، اللہ کی وحدانیت کی تبلیغ میرا نصب العین ہے، سرمایہ دارانہ نظام ہمارا اپنا بنایا ہوا ہے دین کا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے اور نہ ہی انسانوں کی ہدایت کے لئے کسی فرشتے کو پیغمبر بنا کر بھیجا جاتا ہے، یہ کمزور اور نادار لوگ جو اللہ تعالیٰ پر سچے دل سے ایمان لائے ہیں تمہاری نگاہ میں اسلئے حقیر ہیں کہ ان کے پاس دولت کے انبار نہیں ہیں۔ تم پر واضح ہو جاتا چاہئے کہ دین اور دنیا کی سعادت ظاہری دولت و حشمت کے تابع نہیں ہے سعید لوگ وہ ہیں جنہیں خلوص نیت اور عمل خیر کی توفیق حاصل ہے سکون ہے۔ قلب، طمانیت نفس اور رضائے الہی ان کا مقدر ہے۔“

فاسق قوم کے افراد آپ کی مجلس میں زبردستی داخل ہو جاتے اور محفل کو تہس نہس

کر کے شرکاء کو پریشان کرتے تھے، ہر طریقہ استعمال کر کے حضرت نوح کو تبلیغ دین سے روک دینا چاہتے تھے۔

”بولے! اگر تو نہ چھوڑے گا اے نوح! تو سنگسار ہوگا۔“

(سورۃ الشعراء ۱۱۶)

”پھر جھوٹا کہا ہمارے بندے کو اور کہا دیوانہ ہے اور جھڑک دیا۔“

(سورۃ القمر ۹)

بے وفا بیوی

اذیت دینے کی مہم میں آپ کی زوجہ مشرکین کی ہمنوا بن گئی تھی۔

”تب بولے سردار، جو منکر تھے اس کی قوم کے، یہ کیا ہے؟ ایک آدمی ہے جیسے تم

چاہتا ہے کہ بڑائی کرے تم پر اور اگر اللہ چاہتا تو اتارنا فرشتے ہم نے یہ نہیں

سنا اپنے اگلے باپ دادوں سے اور کچھ نہیں کہ یہ ایک مرد ہے کہ اس کو

سودا ہے۔“

(سورۃ المؤمنون ۲۴، ۲۵)

حضرت نوح نے ان سے بار بار کہا:

”مجھے تمہارے مال کی خواہش نہیں ہے، نہ ہی مجھے جاہ و منصب کی تمنا ہے

میں اجرت کا طلبگار نہیں ہوں، میرے لئے اجر و ثواب اللہ کے پاس

ہے اور وہی بہترین قدر دان ہے۔“

حضرت نوح نے قوم کی اصلاح کے لئے اپنی کوششیں جاری رکھیں مگر قوم نے انکار اور

کفر کی روش کو ترک نہیں کیا، جس قدر حضرت نوح نے تبلیغ حق کی اسی قدر قوم نے

بغض و عناد کا اظہار کیا اور ایذا رسانی اور تکلیف دہی کا ہر طریقہ استعمال کیا۔ گمراہ لوگ

اپنے آباؤ اجداد کی اجارہ داری قائم رکھنے کے لئے ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں

آئے۔

”اور انہوں نے کہا! ہرگز اپنے معبود کو نہ چھوڑو اور نہ چھوڑو“ ”ود“ کو اور نہ ”سواع“

کو اور نہ ”یعوق“ کو اور نہ ”نسر“ کو۔“

(سورۃ ہود ۲۳)

انہوں نے حضرت نوح سے کہا:

”تو ہم سے جھگڑا اور بہت جھگڑ چکا اور لے آ، جو وعدہ دیتا ہے ہم کو اگر تو سچا ہے۔“
(سورۃ ہود-۳۲)

حضرت نوح نے ان سے کہا:

”عذاب الہی میرے قبضے میں نہیں ہے وہ تو اس کے قبضے میں ہے جس نے مجھ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، وہ چاہے گا تو سب کچھ ہو جائے گا۔“
”لائے گا تو اس کو اللہ ہی اگر چاہے گا اور تم اس کو تھکا دینے والے نہیں ہو۔“

(سورۃ ہود-۳۳)

ساڑھے نو سو سال

حضرت نوح جب قوم کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئے، عناد، ہٹ دھرمی اور باطل کشی نے انہیں بالکل ڈھانپ لیا تو حضرت نوح ملول خاطر اور رنجیدہ ہوئے۔

حضرت نوح نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی جس کے نتیجے میں صرف چالیس افراد ایمان لائے۔ (بعض روایات میں ایمان لانے والوں کی تعداد ۸۰ بتائی گئی ہے۔) اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو تسلی دی اور فرمایا:

”جو لوگ ایمان نہیں لائے ان کے اعمال پر رنجیدہ ہونا بیکار ہے آپ نے

اپنا کام پورا کر دیا، جن کو ایمان لانا تھا وہ ایمان لے آئے۔“

حضرت نوح کو جب معلوم ہو گیا کہ ان کی کوشش میں کوئی نفع نہیں ہے بلکہ خود نہ ماننے والوں کا قصور ہے اور انکی اپنی سرکشی کا نتیجہ ہے تو اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا:

”اے پروردگار! تو کافروں میں سے کسی کو بھی زمین پر باقی نہ چھوڑا اگر

تو انہیں چھوڑے گا تو یہ تیرے بندوں کو بھی گمراہ کر دیں گے اور ان

کی نسل بھی انہی کی طرح نافرمان پیدا ہوگی، اے رب معاف کر مجھ کو اور

میرے ماں باپ کو اور جو آئے میرے گھ میں ایماندار اور سب ایمان

والے مردوں کو اور عورتوں کو اور گنہگاروں پر یہی بڑھتا رکھ برباد ہونا۔“

(سورۃ نوح-۲۸)

نوح کی کشتی

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کی دعا قبول کی اور حضرت نوح کو ہدایت فرمائی کہ وہ ایک کشتی تیار کریں تاکہ مومنین اس عذاب سے محفوظ رہیں جو اللہ کے نافرمانوں پر نازل ہونے والا ہے، حضرت نوح نے لکڑی کے تختوں سے کشتی بنانا شروع کر دی، انجیل کی روایت کے مطابق کشتی تین سو کیوبٹ لمبی، پچاس کیوبٹ چوڑی اور تیس کیوبٹ اونچی تھی۔ کیوبٹ کیا ہے؟ یعنی کس قسم کی پیمائش ہے اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا، بہر حال محققین نے لمبائی، چوڑائی اور اونچائی کے درمیان جو نسبت بتائی ہے اس کو فٹ میں تبدیل کرنے سے یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ کشتی کی لمبائی ۴۵۰ فٹ، چوڑائی ۷۵ فٹ، اور اونچائی ۳۰ فٹ تھی۔

انجیل کے بعض قدیم نسخوں سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ کناروں سے کشتی جھکا دلیتے ہوئے بتدریج اوپر کی طرف اٹھائی گئی تھی یہاں تک کہ دونوں کنارے ۳۰ فٹ اوپر جا کر اس طرح ایک دوسرے کے قریب آگئے تھے کہ اوپر محض ایک کیوبٹ جگہ باقی بچی تھی۔

کشتی کا فرش مستطیل تھا یعنی ۷۵ فٹ چوڑا اور ۴۵۰ فٹ لمبا، کشتی کئی منزلہ تھی جدید دور کے ماہرین جہاز سازی کا خیال ہے کہ یہ کشتی ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کی ایک بہترین مثال تھی کشتی کو ہوا، طوفانی پانی، بارش، گچھڑ اور مٹی میں پھنسنے سے محفوظ رکھنے کے لئے اس سے بہتر پیمائش ممکن نہیں تھی۔ اس پیمائش سے بنائی گئی کشتی کیسی ہوگی؟ اس کی مثال ۱۸۴۴ میں ایک شخص I. K. BRUVEL نے گریٹ برین میں ایک جہاز بنایا تھا جو کشتی نوح کی پیمائش رکھتا تھا، جس نے سینکڑوں کامیاب سمندری سفر کئے اور بے شمار سمندری طوفانوں کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کیا۔ آج بھی بڑے بڑے آئل ٹینکر اسی طریقہ پر بنائے جا رہے ہیں۔

سورۃ یسین کی آیت نمبر ۴۱ سے یہ انکشاف ہوتا ہے کہ اس سے پہلے انسان اس بات سے واقف نہ تھا کہ دریاؤں اور سمندروں کو کس طرح عبور کیا جائے حضرت نوح کے دور میں تیار کی جانے والی یہ کشتی نوح انسانی کی پہلی کشتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو یہ علم عطا کیا اور آپ نے آج سے ہزاروں سال قبل جو

کشتی تیار کی وہ ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کا شاہکار تھی ایسی اعلیٰ ترین ٹیکنالوجی جو آج بھی کار آمد ہے اور یہ فن نوع انسانی کی اگلی نسلوں کو منتقل ہوتا رہا آج بھی موجود ہے اور آئندہ بھی منتقل ہوتا رہے گا۔

حضرت نوحؑ کو کشتی کی تیاری میں مصروف دیکھ کر کفار نے تمسخر اڑایا جب کبھی ان کا ادھیڑ سے گذر ہوتا تو وہ آوازیں کتے اور غرور و تکبر سے گستاخی کے مرتکب ہوتے، آخر سفینہ نوح تیار ہو گیا، اللہ کے عذاب کا وقت قریب آیا تو حضرت نوحؑ نے پہلی علامت یہ دیکھی کہ پانی ابلنا شروع ہو گیا ہے۔

حضرت نوحؑ کو حکم ہوا کہ اپنے ماننے والوں کے ہمراہ کشتی میں سوار ہو جائیں اور ہر جاندار کا ایک ایک جوڑا کشتی میں رکھ لیں۔ جب وحی الہی کی تعمیل ہو گئی تو حکم ہوا ”اے پانی! بر سنا شروع ہو جا“

اور زمین کے چشموں کو حکم دیا گیا کہ: ”وہ پوری طرح ابل پڑیں۔“ باد و باران کے اس عظیم طوفان میں کشتی بحفاظت تیرتی رہی، طوفانی ہواؤں اور بارش کا سلسلہ ایک مدت تک جاری رہا یہاں تک کہ تمام منکرین توحید غرق آب ہو گئے اور ”مکافات عمل“ کے قانون کے مطابق اپنے انجام کو پہنچ گئے۔

نوحؑ کا بیٹا

حضرت نوحؑ نے طوفانی عذاب کے وقت اپنے بیٹے ”یام“ کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اے پروردگار! میرا بیٹا میرے اہل ہی میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو بہترین حاکموں میں سے ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اے نوح! یہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے یہ بد کردار ہے پس تجھ کو ایسا سوال نہ کرنا چاہئے جس کے بارے میں تجھ کو علم نہ ہو، میں بلاشبہ تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ تو نادانوں میں سے نہ بن۔“ حضرت نوح نے عرض کیا:

”اے رب! بلا تردید میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے سوال کروں اس

بارے میں جس کے متعلق مجھے علم نہ ہو اور اگر تو نے معاف نہیں کیا اور رحم نہیں کیا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوں گا۔“
حکم الہی ہوا:

”اے نوح ہماری جانب سے تو اوز تیرے ہمراہی ہماری سلامتی اور برکتوں

کے ساتھ زمین پر اترو۔“ (سورۃ ہود۔ ۴۵، ۴۸)

اللہ کے کلام سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ فلاح اور بھلائی کے حصول اور عذاب الہی سے نجات کا تعلق نسل و خاندان سے ہے اور نہ دولت و منصب سے اس کا کوئی واسطہ ہے بلکہ اس کا تعلق ”ایمان اور یقین“ سے ہے۔

شفقتِ پدری کے تحت آخری وقت پر حضرت نوح نے بیٹے کو ایمان لانے کی دعوت دی لیکن اس نافرمان نے جواب دیا:

”میں لگ رہوں گا کسی پہاڑ کو، کہ بچالے گا مجھ کو پانی سے۔“

حضرت نوح نے کہا:

”آج کوئی بچانے والا نہیں ہے صرف وہی بچے گا جس پر اللہ کا رحم ہو جائے

اس دوران ان دونوں کے درمیان موجِ حائل ہو گئی اور وہ غرق ہونے

والوں میں سے ایک ہو گیا۔“ (سورۃ ہود۔ ۴۳)

چالیس دن بارش برستی رہی

پانی بڑھتا چلا گیا اور ہر شے غرق ہو گئی ۴۰ دن تک پانی برستا رہا، زمین سے پانی ابلتا رہا اور کشتی کم و بیش ساڑھے چھ ماہ تک پانی پر تیرتی رہی، اس کے بعد حکم الہی سے عذاب ختم ہوا تو سفینہء نوح ”جو دی“ پہاڑ پر جا کر ٹھہر گیا۔ اور پانی زمین پر چڑھتا ہی گیا اور بہت بڑھا اور کشتی پانی کے اوپر تیرتی رہی اور پانی زمین پر بہت ہی زیادہ چڑھا۔

”اور چالیس دن تک زمین پر طوفان رہا اور پانی بڑھا اور اس نے کشتی کو اوپر

اٹھا دیا، سو کشتی زمین پر سے اور سب اونچے پہاڑ جو دنیا میں ہیں چھپ گئے

پانی ان سے پندرہ ہاتھ اور اوپر چڑھا اور پہاڑ ڈوب گئے اور سب جانور جو

زمین پر چلتے تھے، پرندے اور چوپائے اور جنگلی جانور اور زمین کے
 سب رنگنے والے جاندار اور سب آدمی مر گئے۔“
 (کتاب مقدس۔ باب پیدائش۔ ۷: ۱۲ تا ۱۳)

توراة میں جو دی کو ”اراراط“ کے پہاڑوں میں بتایا گیا ہے۔ اراراط اس علاقہ کا نام
 ہے جو فرات اور دجلہ کے درمیان ’دیار بکر‘ سے بغداد تک مسلسل چلا گیا ہے، پانی
 آہستہ آہستہ خشک ہونا شروع ہو گیا اور کشتی کے مسافروں نے امن و سلامتی کے
 ساتھ خدا کی زمین پر قدم رکھا کشتی کے مسافروں کے علاوہ روئے زمین پر سے ہر
 جاندار چیز نابود ہو چکی تھی اور زمین کو دوبارہ آباد کرنے والے بس یہی لوگ تھے جو
 طوفان سے بچائے گئے تھے۔

ابوالبشر ثانی

اسی بنا پر حضرت نوح کا لقب ”ابوالبشر ثانی“ یا ”آدم ثانی“ مشہور ہوا۔ حدیث
 شریف میں حضرت نوح کو ”اول الرسل“ کہا گیا ہے۔

یونان، مصر، ہندستان اور چین کے قدیم لٹریچر کے علاوہ برما، ملایا، جزائر شرق الہند،
 آسٹریلیا، نیوگنی، امریکہ اور یورپ کے مختلف حصوں میں ایسی روایات تسلسل کے
 ساتھ بیان کی گئی ہیں اور اب بھی بیان کی جاتی ہیں جن میں سیلاب کے بعد ہر ساٹھ
 سال کا ایک سال مان کر ان سالوں سے اپنے تمام عوامی اور ذاتی واقعات کی مدت
 شمار کی جاتی ہے۔

ہندوؤں کے نزدیک سیلاب نوح کا زمانہ ایسا واقعہ ہے جس کو وہ یادگار سمجھتے ہیں اور
 اس کو ”جل پریان“ کہتے ہیں۔

۱۹۲۹ء میں خلیج فارس کے قریب ”ار“ (۱۲) کے قدیم شہر کی کھدائی کے دوران بہت
 گہرائی میں دس فٹ موٹی تہہ کی مٹی ملی تھی معائنہ کے بعد کھدائی کی نگرانی کرنے والے
 سائنسدانوں نے اعلان کیا کہ:

”قرب وجوار کی زمین کے سائنسی تجزیہ سے یہ ثابت ہوا کہ مٹی کی یہ تہہ ایک
 زبردست طوفان کی باقی ماندہ تلچھٹ (Residue) ہے۔ جنوبی میسو پوٹامیا
 کے دریا کی وادیوں میں ہر جگہ ایسی ہی مٹی کی تہیں دریافت ہوئی ہیں۔“

پچھلی صدی کے سائنسدانوں کا خیال تھا کہ پانی اچانک چڑھا تھا اور یہ کہ بلند سے بلند تر پہاڑ کی چوٹی بھی پانی میں ڈوب گئی تھی۔ ہمالیہ، انڈیز، الپس، اور امریکہ کے سلسلہ کوہ راکیز پر جو پانی کے نشان آج بھی موجود ہیں اور اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ پانی اچانک ہی چڑھا تھا، دریائی جانوروں کے ڈبے بچے اور ڈھانچوں کے نشانات سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ماہرین بتاتے ہیں کہ جو مردہ جانور سالم حالت میں پائے گئے ہیں ان میں تکلیف اور کرب نمایاں ہے، اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ ان پر کسی گوشت خور جانور نے حملہ کیا تھا یا ان کا گوشت جسم سے الگ ہوا ہو ان کی سب سے زیادہ واضح مثال سائبریا سے نکلے ہوئے ایک ایسے سالم جانور کی ہے جس کا جسم کھال اور بال سمیت برف میں بالکل محفوظ حالت میں ملا ہے یہ جانور بے حد جسیم ہے اور ان جانوروں میں سے ہے جن کا وجود چند ہزار سال پہلے تک تھا اور اب ناپید ہے۔ اس کی آنکھیں جسم کی کھال اور بال اس بات کی شہادت فراہم کرتے ہیں کہ اس کی موت اچانک کسی حادثے سے ہوئی ہے، اس کے منہ میں وہ گھاس جو حادثے سے پہلے کھانے کے لئے اکھاڑ چکا تھا اور وہ گھاس جو اس کے پیٹ سے نکلی حیرت انگیز طور پر اس قسم کی گھاس میں سے ایک ہے جو گرم علاقوں میں پائی جاتی ہے۔

کشتی کی ایک روایت ساری دنیا کے باسیوں میں بے حد مشترک ہے زیادہ تر مذہبی کتابیں بھی ایک کشتی کا تذکرہ کرتی ہیں جس کے ذریعے بچ جانے والوں نے نسل انسانی کو باقی رکھا اور ان روایات کا کھوج لگانے اور ان کی اصلیت تک پہنچنے کے دوران سائنسدانوں کو جن دیگر باتوں کا پتہ چلا ہے وہ حیرت انگیز انکشاف ہے اس انکشاف سے انسانی عظمت کا ایک نیا باب کھلتا ہے۔

عظیم طوفان

طوفان نوح ایک عظیم طوفان تھا جس نے دنیا کی انتہائی ترقی یافتہ تہذیب کو اس حد تک نیست و نابود کر دیا تھا کہ عظمت کے کچھ نشانات اتفاق سے سامنے آجاتے ہیں سوال یہ ہے کہ حضرت نوح کی کشتی جو ایک طویل مدت تک طوفانی تھیزوں کا مقابلہ کرتی رہی آخر کس طرح تیار کی گئی تھی کہ اس کے اوپر نہ پانی کا اثر ہوا، نہ پہاڑی

چٹانوں کے ٹکرانے سے کشتی کو کچھ نقصان پہنچا اور نہ اس کی بناوٹ میں ایسی خامیاں ظاہر ہوئیں جو اس کی تباہی کا باعث بنتیں اور کشتی میں سوار سب محفوظ رہے ان میں نہ بیماری پھیلی اور نہ ہی مختلف ذہن کے لوگوں نے ایک دوسرے کو نقصان پہنچایا۔^۳

صائبین

کتاب توراہ کے حوالہ سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ طوفان کے وقت حضرت نوح کی عمر ۶۰۰ سال تھی اور طوفان کے بعد وہ مزید تین سو سال تک زندہ رہے لیکن اس بارے میں کچھ بتائیں کہ یہ طویل عرصہ انہوں نے کہاں گزارا؟

مسلم اکابرین بتاتے ہیں کہ قرآن حکیم میں صائبین کا لفظ حضرت نوح کی امت کے لئے استعمال ہوا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صائبین کو آرمین سل مانتے ہیں۔ سنگھ اگر وال آرمین قوم سے متعلق اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

”آرمین جن کو ہندستان میں ”فادرمنو“ لے کر آئے، بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے۔“

ہندو مذہب کی کتابوں میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ:

”ویشنو (خدا) نے اپنے ایک پر یقین پیجاری کو بتایا کہ سات دن میں ایک طوفان آئے گا جو ان تمام لوگوں کو ہلاک کر دے گا جو میری توہین کرتے ہیں تم ایک کشتی میں سات رشیوں کے ساتھ بیٹھ جانا اور ہر طرح کے حیوانات کو بھی بٹھالینا۔“

صحیفہ وید

محققین کے مطابق صحیفہ وید حضرت نوح پر نازل ہوا۔ وید چار کتابوں پر مشتمل ہے۔ ”رگ وید“، ”سام وید“، ”انو وید“، ”بحر وید“۔

وید میں ایسی کئی آیات ہیں جن میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی پیش گوئی کی گئی ہے۔ وید میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہیں ”نراشس“ (بہت تعریف کیا گیا) اور کہیں ”اگنی“ (حقیقت احمدی) کے ناموں سے پکارا گیا ہے۔

”لوگوں سنو! نراشس (محمد) کو لوگوں کے درمیان معبود کیا جائے گا۔ اس مہاجر کو ہم ساٹھ ہزار اور نوے دشمنوں سے اپنی پناہ میں لیں گے، اس کی

سواری اونٹ ہوگی، جس کے ساتھ تیس مادہ اونٹنیاں ہونگی جس کی عظمت
آسمانوں کو بھی جھکا دے اور اس عظیم ہستی کو ۱۰۰ ادینار، ۱۰۰ امالائیں،
۳۰۰ گھوڑے، اور دس ہزار گائین عطا کی گئی ہیں۔“

(اتھروید۔ گنڈا ۲۰۱۔ سکت ۱۲۷)

”اے گنی (محمد)! منو (نوح) آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔“

(وید)

”اے محبوب نرانشس (محمد)! میٹھی زبان والے، قربانیاں دینے والے، میں

آپ کی قربانیوں کو وسیلہ بناتا ہوں۔“ (وید)

”لوگوں سنو! نرانشس (محمد) کی لوگوں کے درمیان بہت تعریف کی جائے گی۔“

(وید)

”اے گنی (محمد)! ہم آپ کو منو (نوح) ہی کی طرح مذہبی پیشوا، داعی،

مذہبی علوم سکھانے والا اور انتہائی عقلمند شخصیت جانتے ہیں۔“ (وید)

”قرآنی علوم کے تیسرے حصے تاریخ“ سے تعلق رکھنے والے اس واقعہ میں بتایا گیا

ہے کہ آج سے ہزاروں سال قبل ایک قوم نے اللہ کی نافرمانی پر اصرار کیا اور اس کے

بھیجے ہوئے ہادی حضرت نوح کے پیغام کو جھٹلایا اور جب حق بات کو قبول کرنے سے

انکار کر دیا تو اللہ کا قانون حرکت میں آ گیا اور سرکشوں اور نافرمانوں کو طوفان بادو

باراں نے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔

زمین کے طبقات

اس واقعہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ:

اس قدر پر ہیبت طوفان کے باوجود کہ جس نے زمین کے طبقات کو تہہ و بالا کر کے رکھ

دیا اور کڑھ ارض پر جغرافیائی تبدیلیاں رونما ہو گئیں ایک جماعت تباہی سے محفوظ رہی

وجہ یہ تھی کہ حضرت نوح کے حواریوں پر مشتمل یہ مختصر جماعت ایمان کی دولت

سے مالا مال تھی۔

جوہری توانائی، خلائی سفر، چاند پر انسان کا پہنچنا، انسانی اعضاء کی پیوند کاری، اور روز

مرہ کی نت نئی سائنسی دریافتوں کی بنا پر آج کا انسان یہ خیال کرنے لگا ہے کہ وہ ترقی

کی معراج پر پہنچ چکا ہے اور اس لحاظ سے آج کے دور کو عظیم دور تصور کرتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا واقعی آج کا دور عظیم ہے؟ اور آج جو ترقی ہے کیا اس سے پہلے اتنی ترقی کبھی نہیں ہوئی؟۔

زر پرستی کا جال

دو صدیوں سے سائنسدان یہ ثابت کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں کہ انسان لاکھوں سال سے ارتقائی منازل طے کر رہا ہے اور آج کا انسان جسے مخلوق میں ”افضل“ ہونے کا شرف حاصل ہے کبھی زمین پر محض ریٹگنے والا کیز ایا درختوں پر چھلانگیں لگانے والا بندرتھا۔ یہ سب کچھ مفروضوں پر مبنی ہے کیونکہ انسان کے پاس تقریباً پانچ ہزار سال تک کاریکارڈ موجود ہے، جس کو تاریخ انسانی کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ آج کا انسان جس ترقی کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے وہ مفروضے کے علاوہ کچھ نہیں ہے وقت بہت کم رہ گیا ہے ترقی کا فسوں ختم ہو جائے گا، ایسے شواہد سامنے آجائیں گے جن سے انسان حقیقت کا ادراک کر لے گا اور وہ جان لے گا کہ موجودہ ترقی زر پرستوں کا بچھایا ہوا ایک جال ہے۔

حکمت:

قرآن کریم میں مذکور حضرت نوح کا قصہ ہمیں تفکر کی دعوت دیتا ہے کہ:

☆ اللہ قادر مطلق ہے وہ جسے چاہے عزت و شرف سے نواز دے اور جسے چاہے ذلیل و خوار کر دے۔

☆ اللہ عجز و انکساری اور اطاعت پسند فرماتا ہے جب کہ تکبر، غرور اور نافرمانی اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ اعمال ہیں۔ ناپسندیدہ اعمال جب حد سے بڑھ جاتے ہیں تو قانون قدرت حرکت میں آکر نافرمانوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔

☆ ہر انسان اپنے عمل کا خود جواب دہ ہے اس لئے باپ کی بزرگی بیٹے کی نافرمانی کا مداوا اور علاج نہیں بن سکتی اور نہ بیٹے کی سعادت باپ کی سرکشی کا بدل ہو سکتی ہے۔

☆ اللہ پر بھروسہ اور توکل کا مطلب یہ نہیں کہ عمل کی راہیں ترک کر دی جائیں، توکل کی صحیح تعریف یہ ہے کہ عملی جدوجہد میں کوتاہی نہ کی جائے اور مقدر و ربھر کوششوں کے بعد نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیا جائے، طوفان سے بچاؤ کے لئے کشتی کی تیاری عملی جدوجہد کی

حقیقی مثال ہے۔

☆ کفران نعمت اور ناشکری اتنی بڑی جہالت ہے کہ اس کے نتیجے میں اسرار الہی ہمیشہ پردے میں رہتے ہیں اور ناشکری قوم گمراہ ہو کر حق و معرفت کی راہوں کو چھوڑ دیتی ہے، کبر اور سرکشی اسے تباہی کے دہانے پر لے آتی ہے اور وہ دردناک عذاب سے دوچار ہو کر عبرت کا نمونہ بن جاتی ہے۔

☆ نظام کائنات کا ایک جز پانی ہے پانی ہر قسم کی زندگی کو قائم رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے، پانی جس طرح اپنے اندر حیات کی صفات رکھتا ہے اسی طرح ہلاکت و بربادی کی صلاحیت رکھتا ہے۔

اس وقت نوع انسانی نے دین فطرت سے منہ موڑ کر صرف مادی وسائل سے رشتہ جوڑ لیا ہے، حالت یہ ہے کہ اس طرز عمل سے دنیا ایک بار پھر تباہی کے دہانے پر پہنچ گئی ہے۔

نوع انسانی نے اگر سوچ بچار سے کام نہ لیا، قوم نوح کی طرح سرکشی جاری رکھی اور افعال و کردار سے توحیدی راستہ اختیار نہ کیا تو وہ دن دور نہیں جب سمندر کی حد بندی ٹوٹ جائے گی، زمین میں سے چشمے ابل پڑیں گے، آسمانوں سے پانی برستا رہے گا، زمین زیر آب آجائے گی، اور بلند و بالا پہاڑ پانی میں ڈوب جائیں گے، عمارات، محلات اور زمین پر موجود دروغ نقیص ختم ہو جائیں گی۔

”کیا ان لوگوں نے آسمان و زمین کے نظام پر کبھی غور نہیں کیا؟ اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہے آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا؟ اور کیا یہ بھی انہوں نے نہیں سوچا کہ شاید ان کو زندہ رہنے کی جو مہلت دی گئی ہے اس کے پورے ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔“ (سورۃ اعراف-۱۸۵)

سمندر میں مدوجزر سورج اور چاند کی کشش سے پیدا ہوتے ہیں، بلیک ہولز (black holes) اتنی زیادہ کشش رکھتے ہیں کہ وہ روشنی کو بھی اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں خیال ہے کہ اگر کوئی بلیک ہول ہماری زمین کے نزدیک سے گزرے تو اپنی انتہائی کشش کی وجہ سے زمین میں موجود لاد (Megma) میں ایک کشش پیدا کرے گا جس کی وجہ سے زمین کے بلیک ہولز کے سامنے والے حصے میں ابھار پیدا

ہوگا اور ایک کڑے کی شکل میں جو حصے سمندر میں ہیں وہاں خشکی ظاہر ہو جائے گی اور کڑے کے آس پاس کے حصوں کی زمین اندر کو دھنس جائے گی اور خشکی کی جگہ سمندر آجائے گا اور سمندر میں مدوجزر کی کیفیت ایسی ہوگی جیسے پانی کے پہاڑ ادھر سے ادھر ہو رہے ہوں، زمین پر سیلاب کی وجہ سے شدید تباہی آجائے گی، آبادی غرق آب ہو جائے گی، دیوبیکل مشینوں کا نام و نشان تک نہیں رہے گا۔

اٹلی کے ساحل کے نزدیک بحیرہ روم کے خطے ATLANTA میں ڈوبے ہوئے ایک بڑا عظیم کے آثار ملے ہیں یہاں کے لوگ صنعت و حرفت میں بہت ترقی یافتہ تھے۔

ہندوؤں کی کہانیوں میں بھی ایسے تذکرے ملتے ہیں کہ کسی زمانے میں وہاں کے لوگ بہت ترقی یافتہ تھے، اسلحہ سازی کی صنعت میں انہیں کمال درجہ عروج حاصل تھا وہ لوگ جنگوں میں ہوائی جہاز، راکٹ لانچر، اور ایٹم بم استعمال کرتے تھے، ان کے پاس ایسے ہتھیار تھے کہ بم زمین پر پھٹنے کے بجائے خلاء میں قائم ہو کر گھومتے تھے اور ان میں سے آگ نکلتی تھی جب یہ آگ زمین پر گرتی تھی تو زمین کے ذرات پکھل جاتے تھے اور زمین تانبہ (Copper) کی طرح بن جاتی تھی۔

برف پکھل رہی ہے

ماحولیات کے سائنسدانوں نے قطبین پر سے برف کے چند نمونے لے کر اس کا تجزیہ کیا ہے انہوں نے کاربن ڈائی آکسائیڈ، نائٹروجن اور آکسیجن کے مرکبات اور سلفر و آکسیجن سے بننے والی گیسوں کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار نمونے اکٹھے کئے ہیں۔ ان کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ ہر دس ہزار سال بعد ہوا میں ان گیسوں کی مقدار اپنی انتہا کو پہنچ کر اچانک نیچے گر جاتی ہے اور یہ سائیکل ہر دس ہزار سال بعد دہرایا جاتا ہے۔

یہ گیسیں زیادہ تر صنعت میں ہونے والی ترقی کی وجہ سے فضاء میں بڑھ جاتی ہیں، جب صنعتی ترقی صرف تھی یا دوسرے لفظوں میں جب انسان STONE AGE میں تھا اور کوئی صنعتی ترقی نہیں تھی ان گیسوں کا اخراج کم سے کم لیول پر تھا، جوں جوں دنیا میں صنعت نے ترقی کی ان گیسوں کا ہوا میں تناسب بڑھتا گیا۔

سائنسدان ہر دس ہزار سال میں اس اچانک تبدیلی کی وجہ ICE AGE کے آثار کو بتاتے ہیں سائنسدانوں کے خیال کے مطابق ہر دس ہزار سال کے بعد زمین پر ایسا زمانہ آتا ہے جس کو ہم "آئس ایج" کہہ سکتے ہیں، آئس ایج کی وجہ سے زمین پر گیسوں کا اخراج کم ہو جاتا ہے، موجودہ دور کے ماحولیاتی سائنسدانوں کا قیاس ہے کہ یہ تبدیلی آئس ایج کے اندر آسکتی ہے، یعنی پچھلی آئس ایج سے اب تک تقریباً دس ہزار سال گزر چکے ہیں۔

روحانی سائنسدانوں کے نزدیک ہر دس ہزار سال کے بعد زمین میں ایسی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں کہ جہاں سمندر ہے وہاں زمین ظاہر ہو جاتی ہے اور جہاں زمین ہے وہاں سمندر آ جاتا ہے۔ ۲۰۰۶ء میں طوفان نوح کو گزرے ہوئے دس ہزار سال ہو جائیں گے اور سال ۲۰۰۶ء کے بعد بتدریج زیادہ ہوتے ہوتے طوفان نوح جیسا ایک سیلاب آئے گا اور زمین پر سے صنعتی ترقی ختم ہو جائے گی، انسانوں کی آبادی چھ ارب سے کم ہو کر ایک چوتھائی رہ جائے گی اور دوبارہ Stone Age شروع ہو جائے گا۔

بلیک ہول

ہر دس ہزار سال کے بعد ایک بلیک ہول زمین کے اس قدر نزدیک سے گذرتا ہے کہ وہ نظام شمسی میں موجود سیاروں کو اپنی طرف کھینچتا تو نہیں ہے لیکن ان سیاروں کے موسموں کے تغیر میں زبردست کردار ادا کرتا ہے۔

عظیم روحانی سائنسدان قلندر بابا اولیاء نے اپنے شاگرد کو بتایا ہے کہ کم و بیش دس ہزار سال کے بعد زمین تہہ آب آجاتی ہے دس ہزار برس لگ بھگ سن دو ہزار چھ میں پورے ہو رہے ہیں، دو ہزار چھ کے بعد ایسے شواہد سامنے آتے رہیں گے جن سے طوفان نوح آنے کی تصدیق ہو جائے گی زمین پر وقفے وقفے سے جب مختلف مقامات پر سیلاب آئیں گے تو زمین پر موجود بڑے بڑے پہاڑ نیست و نابود ہو جائیں گے، ہر طرف پانی ہی پانی ہوگا، اللہ تعالیٰ رحم کرے تین چوتھائی آبادی سمندر نکل لے گا، بچے ہوئے آدمی غاروں سے زندگی شروع کریں گے۔

طوفان نوح کے وقت خالق کائنات سے آدم زاد گروہ نے بغاوت کر دی تھی، دولت

پرستی عام ہوگئی تھی، یقین ہزار پردوں میں چھپ گیا تھا اور بے یقینی دھوپ کی طرح عیاں ہوگئی تھی۔

طوفان نوح کے زمانے میں موجودہ زمانے کی طرح سائنسدانوں نے قدرت کے رازوں میں دخل دینا شروع کر دیا ہے، بے چین و بے قرار انسان سے چین روٹھ گیا تھا، خود غرضی عام ہوگئی تھی، اخلاق کا جنازہ نکل گیا تھا، اخلاص و خلوص کا یہ مطلب لیا جاتا تھا کہ دوسرا آدمی ہمارے کام آئے ہم کسی کے کام آئیں یا نہ آئیں، طاقت ور دہشت گرد بن گیا تھا بستیاں اجاڑنا لوگوں کو زرخیز غلام بنانا عام روش تھی، چالاک اور فطین لوگوں نے عوام کو زرد جوہرات اکٹھا کرنے کے لئے اپنا غلام بنالیا تھا، زمین کے اوپر امن کے نام پر فساد پھیل گیا تھا، بیماریاں عام ہوگئی تھیں، اقتدار کی خواہش اور اقتدار کی تکمیل نہ ہونے سے آدمی غصہ کرتا تھا، ہر شخص اپنی بات منوانے پر بضد تھا، محبت کا مطلب تھا کہ دوسرا شخص ہمارے کام آئے اس لئے کہ ہم اس سے محبت کرتے ہیں وہ ہمیں چاہے یا نہ چاہے۔

زمین کی فریاد

طوفان نوح سے پہلے جو حالات تھے آج کے دور میں شباب پر ہیں، اس وقت زمین کی آہ و بکا کسی نے نہیں سنی، آج پھر زمین کراہ رہی ہے، زمین اب فساد، لعن، لالچ، خود غرضی، اور دنیا پرستی کے عذاب کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ زمین خود کو سڑے ہوئے اجسام سے پاک کرنا چاہتی ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ طوفان نوح کی طرح زمین پر ۱۸ طوفان آچکے ہیں اور زمین اب مزید طوفانوں کی زد میں ہے۔

اس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان خود غرضی کے خول سے باہر آجائے، دوسرے آدمیوں کو اپنی طرح کا آدمی سمجھے، حرص و ہوس اور لالچ سے خود کو آزاد کرے، سود کی لعنت ختم ہو جائے، اللہ کی دشمنی ترک کر کے اللہ سے دوستی کی جائے، ایثار و خلوص کی قدریں بحال ہو جائیں، دولت پرستی جو شرک ہے اس سے توبہ و استغفار کر کے اللہ کو ہی رازق سمجھا جائے، عریانی، فحاشی، جسم فروشی اور توہین آمیز رویے سے اجتناب کیا جائے، پیغمبرانہ طرز فکر کو اپنا کر توحید اور رسالت کے روشن اور منور راستے پر قدم قدم

آگے بڑھا جائے، اس وقت بظاہر یہ سب باتیں خوش کن ضرور نظر آتی ہیں، لیکن دین کا احیاء بھولا بسرا خواب نظر آتا ہے کیونکہ ہر شخص دوسروں کی اصلاح اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے لیکن خود اپنی اصلاح کے لئے کچھ نہیں کرتا، آج کا سائنسدان جو بلاشبہ نوع انسانی کا ایک فرد ہے خود اپنی اور اپنی نوع کا دشمن بن گیا ہے ایک ایک بم لاکھوں انسانوں کی تباہی و ہلاکت کا ذریعہ ہے اتنے ایٹم بم زمین کے سینے پر جمع کر دئے گئے ہیں کہ پوری زمین پر اتنے شہر آباد نہیں ہیں۔ قانون یہ ہے کہ جب کوئی چیز وجود میں آجاتی ہے اور بن جاتی ہے تو اس کا استعمال ضروری ہو جاتا ہے، جب یہ بم تباہی پھیلائیں گے تو زمین جل کر خاکستر ہو جائے گی، زمین کی گودا جڑ جائے گی، اقتدار کی خواہش پوری کرنے کے لئے امن کے نام پر جو آگ کے الاؤ اور چھپی ہوئی آگ کی بھٹیاں بنائی جا رہی ہیں کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ انسان خود کو جہنم واصل کرنا چاہتا ہے؟

نصیحت

سوال یہ ہے کہ جب دنیا میں آبادی ہی نہیں رہے گی تو کس مخلوق پر حکمرانی کی جائے گی سائنسدانوں اور رحم دل انسانوں کو چاہئے کہ باہم شیر و شکر رہیں جس طرح ایک شہر میں بہت سارے محلے ہیں بہت سارے گھر ہیں اور ایک گھر میں بے شمار افراد خوش باش زندگی گزارتے ہیں اسی طرح دوسرے ممالک بھی اپنی سرحدوں میں اپنے ملک کی ترقی کے لئے کوشاں رہیں اور ایک دوسرے کے معاملات میں دخل اندازی نہ کریں۔

☆ مالی منفعت اور اسلحہ کے زور پر حکمرانی قائم کر کے ساری دنیا کو اپنا غلام نہ بنائیں۔
 ☆ زر پرستی شرک کی ایسی آگ ہے جس میں ہر کوئی جل کر خاکستر ہو جاتا ہے تاریخ شاہد ہے کہ گناہ تو معاف کر دئے جاتے ہیں مگر دولت پرستی ناقابل معافی جرم ہے۔
 ☆ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کے نام پر خرچ نہیں کرتے ان کے لئے دردناک عذاب کی بشارت ہے۔



حضرت ہود علیہ السلام

حضرت نوح کے چار بیٹے تھے ”یام“ جو طوفان میں نافرمانی کی وجہ سے غرق ہو گیا تھا باقی تین بیٹوں ”سام“، ”حام“ اور ”یافث“ کی اولاد سے مختلف اقوام پھیلیں۔ ارم، سام کا بیٹا اور عاد کا دادا تھا جس کی اولاد قوم عاد کے نام سے مشہور ہوئی۔

”اور یاد کرو تم کو سردار کر دیا پیچھے قوم نوح کے اور زیادہ دیا تم کو بدن میں پھیلاؤ سویاد کرو احسان اللہ کا، شاید تمہارا بھلا ہو۔“ (سورۃ اعراف۔ ۶۹)

یہ لوگ یمن میں آباد تھے پھر شام اور مصر کی طرف چلے گئے اور ارض احقاف میں سکونت اختیار کر لی یہ علاقہ حضرموت کے شمال میں تھا اور اس کے مشرق میں عمان تھا احقاف ریت کے مختلف ”تودوں“ کو کہتے ہیں، سینکڑوں میل کا یہ رقبہ ریگستان میں تبدیل ہو چکا ہے جب آندھی چلتی ہے تو ریت کے پہاڑ اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں ہزاروں سال پہلے یہ علاقہ سرسبز و شاداب تھا۔

حضرموت کے شمالی سطح مرتفع سے یہ صحرا تقریباً ایک ہزار فٹ نشیب میں ہے اس میں جگہ جگہ ایسے سفید قطعے ہیں جس میں اگر کوئی چیز گر جائے تو ریت میں غائب ہو جاتی ہے، یہاں کی ریت باریک سفوف کی طرح ہے۔ ۱۸۴۳ء میں کسی محقق نے جب ایک ☆ شاقول پھینکا تو وہ پانچ منٹ میں ریت کے اندر گھنس گیا اور جس رسی سے وہ بندھا ہوا تھا اس رسی کا سراگل گیا۔

قوم عاد

قوم ”عاد“ کے افراد قد کاٹھ کے لحاظ سے بڑے کھم شخم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زبردست جسمانی قوت سے نوازا تھا۔ سرسبز و شاداب علاقہ کی وجہ سے مال و دولت کی کثرت تھی، آسودہ حال لوگ تھے، فن تعمیر میں ان کو خاص ملکہ تھا، بڑی بڑی عالیشان عمارتیں اور یادگاریں تعمیر کرتے تھے، پر تکلف اور شاندار تعمیرات بنانے میں عاد کے لوگ اپنی مثال آپ تھے، ستر شاخوں (نسلوں) پر مشتمل یہ قوم موجودہ دنیا کی قدیم

☆ شاقول: معماروں کا اوزار ہے جس سے دیوار کی سیدھ کی جاتی ہے۔

ترین تہذیب کی بانی تھی، جنوب مشرقی عرب کے دور میں دور دراز علاقوں پر حکمران تھے، یہ قوم جب مصر پر قابض ہوئی اس وقت ان کا بادشاہ شداو بن عاد تھا۔
عرب مورخین انہیں امم باندہ یعنی برباد ہو جانے والے قبائل کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

”کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے اونچی عمارتوں
والے عادِ ارم سے کیا سلوک کیا۔“ (الفجر۔ ۶، ۷)

مغرور اور سرکش

قوم نوح کی غرقابی کے بعد اگرچہ یہ لوگ زمین پر حکمران بنائے گئے تھے لیکن انہوں نے گزشتہ اقوام کی تباہی سے کوئی سبق نہیں سیکھا اور گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ یہ لوگ بت پرست تھے، ستارہ پرستی ان کے عقائد میں شامل تھی، نعمتوں کی فراوانی نے انہیں مغرور کر دیا تھا، کفر و شرک نے ان کے قلوب سیاہ کر دیئے تھے اور سوچ و بچار کی قوتیں سلب ہو چکی تھیں۔ شیطان نے انہیں اللہ سے اس درجہ غافل کر دیا تھا کہ روزی دینے، اولاد دینے، تندرستی عطا کرنے، مینہ برسانے اور دوسری بہت سی حاجتوں کے لئے انہوں نے الگ الگ بت تراش لئے تھے۔ قوم نوح جن بتوں کو پوجتی تھی یہ قوم بھی انہی کی پرستش میں لگ گئی، عوام و خواص ایسی برائیوں میں مبتلا تھے کہ کمزور اور بے بس مخلوق پر عرصہء حیات تنگ ہو گیا تھا۔

ایسے وقت میں جب کہ گمراہی اور جہالت کے مہیب اندھیرے ہر طرف پھیل گئے تھے اللہ کی رحمت سے قوم عاد کے لئے حضرت ہودؑ مبعوث ہوئے۔

”اور عاد کی طرف بھیجا ان کا بھائی ہود، بولا اے قوم! بندگی کرو اللہ کی، کوئی

نہیں تمہارا صاحب اس کے سوا کیا تم کو ڈر نہیں۔“ (سورۃ الاعراف۔ ۶۵)

حضرت ہودؑ میں بچپن سے پیغمبرانہ صفات جلوہ گر تھیں آپ بتوں سے بیزار تھے، ظلم و ستم کی مخالفت کرتے تھے، مظلوموں اور بے کسوں کی حمایت میں آگے آگے رہتے تھے، عجز و انکساری، حلم اور بردباری آپ کے اوصاف تھے۔ گناہ آلود ماحول سے تنگ آکر آبادی سے باہر چلے جاتے تھے اور تنہائی میں بیٹھ کر کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیوں میں تفکر کرتے تھے۔ یکسوئی (CONCENTRATION) سے جب شعور

اس قدر مجلہ ہو گیا کہ غیب کی دنیا میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات آشکار ہونے لگے تو حضرت جبرائیل آئے اور نبوت سے سرفرازی کی خوشخبری سنائی گئی۔
 ”اور یاد کرو کہ عاد کے بھائی کو، جب ڈرایا اپنی قوم کو احقاف میں۔“

(احقاف۔ ۲۱)

اللہ کی پکڑ

آپ نے اعلان کیا:

”اللہ تعالیٰ نے علاہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، اس نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا ہے کہ تمہیں ہدایت کی راہ بتاؤں، خدا نے واحد سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ پتھر کے بت مٹی سے بنے ہوئے مجھے اور تمہارے اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے صنم تمہارے حاکم کیسے ہو سکتے ہیں؟ سیاہ رات کو روشن کرنے والا، چاند اور لال تعداد ستارے اللہ کے بنائے ہوئے راستوں پر گردش کرنے کے پابند ہیں، یہ اللہ کے حکم سے سر مو انحراف نہیں کرتے، یہ تمہارے اعمال پر کس طرح مختار ہو سکتے ہیں؟ تم گمراہی میں پڑ گئے ہو، شیطان نے تمہیں بہکا دیا ہے، اس شرک کی تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل نہیں ہے، اللہ نے تمہیں جسمانی قوتوں اور ذہنی صلاحیتوں سے نوازا ہے ان کی قدر کرو اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اگر تم نے بڑائی اور نمود و نمائش کو ترک نہیں کیا اور اللہ کا شکر نہیں کیا تو یاد رکھو اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے۔“

گمراہ قوم نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:

”تم ہمارے پاس صرف اس لئے آئے ہو کہ ہم صرف ایک ہی اللہ کی عبادت

کریں اور انہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔“

حضرت ہوڈنے کہا:

”کیوں جھگڑتے ہو مجھ سے، کئی ناموں پر کہ رکھ لئے ہیں تم نے اور

تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے انکی کچھ سند۔“

(الاعراف۔ ۷۱)

قوم کے سرداروں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ

”ہم گمان کرتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو، تم ہمیں بہکا کر ہمارے معبودوں سے

برگشتہ نہیں کر سکتے، عذاب کی دھمکیوں سے مرعوب ہو کر ہم اپنے بزرگوں کا راستہ ترک نہیں کریں گے، تم اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو ہم پر اپنے رب کا عذاب لے آؤ۔“

حضرت ہود نے قوم کو سمجھایا کہ:

”میں اللہ کا رسول ہوں تم لوگوں تک اللہ کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں

تمہارا خیر خواہ ہوں تم مجھ پر بھروسہ کر سکتے ہو، کیا تم اس بات پر تعجب

کرتے ہو کہ اللہ نے خبردار کرنے کے لئے تم ہی میں سے ایک مرد مقرر کر

دیا ہے، اگر تم سمجھتے ہو کہ اس وعظ اور نصیحت سے میں کسی صلہ و ستائش کا

خواہش مند ہوں تو یہ تمہاری کوتاہ فہمی ہے میں تم سے کسی چیز کی تمنا نہیں

رکھتا میرا صلہ اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔“

قوم نے آپ کی تعلیمات سے بیزاری کا اظہار کیا:

”بولے ہم کو برابر ہے تو نصیحت کرے یا نصیحت نہ کرے اور ہمیں یہ

عادت ہے کہ اگلے لوگوں کی اور ہم کو آفت نہیں آنے والی۔“

(سورۃ الشعراء۔ ۱۳۶، ۱۳۸)

اولاد، باغ اور چشمے

حضرت ہود نے انہیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی طرف متوجہ کیا اور کہا:

”یاد کرو اس ذات کو جس نے تمہیں وہ کچھ دیا ہے جو تم چاہتے ہو، تمہیں

جانور دئے، اولادیں دیں، باغ اور چشمے دئے اور تمہارا حال یہ ہے

کہ تم اس ہستی کے ساتھ انہیں شریک کرتے ہو جو تمہیں کوئی نفع، نقصان

نہیں پہنچا سکتے، مال و دولت اور اعلیٰ صلاحیت تم دنیا کے حصول میں صرف

کر دیتے ہو حالانکہ تمہیں اس نمود و نمائش کی کوئی ضرورت نہیں ہے، عظمت

اور خوشحالی کا مظاہرہ کرنے کے لئے اونچے اونچے ستونوں پر بلند و بالا اور

عالیشان عمارتوں کی تعمیر تم نے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا ہے، دولت و ثروت

کے باوجود تمہیں اطمینان قلب نہیں ہے اس لئے کہ تم نے مادی دنیا ہی کو

سب کچھ سمجھ لیا ہے۔“

عاقبت نا اندیش قوم نے جب ہٹ دھرمی ترک نہیں کی اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا غلط استعمال جاری رکھا تو قدرت کی طرف سے وسائل میں کمی ہوگئی، بارش برسنا بند ہوگئی زمین میں آبی ذخائر ختم ہو گئے، چشمے ابلنا بند ہو گئے، کنوؤں کا پانی خشک ہو گیا، سبزہ زار ویران میدان بن گئے، تین سالہ قحط سالی نے انہیں مڈھال کر دیا۔
حضرت ہود نے لوگوں سے کہا:

”توبہ استغفار کرو، اللہ کی رحمت تمہیں اپنی آغوش میں لے لے گی۔“

”اور اے قوم! گناہ بخشو! اپنے رب سے، پھر رجوع کرو اس کی طرف

چھوڑ دے تم پر آسمان کی دھاریں اور زیادہ دے تم کو زور پر زور اور نہ

پھرے جاؤ گنہگار ہو کر۔“ (سورۃ ہود۔ ۵۲)

قوم عاد کی گمراہی اس درجہ بڑھ چکی تھی کہ اس نے اپنے باطل خداؤں کو چھوڑنے سے یکسر انکار کر دیا اور حضرت ہود کی تکذیب کی۔ حضرت ہود سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے حجت تمام کر دی ہے، گھمنڈ اور جاہلانہ کفر میں مبتلا قوم راہ راست پر نہیں آئے گی آپ نے انہیں خبردار کیا کہ:

”تمہیں نصیحت پہنچا کر میں نے اپنا فرض پورا کر دیا، تم بدستور انکار پر قائم ہو

یاد رکھو کہ میرا پروردگار اس پر بھی قادر ہے کہ تمہیں طاقت اور قوت کے

ساتھ فنا کر دے اور تمہاری جگہ دوسری قوموں کو لے آئے۔“

لیکن سرکش قوم نے ان کی کوئی بات نہیں سنی۔

سخت سرزنش

”عاد نے جھٹلایا۔ تو دیکھ لو کہ کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھی میری سرزنش، سخت

طوفانی ہوا ان پر بھیج دی جو لوگوں کو اس طرح اٹھا اٹھا کر پھینک رہی تھی جیسے

وہ جڑ سے اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں۔“ (سورۃ القمر۔ ۱۸، ۲۰)

عذاب الہی سیاہ بادلوں کی شکل میں نازل ہوا۔ قوم عاد نے تاریک بادلوں کو احقاف کی

جانب بڑھتے دیکھا تو خوشی سے اچھل پڑے کہ اب خوب بارش برسے گی کھیت کھلیاں

سرسبز و شاداب ہو جائیں گے۔ تند و تیز ٹھنڈی سناٹے کی ہوا کے جھکڑ چلے ہیبت

ناک آندھی اور طوفان نے بڑے بڑے محلات اور سنگلاخ ستون اکھاڑ کر روٹی کے

گالوں کی طرح فضاء میں بکھیر دیئے، عظیم محلات نیست و نابود ہو گئے، عالیشان مکانوں کی چھتیں اڑ گئیں، دیواریں زمین بوس ہو گئیں اور بنیادیں اکھڑ گئیں، آثار و نشانات مٹ گئے، نافرمان قوم کے مرد اور عورتوں کے جسم گیند کی طرح فضاء میں اچھلتے تھے اور ہولناک ہوا انہیں زمین پر پٹخ دیتی تھی، جسم پھرا چھلتے تھے اور سائیں سائیں کرتی ہوا انہیں پھر زمین پر پٹخ دیتی تھی، جسم پر سے کھالیں ادھر گئیں، کر بناک درد ان کے رگ و پے میں اتر گیا، ہڈیوں کے گودوں میں اذیت اتر گئی، تن و مند جسم کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کی طرح ہر طرف بکھر گئے، ہوانے انہیں الٹ پلٹ کر دیا اور یہ تن و مند جسم ریزہ ریزہ ہو کر زمین کے ذرات میں تبدیل ہو گئے۔

”اور عا د ایک بڑی شدید طوفانی آندھی سے تباہ کر دئے گئے اس کو مسلسل سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط رکھا پھر دیکھتے کہ وہ وہاں اس طرح بکھرے پڑے ہیں جیسے وہ کھجور کے بوسیدہ تے ہوں، اب کیا ان میں کوئی تمہیں باقی بچا نظر آتا ہے؟“ (سورۃ حاقہ۔ ۶، ۸)

”سن رکھو! عا د منکر ہوئے اپنے رب سے سن رکھو! پھٹکار ہے عا د کو جو قوم تھی سوڈ کی۔“ (سورۃ ہود۔ ۶۰)

اور اسی طرح ہم نے قوم عا د میں اس کے بھائی بندوں میں سے سوڈ کو بھیجا اس نے کہا: ”اے قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں، کیا تم (انکار اور بد عملی کے نتائج سے) نہیں ڈرتے؟“

اس پر قوم کے سربراہ اور وہ لوگوں نے جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کیا تھا کہا: ”ہمیں تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ تم حماقت میں پڑ گئے ہو اور ہمارا خیال یہ ہے کہ تم جھوٹ بولنے والوں میں سے ہو۔“

حضرت سوڈ نے کہا:

”بھائیوں! میں احمق نہیں ہوں، میں تو اس کی طرف سے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے فرستادہ ہوں، میں اس کا پیغام تمہیں پہنچاتا ہوں اور یقین کرو کہ تمہیں دیانت داری کے ساتھ نصیحت کرنے والا ہوں، کیا تمہیں اس بات پر اچنبھا ہورہا ہے کہ ایک ایسے آدمی کے ذریعے تمہارے پروردگار کی نصیحت تم

تک پہنچی ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، خدا کا یہ احسان یاد کرو کہ قوم نوح کے بعد تمہیں اس کا جاں نشین کیا اور تمہاری نسل کو زیادہ وسعت و توانائی بخشی، پس چاہئے کہ اللہ کی نعمتوں کی یاد سے غافل نہ ہو، تاکہ ہر طرح کامیاب ہو۔“
انہوں نے کہا:

”کیا تم اس لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہم صرف ایک ہی خدا کے پجاری ہو جا میں اور ان معبودوں کو چھوڑ دیں جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں؟ اگر تم سچے ہو تو وہ بات لا دکھاؤ جس کا ہمیں خوف دلاتے ہو۔“
حضرت ہود نے کہا:

”یقین کرو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب واقع ہو گیا ہے کیا ہے جس کی بنا پر تم مجھ سے جھگڑ رہے ہو؟ محض چند نام جو تم نے اور تمہارے بزرگوں نے اپنے جی سے گھڑ لئے ہیں اور جن کے لئے خدا نے کوئی سند نہیں اتاری اچھا (آنے والے وقت کا) انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کروں گا۔ پھر ایسا ہوا کہ ہم نے ہود کو اور اس کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور جنہوں نے ہماری نشانیاں جھٹلائیں تھیں ان کی سیخ و بنیاد تک اکھاڑ دیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ کبھی ایمان لانے والے نہ تھے۔“ (سورۃ اعراف - ۶۵، ۷۲)

”اور ہم نے (قوم) عاد کی طرف سے اس کے بھائی بندوں میں سے ہود کو بھیجا۔ ہود نے کہا، اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں یقین کرو تم اس کے سوا کچھ نہیں ہو کہ افترا پروازیاں کر رہے ہو۔ اے میری قوم کے لوگو! میں اس بات کے لئے تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا، میرا بدلہ تو اسی پر ہے جس نے مجھے پیدا کیا پھر کیا تم نہیں سمجھتے؟ اور اے میری قوم کے لوگو! اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو اور توبہ کرو وہ تم پر برستے ہوئے بادل بھیجتا ہے (جس سے تمہارے کھیت اور باغ شاداب ہو جاتے ہیں) اور تمہاری قوتوں پر نئی نئی قوتیں بڑھاتا ہے جرم کرتے ہوئے اس سے منہ نہ موڑو۔“

دلیل

ان لوگوں نے کہا:

”اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لے کر آیا نہیں اور ہم ایسا کرنے والے نہیں کہ تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں، ہم تجھ پر ایمان لانے والے نہیں، ہم جو کچھ کہہ سکتے ہیں وہ تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی معبود کی تجھ پر مار پڑ گئی ہے۔“

حضرت ہود نے کہا:

”میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جن ہستیوں کو تم نے اس کا شریک بنا رکھا ہے تو مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں تم سب مل کر میرے خلاف جو کچھ تدبیریں کر سکتے ہو ضرور کرو اور میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی، کوئی چلنے والا وجود نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ نے اسے اس کی پیشانی کے بالوں سے پکڑ رکھا ہے میرے پروردگار یعنی اسکی راہ ظلم کی راہ نہیں ہو سکتی، پھر اگر تم نے روگردانی کی تو جس بات کیلئے میں بھیجا گیا تھا وہ میں نے پہنچا دی (اس سے زیادہ میرے اختیار میں کچھ نہیں ہے اور مجھے تو نظر آ رہا ہے کہ) میرا پروردگار کسی دوسرے گروہ کو تمہاری جگہ دے دے گا اور تم اس کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے یقیناً میرا پروردگار ہر چیز کا نگران حال ہے اور (دیکھو) جب ہماری ٹھہرائی ہوئی باتوں کا وقت آ پہنچا تو ہم نے اپنی رحمت سے ہود کو بچالیا جو اس کے ساتھ سچائی پر ایمان لائے تھے اور ایسے ہی عذاب سے بچایا جو بڑا سخت عذاب تھا یہ ہے سرگزشت عاد کی۔“ (سورۃ ہود۔ ۵۳)

حیات و ممات پر کس طرح یقین کریں؟

”پھر ہم نے قوم نوح کے بعد قوموں کا ایک ایسا دوسرا دور پیدا کر دیا، ان

میں بھی اپنا رسول بھیجا جو خود انہی میں سے تھا لیکن (اس کی پکار بھی یہی تھی) کہ اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے کیا تم (انکار و فساد کے نتائج بد سے) ڈرتے نہیں اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کی راہ اختیار کی تھی اور آخرت کے پیش آنے سے منکر تھے اور جنہیں دنیا کی زندگی میں ہم نے آسودگی دے رکھی تھی کہنے لگے اس سے زیادہ اس کی کیا حقیقت ہے کہ تمہارے جیسا ایک آدمی ہے جو تم کھاتے ہو یہ بھی کھاتا ہے، جو تم پیتے ہو یہ بھی پیتا ہے، اگر تم نے اپنے ہی جیسے آدمی کی اطاعت کر لی تو بس سمجھ لو کہ تم تباہ ہوئے۔ تم سنتے ہو یہ کیا کہتا ہے یہ تمہیں امید دلاتا ہے کہ جب مرنے کے بعد محض مٹی اور ہڈیوں کا چوراہو جاؤ گے تو پھر تمہیں موت سے نکالا جائے گا۔ کیسی ان ہونی بات ہے جس کی تمہیں توقع باقی ہے۔ زندگی تو بس یہی زندگی ہے جو دنیا میں ہم بسر کرتے ہیں۔ یہیں مرنا ہے یہیں جینا ہے ایسا کبھی ہونے والا نہیں کہ مر کر پھر جی اٹھیں گے کچھ نہیں یہ ایک مفتری آدمی ہے جس نے اللہ کے نام سے جھوٹ موٹ بات بنا دی ہے ہم کبھی اس پر یقین لانے والے نہیں۔“ (سورۃ المؤمنون - ۳۱، ۳۸)

اس پر رسول نے دعائے مانگی: ”خدا یا انہوں نے مجھے جھٹلایا پس تو میری مدد کر۔“ حکم ہوا:

”عنقریب ایسا ہونے والا ہے کہ یہ اپنے کئے پر شرمسار ہونگے، چنانچہ پھر حقیقتاً ایک ہولناک آواز نے انہیں آ پکڑا اور ہم نے خس و خاشاک کی طرح انہیں پامال کر دیا تو محرومی ہو اس گروہ کے لئے کہ ظلم کرنے والا ہے۔“ (سورۃ المؤمنون - ۳۲، ۴۱)

ظلم کا پنجرہ

عاد نے (اللہ کے پیغام لانے والوں کو جھٹلایا جب ان کے بھائی موڈ نے ان کو کہا: ”کہ تم کو (خدا کا ڈر نہیں) میں تمہارے پاس پیغام لانے والا معتبر ہوں سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر بدلہ میرا بدلہ اس جہاں کے مالک پر ہے۔ کیا بتاتے ہو تم ہر اونچی زمین پر نشان

کھیلنے کو اور بتاتے ہو کارگریاں شاید تم ہمیشہ رہو گے اور جب ہاتھ
ڈالتے ہو ظلم کا پنجہ ہی مارتے ہو۔ سو ذرواللہ سے اور میرا کہا مانو اور
ڈرو اس سے جس نے تم کو پہنچائیں وہ چیزیں جو تم چاہتے ہو، پہنچائے
تم کو چوپائے اور بیٹے اور باغ اور چشمے، میں ڈرتا ہوں تم پر ایک بڑے
دن کی آفت سے۔“

وہ بولے:

”ہم کو برابر سے تو نصیحت کرے یا نہ کرے اور کچھ نہیں ہیں یہ باتیں مگر
عادت سے اٹھنے لوگوں کی اور ہم پر آفت آنے والی نہیں۔ پھر اس کو
جھٹلانے لگے تب ہم نے اس کو عارت کر دیا اس بات میں البتہ نشانی
ہے اور ان میں سے بہت سے لوگ ماننے والے نہیں اور تیرا رب وہی
بے زبردست رحم والا۔“ (سورۃ الشعراء۔ ۱۲۳، ۱۲۴)

”سو وہ عادت تھے وہ تو غرور کرنے لگے ملک میں ناحق اور کہنے لگے کون
ہے ہم میں سے زیادہ زور و قوت میں؟ کیا دیکھتے نہیں کہ اللہ جس نے
ان کو بنایا وہ زیادہ ہے ان سے زور میں اور تھے ہماری نشانیوں کے منکر پھر
بھیجی ہم نے ان پر ہوا بڑے زور کی وہ کئی دن جو مصیبت کے تھے تاکہ
چکھائیں ان کو رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگی میں اور آخرت کے عذاب
میں پوری رسوائی ہے۔“ (سورۃ سجدہ۔ ۱۵، ۱۶)

”اور یاد کر عادت کے بھائی کو جب ڈرایا اس نے اپنی قوم کو احتفاف میں اور
گزر چکے تھے ڈرانے والے اس کے سامنے سے اور پیچھے سے (یہ کہتے
ہوئے) کہ بندگی نہ کرو کسی کی اللہ کے سوا، میں ڈرتا ہوں تم پر آفت
سے ایک بڑے دن کی۔“

بولے:

”کیا تو آیا ہے میرے پاس کہ پھیر دے تو ہمیں ہمارے معبودوں سے؟
سولے آ۔ ہم پر جو وعدہ کرتا ہے اگر ہے تو سچا۔“ کہا: ”یہ خبر تو اللہ ہی کو
ہے میں تو پہنچا دیتا ہوں جو کچھ بھیج دیا ہے میرے ہاتھ لیکن میں دیکھتا ہوں

کہ تم لوگ نافرمانی کرتے ہو۔“ پھر جب دیکھا اس ابر کو سامنے آیا ہوا اپنی
 وادیوں کے بولے: ”یہ ابر ہی ہمارے اوپر برسے گا کوئی نہیں یہ تو وہ چیز
 ہے جس کی تم جلدی کرتے تھے، ہوا سے جس میں عذاب ہے دردناک اکھاڑ
 پھینکے ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے پھر کل کے دن رہ گئے کہ کوئی نظر نہیں
 آتا تھا سوائے ان کے گھروں کے یوں ہم سزا دیتے ہیں گنہگاروں کو اور
 ہم نے مقدور کر دیا تھا ان کو ان چیزوں کا جن کا تم کو مقدور نہیں دیا اور ہم نے
 ان کو دئے تھے کان اور آنکھیں اور دل، پھر کام نہ آئے کان ان کے اور نہ
 آنکھیں ان کی اور نہ دل ان کے کسی چیز میں اس لئے کہ منکر ہوئے تھے
 اللہ کی باتوں سے اور الٹ پڑی ان پر جس بات سے وہ ٹھٹھا کرتے تھے۔“

(سورۃ احقاف۔ ۲۱، ۲۶)

”اور قوم عاد جب ہم نے ان پر منحوس آندھی چلائی جس چیز سے ہو کر گزرتی اس کو

بوسیدہ ہڈی کی طرح (چورا) کئے بغیر نہ چھوڑتی۔ (سورۃ الزاریات، ۴۱، ۴۲)

”جھٹلایا عاد نے پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا کھڑا کھڑا ہونا ہم نے بھیجی ان

پر ہوا شند ایک نحوست کے دن جو ٹلنے والی نہ تھی، اکھاڑ پھینکا لوگوں کو گویا

وہ جڑیں ہیں کھجور کی اکھڑی پڑی، پر کیسا عذاب رہا میرا عذاب اور میرا کھڑ

کھڑا نا۔“ (سورۃ القمر۔ ۱۸، ۲۱)

”اور وہ جو عاد تھے سو برباد ہوئے سناٹے کی ہوا سے کہ نکلی جائے ہاتھوں سے

مقرر کر دیا اس کو ان پر سات رات آٹھ دن لگا تا پھر تو دیکھئے کہ وہ لوگ

اس میں تھپڑ گئے گویا وہ جڑیں ہیں کھجور کی، پھر تو دیکھتا ہے کوئی ان میں

کا بچا۔“ (سورۃ الحاقہ۔ ۶، ۸)

”تو نے دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے عاد و ارم کے ساتھ جو تھے بڑے ستونوں

والے کہ ان جیسی (چیز) سارے شہروں میں نہیں بنائی گئیں۔“

(سورۃ الفجر۔ ۶، ۸)

شداو کی جنت

حضرت ہود کے زمانے میں ہی شداو نے زمین پر جنت بنائی تھی زبردست عسکری قوت

سلطنت کی وسعت اور مال و دولت کی فراوانی نے شداد کو غرور و گھمنڈ میں مبتلا کر دیا تھا۔

اس کے تحت کے دونوں جانب دو گدھ پر پھیلائے ایستادہ تھے۔ کبر و نخوت اور ظلم و ستم میں بدست شداد کا تخت سونے، چاندی اور ہیرے جواہرات سے مزین تھا۔

حضرت ہود کی دعوت کی خبریں جب عام ہوئیں اور عمائدین سلطنت نے دربار میں اس کا تذکرہ کیا تو شداد نے حضرت ہود کو دربار میں بلایا، سرداران قوم اور رؤسائے

شہر کے درمیان جب آپ نے دعوت حق پیش کی تو شداد نے پوچھا:

”اگر ہم تمہاری بات مان لیں تو ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟“

حضرت ہود نے کہا:

”تمہارے گناہ بخش دئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ بہشت کے باغ

عطا کرے گا جہاں لطف و کرم کی بارش ہوگی۔“

پھر آپ نے شداد کے سامنے جنت کا نقشہ اس کے سامنے بیان کیا۔

شداد نے کہا:

”تم ہمیں جس بہشت کا لالچ دیتے ہو ایسی جنت میں خود بنا سکتا ہوں، مجھے

تمہارے رب کی بنائی ہوئی جنت کی کوئی ضرورت نہیں۔“

اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے فراہم کردہ وسائل کو اس نے استعمال کیا

اور تعمیر و تزئین کا بہترین نمونہ ایک باغ بنوایا جس میں ہر وہ خوبی جمع کر دی گئی تھی جو

جنت سے متعلق وہ سن چکا تھا۔

بتایا جاتا ہے کہ یہ باغ صنعاء اور حضرموت کے درمیان تھا اور رقبہ کے لحاظ سے ایک

بڑے شہر کے برابر تھا جس میں عظیم عمارتیں، چشمے، نہریں اور باغات تھے۔ اس کا نام

”ارم“ تھا۔ جب یہ شہر تیار ہو چکا اور شداد اپنے امراء اور رؤسائے ہمراہ اس کو دیکھنے

کے لئے گیا اسی وقت گھٹا چھا گئی اور شداد اسی عالم میں ہلاک ہو گیا وہ اپنی بنائی ہوئی

جنت میں داخل نہیں ہوا۔

شہاد کی دعا

روایت ہے کہ:

”شہاد نے اللہ سے دعا مانگی: اے میرے اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ میں خدا نہ نہیں ہوں، پاکی اور بڑائی آپ ہی کو زیب دیتی ہے لیکن میں خدائی کا دعویٰ کر چکا ہوں۔ یا اللہ! آپ نے جہاں اتنا زیادہ نوازا ہے میری یہ التجا بھی قبول کر لے کہ موت میری مرضی کے مطابق آئے۔ اس نے کہا کہ جب موت آئے تو میں کھڑا ہوں، نہ بیٹھا ہوں، سوتا ہوں نہ جاگتا ہوں، چھت کے نیچے نہ ہوں، سواری پر ہوں نہ زمین پر۔“

غرض کہ شہاد نے دعا میں ہر وہ بات شامل کر دی جو اس کے خیال میں اسے موت سے نجات دلا سکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کر لی، جب وہ جنت دیکھنے کے لئے آیا تو گھوڑا کھڑا ہو گیا جب کوئی ترکیب اس کو جنت کے اندر لے جانے کی نہیں رہی تو جنت کے منتظمین کے مشورہ پر شہاد کو گھوڑے سے اتار لیا گیا اس حالت میں کہ اس کا ایک پیر رکاب میں تھا اور ایک پیر غلام کے ہاتھ پر ملک الموت نے اس کی جان نکال لی، اس کام سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عزرائیلؑ نے اللہ کے حضور عاجزی کی:

”اے بادشاہوں کے بادشاہ اللہ! اگر شہاد کو اتنی مہلت دے دیتے کہ وہ

اپنی بنائی ہوئی جنت کو دیکھ لیتا تو آپ کی خدائی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔“

اللہ نے عزرائیلؑ سے پوچھا:

”تم جانتے ہو کہ یہ شخص کون ہے؟ زمین کی طرف دیکھو۔“

عزرائیلؑ نے دیکھا کہ سمندر میں بحری جہاز پر قزاق قتل و غارتگری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت عزرائیلؑ سے فرمایا کہ

”اس شیر خوار بچہ کو تختہ پر لٹا کر سمندر میں چھوڑ دے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”یہی وہ بچہ ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور جنت بنائی۔ ہم نے اس کی

حفاظت کی، اسے وسائل عطا کئے، بادشاہ بنایا اور اس نے حمد و سپاس اور شکر

کرنے کے بجائے خدائی کا دعویٰ کیا۔“

حکمت

حضرت ہودؑ نے چار سو باسٹھ (۴۶۲) سال عمر پائی۔ روایات کے مطابق حضرت مومت کے مشرقی حصے میں شہر ترمیم کے قریب وادی برہوت میں آپ کا مزار ہے۔ حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ آپ کی قبر حضرت مومت میں کثیب احمر (سرخ ٹیلہ) پر ہے اور اس کے سربانے جھاؤ کا درخت ہے۔

گردباد (TWISTER TIRNADO)

گردباد ہوا کی آندھی یا طوفان کو کہتے ہیں۔ اس میں گردش کرنے والی ہوا کی رفتار تین سو میل فی گھنٹہ ہوتی ہے ایک سمت میں چلنے کی رفتار پچاس میل فی گھنٹہ تک ہوتی ہے، یہ طوفان اتنے شدید ہوتے ہیں کہ مکانوں کی چھتیں اڑ جاتی ہیں، پکے مکانات زمین بوس ہو جاتے ہیں، بڑے بڑے ٹریلز کو یہ ہوا میں میلوں دور پھینک دیتی ہیں، جانور، گائے، بھینس، ہانسی، اونٹ بھی اس میں اڑ جاتے ہیں۔

اس طوفان میں بحری یا پتھر راکٹ کی رفتار میں حرکت کرتے ہیں اس کی زد میں آنے والی ہر شے درہم برہم ہو جاتی ہے اور جاندار بے میں دب کر ہلاک ہو جاتے ہیں، ان طوفانوں کے ساتھ اکثر بارش بھی ہوتی ہے جس سے مٹی کیچڑ میں تبدیل ہو جاتی ہے، بعض طوفان کڑک اور بجلی کی چمک (رعد و برق) کے ساتھ آتے ہیں، بجلی کی چمک اتنی شدید ہوتی ہے کہ بجلی گرنے سے بہت بڑے بڑے محل اور درخت زمین بوس ہو جاتے ہیں، اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک طوفان میں پچاس (۵۰) سے سو (۱۰۰) مرتبہ بجلی چمکتی ہے زیادہ تر فلیش (FLASH) بادلوں کے اندر ہی بنتے ہیں اور ٹوٹ جاتے ہیں ان کا دورانیہ چند سیکنڈ ہوتا ہے، بڑے فلیش کا دورانیہ آٹھ سیکنڈ ہوتا ہے اس کی موٹائی تقریباً ایک انگلی کے برابر ہو سکتی ہے لیکن لمبائی کئی میل ہوتی ہے، متوسط درجے کے طوفان بادوباراں میں دس اینٹیم بم کے برابر طاقت ہوتی ہے اور بجلی کے ایک فلیش میں اتنا کرنٹ ہوتا ہے کہ چھوٹے شہر میں ایک سال کی بجلی کی ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔

ایک فلیش میں تقریباً تین ہزار ایمپیر کرنٹ ہوتا ہے اور اس کا (FLOW) ساٹھ ہزار فارن ہائیٹ تک پہنچ جاتا ہے جو کہ سورج میں پیدا ہونے والی گرمی سے بھی

زیادہ ہے، درجہ حرارت زیادہ ہونے کی وجہ سے ہوا کی رفتار آواز سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

قوم عاد جہاں آباد تھی یہ علاقہ ایک طرف یمن اور حضرموت سے ملتا ہے اور دوسری طرف اس کے عقب میں ربع الظالی کا صحرا ہے۔ یورپی محققین کی تلاش کے نتیجے میں اس علاقہ میں بہت سے ”شہاب ثاقب“ دریافت ہوئے ہیں۔ قرین قیاس ہے کہ: قوم عاد پر جب عذاب نازل ہوا تو سردیوں کا زمانہ تھا ایک بہت بڑا شہاب ثاقب اور اس کے ساتھ چھوٹے چھوٹے شہاب ثاقب قوم عاد کی رہائش سے کچھ فاصلے پر گرے جس سے بہت زبردست زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوئے، گرد و غبار اٹھنے لگا، گھروں میں سوئے ہوئے لوگ زلزلے کی آوازوں سے گھروں سے نکل کر میدان میں آگئے۔

شہاب ثاقب

(شہاب ثاقب جب زمین کی فضاء میں داخل ہوتے ہیں تو ان کی رفتار بہت زیادہ ہوتی ہے، ہوا میں رگڑ کھانے کی وجہ سے یہ جلنے لگتے ہیں، بہت چھوٹے شہاب ثاقب اکثر جل کر ہوا ہی میں ختم ہو جاتے ہیں اور زمین تک نہیں پہنچتے البتہ بہت بڑے شہاب ثاقب زمین تک پہنچ جاتے ہیں جن کے گرنے سے شدید دھماکہ ہوتا ہے، دھماکہ سے زلزلے کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے یہ شہاب ثاقب کئی دنوں بعد ٹھنڈے ہوتے ہیں۔) شہاب ثاقب میں شدید حرارت کی وجہ سے ہوا گرم ہو کر جب اوپر اٹھی تو زمین پر ہوا کا دباؤ کم ہو گیا اور زمین میں خلاء بڑھ گیا، یہ دباؤ اتنا کم تھا کہ ہوا بہت تیزی کے ساتھ جگہ کو پر کرنے کیلئے خلاء میں داخل ہو گئی۔ چونکہ یہ واقعہ سردیوں میں پیش آیا تھا اسلئے سرد ہوا میں زیادہ چلیں، شہاب ثاقب کو ٹھنڈا ہونے میں ایک ہفتہ سے زیادہ وقت لگتا ہے اسلئے یہ سرد ہوا سات دن اور آٹھ راتوں تک چلتی رہی۔

قوم عاد کے لوگ بہت تندرست و توانا اور بڑے جسم تھے، خوف زدہ لوگوں نے جب گھروں میں جانا چاہا تو ہوانے انہیں پٹخ پٹخ کر مار دیا ان کی ہڈیاں کھجور کے بکھرے تنے کی طرح ہو گئیں۔

”پھر پکڑا ان کو چنگھاڑنے، تحقیق پھر کر دیا ہم نے ان کو غشا، سودور ہو

جائیں گنہگار لوگ۔“ (سورۃ مؤمنون - ۴۱)

اللہ تعالیٰ کی دانائی، بزرگی، قدرت و رحمت اور اللہ تعالیٰ کی صفات ہر انسان کے لئے بصیرت کا سرچشمہ ہے، اللہ تعالیٰ خالق ہیں ساری کائنات کے حاکم اور رب ہیں۔ حیات و ممات کا نظام اس طرح قائم ہے کہ زمین کا ہر ذرہ اور آسمانوں کی تمام مخلوق پر اس کی حکمرانی ہے وہ ہر چیز پر محیط ہے، ہر چیز اور ہر مخلوق اس کی محتاج ہے، وہ خود ہی تخلیق کرتا ہے اور خود ہی اسباب و وسائل فراہم کرتا ہے۔ بطن مادر میں پہلے مرحلے سے پیدائش تک اور پیدا ہونے کے بعد سے لڑکپن، جوانی، بڑھاپے اور مرنے تک خود ہی حفاظت کرتا ہے، خود ہی زندگی عطا کرتا ہے، مخلوق کے عیب چھپاتا ہے اور گناہوں کو معاف کرتا ہے لیکن جب کوئی فرد یا قوم اس کی مملکت میں فساد برپا کرتی ہے تو پہلے اس کو راہ راست پر لانے کے لئے اپنے برگزیدہ بندے بھیجتا ہے انہیں پیغمبری اور اپنے قرب سے نوازتا ہے اور پھر لوگوں کی ہدایت کے لئے انہیں لوگوں کے درمیان راہ حق کی تبلیغ کے لئے مقرر فرمادیتا ہے، جب لوگ سرکشی میں سر سے پیر تک ڈوب جاتے ہیں اور شرک سے باز نہیں آتے تو انہیں اپنے فرستادہ بندوں کے ذریعے انجام کی خبر دیتا ہے۔

شہاد کی جو روایت بیان کی گئی ہے اس کی کوئی سند ہمیں نہیں ملی لیکن اس میں اللہ کی ربوبیت اور عظمت کی شان پوری طرح جلوہ گر ہے۔

نوزائیدہ بچہ سمندر میں کس طرح زندہ رہا؟ سمندر کے کنارے آ کر کس طرح بڑا ہوا؟ بادشاہ تک پہنچنے کے لئے وسائل کہاں سے ملے؟ کس طرح فوج اور لشکر تیار ہوئے؟

ایسے بچے نے جس کی اللہ نے حفاظت کی سمندری لہروں اور وہیل مچھلی سے بچایا اس کو طاقت دی اور اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا اور اللہ کی بادشاہی میں رہتے ہوئے اللہ سے بغاوت کر کے عذاب کا مستحق ٹھہرا۔

لفظ غشا کے معنی ہیں وہ کوڑا کرکٹ جو سیلاب کے ساتھ بہہ کر آتا ہے اور کناروں پر پڑا سڑتا رہتا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام

’ارم‘ سام بن نوح کا پانچواں بیٹا تھا۔ عاذ و شمود دونوں ارم کے پوتے تھے، عاد کی اولاد قوم عاد کے نام سے مشہور ہوئی جس کی طرف حضرت ہودؑ پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔ عاد اولیٰ کی ہلاکت کے بعد حضرت ہود کے ساتھ بچ جانے والے لوگ ”عاد ثانیہ“ کے نام سے مشہور ہوئے اور سامی اقوام کی یہ شاخ اپنے جد اعلیٰ شمود کی مناسبت سے قوم شمود کہلائی۔

حضرت صالح کا رنگ سرخ و سفید تھا، سڈول جسم اور لمبا قد تھا، سر کے بال باریک تھے، بالوں میں بھورا پن نمایاں تھا، بال اوپر کی جانب اٹھے ہوئے رہتے تھے۔
 ”اور وہ یاد کرو جب تم کو سردار کیا عاد کے پیچھے اور ٹھکانہ دیا زمین میں بناتے ہو نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو پہاڑوں میں گھر۔“

(سورۃ اعراف۔ ۷۴)

شمود کا دار الحکومت ”حجر“ تھا جسے آج کل مدائن صالح بھی کہتے ہیں۔ قوم شمود نہایت طاقتور قوم تھی، لوگ طویل العمر تھے، سنگ تراشی فن اور تعمیرات میں ماہر تھے، یہ لوگ پہاڑ کاٹ کر نہایت مہارت سے مکانات بناتے تھے۔

”تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عاد و ارم کے ساتھ جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی اور شمود کے ساتھ جنہوں نے وادی میں چٹانیں تراشی تھیں اور میخوں والے فرعون کے ساتھ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیا کے ملکوں میں بڑی سرکشی کی تھی اور ان میں بہت فساد پھیلا یا تھا، آخر کار تمہارے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا، حقیقت یہ ہے کہ ہمارا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔“ (سورۃ فجر۔ ۶۔ ۱۴)

شاہی محل

ان کی بنائی ہوئی بستیوں کے کھنڈرات، شام اور حجاز کے درمیان آج بھی موجود ہیں آثار قدیمہ کے ماہرین نے ایک ایسا مکان تلاش کیا ہے جسے شاہی محل کہا جاسکتا ہے

اس محل میں متعدد کمرے اور ایک بڑا حوض تھا اور یہ پوری عمارت پہاڑ کاٹ کر بنائی گئی تھی، قدیم کتبات اور تحریروں سے سامی کی آبادیوں سے متعلق معلومات ملی ہیں ہر آبادی میں دو بڑی عمارتیں ہوتی تھیں ایک بیت الحکومتہ اور ایک بیکل۔ آبادی کا حاکم بیت الحکومتہ میں رہتا تھا اور بیکل آبادی کے کاہن کا مسکن تھا دونوں باہمی شراکت سے آبادی پر حکمرانی کرتے تھے۔ شموذ خوشحال قوم تھی، مال و دولت کی فراوانی تھی، معاشی بہتری اور آسودہ حالی کی وجہ سے عیش و عشرت کا ہر سامان انہیں میسر تھا، اپنے بڑوں کی طرح یہ لوگ طویل القامت اور لمبی عمر والے تھے، جسمانی قوت اور دولت و ثروت میں انہیں شہرت حاصل تھی، نعمتوں اور وسائل کی بہتات اور طاقت و قوت کے نشے میں یہ لوگ بدمست ہو گئے تھے، اپنے زور بازو پر انہیں ناز تھا، ہر شے کا حصول اپنی محنت کا نتیجہ قرار دیتے تھے، مادی عوامل پر ان کا انحصار اس قدر زیادہ تھا کہ اگر کسی شے کا ثبوت فراہم نہیں ہوتا تھا تو اس کے وجود سے انکار کر دیتے تھے اس طرز فکر کی وجہ سے اللہ وحدہ لا شریک اور نبیوں کی تعلیمات سے منحرف ہو گئے تھے، اپنے لئے معبود تراشتے تھے اور مرنے کے بعد کی زندگی سے ان کا یقین اٹھ گیا تھا، کفر و الحاد میں قوم جب حق و معرفت کی روشنی سے دور ہو گئی تو ہدایت و رہنمائی کے لئے اللہ کریم نے اپنے برگزیدہ بندے حضرت صالح کو مبعوث کیا۔

”اور شموذ کی طرف بھیجا ان کا بھائی صالح۔ بولنا اے قوم! بندگی کرو اللہ کی

کوئی نہیں تمہارا خالق و مالک اس کے سوا۔“ (سورۃ اعراف۔ ۷۳)

اس زمانے میں حضرت ہود کی تعلیمات پر کار بند افراد کی تعداد بہت کم ہو گئی تھی۔ دار الحکومت حجر کے ایک طرف انہوں نے عبادت گاہ بنا رکھی تھی، عبادت گاہ کے سامنے چھوٹی بڑی پہاڑیاں تھیں جن کو تراش کر قوم کے سرداروں نے مکانات بنا رکھے تھے، حجر کی آبادی میں باغات بہت تھے، کھیت کھلیان تھے اور کھجوروں کے درخت تھے آبادی کے نزدیک پہاڑوں کے دامن میں صاف شفاف پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا، چشمہ کے اطراف وسیع ہری بھری چراگاہ تھی، آبادی کے دوسری طرف بادشاہ جندع کا محل تھا جو پہاڑ کاٹ کر بنایا گیا تھا۔

حضرت صالح آبادی سے باہر عبادت گاہ میں زیادہ وقت گزارتے تھے عبادت کے

معمولات اور نیک طبیعت کی وجہ سے لوگ ان کی عزت و توقیر کرتے تھے، حضرت صالح نے لوگوں کو جمع کر کے کہا:

”خدا کی بندگی کرو اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، جنہیں تم نے معبود بنا رکھا ہے وہ ہرگز مالک و مختار نہیں ہیں خدا وہ ہے جس نے یہ کائنات بنائی مجھے تخلیق کیا اور تمہیں پیدا کیا اسی نے قوم عاد کے بعد زمین پر تمہیں ان کا جانشین بنایا ہے اور تمہیں یہ صلاحیت دی ہے کہ پہاڑ کاٹ کر مکانات بناتے ہو۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو جھوٹے خداؤں کو چھوڑ کر واحد ذات اللہ کی عبادت کرو، اپنے گناہوں کی معافی مانگو، وہ التجائیں قبول کرنے والا ہے۔“

سردارانِ قوم

ان کے آباؤ اجداد جن خداؤں کو پوجتے تھے حضرت صالح نے انہیں علی الاعلان جھوٹا قرار دے دیا تو ظلمتوں میں گھرے ہوئے لوگوں میں ہنگامہ برپا ہو گیا، ہر طرف بحث و مباحثہ شروع ہو گیا، کچھ نے حق بات کو بالکل رد کر دیا، کسی نے تمسخر اڑایا، کسی نے حضرت صالح کو برا بھلا کہا، کچھ لوگ جن کے دلوں میں ایمان کی رمتن باقی تھی غور و فکر میں ڈوب گئے۔ قبیلے کے کرتا دھرتا لوگ حضرت صالح کے پاس آئے اور کہا:

”تمہاری ہوش مندی، فراست، متانت و سنجیدگی، ذکاوت و پروقار شخصیت

سے ہمیں بڑی امیدیں وابستہ تھیں کہ تمہارے تدبیر سے ہمیں فائدہ ہوگا

دوسرے قبیلوں کے مقابلے میں ہماری شان و شوکت اور بڑھنے لگی لیکن

ان توقعات کے برخلاف تم نے ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا شروع

کر دیا، تم ہمیں ایسے راستے پر چلنے کو کہتے ہو جس پر ہم یقین نہیں رکھتے۔“

حضرت صالح نے ان لوگوں سے کہا:

”کیا میں اللہ کی عطا کردہ بصیرت و ہدایت کے خلاف محض تم لوگوں کو خوش

کرنے کے لئے گمراہی کا طریقہ اختیار کر لوں؟ اللہ کی ناراضگی سے مجھے

کون بچائے گا؟ اس نے اپنی رحمت سے مجھ کو نوازا دیا ہے اس کے بعد

اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو تم میرے کس کام آسکتے ہو؟“

قوم شمو دا اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہی اور لوگوں کا بغض اور عناد حضرت صالح کے خلاف بڑھتا گیا اور راست بازی کی راہ چھوڑ دینے کیلئے آپ کو تنگ کیا جانے لگا، آپ نے سب کچھ برداشت کیا اور گمراہ کن عقائد کو باطل ثابت کرنے کے لئے نصیحت اور تبلیغ کا راستہ ترک نہیں کیا، اہل باطل آپ کی دعوت حق کے جواب میں کہتے تھے:

”اے صالح! اگر ہم پسندیدہ طریقہ پر نہیں ہیں اور ہمارے معبود باطل ہیں تو آج ہم کو یہ دھن دولت، سرسبز و شاداب باغ، سامان آسائش کی فراوانی اور بلند عالیشان محلات کیوں حاصل ہیں؟ تو خود اپنی اور اپنے پیروکاروں کی بد حالی پر غور کر اور ہمیں بتا کہ مقبول لوگ ہم ہیں یا تم یا یا تمہارے خستہ حال پیروکار۔“

قوم کے گستاخانہ طرز کلام کے جواب میں آپ فرمایا:

”تم اپنی خوشحالی اور عیش سامانی پر تکبر نہ کرو۔ وسائل کی یہ فراوانی تمہارے زور بازو کا نتیجہ نہیں ہے، نہ ہی ان وسائل کی فراوانی کو ہمیشہ برقرار رکھنا تمہارے اختیار میں ہے، یہ نعمتیں جو تمہیں حاصل ہیں اللہ کی عطا کردہ ہیں جو تمہارا اور کائنات کی ہر شے کا خالق و مالک ہے اگر تم اس کے شکر گزار بندے بنو گے تو وہ تمہیں مزید انعامات سے نوازتا رہے گا اور اگر تم نے کفران نعمت کیا اور ان نعمتوں کے حصول پر مغرور ہو گئے تو یہی وسائل تمہارے لئے عذاب بن جائیں گے۔“

آل شمو داں حقیقت کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہ تھے کہ حضرت صالح اللہ کے فرستادہ پیغمبر ہیں۔ مال و دولت کے ذخائر پر تسلط کی بنا پر لوگ سمجھتے تھے کہ اللہ کے احکامات کو لوگوں تک پہنچانے کے اہل ہم لوگ ہیں وہ لوگ جو حضرت صالح پر ایمان لے آئے تھے اہل باطل کی تحقیر و تضحیک کا نشانہ بنتے تھے یہ لوگ ایمان کی دولت سے سرفراز اہل بصیرت کو مخاطب کر کے پوچھتے:

”کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح اپنے پروردگار کا بھیجا ہوا رسول ہے؟“

جواب میں حضرت صالح کے پیروکار کہتے کہ:

”بے شک ہم اس کے لائے ہوئے پیغام پر ایمان رکھتے ہیں۔“

یہ بات منکرین کے لئے ناقابل برداشت تھی کہ ان کے علاوہ کسی اور کے لئے لوگوں کے دلوں میں اس قدر ادب و احترام ہو کہ وہ اس کی کہی ہوئی بات کو بلا چوں چر تسلیم کر لیں۔

اپنے اقتدار کے لئے وہ انہیں خطرہ سمجھتے تھے، حضرت صالح کی عزت اور شرف کو ان کے پیروکاروں کی نظروں میں کمتر ثابت کرنے کے لئے وہ کہتے تھے:

”ہم ہر اس بات کو رد کرتے ہیں اور ہر اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں جو صالح تمہارے سامنے بیان کرتا ہے۔“

بہر داران قوم نے عوام الناس کو بہکانے کے لئے نفسیاتی حربہ استعمال کیا انہوں نے پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ:

”یہ شخص خدا کے نام پر محض جھوٹ گھڑ رہا ہے، یہ تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے جو کچھ تم کھاتے ہو وہی کھاتا ہے اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک بشر کی مات مان لی تو تم گھائے میں رہو گے، یہ شخص تمہیں بتاتا ہے کہ جب تم مر کر مٹی ہو جاؤ گے تو دوبارہ زندہ کر دیئے جاؤ گے حالانکہ یہ بات سراسر عقل کے خلاف ہے مرنے کے بعد دوبارہ ہرگز ہمیں زندہ نہیں کیا جائے گا اس شخص کی خیالی باتوں سے مرعوب ہو کر اس کے جال میں نہ پھنس جانا۔“

باطل پرستوں کا پروپیگنڈہ سطحی سوچ رکھنے والے اور ظاہر بین مادیت پرستوں کے لئے قابل ستائش تھا لیکن وہ لوگ جن کے دل ایمان کے نور سے منور تھے متاثر نہیں ہوئے۔

ارباب اختیار نے جب دیکھا کہ معاشی طور پر کمزور لوگوں میں حضرت صالح کا اثر و رسوخ بڑھ رہا ہے تو انہوں نے حضرت صالح کو جھٹلانے کے لئے ان سے مطالبہ کیا اگر تم واقعی اپنے پروردگار کے فرستادہ بندے ہو تو کوئی معجزہ دکھاؤ، حضرت صالح نے فرمایا:

”ایسا نہ ہو کہ کوئی واضح نشانی دیکھ لینے کے بعد بھی تم اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہو اور کفر ترک نہ کرو۔“

اللہ کی نشانی

قوم کے چیدہ چیدہ سرداروں نے وعدہ کیا کہ اگر تم ہمارے مطالبے کے عین مطابق نشانی دکھا دو گے تو ہم تمہاری صداقت پر ایمان لے آئیں گے۔ ظاہر پرست سرداروں کے پیش نظر یہ بات تھی کہ ایسی نشانی کا مطالبہ کیا جائے جس کا پورا ہونا ناممکن ہو اور جب حضرت صالح ان کے مطالبے کے مطابق معجزہ دکھانے میں ناکام رہیں گے تو حضرت صالح نبوت کے جھوٹے دعویدار ثابت ہو جائیں گے لہذا اپنی محدود عقل کے مطابق انہوں نے مطالبہ کیا:

”سامنے پہاڑ میں سے ایک ایسی اونٹنی ظاہر ہو جو اسی وقت بچہ جنے اور دودھ بھی دے۔“

حضرت صالح نے بارگاہ الہی میں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے کی دعا قبول فرمائی اور پہاڑ پھٹ گیا اور اس بڑے شگاف میں سے نہایت عظیم الجثہ اونٹنی باہر نکل آئی، اونٹنی نے پہاڑ میں سے نکلتے ہی بچہ کو جنم دیا۔

حق و صداقت کی یہ واضح نشانی دیکھ کر کچھ لوگ حضرت صالح پر ایمان لے آئے مگر بہت سے لوگوں نے تاریکی کو ہدایت پر ترجیح دی، حضرت صالح نے قوم کو اصلاح احوال کی دعوت دی انہیں اللہ تعالیٰ کے انعامات و اکرامات یاد دلائے گزشتہ کئے گئے اعمال کی معافی اور پیغام الہی کے اتباع کا درس دیا اور فتنہ و فساد سے باز رہنے کی تلقین کی۔

”آپ نے بتایا کہ مادی زندگی اور محسوسات کے دائرے سے ماوراء اور دنیا میں موجود ہیں اور یہ سب کچھ ایک ماوراء الماوراہستی نے تخلیق کیا ہے، اسی نے تمہیں دنیا کی زندگی میں نعمتوں سے سرفراز کیا ہے یہ لہلہاتے کھیت سرسبز باغات، خوشنما پھولوں سے مزین زمین کے قطعات، ٹھنڈے بادل، باد و باران، پتھروں سے پھوٹنے والے کل کل کرتے چشمے، حیات بخش رواں دواں دریا، وسائل کی فراوانی سے تمہارے خوشحالی اور آسودگی کا باعث بننے والے علوم و فنون یہ سب بے مقصد پیدا نہیں کئے گئے، اللہ نے تمہیں یہ سب کچھ اس لئے عطا کیا ہے کہ تم شکر کے ساتھ اس کا استعمال کرو، حق

تلفی اور ظلم و ستم کے بجائے امن و آشتی سے سب کو ان نعمتوں سے مستفید ہونے کا موقع دو، اللہ کے ہاں ہر چیز کا حساب ہے تمہیں ان نعمتوں کا حساب دینا پڑے گا مت بھولو کہ تمہارے ہر اچھے برے عمل کی پرسش کی جائے گی اگر تم نے غفلت برتی اور اس تمدنی ترقی کو تقاضا ذریعہ بنا دیا تو قانوناً عقیدت تمہارے عالی شان محل اور ہرے بھرے باغات کو کھنڈرات میں تبدیل کر دے گا اور دنیا و آخرت کے خسارے کے علاوہ تمہارے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔“

خوشحال طبقہ

قوم کے خوشحال طبقے کے افراد مادی دولت اور امارات کے نشے میں چور تھے انہوں نے دعوت حق کی طرف توجہ نہ دی اور زمین پر امن اور عدل درہم برہم کرنے پر بھند

رہے۔ اللہ کی اونٹنی بھاری جسامت اور بڑے ڈیل ڈول کی اونٹنی تھی جس چراہ گاہ میں چرتی تھی دوسرے مویشی ڈر کر بھاگ جاتے تھے، پانی پیتی تھی تو کنواں خالی کر دیتی تھی، وادی القرئی کے مکینوں کو دولت و ثروت، قوت و حکمت سب کچھ حاصل تھا لیکن وہاں پانی کا ایک ہی چشمہ تھا۔

سرداروں نے کانہوں کی مدد سے مشہور کر دیا کہ صالح بہت بڑا ساحر ہے اس نے خود کو خدا کا پیغمبر ثابت کرنے کے لئے جادو کے ذریعے پتھر سے اونٹنی کو نکالا ہے اور بچے کی پیدائش بھی جادو کے اثر سے ہوئی ہے یہ ایسی بات ہے جو عقل کے خلاف ہے، جادو کے زور سے ہی چشمہ کا سارا پانی صالح نے اونٹنی کو پلا دیا تاکہ ہم مجبور ہو کر اس کی بات مان لیں۔

اے لوگوں! اگر یہ جاری رہا تو پانی نایاب ہو جائے گا مویشی اور ہمارے بال بچے پیاس سے مر جائیں گے صالح سے کہا جائے کہ اونٹنی اور اس کے بچے کو باندھ کر رکھیں ورنہ اسے ہلاک کر دیں گے۔“

حضرت صالح نے فرمایا:

”تم کو پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے، یہ اونٹنی اللہ کی طرف سے

ہے تم کو نشانی، سو اس کو چھوڑ دو کھاوے اللہ کی زمین میں اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ
 برائی سے، پھر تم کو پکڑ لے گی دکھ کی مار۔“ (الاعراف۔ ۷۳)

اس زمانے میں یہ رواج تھا کہ امراء و سلاطین اپنی فوقیت جتانے کے لئے کسی جانور کو
 آزاد چھوڑ دیتے تھے کہ وہ جہاں سے چاہے کھائے پیئے، اس پر کوئی روک ٹوک نہیں
 تھی قدرت نے نافرمان قوم کے غرور و تکبر کو خاک میں ملانے کے لئے یہی طریقہ
 اختیار کیا۔ لوگ اونٹنی سے خوف زدہ تھے جو ان کے درمیان اپنے بچے سمیت دندناتی
 پھرتی تھی۔

حضرت صالح نے قوم کو تنبیہ کی کہ:

”دیکھو یہ نشانی تمہاری خواہش پر بھیجی گئی ہے، اللہ کا فیصلہ ہے کہ پانی کی بھاری
 مقدار پی جائے۔ ایک دن اونٹنی اور اس کے بچے کے لئے چشمے کا پانی مخصوص
 ہوگا اور اس دن قوم کا کوئی فرد یا اس کا جانور چشمے کے پانی کو استعمال میں نہیں
 لائے گا جبکہ ہفتے کے باقی دن وہ لوگ اور ان کے جانور چشمے کا پانی استعمال
 کریں گے۔“

حضرت صالح نے قوم شموذ سے وعدہ لیا کہ وہ اونٹنی کو ضرر نہیں پہنچائیں گے، سرداروں
 نے کہا وہ اونٹنی کو اپنی چراگا ہوں میں چرنے کی اجازت اس شرط پر دیں گے کہ اونٹنی کا
 دودھ انہیں دیا جائے۔

اگرچہ قوم اس حیرت انگیز معجزے کو دیکھ کر ایمان نہیں لائی تھی لیکن حضرت صالح سے
 کئے ہوئے اقرار نے انہیں اس بات سے باز رکھا کہ وہ اونٹنی کو ضرر پہنچائیں، چنانچہ یہ
 معمول بن گیا اونٹنی اور اس کا بچہ جس دن پانی استعمال کرتے اس دن کسی اور کو
 چشمے کا پانی استعمال کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

وعدہ خلاف قوم

حضرت صالح نے پیشن گوئی کر دی تھی کہ لوگ زیادہ عرصہ تک وعدہ کے پابند نہیں
 رہیں گے اور اونٹنی کو ماڈالیں گے لوگوں کے اصرار پر آپ نے اس شخص کا حلیہ پتا دیا
 اور فرمایا کہ وہ شخص ابھی پیدا نہیں ہوا ہے سرداروں نے فیصلہ کیا کہ جس گھر میں سرخ
 چہرے اور بلی کی طرح آنکھوں والا بچہ پیدا ہوا ہے فوراً ختم کر دیا جائے۔

بستی میں نونچے پیدا ہوئے جنہیں ہلاک کر دیا گیا، آبادی میں سر اسیمبلی پھیل گئی لوگ سر اپا احتجاج بن گئے اور حضرت صالح کو برا بھلا کہنے لگے، بعض افراد نے کہا کہ یہ شخص ہماری قوم کے بچے مروارہ ہے اس طرح تو ہماری نسل ختم ہو جائے گی۔

قدرت کے اپنے فارمولے ہیں بچہ جوان ہو گیا وہ نو گھرانے جن کے بچے قتل کر دئے گئے تھے جب اس لڑکے کو دیکھتے تو کہتے اگر صالح ہمارے لڑکوں کو نہ مرواتا تو آج اس سے بھی بڑے گھبرو جوان ہوتے، یہ نو افراد حضرت صالح کے سخت دشمن بن گئے، وہ ہر طرح سے حضرت صالح کو تنگ اور پریشان کرتے تھے۔

”اس شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد پھیلاتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے انہوں نے آپس میں کہا، خدا کی قسم کھا کر عہد کر لو کہ ہم صالح اور اس کے گھروالوں پر شب خون ماریں گے اور پھر اس کے ولی سے کہہ دیں گے کہ ہم اس کے خاندان کی ہلاکت کے موقع پر موجود نہ تھے، ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔ یہ چال تو وہ چلے اور پھر ایک چال ہم نے چلی جس کی انہیں خبر نہ تھی۔“ (سورۃ النمل۔ ۵۰، ۴۸)

قتل کا منصوبہ

باہمی صلاح سے ان نو افراد نے حضرت صالح کے قتل کا منصوبہ بنایا سفر کا بہانا بنا کر روانہ ہوئے شہر کے باہر پہاڑی دڑے میں چھپ کر بیٹھ گئے تاکہ رات کے وقت حضرت صالح پر حملہ کر کے انہیں جان سے مار دیں لیکن پہاڑ سے ایک بڑا پتھر گرا اور سب دب کر مر گئے۔ کچھ دن بعد قوم کو ان کی ہلاکت کا پتہ چلا تو وہ لوگ حضرت صالح کے پاس گئے اور کہا:

”پہلے ہماری برادری کے لڑکے قتل کروائے، اس پر صبر نہیں آیا تو ان کے باپوں کو مروادیا، یہ سب اس اونٹنی کی وجہ سے ہے ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

وہ حضرت صالح سے پہلے ہی بیزار تھے کہ اونٹنی اور اس کے بچے کی وجہ سے پانی کے استعمال پر ایک روز کی پابندی لگ گئی تھی، انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے اونٹنی کو ذبح کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس منصوبے پر عمل کرنے کیلئے چند افراد تیار ہو گئے۔

ایک روز جب کہ اونٹنی اپنے بچے کے ہمراہ چراگاہ میں گھاس چر رہی تھی موقع پا کر

انہوں نے اس کو مار ڈالا اونٹنی کا بچہ وہاں سے بھاگ نکلا چند لوگوں نے اس کا پیچھا کیا لیکن وہ ان کے ہاتھ نہیں آیا اور پہاڑ پر چڑھ کر کر بناک انداز میں چلانے لگا، یہ بھی روایت ہے کہ بچہ اسی پتھر میں داخل ہو گیا جس پتھر سے اونٹنی باہر نکلی تھی۔

اونٹنی پر وار کرنے والا وہی قیدار بن سالف تھا جس کے بارے میں حضرت صالح نے پیشن گوئی کی تھی ثمود کی ایک مالدار عورت نے شرط رکھی تھی کہ اگر قیدار اونٹنی کو مار ڈالے تو وہ اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دے گی، صدوق نامی ایک عورت جو مال و دولت اور حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھی اس نے ایک شخص مصدع کو لالچ دیا کہ اگر اونٹنی کو ختم کر دے تو میں تجھ سے شادی کر لوں گی۔ قیدار بن سالف نے اونٹنی کی کوچھیں کاٹ ڈالیں اور زخمی اونٹنی زمین پر گر گئی تو ہجوم میں سے مصدع نکل کر آیا اور دونوں نے مل کر اونٹنی کو ختم کر دیا۔

حضرت صالح کو اس واقعہ کا علم ہوا تو انہیں بے حد افسوس ہوا انہوں نے نافرمان قوم کو مخاطب کر کے کہا:

”تم لوگ اپنے وعدے سے پھر گئے ہو، غصہ اور انتقام کے جذبے نے تمہیں اندھا کر دیا ہے، تم لوگوں نے اللہ کے حکم کی صریح خلاف ورزی کی ہے اب اپنے کئے کی سزا بھگتو اللہ کا عذاب نافرمانوں پر نازل ہو کر رہے گا۔“

”پھر انہوں نے اونٹنی کی کوچھیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی اور بولے صالح! اگر تم خدا کے فرستادہ ہو تو وہ عذاب ہم پر لے آؤ جس سے ہمیں ڈراتے ہو۔“ (سورۃ الاعراف۔ ۷۷)

معجزے سے ظاہر ہونے والی اونٹنی کو ہلاک کرنے کے بعد ندامت اور شرمساری کے بجائے مفسدین بحث کرنے لگے وہ وہ جواز میں طرح طرح کی دلیلیں دیتے تھے، حضرت صالح نے نافرمان اور وعدہ خلاف قوم کے لئے بارگاہ الہی سے استدعا کی:

”پروردگارا ان لوگوں نے میری تکذیب کی ہے اب تو ان پر میری نصرت فرما۔“

جواب میں ارشاد ہوا:

”قریب ہے وہ وقت جب یہ اپنے کئے پر پچھتائیں گے۔“

حضرت صالح نے نافرمان قوم کو بتا دیا کہ اب مہلت ختم ہو گئی ہے۔

”تب کہا برت لو اپنے گھروں میں تین دن یہ وعدہ ہے، جھوٹا نہ ہوگا۔“

(سورۃ صود۔ ۶۵)

بجلی کا عذاب

پہلے روز خوف سے سب کے چہرے زرد پڑ گئے، دوسرے روز ڈر اور شدید خوف سے سب کے چہرے سرخ ہو گئے اور تیسرے روز دہشت کا یہ عالم تھا کہ چہرے سیاہ ہو گئے، تین دن بعد بجلی کی چمک اور کڑک سے آل ثمود پر عذاب نازل ہوا، سوائے حضرت صالح اور ان پر ایمان لانے والے افراد کے پوری قوم ہلاک ہو گئی، عذاب سے بچ جانے والے یہی لوگ ثمود ثانیہ کہلاتے ہیں۔

”اور پکڑا ان ظالموں کو چنگھاڑنے، پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے، جیسے کبھی رہے نہ تھے ان میں، سن لو! ثمود منکر ہوئے

اپنے رب سے، سن لو! پھٹکار ہے ثمود کو۔“ (سورۃ صود۔ ۲۷، ۲۸)

قرآن حکیم نے قوم ثمود کو کھجور کے بوسیدہ تنوں سے تشبیہ دی ہے جو سوکھ کر جھڑ جاتی ہے اور جانوروں کی آمد و رفت سے پامال ہو کر برادہ راہ بن جاتی ہے۔

”ہونی شدنی! کیا ہے وہ ہونی شدنی؟ اور تم کیا جانو کہ وہ کیا ہے ہونی

شدنی؟ ثمود اور عاد نے اس اچانک ٹوٹ پڑنے والی آفت کو جھٹلایا، تو ثمود

ایک سخت حادثہ سے ہلاک کئے گئے اور عاد ایک بڑی شدید طوفانی آندھی

سے تباہ کر دئے گئے، اللہ تعالیٰ نے مسلسل سات رات اور آٹھ دن ان پر

عذاب مسلط رکھا (تم وہاں ہوتے تو) دیکھتے کہ وہ وہاں اس طرح بکھرے

پڑے یہی جیسے وہ کھجور کے بوسیدہ تنے ہوں اب کیا ان میں سے تمہیں

کھوئی باقی بچا نظر آتا ہے؟۔“ (سورۃ الحاقہ۔ ۱، ۷)

”پھر جب پہنچا حکم ہمارا بچا دیا ہم نے صالح کو اور جو یقین لائے اپنے

ساتھ اپنی مہر کر کے اور اس دن کی رسوائی سے، تحقیق تیرا رب وہی ہے

زور آور زبردست۔“ (سورۃ صود۔ ۶۶)

صبح کے سورج نے شہر میں ہر طرف تباہی اور بربادی دیکھی، بڑے بڑے عالیشان محل کھنڈر بن گئے، سرسبز شاداب باغوں کا نام و نشان تک نہیں تھا، حجر کا پر رونق علاقہ ٹوٹ

پھوٹ کر آثارِ قدیمہ کا منظر پیش کر رہا تھا۔

قوم کی ہلاکت کے بعد حضرت صالح اپنے حواریوں کے ہمراہ ملک شام کی طرف ہجرت کر گئے، جب عذاب کی وجہ سے تباہ حال بستی سے گذرے اور انہوں نے جگہ جگہ بکھری ہوئی لاشوں کو دیکھا تو نہایت افسوس کے ساتھ ہلاک شدگان کو مخاطب کر کے فرمایا:

”اے قوم! بلاشبہ میں نے اپنے پروردگار کا پیغام تم تک پہنچایا اور تم کو نصیحت کی لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو دوست ہی نہ رکھتے تھے۔“ (الاعراف۔ ۷۹)

فلسطین کے علاقہ رملہ کے قریب کچھ عرصہ قیام کے بعد آپ مکہ ہجرت کر گئے، وہیں انتقال ہوا اور حرم شریف کے اندر کعبہ کے مغربی سمت میں آپ مدفون ہیں۔

العلاء اور الحجر

عذاب الہی سے ہلاک ہونے والے آلِ ثمود ڈیڑھ ہزار گھرانوں پر مشتمل تھے جبکہ ”نہرت صالح کے ساتھ بیچ جانے والوں کی تعداد ایک سو میں بتائی جاتی ہے۔

عبرت کے لئے ثمود کی عمارتوں میں سے کچھ اب بھی باقی ہیں مدینہ طیبہ اور تبوک کے درمیان حجاز کے مشہور مقام العلاء (جسے عہد نبوی میں وادی القریٰ کہتے تھے) سے چند میل دور شمال کی طرف ثمود کی تباہی کے آثار موجود ہیں۔ العلاء اب بھی سرسبز و شاداب وادی ہے جبکہ الحجر کے گرد و پیش تباہی اور نحوست کے آثار موجود ہیں، ہر طرف ایسے پہاڑ ہیں جو سطح زمین پر دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو گئے ہیں۔ یہ تقریباً چار سو میل لمبا اور سو میل چوڑا علاقہ ہے اسے ایک عظیم زلزلے نے ہلا کر رکھ دیا۔

محققین نے تحقیق کی ہے کہ ثمود کی تباہی ایک آتش فشاں پہاڑ کے پھٹنے سے ہوئی جس کے لاوے کے نشانات آج بھی مدائن صالح کے مغرب میں موجود ہیں۔

غزوہ تبوک کے موقع پر جب سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حجر سے گذر ہوا تو صحابہ کرام نے ثمود کے کنویں سے پانی بھرا اور آٹا گوندھ کر روٹیاں تیار کرنے لگے آپ کو معلوم ہوا تو حکم دیا

”پانی گرا دو، ہانڈیاں اونڈھی کر دو اور آٹا بیکار کر دو پھر فرمایا:

”یہ وہ بستی ہے جس پر خدا کا عذاب نازل ہوا تھا، یہاں قیام نہ کرو اور“

یہاں کی اشیاء سے فائدہ نہ اٹھاؤ آگے بڑھ کر پڑاؤ ڈالو، ایسا نہ ہو کہ تم بھی اسی بلا میں مبتلا ہو جاؤ۔“

آپ نے فرمایا کہ:

”تم حجر کی بستیوں میں خدا سے ڈرتے ہوئے، عجز و زاری کرتے ہوئے داخل ہوا کرو ورنہ داخل ہی نہ ہوا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ غفلت کی وجہ سے تم عذاب کی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔“

روایت ہے کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حجر میں داخل ہوئے تو فرمایا کہ:

”اللہ تعالیٰ سے نشانی طلب نہ کرو، صالح کی قوم نے نشان طلب کیا تھا اور وہ ناقہ پہاڑ کی کھوہ سے نکلتی تھی اور اپنی باری میں کھاپی کرو ہیں واپس چلی جاتی تھی قوم ثمود کو اپنے دودھ سے سیراب کرتی تھی مگر ثمود نے آخر کار سرکشی کی اور ناقہ کی کوچھیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا اور نتیجہ میں اللہ نے ان پر چیخ کا عذاب مسلط کر دیا اور وہ گھروں کے اندر ہی مردہ ہو گئے صرف ایک شخص ابورغال باقی بچا جو حرم میں تھا جب وہ حدودِ حرم سے باہر آیا تو عذاب کا شکار ہو کر مر گیا۔“

سائنسدانوں میں کائناتی تخلیق سے متعلق (BIG BANG) تھیوری کا تذکرہ ہے جس میں یہ کہا جاتا ہے کہ روزِ اوّل ایک زوردار دھماکہ ہوا اور کائنات بن گئی اس سے پہلے کائنات روشنی کا ایک بہت بڑا کرہ تھی زوردار دھماکہ کی وجہ سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور یہ ٹکڑے چاند، سورج، ستارے اور سیارے بن گئے، عظیم دھماکہ کی (VIBRATION) سے ستاروں میں گردشوں کا نظام جاری و ساری ہو گیا، گردشوں سے انرجی پیدا ہونے لگی، انرجی سے (HEAT) پیدا ہوئی (HEAT) جب ٹھنڈی ہوئی تو بادل بنے، نمی ہوئی اور بارش برسی اور گرمی دہی سے حیات کی نمو ہوئی۔

سائنسدان یہ بھی کہتے ہیں کہ عظیم دھماکہ کی آواز کی لہریں اب بھی کائنات میں گردش کر رہی ہیں، الٹرا ساؤنڈ کی صورت میں اس بات کا انکشاف بھی ہو چکا ہے کہ کچھ ایسی آوازیں بھی ہیں جسے انسانی سماعت کی ویولینتھ CATCH نہیں کر سکتیں مگر یہ

خاموشی آوازیں اپنے اندر بہت قوت رکھتی ہیں۔

آواز تخلیق کی ابتدا ہے

دیکھا جائے تو قدرت نے ہمارے مشاہداتی یقین کی تسکین کے پورے پورے مواقع فراہم کر دیئے ہیں، سمندر کی صورت میں آواز کی لہروں کا سسٹم ہمارے سامنے ہے سطح سمندر پر موجیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے پر تو اتر کے ساتھ سفر کرتی ہیں، ان لہروں کے مدوجزر میں جب ہوا کی قوت شامل ہو جاتی ہے تو طغیانی کی صورت میں ساحل سمندر پر موجوں کی آواز میں دوسری آوازیں ڈوب جاتی ہیں، سطح سمندر میں جتنا شور ہے سمندر کی گہرائی میں اتنی ہی خاموشی ہے، آواز کی لہریں گہرائی سے ابھر کر سطح سمندر پر اپنا مظاہرہ کرتی ہیں گہرائی میں آواز کو چونکہ ہماری سماعت سن نہیں سکتی اس لئے ہم اسے خاموش آواز کہہ دیتے ہیں، سطح پر آکر جب آواز کی لہریں ٹوٹ کر بکھرتی ہیں تو ہماری سماعت میں یہ لہریں داخل ہو جاتی ہیں، ہو سکتا ہے کہ سائنس دان جس تھیوری کو Big Bang کہتے ہیں وہ ان کے لاشعور کی آواز ہو اور ان کے لاشعور نے ”کن“ کی نشاندہی کی ہو۔

”کن“ کی آواز مخفی آواز ہے، یہ مخفی آواز جب کائنات کے نقطے میں داخل ہوئی تو کائنات کے ذرے ذرے میں زندگی بن کر سما گئی، ہرزون میں آواز کی لہریں اپنی مخصوص مقداروں اور فریکوئنسی کے ساتھ کام کر رہی ہیں، کائنات کا پورا سسٹم اطلاعات پر کام کر رہا ہے اور اطلاعات کی ترسیل ”کن“ پر ہو رہی ہے، یہی اطلاعات شعور میں داخل ہو کر حواس بنتی ہیں، اطلاعات لہروں کا مجموعہ ہیں، آواز سریلی ہو یا کرخت لہروں کے تانے بانے پر نقش ہوتی ہے۔ اطلاعات لاشعور یا غیب سے انفرادی شعور میں آتی ہیں۔ چنگھاڑ یا صور آواز کی ایسی لہر ہے جو انفرادی شعور کی سکت سے زیادہ ہے، زیادہ کرخت آواز چنگھاڑ بن جاتی ہے، چنگھاڑ آواز کی ایسی لہروں کا مجموعہ ہے جو زندگی میں کام کرنے والی لہروں کو درہم برہم کر دیتی ہے، شعور بکھر جاتا ہے، آدمی بھس کی طرح ہو جاتا ہے جب لہریں نظام ٹوٹ جاتا ہے تو زندگی موت میں تبدیل ہو جاتی ہے، چنگھاڑ آواز کی ایسی لہر ہے جو سماعت کے سسٹم کو توڑ دیتی ہے، سسٹم کا ٹوٹنا حواس کا ٹوٹنا ہے۔ عام حالات میں دیکھا گیا ہے کہ ”دھماکہ“ سے سماعت ختم ہو جاتی

ہے، کان کے پردے پھٹ جاتے ہیں۔

ایسے ایٹم بم بن گئے ہیں کہ بم کے دھماکہ سے ہزاروں لوگ مر جاتے ہیں اور پہاڑ دھواں بن جاتے ہیں دھماکوں سے دیوبیکل پہاڑوں میں شکاف ڈال دیئے جاتے ہیں آواز جہاں خوشی کا ذریعہ ہے، آواز پریشانی اور تکلیف کا باعث ہوتی ہے خلاء میں ایک جال ہے جو گراف سے بنا ہوا ہے اس گراف میں شمال، جنوب، مشرق، مغرب لہریں اس جال میں دوڑتی رہتی ہیں یہی لہریں ہماری آواز کو ایک دوسرے تک پہنچاتی رہتی ہیں کسی بھی قسم کی حرکت MOVEMENT سے ہوا میں تھر تھراہٹ یا ارتعاشی لہریں پیدا ہو جاتی ہیں اور انہیں لہروں سے آواز بنتی ہے، اچلتے ہوئے چشمے، گرتے... نئے آبشار، چھم چھم کرتی ہوئی بوندیں، بادلوں کی گرج، بجلی کی کڑک، زمین کی سونڈھی خوشبو، سر سر کرتے ہوئے پتے، اڑتے ہوئے پرندے، زمین پر چلنے پھرنے والے جانور اور خود انسان اور انسان کی بنائی ہوئی لاتعداد مشینیں سب ہی آواز کے ماخذ ہیں۔

انہیں بھی کوئی حرکت رونما ہوتی ہے تو ہوا کے سالمے متحرک ہو کر آواز پیدا کرتے ہیں، ہم جب چٹکی بجاتے ہیں تو ہماری انگلیوں سے صوتی سالمے نکل کر ہوا میں ارتعاش پیدا کر دیتے ہیں، دکھائی نہ دینے والی یہ ارتعاشی کیفیت ہمارے کانوں کو سگنل دیتی ہے اور دماغ اس آواز کو قبول کر لیتا ہے، انسانی کان ہر آواز نہیں سن سکتے ایک عام آدمی کے کان صرف مخصوص فریکوئنسی کی آوازیں سن سکتے ہیں، انسانی سماعت سے باہر کی آوازوں کو سائنسدان خاموش آوازیں ULTRASONIC کہتے ہیں۔

’موج‘ مخصوص فاصلے کو اوپر نیچے حرکت کرتے ہوئے طے کرتی ہے، یہ طول موج کہلاتا ہے، طول موج میں ایک حرکت اوپر کی طرف ہوتی ہے جسے فراز کہتے ہیں اور ایک حرکت نیچے کی طرف ہوتی ہے جو نشیب کہلاتا ہے۔

ایک مرتبہ نیچے اور ایک مرتبہ اوپر (نشیب و فراز) دونوں حرکتیں مل کر ایک چکر (CYCLE) پورا کرتی ہیں اور ایک سیکنڈ میں کسی موج کے جتنے سائیکل گزر جاتے ہیں وہ موج کی فریکوئنسی کہلاتی ہے، طول موج زیادہ ہو تو فریکوئنسی کم ہوتی ہے جب کہ طول موج کم ہونے کی صورت میں فریکوئنسی زیادہ ہوتی ہے۔

☆ تالاب میں جب پتھر پھینکا جاتا ہے تو پانی کی سطح پر موجیں پیدا ہوتی ہیں جو پتھر کے گرنے کے مقام سے تالاب کے کناروں کی طرف حرکت کرتی ہیں، تالاب کی سطح پر اگر کوئی پتہ ہو اور اس کی حرکت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ پتہ اپنی اصل پوزیشن پر رہتے ہوئے اوپر نیچے حرکت کر رہا ہے تے کی اوپر نیچے حرکت پانی کی سطح پر پیدا ہونے والی موجوں کی طول موج ہے یعنی دو مسلسل فرازوں یا مسلسل نشیبوں کا درمیانی فاصلہ طول موج کہلاتا ہے اور کسی واسطہ کے ایک نقطہ سے ایک سینڈ میں گزرنے والے نشیبوں اور فرازوں کی تعداد موج کی فریکوئنسی کہلاتی ہے، چمگادڑ رات کی تاریکی میں اڑتے ہوئے مسلسل ایسی آوازیں نکالتا ہے جنہیں انسانی کان سننے سے قاصر ہیں جب یہ خاموش آوازیں ارد گرد کی چیزوں سے ٹکرا کر واپس چمگادڑ کے کانوں تک پہنچتی ہیں تو وہ پتہ لگا لیتا ہے کہ ارد گرد کیا کچھ موجود ہے اس طرح وہ اپنی آواز اور سماعت کی مدد سے دیوار، درختوں، انسانوں، جانوروں اور دیگر اشیاء کو پہچان لیتا ہے لیکن انسانی سماعت کی حد سے بہت زیادہ فریکوئنسی ہونے کی وجہ سے ہم یہ آوازیں نہیں سنتے۔ ایسی آوازوں کو سائنسدان ”الٹراساؤنڈ“ آوازیں کہتے ہیں۔

الٹراساؤنڈ آوازیں

الٹراساؤنڈ آوازیں برطانیہ کے سائنسدان سرفرانس گالٹن نے ۱۸۸۳ء میں دریافت کیں اس نے ایک خاص قسم کی سیٹی بنائی جسے ”ہائیڈروجن وسل“ کا نام دیا گیا اس سے ایسی آوازیں نکلتی تھیں جن کی فریکوئنسی ایک لاکھ سائیکل فی سینڈ تھی ایک صدی سے زیادہ وقت گزر جانے کے بعد اور مسلسل تحقیقات کے نتیجے میں سائنسدان ایک ارب فی سینڈ فریکوئنسی کی آوازیں پیدا کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں اور ان موجوں کا طول موج 0.00004 سینٹی میٹر کے قریب قریب ہے۔

ماورائی صوتی موجیں اپنی نہایت ہی قلیل طول موج کی بناء پر دھاروں کی شکل میں حاصل کی جاسکتی ہیں اور ان کی اشاعت بھی منتشر ہوئے بغیر قریب قریب خط مستقیم میں ہوتی ہے ان کی اس خاصیت کی وجہ سے انہیں خاص خاص ترکیبوں سے منعکس یا منعطف کیا جاسکتا ہے ان موجوں کی راہ میں حائل ہونے والی اشیاء کا سایہ بھی پڑتا ہے اور جہاں پر یہ پڑتی ہیں وہاں شدید حراری کیفیت پیدا ہوتی ہے، ان موجوں سے

تکسید کا عمل بھی ہوتا ہے، چھوٹے چھوٹے جانور مثلاً مینڈک، مچھلی وغیرہ جب ان موجوں سے اثر زدہ کئے جاتے ہیں تو بری طرح مفلوج ہو جاتے ہیں یا مر جاتے ہیں، برطانوی سائنسدان نے ایک دلچسپ تجربہ کیا، انہوں نے الٹراساؤنڈ ٹراسمیٹر ایک مکان کی چھت پر نصب کر دیا اور مکان کے برابر میں گزرنے والی گلی میں الٹراساؤنڈ آوازوں کی بوچھاڑ شروع کر دی آوازیں بہت زیادہ بلند فریکوئنسی کی نہیں تھیں پھر بھی گلی سے گزرنے والے لوگوں نے اپنے جسم میں ایک عجیب و غریب تحریک محسوس کی جس کی نوعیت ان میں سے کوئی بھی بیان نہیں کر سکا۔ امریکی بحریہ کے سائنسدانوں نے ایک تجربہ سے پتہ چلایا کہ الٹراساؤنڈ آوازیں مچھلیوں کو بے ہوش کر دیتی ہیں اگر ان کی فریکوئنسی زیادہ ہو تو مچھلیاں ہلاک بھی ہو سکتی ہیں تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ الٹراساؤنڈ آوازیں جانداروں کے اعصاب اور دوسرے جسمانی نظاموں پر گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ ہٹلر نے جادو کی ایک توپ بنوائی ہے جسے میدان جنگ میں نصب کرنے سے دشمن سپاہیوں کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور وہ بھاگ جاتے ہیں اور جو بھاگتے نہیں وہ مفلوج ہو جاتے ہیں، جنگ کے بعد ہٹلر کی جنگی تحقیق کی تجربہ گاہ سے ایک ایسی توپ برآمد ہوئی جو الٹراساؤنڈ آوازوں کی بوچھاڑ کرتی تھی۔

آتش فشانی زلزلے

سائنسدانوں کے مطابق زمین تہہ در تہہ پیاز کے چھلکوں کی طرح بنی ہوئی ہے بتایا جاتا ہے کہ آبادی زمین کی بیرونی سطح پر ہے جسے CRUST کہا جاتا ہے CRUST کی موٹائی محض کسی فٹ بال پر چپکے ہوئے کاغذ جتنی ہے۔ زمین کی زیادہ دباوت THICKNESS خشکی پر تقریباً پچاس کلومیٹر ہے اور سمندروں میں کم و بیش پانچ کلو میٹر ہے یہ حصہ خشکی پر بسالٹ اور سمندر میں گریفائٹ کی چٹانوں پر مشتمل ہے crust کے نیچے غلاف ہے جس کی دباوت تقریباً دو ہزار نو سو کلو میٹر ہے اور زمین کا 82% حجم اسی پر مشتمل ہے۔ غلاف کے نیچے زمین کا دل core ہے اس کے تین حصے ہیں۔ ۱۔ اوپری دل ۲۔ اندرونی دل ۳۔ قلب اوپری دل تقریباً دو ہزار دو سو کلو میٹر گہرا ہے جبکہ اندرونی دل 1270 کلو میٹر ہے زمین کی تہوں پر دو طبعی عوامل

دباؤ اور درجہ حرارت اثر انداز ہوتے ہیں درجہ حرارت وہ عمل ہے جو چٹانوں کو یا تو نرم کر دیتا ہے یا پگھلا دیتا ہے زمین کے اندر بڑا حصہ ایسا ہے جو حرارت کی شدت سے سفید ہو گیا ہے اس حصہ کو وہ توانائی حرارت فراہم کرتی ہے جو چٹانوں میں موجود تابکار عناصر خارج کرتے ہیں زمین کے مرکز میں درجہ حرارت تقریباً تین ہزار سینٹی گریڈ بتایا جاتا ہے جبکہ قشر اور غلاف کے درمیانی حد کا درجہ حرارت 375 سینٹی گریڈ ہے۔

دباؤ وہ عامل ہے جو چٹانوں کو ٹھوس بنا دیتا ہے جتنی گہرائی میں اتریں گے اوپری تہوں کا دباؤ اتنا ہی بڑھ جائے گا زمین کی سطح پر موجود چٹانیں جو ٹھوس دکھائی دیتی ہیں ان چٹانوں کے مقابلے میں جو زمین کے اندر ہیں نرم ہیں۔ ارضیات دان اوپری تہہ کو (جو قشر اور بالائی غلاف پر مشتمل ہے) ”پتھر یلا کرہ“ (litho sphere) کہتے ہیں اور اس کی حد تقریباً ۷۰ کلومیٹر ہے اس کے بعد کمزور کرہ (ALESHINO SPHERE) ہے جہاں تابکار توانائی کی وجہ سے چٹانیں پگھل چکی ہیں اور چٹانوں کا پگھلا ہوا گرم مائع بہ رہا ہے یہ تہہ دو سو کلومیٹر تک موجود ہے۔

کمزور کرہ کے بعد وسطی کرہ کا علاقہ ہے اس جگہ بے پناہ حرارت کے باوجود دباؤ اس قدر زیادہ ہے کہ چٹانیں اور عناصر ٹھوس حالت ہی میں ہیں وسطی کرہ کے اندر زمین کا دل ہے جو کہ خام لوہے پر مشتمل ہے اور اس میں نکل اور کوبالٹ کی آمیزش ہے یہ عناصر مائع حالت میں ہیں لیکن بے حد کثیف ہیں جبکہ اندرونی دل ٹھوس حالت میں ہے۔

باوجودیکہ ارضیات دانوں نے زمین کی گہرائی سے چٹانیں نکال لی ہیں لیکن ابھی تک کوئی بھی زمین کے غلاف تک نہیں پہنچ سکا زمین کے اندرونی حصوں کا اندازہ ارضیات دان ان لہروں یا موجوں سے لگاتے ہیں جو دباؤ، جھٹکے یا زلزلے سے پیدا ہوتی ہیں، یہ لہریں زمین کی اندرونی تہوں میں چٹانوں کے ٹوٹنے پھوٹنے اور سرکنے سے پیدا ہوتی ہیں بعض اوقات قشر ارض کے زیریں پرتوں میں ایسی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں جن کے نتیجے میں زمین کے اندر توانائی جمع ہو جاتی ہے یہ توانائی یا دباؤ جب ارد گرد چٹانوں کے لئے ناقابل برداشت ہو جاتی ہے تو منہ زور دھماکوں اور خوفناک گڑگڑاہٹ کے ساتھ کسی کمزور زمینی تہہ کی سمت بہ نکلتی ہے۔

آتش فشاں زلزلے زیر زمین ابلتے ہوئے مادے Magma کے اچانک باہر نکلنے سے پیدا ہوتے ہیں گرم لاوا دھانے کے گرد مخروطی شکل کا تودہ بنا دیتا ہے اسے آتش فشاں پہاڑ کہتے ہیں زمین کے اندر گرم سیال مادہ زمین کی اوپری سطح کی طرف آتا ہے کسی طرح سے پانی اس مادے تک پہنچ جائے تو بھاپ بن جاتا ہے آتش فشاں پہاڑ سے نکلنے والے بخارات میں سب سے زیادہ کثرت بھاپ کی ہوتی ہے حقیقت یہ ہے کہ بھاپ ہی وہ بنیادی اور متحرک طاقت ہے جو دوسرے مادوں اور گیسوں کو زور سے باہر دھکیلتی ہے، ان مادوں میں کلورین، گندھک، پگھلا ہوا لوہا اور گیسوں میں کاربن ڈائی آکسائیڈ عام ہیں۔

حکمت

اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کو بتایا ہے کہ جب کوئی قوم سرکش ہو جاتی ہے اور اللہ کے بنائے قوانین کا مسلسل انکار کرتی ہے تو اللہ کا جلال حرکت میں آ جاتا ہے قوم شموود کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی آسائش فراہم کی پھلوں سے لدے ہوئے درخت عطا کئے، خوشنما اور زرد جو اہر سے مرصع محلات بنانے کے وسائل پیدا کئے، عقل و شعور سے نوازا لیکن ان کے اوپر عقل نے ایسے پردے ڈال دیے کہ وہ کفرانِ نعمت کرتے رہے اور اللہ کے فرستادہ نبی کی توقیر کم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، قوم شموود نے کھلی آنکھوں سے اللہ کی نشانیوں کو جھٹلایا خود ہی معجزہ طلب کیا اور خود ہی اس معجزہ کو ختم کرنے کے لئے فساد برپا کیا حضرت صالح کو جان سے مارنے کی سازش کی اور ان کی حکمت و دانائی کی باتوں سے انحراف کیا نہ صرف یہ کہ انہیں جھٹلایا بلکہ دیدہ دلیری سے یہ بھی کہا:

”کہاں ہے وہ عذاب جس کا تم تذکرہ کرتے تھے لے آؤ وہ عذاب جس سے تم ڈرا دیتے تھے۔“

اس واقعہ میں یہ حکمت بھی نظر آتی ہے کہ جب کسی قوم یا بستی پر اللہ کا عذاب نازل ہو جاتا ہے تو اس بستی اور ان لوگوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔

☆ یہی وجہ ہے کہ بیشتر تباہ کن زلزلے بحیرہ روم کے نواحی ممالک، بحر الکاہل کے ساحلی علاقوں اور جزائر جاپان میں آتے ہیں۔

روحانی انسان

روحانیت ایک نا دیدہ مربوط علم ہے، نا دیدہ سے مراد شعوری حدود سے باہر کا علم ہے۔ جس طرح انسان دنیاوی علوم سیکھ کر تجربہ کرتا ہے اور تجربے کی بنیاد پر نئے نئے فلسفے بنتے ہیں اسی طرح روحانی انسان شعوری حدود سے گذر کر لاشعور میں داخل ہو کر علم سیکھتا ہے اور مشاہدات کی بنیاد پر اسے یقین حاصل ہوتا ہے۔ ہر انسان کے اندر دیکھنے، سمجھنے اور مفہوم اخذ کرنے کی دو صلاحیتیں ہیں ایک صلاحیت یا ایک طرح کے حواس بر چیز کو مادی آنکھ کی عینک سے دیکھتے ہیں لیکن دیکھتے اور سمجھتے وقت حواس اس بات کو فراموش کر دیتے ہیں کہ مادی حواس یا مادی نظر کی اپنی کوئی ذاتی حیثیت نہیں ہے دوسری صلاحیت یا حواس اشیاء کو مادی عینک کے بغیر دیکھتے ہیں معنی اور مفہوم میں بھی مادی حواس کا دخل نہیں ہوتا ہے۔ ہر انسان کے دو وجود یا جسم ہوتے ہیں۔ ایک جسم لمحہ لمحہ، قدم قدم با اختیار ہونے کے زعم میں کہتا ہے میں پانی پیتا ہوں لیکن پیاس نہ لگے تو پانی نہیں پی سکتا، مجھے نہیں معلوم کہ پیاس کیا ہے بس اتنا جانتا ہوں کہ پیاس ایک تقاضہ ہے جو اطلاع کی صورت میں اپنا احساس دلاتا ہے جب کہ مجھے نہیں معلوم اطلاع کس شے کا نام ہے اور کہاں سے آتی ہے؟ اگر اطلاع کا دار و مدار مادی جسم یا مادی حواس پر ہے تو سانس ختم ہو جانے کے بعد پیاس کیوں نہیں لگتی؟ بڑے بڑے دانشوروں اور سائنسدانوں کے پاس اس کا جواب یہ ہے کہ ”اس لئے کہ زندگی ختم ہو جاتی ہے۔“ سوال یہ ہے زندگی کیا ہے؟ جب یہی نہیں معلوم تو زندہ رہنے کا اختیار کس طرح ہے؟ جس عمل یا جس حرکت کو ہم زندگی کہتے ہیں وہ بھی میرے پاس کسی کا دیا ہوا عارضی اختیار ہے۔

ماورائی ذہن

دوسرا جسم محتاج نہیں ہے آزاد ہے دیکھتا بھی ہے، سنتا بھی ہے فہم و ادراک بھی رکھتا ہے جس طرح مادی جسم زمین کو دیکھتا ہے اسی طرح مادے سے آزاد یہ جسم بھی زمین کو دیکھتا ہے لیکن اس کے دیکھنے کی طرز میں مٹی سے الگ ہیں۔

دوسرا جسم (لاشعور) جب زمین کو دیکھتا ہے تو زمین پیچھے کی طرح نظر آتی ہے، گیند کی طرح نظر نہیں آتی، باطنی جسم دیکھتا ہے کہ زمین کے اندر گیس کا ذخیرہ تو ہے لیکن زمین

کے اوپر ٹھوس آبادی نہیں ہے زمین ایک اسکرین سے اور اسکرین پر فلم چل رہی ہے کوئی ایک آدمی بھی اصلی نہیں ہے ہر آدمی اور ہر شے فلم کا ”عکس“ ہے، پروجیکٹر کہیں اور ہے جس کی عکس ریزی زمینی اسکرین پر نشر ہو رہی ہے جس طرح پروجیکٹر سے روشنی نہ آنے سے فلم کے کردار اسکرین پر نہیں آتے اسی طرح اصل پروجیکٹر سے جب سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو فلم کے مناظر آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔

لاشعور دیکھتا ہے کہ پتے کی طرح زمین پر گول کڑوں کی طرح پہاڑ ہیں پہاڑوں کے گول چھلوں نے زمین کو اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے، زمین مسلسل محوری اور طولانی گردش میں ہے اس گردش کو پہاڑ کے گول کڑے کنٹرول کرتے ہیں یہ پہاڑ میخوں کی طرح زمین میں ٹڑے ہوتے ہیں۔

”بھلا کیا نگاہ کرتے اونٹوں کی تخلیق پر اور آسمان پر کیسا بلند کیا ہے اور پہاڑوں

پر کیسے کھڑے کئے ہیں اور زمین پر کیسی صاف بچھائی۔“ (سورۃ الغاشیہ۔ ۱۸، ۲۰)

فلم کے ہر کردار میں آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ زندگی بن رہی ہے، زندگی ٹوٹ بھی رہی ہے، بکھر بھی رہی ہے اور بن بھی رہی ہے، زندگی بننے، بکھرنے اور ٹوٹنے کے عمل میں چھ شعور کام کرتے ہیں ان میں ایک شعور بالکل غیر مستحکم ہے باقی شعور اس ایک سے زیادہ مستحکم ہیں۔ ہر شے چاہے وہ ریت کا ذرہ ہی کیوں نہ ہو شعور رکھتی ہے اور شعور کی گرفت ٹوٹنے سے ختم ہو جاتی ہے، زندگی مقداروں سے مرکب ہے اور مقداروں کا نظام ایک مکمل اور فعال نظام ہے یہ نظام براہ راست قدرت کے ساتھ وابستہ ہے جب قدرت ناراض ہو جاتی ہے تو نظام ٹوٹ جاتا ہے، نظام توڑنے کے لئے قدرت کیا طریقہ اختیار کرتی ہے یہ اس کا اپنا انتخاب ہے، زلزلے کے ذریعے، آندھی کے ذریعے، پانی کے طوفان کے ذریعے یا چنگھاڑ کے ذریعے۔

دو حروف سے مرکب ایک لفظ اللہ نے بولا عدم میں موجود کائنات نے سنا اور پوری تخلیقات کا ظہور ہو گیا یہ دو حروف ”ک“ ”ن“ ہیں، جن کا مرکب لفظ ”کن“ بن گیا کن کا مطلب ہے ”ہو جا“ یعنی ”کن“ حکم ہے اور حکم کی تعمیل ہے ”فیکون“۔

کائنات کی ہر مخلوق اللہ کے ذہن میں موجود تھی مخلوقات نے جب آواز سنی تو اس میں حرکت پیدا ہو گئی یعنی اس کے اندر توانائی دوڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں اور

ہر نام مکمل تخلیقی صفات کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نام ”علیم“ سے اور اللہ تعالیٰ علیم ہونے کی حیثیت سے کائنات کی تخلیق سے پہلے بھی کائنات کی تخلیقی فارمولوں کا علم جانتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ کائنات مظاہرانی صورت میں نظر کے سامنے آجائے اور کائنات کے اندر بسنے والی مخلوق خود اپنے وجود سے واقف ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے ”کن“ فرمایا اور کائنات علم کے پردے سے باہر آگئی جیسے ہی اللہ تعالیٰ کے ارادے نے حرکت کی وسائل بھی بن گئے، کائنات کی تخلیق کا پہلا مرحلہ ”نور“ ہے۔ اللہ نور السموات والارض۔ ”اللہ سموات اور ارض کا نور ہے۔“ پہلے مرحلے میں اللہ کے نور سے روحمیں وجود میں آئیں مگر روحوں کو اپنے وجود کا احساس نہ تھا اللہ تعالیٰ نے انہیں مخاطب کیا اور انہیں اپنی آواز سنائی ”الست برکلم“ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) روحوں نے جواب دیا ”جی ہاں“ پہلی آواز سے روحمیں عدم سے وجود میں آئیں، دوسری آواز سے ارواح میں تین نمایاں حواس منتقل ہو گئے۔

یہ تینوں حواس مرکزیت کا سہل ہیں کان متوجہ ہوتے ہیں تو آدمی سنتا ہے، نگاہ متوجہ ہوتی ہے تو آدمی دیکھتا ہے، دماغ مخاطب کے کلام کی معنویت پر توجہ دیتا ہے تو آدمی جواب دیتا ہے، آواز سے کائنات میں روحوں کی مرکزیت اللہ بن گئی، ازل میں جب روحوں نے اللہ تعالیٰ کی آواز سنی تو مخلوق کے اندر سننے کے حواس متحرک ہو گئے، آواز دینے والی ہستی کی طرف روحمیں متوجہ ہوئیں تو نظر متحرک ہوئی، دیکھنے کے بعد اپنا اور اللہ کا ادراک ہوا، ادراک کے بعد جب اقرار کیا تو کلام کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی

رحم میں بچہ

ایک خاتون نے خواب میں دیکھا کہ ماں کے رحم میں ایک بچہ ہے جو ابھی تخلیق کے بالکل ابتدائی مراحل میں ہے اس کے دونوں کانوں پر ہیڈ فون کی طرح کا آلہ لگا ہوا ہے ہیڈ فون کے اندر کا حصہ بچے کے کان کے اندر پوست سے اس میں لگی ہوئی تار رحم کے اندر دیوار تک تھی حیرت کے ساتھ ساتھ بحس بھی ہوا کہ اتنا ذرا سا بچہ جو ابھی نامکمل ہے کیا سنتا بھی ہے؟ خاتون نے بحس کے جذبے سے بچے کے کانوں سے وہ ریسورسٹ لیا پتہ چلا کہ ہیڈ فون بچے کے کانوں میں بہت مضبوطی سے پوست ہے بوتل کے کارک کی مانند، یہ ریسورسٹ بچے کے کان سے نکل آئے۔ خاتون نے ایک

ریسیور اپنے کان سے لگالیا تو اس میں سے آواز آرہی تھی جو نہایت صاف اور نرم لہجے میں تھی وہ آواز تھی

”میں تمہارا رب ہوں، بہت جلد تمہیں دنیا میں بھیجنے والا ہوں، تمہیں وہاں مقررہ وقت تک شہرنا ہے۔“

بچہ انتہائی محویت کے عالم میں اس آواز کو سن رہا تھا وہ بول نہیں سکتا تھا لیکن آواز کو سن سکتا تھا اور سمجھ بھی رہا تھا اس آواز کے ذریعے بچے کی زندگی کے ہر بر لمحے کی ہدایتیں بچے کو مل رہی تھیں، ریسیور بچے کے کانوں سے الگ کرنے ہی بچہ بری طرح سے پریشان ہو گیا جیسے اسے زندگی سے محروم کر دیا گیا ہو وہ رحم مادر میں برق رفتاری سے چکر کاٹنے لگا، جہاں بچہ مقیم تھا وہ ایک تاریک کوٹھری تھی اس کوٹھری کے برابر میں اسی طرح ایک اور نہایت تاریک چھوٹی کوٹھری تھی، ریسیور ہٹنے سے بچہ اتنا زیادہ مضطرب تھا کہ خاتون سے اس کا کرب دیکھانہ گیا فوراً ریسیور اس کے کان میں دوبارہ لگا دیا بچہ پھر ماں کے رحم میں پہلے کی طرح آرام سے لیٹ گیا اور اسے سکون آ گیا۔

خاتون نے پھر دیکھا کہ بلی کا بچہ اپنی ماں کے رحم میں ہے اس کے کان میں بھی انسان کے بچے کے کان کی طرح ہیڈ فون لگا ہوا ہے خاتون نے اس کا ریسیور ہٹایا تو اس میں سے بلی کے بچے کی زندگی کی ہدایات آرہی تھیں، ہیڈ فون ہٹاتے ہی بلی کا بچہ اس قدر مضطرب ہو گیا کہ اپنی پوری قوت اور رفتار کے ساتھ رحم کی دونوں تاریک کوٹھریوں میں تیزی سے چکر کاٹنے کے بعد رحم کی دیوار پھاڑ کر آزاد فضاء میں گم ہو گیا۔

حقیقت ابدی دنیا عالم خلق ہے یہاں کوئی شے شکل و صورت خدو خال کے بغیر موجود نہیں ہے، ہر شے کی اپنی انفرادیت ہے، انفرادیت کا شعور مادی جسم سے ہے، جس طرح ریگستان لاشار ریت کے ذرات کا مجموعہ ہے اسی طرح آدم بھی لاشار خلیوں کا مجموعہ ہے کسی بھی فرد میں جو بھی صفات یا صلاحیتیں ہیں وہ تمام صلاحیتیں آدم کے اندر مجموعی طور پر موجود ہیں، ہر شے کا باوا آدم اپنی نسل کے انفرادی شعور کو فیڈ کرتا ہے انفرادی شعور ہر عالم میں ہر گھڑی اپنے مجموعی یا نوعی شعور کے ساتھ منسلک رہتا ہے، نوعی شعور روح کا شعور ہے جس میں ہر نوع کی زندگی کا ریکارڈ ہے۔

کائنات کی حرکت اللہ کی آواز ہے، کائنات ایک گلوب کی طرح ہے اللہ کی آواز اسی

گلوب میں گونجتی ہے یہ گونجار ہی حرکت ہے، زندگی کے تمام احکامات آواز ”کن“ میں محفوظ ہیں۔ افزائش نسل کا سلسلہ تقییل امر ہے اور ”امر“ ریکارڈ شدہ آواز ہے، کن کی آواز مسلسل گونجار ہے، مختلف اور لا شمار فریکوئنسی کا ذخیرہ ہے یہ ذخیرہ آسمانوں سے اوپر کے مقامات سے نورانی آبشار کی صورت میں ہر وقت نازل ہوتا رہتا ہے، پہلے مرحلے میں وہم دوسرے مرحلے میں خیال، تیسرے مرحلے میں تصور اور چوتھے مرحلے میں فریکوئنسی مظاہر تہی شکل میں منتقل ہو جاتی ہے، گونجار دراصل مقداروں کا مجموعہ ہے، مقداروں میں اعتدال کی صحیح کیفیت مرتب ہوتی ہے، مقداروں میں اعتدال سے ہٹ کر تیزی ابتری پیدا کرتی ہے اور مقداروں میں کمی سے کاہلی اور سستی کا مظاہرہ ہوتا ہے، گونجار کی فریکوئنسی میں انتہائی تیزی آندھی، ہوا اور طوفان میں گونجار کی بہت زیادہ (VIBRATION) فریکوئنسی کے اوپر کے جال کو درہم برہم کر دیتی ہے، سبک رفتار ”ہوا“ فریکوئنسی کے اعتدال کی علامت ہے۔

حادثے کیوں پیش آتے ہیں

دنیا میں کہیں بھی کوئی حادثہ پیش آتا ہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو فریکوئنسی کے نظام میں مقداروں کی بے اعتدالی کی وجہ سے ہوتا ہے کائنات ایک سسٹم کے تحت چل رہی ہے ہر فرد کی اپنی اپنی ڈیوٹی ہے کہ اس نظام کو صحیح طریقے سے چلائے، سورج کی اپنی ڈیوٹی ہے چاند کی اپنی ڈیوٹی ہے، ہوا کی اپنی ڈیوٹی ہے، ہتے سمندر اور سبک خرام دریاؤں کی اپنی ڈیوٹی ہے۔

”ان لوگوں کے لئے بے جان زمین ایک نشانی ہے، ہم نے اسے زندگی بخشی اور غلہ نکالا جسے یہ کھاتے ہیں: ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے اور اس کے اندر سے چشمے پھوڑ نکالے تاکہ یہ اس کے پھل کھائیں یہ سب پنہان کے اپنے ہاتھوں کا پیدا کیا ہوا نہیں ہے پھر کیا یہ شکر ادا نہیں کرتے، پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (یعنی نوع انسانی) میں سے یا ان اشیاء میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں ہیں انکے لئے ایک اور نشانی رات ہے، ہم اس کے اوپر سے دن ہٹا دیتے

ہیں اور ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور سورج وہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے یہ زبردست عظیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے اور چاند اس کیلئے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ ان سے گزرتا ہوا وہ پھر کھجور کی شاخ کی مانند ہو جاتا ہے، نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جا سکتی ہے، سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں ان کیلئے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا اور پھر ان کے لئے ویسی ہی کشتیاں اور پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں، ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں کوئی بھی ان کی فریاد سننے والا نہ ہو اور کسی طرح یہ نہ بچائے جا سکیں بس ہماری رحمت ہی ہے جو ان کو پار لگاتی ہے اور وقتِ خاص تک زندگی سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیتی ہے۔“ (سورۃ یسین: ۳۳، ۳۴)

جب زمین پر بے انصافی، حق تلفی، حسد، لالچ اور اللہ تعالیٰ سے انحراف اتنا زیادہ ہو جاتا ہے کہ سسٹم میں اعتدال قائم نہ رہے تو سسٹم ٹوٹ جاتا ہے اور سسٹم کو ختم کرنے کے لئے آندھیاں چلتی ہیں، طوفان آتے ہیں اور برف کی جگہ آگ کے مقامات پر برف برتی ہے۔

قوموں کے عروج و زوال اور عذاب و ثواب میں اللہ تعالیٰ کا یہ قانون کار فرما ہے کہ قومیں جب تک قدرت کے بنائے ہوئے تخلیقی فارمولوں کے مطابق زندگی گزارتی ہیں، اپنے اور دوسروں کے حقوق کی پاسداری کرتی ہیں، اپنے وطن اور اپنی زمین سے محبت کرتی ہیں اللہ کا بنایا ہوا سسٹم بھر پور طریقے سے ان کی مدد کرتا ہے اور جب کوئی قوم تو انہیں ایسی سے انحراف کرتی ہے اور قدرت کے کاموں میں دخل اندازی کرتی ہے تو قدرت اس کو سسٹم سے باہر پھینک دیتی ہے۔

زمین اور قدرت کا بنایا ہوا سسٹم تو محفوظ رہتا ہے لیکن آدم زاد ہلاکت کے گہرے گڑھوں میں دفن ہو جاتا ہے، تاریخی شواہد سے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ ہر دس ہزار سال کے بعد آدم زاد اور اس سے وابستہ دوسری نوعیں سسٹم میں دخل اندازی کی

مجہ سے تباہ ہو جاتی ہیں، پھر غاروں اور پتھروں کے دور سے از سر نو زندگی شروع ہوتی ہے اور دس ہزار سال کے بعد انسان ترقی کے نام پر وہی کچھ کرتا ہے جو اس کے آباؤ اجداد کر چکے ہیں، انسان کی تباہی کے دو بڑے عوامل ہیں۔

۱۔ شرک (دولت پرستی بھی شرک ہے)

۲۔ قدرت کے ان کاموں میں دخل اندازی جو قدرت نے اپنے لئے محفوظ کر لئے ہیں۔

آج کے دور میں دولت کے نام پر ترقی ”دولت پرستی“ ہے مادی استحکام کے لئے انسانی قدریں پامال ہو رہی ہیں ہر فنما ہو جانے والی چیز پر ”بھروسہ“ کر لیا گیا ہے، عارضی آسائش و آرام اور زر پرستی زندگی کا مقصد بن گیا ہے۔

کلوننگ اور اس قبیل کے دوسرے امور براہ راست قدرت کے کاموں میں دخل اندازی ہے جو قدرت کے قائم کردہ سسٹم کو توڑنے کے مترادف ہے، ہوس ملک گیری بھی دولت پرستی کے ضمن میں آتی ہے، دہشت گردی کر کے دوسروں کو مرعوب کرنا اور ان کے اوپر تسلط جمالینا مساوات کے خلاف بغاوت ہے، دنیا کی ہلاکت ہے۔ تاریخ کے آئینہ میں یہ نظر آتا ہے کہ اقوام نے توحید سے انکار کر کے زر و جواہرات کو اہمیت دی ہے۔ خود ساختہ بتوں کی پرستش کی، لوگوں کو ہلاک کر ڈالا یہ جانتے ہوئے بھی کہ دنیا میں جو بھی آیا ہے وہ یہاں سے چلا جاتا ہے کوئی ایک چیز اس کے ساتھ نہیں جاتی ہر آدمی دنیا سمیٹنے میں لگا ہوا ہے، دولت جمع کرنا محبوب مشغلہ بن گیا ہے اور آخرت کی زندگی سے اعتبار اٹھ گیا ہے۔

نبیوں سے اختلاف اور ان کی تعلیمات سے انکار قدرت سے انحراف ہے آدمی جب قدرت سے تعلق توڑ کر عارضی دنیا سے رشتہ جوڑ لیتا ہے تو قدرت کا قانون اسے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔

☆ خود غرضی عام ہو گئی ہے واعظوں نے اللہ کی آیتوں کو کاروبار بنا لیا ہے۔

☆ ہر آدمی ناصح بن گیا ہے کسی کو اپنی فکر نہیں۔

☆ کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ سے معاشرہ زہرناک بن گیا ہے۔

☆ ترقی کے فسوں میں ہر زندہ آدمی بیمار بن کر ہانپ رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

لفظ ابراہیم ”اب“ اور ”راحم“ سے مرکب ہے جس کے معنی ہیں ”مہربان باپ“۔ حضرت ابراہیم کے والد ”تارح“ کا انتقال حضرت ابراہیم کے بچپن میں ہو گیا تھا۔ حضرت ابراہیم کی پرورش ان کے چچا نے کی، چچا کے تراشے ہوئے بت بادشاہ اور اعلیٰ حکومتی عہدے دار پوجتے تھے اس لئے انہیں ”آدار“ کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ ”آدار“ کلدانی زبان میں بڑے پجاری یا معبد کے محافظ کو کہتے ہیں۔ قرآن نے اس کا ذکر آذر کے نام سے کیا ہے چونکہ عربی میں باپ اور چچا کے لئے ایک ہی لفظ استعمال ہوتا ہے اس لئے قرآن میں آذر کے لئے ”ابیہ“ (اس کا باپ) کا لفظ استعمال ہوا ہے ابوالانبیاء حضرت ابراہیم کی ولادت کسدیوں کے قدیم شہر ”اور“ (UR) میں ہوئی جو جنوبی عراق میں فرات کے کنارے بابل اور خینواسے پہلے آباد تھا محل وقوع کے اعتبار سے یہ مقام آج کل ”تل ابیب“ کے نام سے موسوم ہے، اس ملک میں ستارہ پرستی کی جالی تھی ارواح پرستی بھی ان کے عقائد میں شامل تھی اللہ پر ان کا اعتقاد تھا لیکن ستاروں کو خدا کا شریک سمجھتے تھے۔

تین وقت ستاروں کی پوجا کی جاتی تھی اس قوم کا عقیدہ یہ تھا کہ ہر ستارے میں ایک روح آباد ہے اور رو میں نیک یا بری ہوتی ہیں بری روحوں کے بارے میں ان کا گمان تھا کہ نذر و نیاز، چڑھاوے اور بھینٹ دینے سے خوش ہوتی ہیں، نیک روحوں کو خوش کرنے کیلئے رقص و سرور اور گانا بجانا ان کا معمول تھا، بیسیوں معبود اور بت مندروں میں رکھے تھے، روزی دینے، مینہ برسانے، اولاد دینے، تندرستی عطا کرنے اور مختلف حاجات کے لئے الگ الگ بت تھے۔

برٹش میوزیم اور فلاڈلفیا یونیورسٹی امریکہ کے میوزیم کی مشترکہ ٹیم نے اس شہر کے آثار دریافت کئے ہیں، وہاں سے ملنے والے کتبات کے مطابق تقریباً پانچ ہزار بتوں کے نام ملے ہیں، ہر شہر کا محافظ ایک خدا تھا جو دوسرے معبودوں سے زیادہ محترم سمجھا جاتا تھا ”اور“ کا خدا چاند دیوتا تھا، شمش (سورج دیوتا) دارالحکومت کا محافظ بت تھا، بادشاہ کو سورج دیوتا کا بیٹا سمجھا جاتا تھا، لوگ اپنی آمدنی کے علاوہ غلہ اور دوسری چیزیں

مندر میں نذر کرتے تھے، باغ، مکانات اور زمینیں مندر کے لئے وقف تھیں پجاری کے فیصلے خدا کے فیصلے سمجھے جاتے تھے بادشاہ کی پرستش کی جاتی تھی اور دربار شاہی میں سجدہ کیا جاتا تھا حضرت ابراہیمؑ کی ولادت سے پندرہ ماہ قبل وقت نمرود نے خواب دیکھا کہ آسمان میں ایک بڑا اور روشن ستارہ چمک رہا ہے، شاہی نجومیوں نے تعبیر بتائی کہ مملکت میں اس سال ایسا بچہ پیدا ہوگا جو سلطنت کے لئے خطرہ بن جائے گا بادشاہ نے شاہی فرمان کے ذریعے ملک بھر میں عورت اور مرد کے اختلاط پر پابندی لگا دی اور حکم جاری کیا کہ جو بھی بچہ پیدا ہوا سے قتل کر دیا جائے۔

روایت کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کی والدہ ”اوشہ“ شہر سے بابر ایک غار میں روپوش ہو گئیں وہیں آپ کی ولادت ہوئی اور بچپن گذرا۔ حضرت ابراہیمؑ جب سن شعور کو پہنچے تو ہر طرف بت پرستی اور ستاروں کی پرستش ہو رہی تھی، انہوں نے سوچا کہ پتھر کی مورتیاں میرا باپ اپنے ہاتھوں سے بناتا ہے اور جس طرح اس کا دل چاہے تاک، کان، آنکھیں اور دیگر اعضاء تراش لیتا ہے پھر یہ بت مندروں میں چھوٹے سے اونچے چبوترے پر رکھ دئے جاتے ہیں جہاں بادشاہ اور ارباب اقتدار ان بے جان مورتیوں کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں انہیں سجدہ کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ اس بات سے بہت زیادہ فکر مند تھے کہ لوگ بے جان مورتیوں اور بے حس و حرکت مجسموں کی پرستش کیوں کرتے ہیں؟ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو نور فراست سے نوازا تھا آپ جانتے تھے کہ بت سنتے نہیں، دیکھتے نہیں اور نہ کسی کی بات کا جواب دیتے ہیں کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ایک روز بیٹے نے ماں سے پوچھا؟ ”اے ماں تیرا خدا کون ہے؟“

”میرے بیٹے تیرا باپ میرا خدا ہے، جو مجھے کھانے کو دیتا ہے۔“ ماں نے جواب دیا ”میرے باپ کا خدا کون ہے؟“ ماں کے جواب سے بیٹے کی تشفی نہیں ہوئی، ماں نے بتایا کہ ”آسمان پر چمکنے والے ستارے تیرے باپ کے خدا ہیں۔“ بیٹا اب بھی اپنی ماں کے جواب سے مطمئن نہیں ہوا اس نے پھر پوچھا: ”ماں ستارہ کون ہے؟“

رات کی تاریکی

”پھر جب رات کی تاریکی چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا آپ نے

فرمایا یہ میرا رب ہے، سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا، پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے، سو جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں، پھر جب آفتاب کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے، سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا اے قوم! بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں، میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔“ (سورۃ النعام۔ ۷۷، ۸۰)

جو لوگ اللہ کے لئے جدوجہد کرتے ہیں اللہ ان کے اوپر اپنے راستے کھول دیتے ہیں کے مصداق اللہ تعالیٰ نے مطالعہ فطرت میں حضرت ابراہیمؑ کے اس عمل کو اپنی جانب منسوب کیا ہے۔ ارشاد ہے:

”پھر ہم نے ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں عجائبات دکھائے

تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔“ (سورۃ انعام۔ ۷۶)

حضرت ابراہیمؑ کے اندر تفکر کا پیٹرن متحرک تھا انہوں نے سوچا کہ جو شے اپنی مرضی کے بغیر حرکت نہیں کر سکتی، بل جل نہیں سکتی اس سے یہ امید وابستہ کرنا کہ یہ مجھے فائدہ پہنچائے گی یا کسی قسم کا نقصان پہنچانے کا باعث بنے گی۔ وقت کا ضیاع ہے، حضرت ابراہیمؑ خود ساختہ بتوں کو کسی بھی طرح پرستش کے لائق نہیں سمجھتے تھے وہ تفکر کرتے تھے کہ اتنی بڑی کائنات کا نظام کیسے چل رہا ہے؟ ہر شے ایک قاعدے اور ضابطے کے ساتھ حرکت میں ہے کون ہے جو مقررہ وقت پر دن طلوع کر دیتا ہے؟ کون ہے جو دن کے اجالے کو رات کی تاریکی میں بدل دیتا ہے؟ وہ ہستی کون ہے جو درختوں پر پھل، پھول اگاتی ہے؟ کون ہے جو بارش برساتا ہے؟ زمین کی کوکھ سے کھیتیاں اگاتا ہے؟ قادر و محیط ذات کون ہے جس کے اشاروں پر کائنات کا ہر فرد، کائنات کا ہر جز، اپنے اپنے دائرہ کار میں متحرک ہے؟

یہ کیسا مستحکم نظام ہے کہ کہیں بھی اختلاف واقع نہیں ہوتا اور کوئی نظام دوسرے

نظام سے ٹکراتا نہیں ہے۔

باپ بیٹے میں سوال و جواب

آذر کو جب پتہ چلا کہ بیٹا ستاروں کی پرستش اور خود ساختہ خداؤں کے خلاف جذبات رکھتا ہے تو اس نے حضرت ابراہیم سے پوچھا: ”ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھر گیا ہے۔“ حضرت ابراہیم نے جواب میں استفسار کیا:

”اے میرے باپ! کیوں پوجتا ہے جو چیز نہ سنے، نہ دیکھے نہ کام آوے تیرے کچھ۔“ (سورہ مریم۔ ۴۲)

”بت تراش آذر حضرت ابراہیم کا سوال سن کر سہم گیا اور حیرت اور استعجاب سے انہیں دیکھنے لگا۔ حضرت ابراہیم کے دوبارہ استفسار پر آذر نے یہ کہا کہ یہ میرے آباؤ اجداد کا راستہ ہے۔ حضرت ابراہیم نے کہا: اے میرے باپ! مجھے ایسی بات کا علم ہو گیا ہے جس کے بارے میں آپ کچھ نہیں جانتے، ہدایت و بھلائی کی طرف آئیے اور شیطان کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ دیجئے، یہ صریح گمراہی ہے۔ آذر نے یہ سنا تو غضب ناک ہو کر بولا: ابراہیم میرے معبودوں کا انکار نہ کر یاد رکھ! اگر تو ان باتوں سے باز نہیں آیا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ حضرت ابراہیم نے وحدہ لا شریک کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہا:

”میں آپ کے تراشیدہ پتھروں کو اپنا معبود نہیں مان سکتا، یہ مجھے فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ میں ان سے کسی قسم کا خوف اور خطرہ محسوس کرتا ہوں یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے میں صرف اس ہستی کو معبود مانتا ہوں جس نے مجھے پیدا کیا اور سیدھی راہ دکھائی۔ جو مجھ کو کھلاتا، پلاتا اور رزق دیتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو مجھے شفاء بخشتا ہے اور جو میری زیست اور موت دونوں کا مالک ہے اور اپنی خطا کاری کے سبب جس سے میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ مجھے بخش دے گا اور میں اس کے حضور میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے اللہ! تو مجھ کو فیصلے کی قوت عطا کر اور مجھے نیکو کاروں کی صف میں داخل کر۔ (الشعراء۔ ۷۸، ۸۳)

حضرت ابراہیم کی جرات بے باکانہ سے آذر کو شدید دھچکا لگا اور غصے سے ہڈیاں بکنے

لگا۔ اس نے حضرت ابراہیم سے کہا:

”تیری خیر اسی میں ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے مجھ سے دور ہو جا۔“

حضرت ابراہیم نے کہا:

”میں اپنے اللہ سے آپ کی بخشش کی دعا کرونگا وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے
میں آپ کو اور ان بتوں کو جن کو آپ پوجتے ہیں چھوڑ کر اپنے اللہ کو پکارتا
ہوں جو مجھے محروم نہیں رکھے گا۔“

ایک روز حضرت ابراہیم نے قوم کے دانشمندوں کو جمع کیا اور ان سے چند سوالات
کئے۔ آپ نے ان سے پوچھا:

”تمہارے عقیدے کے مطابق ستارے کو اگر ربوبیت اور معبودیت کی قدرت
حاصل ہے تو ان میں تغیر کیوں ہوتا ہے؟ یہ جس طرح چمکتے نظر آتے ہیں اسی
طرح چمکتے کیوں نہیں رہتے؟ ستاروں کی روشنی کو مہتاب نے کیوں مانع کر دیا
ہے؟ اور مہتاب کے رخ روشن کو آفتاب نے کیوں چھپا دیا؟۔“

”اے قوم! میں ان مشرکانہ عقائد سے عاجز ہوں اور شرک کی زندگی سے
بیزار ہوں بلاشبہ میں نے اپنا رخ صرف اسی ایک اللہ کی طرف کر لیا ہے
جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔“ (سورہ انعام۔ ۸۰)

ستارہ و بت پرست قوم حیران تھی کہ اس روشن دلیل کا کیا جواب دے؟ صدیوں سے
باطل خداؤں پر یقین اس قدر پختہ ہو گیا تھا کہ حقیقت کی روشنی انکے اندر داخل نہیں
ہو سکی وہ جھگڑنے لگے اور حضرت ابراہیم کو فرضی معبودوں کے قہر و غضب اور انتقام
سے ڈرانے لگے۔ حضرت ابراہیم نے ان کی عقل و شعور پر پڑے ہوئے پردوں کو دیکھ
کر فرمایا:

”تمہارے پاس گمراہی کے سوا کوئی روشنی موجود نہیں ہے مجھے تمہارے

معبودوں کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے۔ میرا رب جو چاہے گا وہی ظہور میں
آئے گا یہ لکڑی اور پتھر سے تراشے ہوئے بت خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتے
تو دوسروں کی حفاظت کس طرح کر سکتے ہیں؟۔“

شہر کے باہر ایک مذہبی تہوار میں شہر کی تمام آبادی شریک ہوئی، حضرت ابراہیم بڑے

دیوتا کے ہیکل میں چلے گئے، قوم کا سب سے مقدس دیوتا تمام باطل خداؤں کا سردار مانا جاتا تھا حضرت ابراہیم نے دیکھا کہ وہاں موجود پتھر اور لکڑی سے بنائے گئے دیوتاؤں کے سامنے پھل، کھانوں اور مٹھائیوں کے خوان رکھے ہوئے تھے جو لوگوں نے چڑھاوے کے طور پر ان کو نذر کئے تھے۔ حضرت ابراہیم نے ان مورتیوں کو مخاطب کر کے کہا:

”یہ سب تمہارے لئے رکھا ہے تم ان کو کھاتے کیوں نہیں؟۔“

ہیکل میں بڑا بت

حضرت ابراہیم نے دوبارہ فرمایا:

”میں تم سے مخاطب ہوں۔ تم میری بات کیوں نہیں سنتے؟ میری بات کا

جواب کیوں نہیں دیتے؟۔“

حضرت ابراہیم نے ہتھوڑے سے ان کو توڑ دیا اور بڑے بت کے کندھے پر ہتھوڑا رکھ کر واپس چلے گئے۔ لوگ تہوار سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے لکڑی اور پتھر سے بنائے ہوئے معبود منہ کے بل زمین پر گرے ہوئے ہیں۔ کسی کا سر غائب ہے تو کسی کی ٹانگ نہیں ہے اور کسی کے دونوں ہاتھ ٹوٹے ہوئے ہیں۔ اپنے معبودوں کی یہ درگت دیکھ کر کاہن اور سردار بدحواس ہو گئے اور چیخ و پکار آہ و بکا سے پورا ہیکل لرز گیا کچھ لوگوں نے کہا ہم نے ابراہیم کی زبانی بتوں کو برا بھلا کہتے سنا ہے، ہونہ ہو یہ بے ادبی اسی نے کی ہے۔ بادشاہ وقت نمرود تک جب بات پہنچی تو اس نے کاہنوں اور درباریوں کو جمع کیا اور ان کی موجودگی میں حضرت ابراہیم کو دربار میں طلب کیا۔ دربار لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم رعب اور وقار کے ساتھ دربار میں داخل ہوئے اور شاہی پروٹوکول کو نظر انداز کرتے ہوئے نمرود کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

حضرت ابراہیم کا یہ عمل جہاں صاحب اقتدار لوگوں اور خود نمرود پر بجلی بن کر گرا وہیں اس عمل سے عوام الناس کے دلوں میں حضرت ابراہیم کی جرات اور حوصلے کی دھاک بیٹھ گئی۔ مذہبی پیشواؤں نے پر رعب آواز میں پوچھا:

”اے ابراہیم! ہمارے بتوں کی توہین کس نے کی ہے؟۔“

حضرت ابراہیم نے جواب میں فرمایا۔

”ہتھوڑا بڑے بت کے کندھے پر ہے اس سے پوچھو کہ یہ سب کس نے کیا ہے؟“

پجاری ندامت اور شرمندگی سے سر جھکا کر بولے:

”ابراہیم! تو خوب جانتا ہے کہ پتھر کی مورتیاں بولتی نہیں ہیں۔“

حضرت ابراہیم نے کہا:

”جب یہ بولتے نہیں، حرکت نہیں کر سکتے، اپنا دفاع نہیں کر سکتے، تو تم ان سے نفع پہنچانے کی امید کیوں رکھتے ہو؟ اور نقصان ہونے کا اندیشہ کیوں کرتے ہو؟ تم پر افسوس ہے کہ تم کائنات کے مالک اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے معبودوں کو پوجتے ہو کیا تم عقل و شعور نہیں رکھتے؟“

حضرت ابراہیم کی تقریر بت پرستوں کے عقائد پر ایسی کاری ضرب تھی کہ نمرود نے اپنی خود ساختہ خدائی کوز میں بوس ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ نمرود چالاک آدمی تھا اہل نے حضرت ابراہیم سے پوچھا:

”اے ابراہیم! تو اپنے باپ، دادا کے دین کی مخالفت کیوں کرتا ہے؟

تو ان مقدس بتوں کو معبود ماننے سے کیوں منکر ہے؟“

حضرت ابراہیم نے فرمایا:

”اللہ ساری کائنات کا تہا مالک ہے ہم سب اس کی مخلوق ہیں، پتھروں اور

لکڑیوں سے بنائے ہوئے بت خدا نہیں ہیں یہ تو اپنی سلامتی اور حفاظت

کے لئے بھی دوسروں کے محتاج ہیں پرستش کے لائق وہ ہستی ہے جو کسی

قسم کی احتیاج نہیں رکھتی اور تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔“

یہ سن کر نمرود بولا:

”اگر میرے علاوہ کوئی رب ہے تو اس کا ایسا وصف بیان کر جس کی

قدرت مجھ میں نہ ہو۔“

حضرت ابراہیم نے فرمایا: ”میرا رب موت و حیات پر قادر ہے۔“

نمرود بولا:

”زندگی اور موت تو میرے قبضہ قدرت میں بھی ہے۔“
 اس نے ایک قیدی کو جس کو موت کی سزا کا حکم ہو چکا تھا، جان بخشی کر دی اور دربار
 میں موجود ایک شخص کی گردن مار دینے کا حکم صادر کر دیا۔
 حضرت ابراہیم نے نمرود سے کہا:

”کائنات کا ہر ذرہ میرے رب کا محتاج ہے۔ سورج اس کے حکم سے ہر
 روز مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں ڈوب جاتا ہے۔ تو سورج کو مغرب
 سے نکال کر دکھا۔“

مذہبی پیشواؤں اور بادشاہ کے عقائد کی تکذیب نے ایوان نمرود میں دراڑیں ڈال
 دیں اور باب اقتدار نے شور و غوغا بلند کیا کہ ابراہیم ہمارے دیوتاؤں کی توہین کا
 مرتکب ہوا ہے اور باپ دادا کے مذہب کو جھٹلاتا ہے اس کی سزا یہ ہے کہ اسے آگ
 میں پھینک دیا جائے۔

سزا پر عمل درآمد کے لئے ایک جگہ بہت بڑا الاؤ روشن کیا گیا۔ کئی روز تک آگ کو دکھایا
 گیا یہاں تک کہ آگ کی تپش سے ارد گرد موجود چیزیں خاکستر ہو گئیں، پرندوں نے
 ہوا میں اڑنا چھوڑ دیا، آس پاس کے درخت جھلس کر کوئلہ بن گئے، پھر حضرت ابراہیم
 کو ایک منجیق میں رکھ کر آسمان سے باتیں کرتے شعلوں میں پھینک دیا گیا۔
 ابلسی طرز فکر کے حامل لوگوں نے آگ کو شر اور تخریب میں استعمال کر کے حضرت
 ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا۔ لیکن خالق کائنات نے حکم دیا:

”اے آگ! ٹھنڈی ہو جا؟ اور آرام بن ابراہیم پر۔“ (الانبیاء۔ ۶۹)
 اور آگ حضرت ابراہیم کے لئے گلزار بن گئی۔ اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیم کو
 ہجرت کا حکم ہوا اور وہ شام کی طرف ہجرت کر گئے۔ حضرت ابراہیم کے بھتیجے حضرت
 لوط ہجرت کے وقت آپ کے ہمراہ تھے۔ ملک شام وہ بابرکت زمین ہے جس کا وعدہ
 آپ سے اور آپ کی اولاد سے کیا گیا تھا اس لئے اسے ”وعدہ کی زمین“ بھی کہتے
 ہیں۔

”خداوند نے ابرام سے کہا کہ اپنی آنکھ اٹھا اور جس جگہ تو ہے وہاں سے شمال
 اور جنوب اور مشرق اور مغرب کی طرف نگاہ دوڑا کیونکہ یہ تمام ملک جو تو

دیکھ رہا ہے میں تجھ کو اور تیری نسل کو ہمیشہ کے لئے دو ٹکا اور میں تیری نسل کو خاک کے ذروں کی مانند بناؤں گا ایسا کہ اگر کوئی شخص خاک کے ذروں کو گن سکے تو تیری نسل بھی گن لی جائے۔ اٹھ! اور اس ملک کے طول و عرض میں سیر کر کیونکہ میں اسے تجھے دوں گا اور ابرام نے اپنا ڈیرہ اٹھالیا اور حمرون میں جا کر رہنے لگا اور وہاں خداوند کے لئے ایک قربان گاہ بنا لی۔“

(عبداللہ قدیم و جدید۔ کتاب باب پیدائش۔ باب ۱۳۔ آیت ۱۲، ۱۸)

حام بن نوح کی اولاد میں سے بنی کنعان کے لوگ اس علاقے میں آباد تھے، اس بناء پر یہ علاقہ کنعان کہلاتا تھا۔ آپ نے یہاں دو مقامات پر قربان گاہیں بنوائیں ان میں سے ایک ”سکم“ (موجودہ بابلس) کے مقام پر تھی اور دوسری قربان گاہ ”بیت ایل“ میں تعمیر کی گئی۔ روایت کے مطابق شام کے بادشاہ کی لڑکی سے آپ کی شادی ہو گئی اور جب کنعان کے پورے علاقے میں زبردست قحط پڑا تو حضرت ابراہیم نے قرعہ زرعی ملک مصر کی طرف ہجرت کی۔ مصر میں ہیکسوس فرعون کا دور تھا، پیشہ کے اعتبار سے یہ چرواہے تھے اور سامی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ سامی بادشاہ کو جب ایک سامی نسل خاندان کی آمد کی خبر ملی تو اس نے بہت آؤ بھگت کی اور اپنے قدیم خاندان سے تعلق استوار کرنے کے لئے بی بی سارہ سے نکاح کا پیغام دیا۔ لیکن جب اسے پتہ چلا کہ بی بی سارہ شادی شدہ ہیں تو اسے افسوس ہوا اور اس نے اپنی بیٹی حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم کی خدمت میں پیش کر کے تعلق استوار کر لیا اور بہت سا مال اور مویشی بھی آپ کے ہمراہ کر دیئے۔

حضرت ہاجرہ

ہاجرہ اصل میں عبرانی لفظ ”ہاعاز“ ہے جس کے معنی ”بے گانہ“ ”اجنبی“ اور ”جدا ہونے والے“ کے ہیں۔ کنعان شام میں قحط کے آثار ختم ہوئے تو حضرت ابراہیم اپنی زوجہ سارہ، بھتیجے لوط اور حضرت ہاجرہ کے ساتھ مصر سے شام واپس آ گئے۔

حضرت لوط

شاہ مصر نے تیل، گائے، بکریوں کے ریوڑ اور بہت سے غلام اور کنیریں آپ کو ہدیہ کی

تھیں وسائل کی فراوانی اور مویشیوں کی کثرت تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت لوط کو بہت سارے مویشی اور مال و اسباب دے کر حق اور وحدانیت کے مشن کو پھیلانے کیلئے روانہ کر دیا۔ حضرت لوط نے دریائے اردن کے کنارے ”سدوم“ اور ”عمجورہ“ کی بستیوں کے قریب قیام کیا۔ حضرت ابراہیمؑ ہیت ایل چھوڑ کر حبرون کے علاقے میں چلے گئے۔ حضرت ابراہیمؑ ۸۵ سال کے تھے لیکن ابھی تک لا ولد تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہ رب العزت میں صاحب اولاد ہونے کی دعا کی

”اے میرے رب! بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا۔“ (سورۃ الصفت - ۱۰۰)

اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔

اشموئیلؑ

”پھر ہم نے اسے ایک برادر بیٹے کی بشارت دی۔“ (سورۃ الصفت - ۱۰۱)

حضرت ہاجرہؑ کے بطن سے بیٹا پیدا ہوا، حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کا نام عبرانی زبان میں اشموئیل رکھا جو بعد میں کثرت استعمال سے اسمعیل ہو گیا۔ حضرت اسمعیل سے حضرت ابراہیمؑ کو بہت پیار تھا وہ ذرا سی دیر کے لئے بھی انہیں نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے، گود میں لئے رہتے تھے اور اپنے کندھوں پر بٹھاتے تھے یہ بات حضرت سارہ کی برداشت سے باہر تھی۔ حضرت سارہ اور حضرت ہاجرہؑ کا اختلاف ختم کرنے کیلئے حضرت ابراہیمؑ نے بہت کوشش کی مگر دونوں بیگمات میں وہی ہم آہنگی نہیں ہوئی۔

وادی ام القرئی

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ بی بی ہاجرہؑ اور اکلوتے بیٹے کو لے کر مکے کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ جب آپ وادی ام القرئی میں پہنچے تو ماں بیٹے کو وہاں چھوڑ دیا قرآن حکیم نے اس مقام کو ”وادی غیر ذی زرع“ کہا ہے بنجر اور پتھریلی زمین میں کھجوریں اور پانی کا مشکیزہ رکھ کر کچھ کہے سے بغیر واپس جانے لگے تو بی بی ہاجرہؑ نے بے قراری سے پوچھا:

”اے اللہ کے مقرب بندے! آپ ہمیں کس کے سہارے چھوڑے جا رہے ہیں؟“

آپ نے فرمایا: ”اللہ کے سہارے۔“ بی بی ہاجرہؑ نے پوچھا: ”کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟“

حضرت ابراہیم نے کہا: ”ہاں“ پاک باطن خاتون حضرت ہاجرہ بولیں:
 ”آپ تشریف لے جائیں، بے شک اللہ ہمارا کفیل ہے، وہ ہمیں ضائع نہیں
 کرے گا۔“

مشکیزہ کا پانی اور کھجوریں ختم ہو گئیں تو شیرخوار بچہ بھوک اور پیاس سے رونے لگا، جنگل
 بیابان میں دور دور تک پانی کا نام و نشان نہیں تھا، بی بی ہاجرہ دوڑتی ہوئی قریبی پہاڑی
 پر گئیں کہ شاید پانی مل جائے مگر خشک پتھروں کے علاوہ وہاں کچھ نہ تھا بچے کی تہائی کا
 خیال آیا تو بھاگ کر نیچے واپس آئیں، شیرخوار بچہ بھوک کی شدت سے بلک رہا تھا
 حضرت ہاجرہ بھی کئی وقت سے بھوکی، پیاسی تھیں کمزوری کی وجہ سے چلنا دشوار ہو رہا
 تھا لیکن بے قرار ہو کر دوسری طرف کی پہاڑی پر چڑھ گئیں کہ شاید آس پاس کسی آبادی
 کا نشان ملے یا کوئی قافلہ گذرتا ہوا نظر آجائے دور پاس ہر طرف ریت کے اڑتے
 ہوئے بگولوں کے سوا کچھ نہ تھا وہاں سے پلٹ کر پھر بچے کے پاس آئیں اسٹیل رو
 رہا تھا، حضرت ہاجرہ پھر دل گرفتہ ہو کر پہاڑی کی طرف بھاگتی ہوئی گئیں، حضرت
 ہاجرہ نے بے قراری کے عالم میں دونوں پہاڑیوں کے مابین سات چکر کاٹے لیکن
 پانی نہیں ملا ساتویں مرتبہ حضرت ہاجرہ واپس آئیں تو دیکھا جس جگہ بچہ روتے ہوئے
 ایڑیاں رگڑ رہا تھا وہاں شفاف پانی کا چشمہ ابل رہا ہے۔ ☆

زمزم

حضرت ہاجرہ نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور اپنے بیٹے حضرت اسمعیل کو بھی پانی پلایا پانی
 تیزی سے پھیل رہا تھا، حضرت ہاجرہ نے پتھر اور مٹی سے پانی کے گرد منڈیر بنا دی
 تاکہ پانی ضائع نہ ہو۔ چند دنوں بعد اس طرف سے ایک قافلہ گزارا یگستان میں پانی

☆ یہ روایت بھی ملتی ہے کہ آخری مرتبہ جب پہاڑی پر کھڑے ہو کر آپ تلاشی نظروں سے ادھر
 ادھر دیکھ رہی تھیں تو آواز آئی ”ہاجرہ اپنے مقام کی طرف آؤ“ آپ نے آ کر دیکھا کہ بچے کے
 قریب ایک شخص موجود ہے اس نے اپنا تعارف کرایا ”میرا نام جبرائیل ہے، میں اللہ کا مقرب
 فرشتہ ہوں، اللہ نے آپ کی مدد کے لئے مجھے بھیجا ہے“ حضرت جبرائیل نے زمین پر اپنا پر مارا
 ٹھنڈے اٹھکے اور شفاف پانی کا چشمہ زمین سے ابلنے لگا۔

دیکھ کر بنو جرہم کا قافلہ رک گیا حضرت ہاجرہؓ سے پانی استعمال کرنے اور قیام کرنے کی اجازت لی اور ایشیائے خورد و نوش کی صورت میں معاوضہ ادا کیا۔

قبیلے کے لوگوں نے یہاں مکان بنائے قافلے گذرتے تو آبادی دیکھ کر یہاں پڑاؤ ڈال لیتے رفتہ رفتہ یہ جگہ آباد ہو گئی۔

حضرت ابراہیمؑ اگرچہ فلسطین میں مقیم تھے لیکن بیوی بچے سے ملاقات کے لئے وقتاً فوقتاً آتے تھے۔ حضرت اسمعیلؑ کی عمر جب ۱۳ سال کی ہوئی تو ختنہ کا حکم نازل ہوا

”اور میرا عہد جو میرے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے

درمیان ہے اور جسے تم مانو گے سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک اپنے فرزند

زینہ کا ختنہ کرے۔“ (پیدائش باب۔ ۷۱، آیت ۱۰)

حضرت ابراہیمؑ کی عمر ۹۹ سال تھی آپ کو خواب میں حکم ملا کہ اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیں انہوں نے یہ خواب اپنے لخت جگر کو سنایا، حضرت اسمعیلؑ نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں سر جھکا دیا۔

امت مسلمہ کے لئے یادگار عمل

تاریخ شاہد ہے کہ تسلیم و رضا، تابعداری اور فرمانبرداری کا یہ عملی نمونہ امت مسلمہ کے لئے یادگار بنا دیا گیا ہے، جس وقت قربانی کا حکم ملا اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی اور کوئی اور اولاد نہیں تھی حکم کی تعمیل میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمعیلؑ کا عملی اقدام بارگاہ رب العزت میں قبول ہوا۔

”اور ہم نے اس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم! تو نے سچ کر دکھایا خواب ہم یوں

دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو، بیشک یہ بیوشن جانچ تھی اور اس کا بدلہ دیا

ہم نے ایک جانور ذبح کو بڑا اور باقی رکھا ہم نے اس پر پھیلی خلق میں سلام

ہے ابراہیم پر، ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو وہ ہے ہمارے

ایماندار بندوں میں اور خوشخبری دی ہم نے اس کو اسحق کی جو نبی ہوگا نیک

بختوں میں۔“ (سورہ صافات۔ ۱۰۳، ۱۱۲)

آیت مقدسہ میں تفکر کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ آزمائش میں جب پورے اترے تو اللہ نے انہیں انعام و اکرام سے نوازا قربانی کی سنت نہ

صرف یہ کہ رہتی دنیا میں جاری کر دی گئی بلکہ اکلوتے بیٹے کو اللہ کیلئے قربان کر دینے کا جذبہ اس قدر پختہ آیا کہ دوسرے بیٹے کی ولادت اور منصب نبوت پر ان کی سرفرازی کی خوشخبری بھی اللہ نے دی۔

بیت اللہ کی تعمیر کا حکم

”یہ دیکھو وہ وقت جب ہم نے ابراہیم کے لئے اس گھر (خانہ کعبہ) کی جگہ تجویز کی تھی اس ہدایت کے ساتھ کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کا طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کیلئے پاک رکھو اور لوگوں کو حج کے لئے اذن عام دے دو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اونٹوں پر سوار آئیں۔“

(انج۔ ۲۶، ۲۷)

آپ نے بیت اللہ کی تعمیر شروع کر دی حضرت اسمعیل آپ کے معاون تھے۔ خانہ کعبہ کی دیواریں جب اس حد تک اونچی ہو گئیں کہ مزید تعمیر کے لئے پاڑ کی ضرورت محسوس ہوئی تو ایک پتھر پر کھڑے ہو کر تعمیر کا کام مکمل کیا گیا یہی پتھر ”مقام ابراہیم“ کے نام سے آج بھی کعبہ شریف میں موجود ہے۔

حضرت اسحق کی پیدائش

حضرت اسحق حضرت ابراہیم کے دوسرے فرزند اور حضرت اسمعیل کے چھوٹے بھائی تھے، حضرت اسحق کی پیدائش کی خوشخبری جس وقت حضرت ابراہیم کو سنائی گئی اس وقت آپ کی عمر سو (۱۰۰) سال تھی اور حضرت سارہ کی عمر نوے (۹۰) سال تھی۔ قرآن پاک میں بشارت سے متعلق واقعہ کی تفصیل یہ ہے۔

حضرت لوط کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے فرشتوں کی جماعت سدوم کی آبادی کی طرف جانے سے قبل حضرت ابراہیم کے پاس آئی۔ حضرت ابراہیم نہایت سخی اور مہمان نواز تھے انہوں نے آنے والوں کے لئے دسترخوان پر بھنا ہوا گوشت رکھا لیکن مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا حضرت ابراہیم کو فکر ہوئی کہ یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتوں نے اپنا تعارف کرایا اور بتایا کہ وہ قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کیلئے بھیجے گئے ہیں پھر انہوں نے حضرت ابراہیم اور ان کی بیوی

حضرت سارہ کو حضرت اسحاق کی پیدائش کی بشارت دی۔ فرشتوں کی زبانی بشارت سن کر انہیں حیرت ہوئی کہ آخری عمر میں بانجھ عورت کے اولاد کیسے ہو سکتی ہے؟ حضرت سارہ کی حیرت دیکھ کر فرشتوں نے کہا:

”وہ بولے یوں ہی کہا تیرے رب نے وہ جو ہے وہ ہی ہے حکمت والا خبردار“

(الذریٰۃ - ۳۰)

اسحاق اصل تلفظ کے اعتبار سے ”-بصحق“ ہے یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ”ہنستا ہوا“۔

مکفیہ

حضرت ابراہیمؑ نے تین شادیاں کیں پہلی بیوی حضرت سارہؑ سے حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے حضرت اسحاقؑ بنی اسرائیل کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ انبیائے بنی اسرائیل کا سلسلہ حضرت اسحاقؑ سے قائم ہوا دوسری بیوی حضرت ہاجرہؑ تھیں ان کے بطن سے حضرت اسمعیلؑ پیدا ہوئے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا سلسلہ انبیا حضرت اسمعیلؑ سے ملتا ہے۔

حضرت سارہؑ نے کنعان (حبرون) میں ۱۲۷ برس کی عمر میں وفات پائی، حضرت ابراہیمؑ نے حطی قوم کے ایک فرد عفرون بن صحر سے مکفیہ نامی غار اور اس سے متصل کھیت چاندی کے چار سو مثقال میں خریدا اور اپنی بیوی حضرت سارہؑ کو اس میں دفن کر دیا۔ حضرت سارہؑ کی وفات کے بعد تیسری بیوی حضرت قطورہؑ حضرت ابراہیمؑ کی زوجیت میں داخل ہوئیں، حضرت قطورہؑ کی اولاد سے حضرت شعیبؑ کا سلسلہ قائم ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ کی طبعی عمر ۱۷۵ سال بیان کی جاتی ہے آپؑ مکفیہ غار میں حضرت سارہؑ کے پہلو میں دفن ہیں، حضرت اسمعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ دونوں بیٹے آپؑ کی تجہیز و تکفین میں شریک تھے۔

کائنات اور مظاہر قدرت میں تفکر حضرت ابراہیمؑ کا شعار تھا قرآن میں جہاں سورۃ انعام میں حق کی تلاش میں سورج، چاند اور ستاروں میں حضرت ابراہیمؑ کے تفکر کا تذکرہ موجود ہے وہیں سورۃ بقرہ میں مظاہرات کے پس پردہ کام کرنے والی حقیقت کا پتہ چلانے کیلئے اور شے کی تہہ تک پہنچنے کے لئے تفکر اور مشاہدہ کا ذکر ہے۔ حضرت

ابراہیم نے دعا مانگی:

”اے رب! دکھا مجھ کو کیوں کر زندہ کرے گا تو مردے؟“

فرمایا: ”کیا تو نے یقین نہیں کیا؟“ فرمایا:

”کیوں نہیں لیکن اس واسطے کہ تسکین ہو میرے دل کو۔“

حکم ہوا کہ چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے اور پھر ابھیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے پیروں سے دوڑے اور جان لے کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (البقرہ۔ ۲۶۰)

حضرت ابراہیم نے ہدایت کے مطابق عمل کیا اور حکمت تخلیق آشکار ہو گئی، چاروں پرندے اپنے اپنے پیکر میں حضرت ابراہیم تک پہنچ گئے۔ جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم ان کی اولاد اور ان کی زوجہ سے صادر ہونے والے اعمال کو آنے والی نسلوں کے لئے سنت بنا دیا گیا۔ عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی، حج کے وقت ”رمی“ یعنی شیطان کو ٹکڑا مارنا، زیارت کعبہ اور عمرہ میں صفا و مروہ کے درمیان ”سعی“ شعار اللہ ہے۔

حکمت

حضرت ابراہیم کا واقعہ کائنات میں تفکر کی دعوت دیتا ہے۔ حضرت ابراہیم کے قصے میں یہ بات وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ اللہ کے فرستادہ بندے کس طرز فکر کے حامل ہوتے ہیں اور اس طرز فکر کے تحت ان سے کس قسم کے اعمال صادر ہوتے ہیں اور یہ کہ پیغمبرانہ طرز فکر کے تحت کئے گئے اعمال سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا ان کے شامل حال ہوتی ہے۔ حکم کی بجا آوری ان کا نصب العین ہوتا ہے، ہر حال میں شکر ادا کرنا ان کا طریق ہے، تفکر ان کا شعار بن جاتا ہے، اور قربت الہی کا تصور ان کے اندر حق الیقین کا درجہ اس طرح حاصل کر لیتا ہے کہ وہ ہر لمحہ اللہ کو خود پر محیط دیکھتے ہیں، قرآن میں بیان کردہ حضرت ابراہیم کے قصے میں تفکر کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ تمام تجربات، مشاہدات اور محسوسات کا ماخذ ذہن ہے۔ جتنی ایجادات انسان سے صادر ہوتی ہیں وہ بھی ذہنی کاوش سے باہر نہیں ہیں، غور و فکر کرنے سے انسان کے ذہن میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور کسی کلیہ یا کسی نئے علم کا انکشاف ہوتا ہے۔

انسان کے اندر انسان

نفس و دماغ سے متعلق روز افزوں انکشاف سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ انسان کا وجود و حصوں میں تقسیم ہے ایک حصہ اس کی خارجی دنیا ہے اور دوسرا حصہ اس کے داخل میں واقع ہونے والی تحریکات ہیں۔ انسانی نفس کے یہ دونوں حصے ایک دوسرے سے گہرا رشتہ رکھتے ہیں، یہ بات بہر حال مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان صرف جسمانی حرکات اور خارجی کیفیات کا نام نہیں ہے انسان کے اندر مادی تحریکات سے آزاد ایک اور انسان ہے اور اس حقیقی انسان سے ہی تمام خیالات و افکار بندھے ہوئے ہیں۔ اہل روحانیت نے اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ اگر آدمی اپنے قلب اپنے من کے اندر سفر کرے تو اس کے اوپر اصل انسان یعنی روح کی قوتوں کا انکشاف ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم اور آسمانی صحائف نے انسان کی غیر معمولی صفات کا تذکرہ کیا ہے کتب سماوی کے مطابق انسان بظاہر گوشت پوست سے مرکب ہے لیکن اس کے اندر ایسی انرجی یا ایسا جوہر کام کر رہا ہے جو خالق کی صفات کا عکس ہے انسانی صلاحیتوں کا اصل رخ اس وقت حرکت میں آتا ہے جب روحانی حواس متحرک ہو جاتے ہیں یہ حواس ادراک و مشاہدات کے دروازے کھولتے ہیں جو عام طور سے بند رہتے ہیں انہی حواس سے انسان آسمانوں اور کہکشانوں کی نظاموں میں داخل ہوتا ہے، یہی مخلوقات اور فرشتوں سے اس کی ملاقات ہوتی ہے اور مظاہر کے پس پردہ حقائق اس پر منکشف ہوتے ہیں یہ سب اس وقت ہوتا ہے جب حضرت ابراہیمؑ، انبیائے کرام اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ اور ان کے وارث اولیاء اللہ کی طرز فکر کے مطابق انسان زندگی گزارتا ہے۔

قانون یہ ہے کہ جب ہم کسی چیز کی طرف دیکھتے ہیں تو اس چیز سے خارج ہونے والی روشنیاں آنکھوں کے ذریعے دماغ کے معلوماتی ذخیرہ تک پہنچتی ہیں، ہم جس عمل کو دیکھنا کہتے ہیں دراصل ہمارا داخلی علم ہے۔ داخلی علم میں کسی جسمانی حرکت کو دخل نہیں، مشاہدات یعنی داخلی علم میں مادی اعضاء معطل رہتے ہیں، ہم جو کچھ دیکھتے

ہیں "انا" کے دیکھنے کو دیکھتے ہیں۔ انا ہی کا جسم روح مثالی ہے۔ یہی جسم خواب میں چلتا پھرتا اور سارے کام کرتا ہے خواب میں جو جسم کام کرتا ہے اس کا عمل مثبت طرز عمل کا عکس ہے، اعمال کی دو قسمیں ہیں ایک قسم ان اعمال کی جو بغیر خاک کی جسم کے انجام پاتے ہیں جیسے خواب کے اعمال۔ دوسرے قسم کے اعمال وہ ہیں جو ہم بیداری میں خاک کی جسم کے ساتھ انجام دیتے ہیں، ان اعمال کی ابتدا بھی ذہنی تحریکات سے ہوتی ہے یعنی ذہن کی رہنمائی کے بغیر خاک کی جسم ہلکی سے ہلکی جنبش نہیں کر سکتا گویا داخلی تحریکات ہی زندگی کے اصل اعمال ہیں۔

کیفیات کا ریکارڈ

"انا" ہماری تمام اندرونی کیفیات کا ریکارڈ ہے۔ انبیائے کرام کی تعلیمات میں جس انا کی وضاحت کی گئی ہے اس کا تذکرہ قرآن پاک میں کئی جگہ موجود ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے ذہن میں یہ بحس پیدا ہوا کہ میرا رب کون ہے؟ کہاں ہے؟ اور اس بحس میں ان کا ذہن ستارہ، چاند اور سورج کی طرف منتقل ہوا۔

"اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھائیں تاکہ وہ عارف ہو جائیں اور کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا، فرمایا یہ میرا رب ہے، سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپؑ نے فرمایا میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا، پھر جب چاند کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے، سو جب وہ غروب ہو گیا تو فرمایا اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا ہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں، پھر جب آفتاب کو چمکتا ہوا دیکھا تو فرمایا یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے، سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپؑ نے فرمایا اے قوم! بے شک میں تمہارے شرک سے بیزار ہوں، میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں اور ان سے ان کی قوم نے حجت کرنا شرع کی، آپؑ نے فرمایا تم اللہ کے معاملے میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھ کو

طریقہ بتلادیا اور ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کا شریک بناتے ہو، نہیں ڈرتا ہاں اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے۔ میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم کے گھیرے میں لئے ہوئے ہے، کیا تم پھر خیال نہیں کرتے اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی سو ان دو جماعتوں میں سے امن کے زیادہ مستحق کون ہیں؟ اگر تم خبر رکھتے ہو جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ ہدایت پر چل رہے ہیں یہ ہماری حجت تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے میں دی تھی، ہم جس کو چاہتے ہیں رتبہ میں بڑھا دیتے ہیں، بیشک آپ کا رب بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے۔“

(سورۃ انعام۔ ۷۶۔ ۸۴)

تجدید زندگی

دنیا کا ہر انسان جانتا ہے کہ زندگی کی تجدید ہر لمحہ ہوتی رہتی ہے اس تجدید کے ظاہری وسائل ہوا، پانی اور غذا ہیں لیکن انسانی جسم پر ایک مرحلہ ایسا بھی آتا ہے جب ہوا پانی اور غذا زندگی کی تجدید نہیں کر سکتے، مادی دنیا میں ایسی حالت کو موت کہتے ہیں جب موت وارد ہو جاتی ہے تو کسی طرح کی ہوا، کسی طرح کا پانی اور کسی طرح کی غذا آدمی کی زندگی کو بحال نہیں کر سکتی اگر ہوا، پانی اور غذا ہی انسانی زندگی کا سبب ہوتے تو کسی مردہ جسم کو ان چیزوں کے ذریعے زندہ کرنا ناممکن نہ ہوتا اب یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ انسانی زندگی کا سبب ہوا، پانی اور غذا نہیں بلکہ کچھ اور ہے اس سبب کی وضاحت قرآن پاک کے ان الفاظ سے ہوتی ہے۔

”پاک ہے وہ ذات جس نے سب چیزوں کو دو قسموں پر پیدا کیا۔“

(سورۃ یسین۔ ۳۶)

نیند آدمی زندگی ہے

اس آیت کی روشنی میں زندگی کے اسباب ایک طرف شعوری اسباب ہیں اور دوسری طرف لاشعوری اسباب ہیں، ایک سبب غیر رب کی نئی ہے جو زندگی کو بحال رکھنے کے لئے جزو اعظم ہے، انسان شخص اکبر کے ارادے کے تحت اس امر کی تعمیل کرنے پر مجبور ہے۔ جب ہم آدمی کی پوری زندگی کا تجزیہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انسانی زندگی کا نصف لاشعور ہے اور نصف شعور کے زیر اثر ہے۔ پیدائش کے بعد انسانی عمر کا ایک حصہ قطعی غیر شعوری حالت میں گزرتا ہے پھر ہم تمام زندگی میں نیند کا وقفہ شمار کریں تو وہ عمر کی ایک تہائی سے زیادہ ہوتا ہے اگر غیر شعوری عمر اور نیند کے وقفے ایک جگہ کئے جائیں تو پوری عمر کا نصف ہو گئے اور یہ وہ نصف ہے جس کو انسان لاشعور کے زیر اثر بسر کرتا ہے ایسا کوئی انسان پیدا نہیں ہوا جس نے قدرت کے قانون کو توڑ دیا ہو۔

چنانچہ ہم زندگی کے دو حصوں کو لاشعوری اور شعوری زندگی کے نام سے جانتے ہیں یہی زندگی کی دو قسمیں ہیں، لاشعوری زندگی کا حصہ لازماً غیر رب کی نئی کرتا ہے اور اس نئی کا حاصل اسے غیر ارادی طور پر جسمانی بیداری کی شکل میں ملتا ہے، اب اگر کوئی شخص لاشعور کے زیر اثر زندگی کے وقفوں میں اضافہ کر دے تو اسے روحانی بیداری میسر آسکتی ہے اس اصول کو قرآن پاک نے سورۃ منزل میں بیان فرمایا ہے:

”اے کپڑوں میں لپٹنے والے! رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات (کہ اس میں قیام نہ کرو بلکہ آرام کرو) یا اس نصف سے کسی قدر کم کر دو یا نصف سے کسی قدر بڑھا دو اور قرآن خوب صاف صاف پڑھو (کہ ایک ایک حرف الگ الگ ہو) ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں بے شک رات کے اٹھنے میں دل اور زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور بات خوب ٹھیک نکلتی ہے بے شک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے (دنیاوی بھی اور دینی بھی) اور اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کر کے اس کی طرف متوجہ رہو وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں۔“

(سورۃ منزل - ۹۱)

متذکرہ بالا آیات کی رو سے جس طرح جسمانی توانائی کے لئے انسان غیر شعوری طور پر غیر رب کی نفی کرنے کا پابند ہے اسی طرح روحانی بیداری کے لئے شعوری طور پر غیر رب کی نفی کرنا ضروری ہے، سورۃ منزل شریف کی مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہی قانون بیان فرمایا ہے، جس طرح غیر شعوری طور پر غیر رب کی نفی کرنے سے جسمانی زندگی کی تعمیر ہوتی ہے اسی طرح شعوری طور پر غیر رب کی نفی کرنے سے روحانی زندگی حاصل ہوتی ہے۔“ (لوح و قلم)

علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین

یقین اسے کہتے ہیں جو کسی بھی طرح متزلزل نہ ہو۔ یقین دین کی اساس ہے مشاہدات اور مراتب کے لحاظ سے اس کے تین درجے ہیں۔

علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین۔

اگر کسی شے کے علم کے بارے میں دلیل و برہان کے ذریعے اس حد تک یقین ہو جائے کہ تردد نہ رہے تو اسے علم الیقین کہتے ہیں۔

اگر یہ علم دلیل و برہان سے گزر کر مشاہدہ بن جائے تو اسے عین الیقین کہتے ہیں۔

اگر علم کی حقیقت سامنے آجائے اور بلا کم و کاست حقیقت شے یا شے کی تہہ کا علم ہو جائے تو اسے حق الیقین کہتے ہیں۔

مثلاً! میں نے کہا انگور، اور انگور کی تعریف بھی بیان کر دی تو آپ نے یقین کر لیا تو یہ علم، علم الیقین ہے۔

آپ نے پہاڑ پر یا باغ میں جا کر انگور کی بیل پر انگور کے خوشے دیکھ لئے اس کا الگ ذائقہ بھی چکھ لیا، خوشبو سونگھ لی یہ عین الیقین ہے۔ آپ نے یہ علم حاصل کر لیا کہ انگور کی بیل میں انگور کیوں لگتے ہیں؟ زمین میں سے انگور میں مخصوص مٹھاس، کھٹاس، ذائقہ میں قدرت کے کون سے فارمولے کام کر رہے ہیں تو یہ علم حق الیقین ہے۔

دوسری مثال:

میں نے کہا، آپ نے سنا ”آدمی“۔ میری بات کا آپ نے یقین کر لیا یہ علم الیقین ہے۔ آدمی کی خصوصیات کا علم ہو گیا اور آدمی کی تعریف مع اس کی صلاحیتوں کے آپ

کے سامنے بیان کر دی گئی اور آپ کے شعور نے اسے قبول کر لیا تو یہ علم عین الیقین ہے۔ اگر آدمی کے تخلیقی راز و نیاز، حیات و ممات کی قدریں اور اللہ کے وہ رموز جو اللہ نے انسان کی روح میں مخفی کر دیئے ہیں اور جن سے آدم کو واقف کر دیا گیا ہے اس کا علم حاصل ہو جائے تو اسے حق الیقین کہتے ہیں۔

آئینہ کی مثال

ایک شخص آئینہ دیکھتا ہے۔ آئینہ میں اس کا عکس نظر آتا ہے مگر وہ صرف اتنا جانتا ہے کہ میرے سامنے مجھ جیسا ایک انسان ہے تو یہ حالت علم الیقین ہے۔ اگر دیکھنے والے کو یہ یقین ہے کہ اپنا ہی عکس دیکھ رہا ہوں لیکن وہ اپنی آئینہ کی حقیقت سے ناواقف ہے تو یہ حالت عین الیقین ہے۔ اگر دیکھنے والا اپنی، آئینہ کی اور عکس کی حقیقت جانتا ہے تو یہ حالت حق الیقین ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کو حقائق کی اشیاء کی جستجو اور تحقیق کا طبعی ذوق تھا اور وہ ہر چیز کی حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتے تھے، تحقیق اور ریسرچ ان کی زندگی کا خاص مقصد تھا، وہ تحقیق کے ذریعے اللہ وحدہ لا شریک لہ کی قدرت کاملہ کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے۔ اسی ذوق، ریسرچ اور تحقیق کے جذبے سے حضرت ابراہیمؑ نے موت کے بعد زندگی یعنی مرجانے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے متعلق اللہ کے حضور سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اے ابراہیمؑ! کیا تم اس مسئلے پر یقین نہیں رکھتے؟“

حضرت ابراہیمؑ نے فوراً عرض کیا:

”میں بلا توقف اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ قادر مطلق ہیں، آپ سب کچھ کر سکتے ہیں، میرا سوال اس لئے ہے کہ میں علم الیقین کے ساتھ، عین الیقین اور حق الیقین کا خواستگار ہوں۔ میری تمنا ہے کہ ”اے میرے رب! تو مجھے آنکھوں سے مشاہدہ کرا دے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”چند پرندے لے لو اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سامنے والے پہاڑ پر ڈال دو اور پھر فاصلے پر کھڑے ہو کر انہیں پکارو۔“

حضرت ابراہیم نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت ابراہیم نے ان کو آواز دی تو ان سب کے اجزاء علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنی اپنی شکل میں آگئے۔

چار پرندے

حضرت ابراہیم نے کہا:

”اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا؟“

کہا: ”کیا تو ایمان نہیں رکھتا؟“۔ کہا: ”کیوں نہیں لیکن دلی اطمینان چاہتا ہوں۔“

پس چار پرندے لے پھر ان کو اپنے ساتھ مانوس کر پھر رکھ دے ہر پہاڑوں پر ان کے جز ڈال کر۔ پھر ان کو بلا، وہ آئیں گے تیرے پاس دوڑتے ہوئے اور تو جان لے بے شک اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔“ (سورہ بقرہ۔ ۲۶۰)

اللہ تعالیٰ سے حضرت ابراہیم کا یہ عرض کرنا کہ ایمان تو ہے لیکن دلی اطمینان کے لئے یہ سوال کرتا ہوں، کا مفہوم یہ ہے کہ دل کے اطمینان کیلئے یقین (مشاہدہ) ضروری ہے۔

”اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے، کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔“

(سورۃ الحجرات۔ ۱۳)

قلب کی نگاہ

کلام الہی کے مطابق یقین اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ مشاہدہ نہ ہو۔ دل شعور کا مرکز ہے، قلبی حواس دونوں رخنوں میں کام کرتے ہیں، قلب کی نگاہ غیب میں بھی دیکھتی ہے اور ایک قدم نیچے اتر کر مادی دنیا میں بھی دیکھتی ہے۔ جب بندہ کسی شے کو غیب اور حضور دونوں میں دیکھ لیتا ہے تو اسے یقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ پیغمبر کو اللہ کی جانب سے خصوصی علوم منتقل ہوتے ہیں ان علوم میں مردوں کو زندہ کرنے کے علوم بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا خالق ہے جو اول بار بھی پیدا کرتا ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ علم یقین کا تعلق روحانی شعور سے ہے، جب بندہ اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو

روحانی شعور کو پردہ کام کرتا ہے اور روحانی شعور کے ساتھ ساتھ انفرادی شعور (عقل) ہر شے کو علمی سطح کے ساتھ ساتھ عملی سطح پر بھی دیکھنا چاہتی ہے۔ انفرادی عقل و شعور اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتا جب تک کسی شے کو خود خال کے ساتھ ظاہری سطح میں نہ دیکھ لے۔

ردے کو زندہ کرنے کے عملی تجربے میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم کو حکم دیتے ہیں کہ پہلے چار پرندے پکڑ کر پال لو اور اپنے سے اچھی طرح مانوس کر لو تا کہ وہ تمہیں اچھی طرح پہچان لیں اور جب تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری آواز پہچان کر تمہاری جانب اڑ کر آجائیں، پہچان کا سب سے بڑا ذریعہ اس فرد کا نام ہے۔ ہر فرد یا شے کا نام اس کی مخصوص شخصیت و کردار کا احاطہ کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب سینکڑوں اور ہزاروں میں اس کا نام پکارا جاتا ہے تو وہ خود کو پہچان لیتا ہے۔ دوسری بات اللہ تعالیٰ نے یہ فرمائی کہ جب پرندے تم سے اچھی طرح مانوس ہو جائیں تمہارے اور پرندوں کے درمیان انس و محبت کا رشتہ قائم ہو جائے تب انہیں ذبح کر دو اور ذبح کر کے ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو اور الگ الگ پہاڑوں پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دو، پھر انہیں ان کے نام سے پکارو جیسے تم ان کو زندگی میں پیار سے بلا تے تھے، مرنے کے بعد بھی جب تم انہیں اسی طرح پکارو گے تو وہ تمہاری طرف دوڑے ہوئے چلے آئیں گے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ مرنے کے بعد پرندوں کے حواس بھی ختم ہو گئے تھے، یہاں تک کہ ان کے جسموں کے ٹکڑے کر دئے گئے تھے اور جسم کے وہ آلات جن کے ذریعے وہ دیکھتے، سنتے اور سمجھتے تھے تو ڈر دئے گئے تھے، پھر مادی وجود کے ٹوٹنے پھوٹنے کے بعد پرندوں کا وہ کون سا جسم ہے جو مادی حواس کی طرح حواس رکھتا ہے۔ جب انہیں ان کے نام سے پکارا گیا تو وہ فوراً آواز پر چلے آئے۔

حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر پرندوں کو پال کر اپنے سے مانوس کر لیا یہ انسیت حضرت ابراہیم اور پرندوں کے درمیان باہمی ربط بن گئی۔ یہ انسیت روح میں واقع ہوئی پرندوں کی روح حضرت ابراہیم کی آواز کی مخصوص لہروں سے واقف تھی جب حضرت ابراہیم نے پرندوں کو آواز دی تو پرندوں کی روح آپ کی طرف متوجہ ہو گئی اور پرندے پیروں سے چلتے ہوئے حضرت ابراہیم کے پاس حاضر ہو گئے۔

اعلیٰ اور اسفل حواس

قرآن پاک میں ہے:

اعلیٰ اور اسفل حواس یعنی زندگی کے تمام اعمال ریکارڈ ہیں اس کا مفہوم یہ ہے کہ ازل تا ابد پورا کائناتی نظام اللہ کی بنائی ہوئی فلم ہے، ازل میں موجود یہ ریکارڈ (FILM) ہے جو عالم ارواح، عالم بزرخ اور عالم ناسوت میں مظاہر بن رہا ہے، ہر عالم ایک اسکرین کی طرح ہے اسکرین پر فلم کا مظاہرہ ہوتا ہے تو دنیا کی ہما ہی اور کہا جیسی ہمیں نظر آتی ہے۔ حضرت ابراہیم نے پرندوں کے ساتھ شکست و ریخت کا جو عمل کیا اس سے پرندوں کا جسمانی نظام بکھر گیا لیکن پرندوں کی زندگی کا اول و آخر ریکارڈ موجود رہا، جب حضرت ابراہیم نے اللہ کے حکم سے پرندوں کے الگ الگ اعضاء کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا تو ریکارڈ شدہ نظام بحال ہو گیا اور پرندے زندہ ہو گئے۔ مرنے کے بعد جی اٹھنے کا کوئی قانون بھی یہی ہے کہ اللہ کے حکم سے درہم برہم سسٹم ”ریکارڈ“ کے مطابق بحال ہو جائے گا یہ جو کچھ ہم نے عالم ناسوت میں کیا ہے وہ سب ریکارڈ ہے جب اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ ریکارڈ (فلم) دوبارہ ڈسپلے ہو جائے گا تو ہاتھ، پیر، آنکھ خود گواہی دیں گے کہ ہم نے اچھے یا برے اعمال کئے ہیں۔



حضرت اسماعیل علیہ السلام

”اے رب! مجھے نیک صالح لڑکا عطا کر۔“ خالق کائنات اللہ نے دعا قبول فرمائی اور آپ کو بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری دی گئی اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر چھیا سی برس تھی۔

”اور ابرام سے ہاجرہ کے ایک بیٹا ہوا اور ابرام نے اپنے اس بیٹے کا نام اسماعیل رکھا۔ اور جب ابرام سے ہاجرہ کے اسماعیل پیدا ہوا تب ابرام چھیا سی برس کا تھا۔“ (توریت: باب پیدائش)

حضرت ہاجرہ کے لطن سے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بیوی سارہ منموم رہنے لگیں۔ حضرت سارہ نے اصرار کیا کہ ماں بیٹے کو الگ کر دیں۔ اللہ اعلم الحاکمین نے فرمایا ہاجرہ اور اسماعیلؑ کو عرب کے ریگستان میں چھوڑ دے۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو اس جگہ لے آئے جہاں کعبہ ہے۔ اس زمانے میں یہ جگہ بالکل غیر آباد تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کی نگاہوں سے جب دونوں ماں بیٹا اوچھل ہو گئے تو آپ نے ہاتھ بلند کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا!

”اے ہمارے رب! میں نے بسائی ہے ایک اولاد اپنی میدان میں جہاں کھیتی نہیں، تیرے ادب والے گھر کے پاس۔ اے رب ہمارے تاکہ قائم رکھے صلوٰۃ تو رکھ بعض لوگوں کے دل جھکتے ان کی طرف اور روزی دے ان کو پھلوں سے تاکہ یہ شکر کریں۔“ (سورۃ ابراہیم: ۳۷)

صفا مروہ:

چند روز میں مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا اور کھجوریں ختم ہو گئیں۔ پہلے دودھ اترنا کم ہوا اور پھر ختم ہو گیا۔ بچے نے رو رو کر آسمان پر اٹھالیا۔ بی بی ہاجرہ نے پانی کی تلاش شروع کر دی۔ قریب کی پہاڑی ”صفا“ پر گئیں مگر وہاں کچھ نہ تھا۔ واپس وادی میں آ کر بھوک سے بلکتے بچے پر ایک نظر ڈالی اور دوسری جانب کی

”مرود“ پر چڑھ گئیں۔ بچے کے پاس پھر پلٹ کر آئیں اسے روتا دیکھ کر بے چینی اور زیادہ بڑھ گئی۔ اور دوبارہ صفا کی طرف بھاگتی ہوئی گئیں۔ اس طرح آپ نے سات چکر لگائے۔ مامتا کا جذبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوا اور حضرت ہاجرہ کا یہ عمل قیامت تک جاری کر دیا گیا کہ اللہ کی زیارت کے لئے آنے والا ہر فرد حضرت ہاجرہ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے صفا اور مرود کے درمیان ”سعی“ کرے۔

”صفا اور مرود جو ہیں نشان ہیں اللہ کے پھر جو کوئی حج کرے اس گھر کا یا زیارت تو گناہ نہیں اس کو کہ طواف کرے ان دونوں میں اور جو کوئی شوق سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدر دان ہے سب جانتا“۔ (سورۃ بقرہ: ۱۵۸)

ساتویں چکر میں بی بی ہاجرہ بچے کے پاس جب واپس آئیں تو دیکھا کہ جس جگہ حضرت اسماعیل روتے ہوئے ایڑیاں رگڑ رہے تھے وہاں ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہے۔ اللہ کا فرستادہ فرشتہ حاضر ہوا اور حضرت ہاجرہ سے کہا، ”خوف اور غم نہ کر اللہ تعالیٰ تجھے اور بچے کو ضائع نہیں کرے گا یہ مقام ”بیت اللہ“ ہے۔ یہ بچہ اور اس کا باپ بیت اللہ کی تعمیر کریں گے۔

بچپن کا ابتدائی دور حضرت اسماعیل نے قبیلہ بنی جرہم کے افراد کے ساتھ گزارا۔ بہت سے احکامات ایسے ہیں جن کا تعلق حضرت اسماعیل کی ذات سے براہ راست وابستہ ہے یا ان پر عمل درآمد کا حکم حضرت اسماعیل کے دور میں نازل ہوا اور ان اعمال کی اقتداء آج بھی جاری ہے۔ انہی احکامات میں سے ایک حکم ”ختنہ“ کا ہے۔

حضرت ابراہیم کا خواب:

الہامی کتابوں میں حضرت اسماعیل کی ذات مبارک سے جاری ہونے والی ایک اہم سنت کا تذکرہ بھی ہے۔ حضرت اسماعیل کے والد بزرگوار حضرت ابراہیم نے مسلسل تین راتوں تک ایک ہی خواب دیکھا کہ وہ اپنے لخت جگر کو اللہ کی راہ میں قربان کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ خواب اپنے بیٹے کو سنایا تو فرمانبردار بیٹے نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے برگزیدہ بندے اور پیغمبر ہیں آپ اللہ کے حکم کی تعمیل بجا لائیں۔ انشاء اللہ آپ مجھے صابر اور شاکر بندوں میں سے پائیں گے۔

اللہ کے حکم کی تکمیل کے لئے دونوں برگزیدہ بندے گھر سے روانہ ہوئے تو ابلیس ان کے ارادے کو متزلزل کرنے کے لئے حضرت ہاجرہ کے پاس آیا اور اس نے بتایا کہ حضرت ابراہیم اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل کو ذبح کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ حضرت ہاجرہ نے فرمایا کہ اسماعیل ہماری اکلوتی اولاد ہے اور بہت دعاؤں کے بعد اللہ نے یہ نعمت ہمیں عطا کی ہے۔ اسماعیل کا باپ ایسا نہیں کر سکتا کہ بلا وجہ اسے جان سے مار دے۔

ابلیس نے کہا! ”تمہارے رب کا یہی حکم ہے کہ اپنے بیٹے کو قربان کر دو۔“ یہ سن کر بی بی ہاجرہ نے کہا کہ ”اگر یہ میرے اللہ کا حکم ہے تو میں اس کی رضا پر راضی ہوں۔“

ابلیس ناکام ہو کر حضرت ابراہیم کے پاس آیا باپ کی شفقت اور محبت کو ہمیز لگانے کے لئے بولا آپ عمر رسیدہ ہیں اور اسماعیل آپ کی اکلوتی اولاد ہے اگر آپ نے اپنے بیٹے کو مار ڈالا تو آپ کی نسل نہیں بڑھے گی۔ حضرت ابراہیم نے جواب میں فرمایا! ”اسماعیل سے میرا تعلق اللہ کے لئے ہے یہ تعلق اس بنیاد پر ہے کہ اللہ نے اس کی پیدائش کے لئے مجھے وسیلہ بنایا ہے۔ بیٹا میرے پاس اللہ کی امانت ہے۔ اللہ ہم سب کا مالک اور مختار کل ہے وہ جب چاہے اور جیسا چاہے حکم دے۔ ہم سب اس کے مطیع اور فرمانبردار ہیں۔“

ابلیس نامراد ہو کر واپس چلا گیا لیکن اس نے ناکامی کو کامیابی میں تبدیل کرنے کے لئے حضرت اسماعیل کو بہکایا۔

حضرت اسماعیل نے کہا! ”میرے اللہ کا جو حکم ہے میں اس پر راضی ہوں۔ میرے والد اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ملائکہ مقربین کے سردار جبرائیل ان کے پاس وحی لے کر آتے ہیں۔ ان کا ہر عمل اللہ کے حکم کے تابع ہے۔ مجھے یقین ہے کہ انبیاء کے خواب سچے ہوتے ہیں۔“

قربان گاہ کی طرف جاتے ہوئے ابلیس نے تین بار ان کے ارادے میں دخل انداز ہونے کی کوشش کی اور ہر بار حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے ان پر سنگ باری کی۔

یہی وہ سنت ہے جس کو حجاج کرام ہر سال حج کے موقع پر دہراتے ہیں اور یہ سنت ”ری جمار“ کہلاتی ہے۔ باپ بیٹے دونوں جب منیٰ کے مقام پر پہنچے تو حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل کو پیشانی کے بل زمین پر لٹا دیا اور گردن پر چھری پھیر دی۔

”پس جب ان دونوں نے رضا و تسلیم کو اختیار کر لیا اور پیشانی کے بل اس کو پچھاڑ دیا ہم نے اس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم! تو نے سچ کر دکھایا خواب ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو بے شک یہی ہے صریح جانچنا اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک بڑا جانور ذبح کرنے کو“۔ (سورۃ الصفت: ۱۰۳-۱۰۷)

حضرت ابراہیم کی تابعداری اور حضرت اسماعیل کی فرمانبرداری بارگاہ ایزدی میں مقبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کو ذبح ہونے سے بچا لیا اور ایک مینڈھا قربان کر کے خواب پورا کر دیا۔ یہی وہ عظیم قربانی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ایثار کا عملی نمونہ بنا دیا ہے۔

خانہ کعبہ کی تعمیر:

توحید کو عام کرنے کے لئے حکم ہوا کہ اللہ کا گھر تعمیر کرو۔ کعبہ کی تعمیر کے وقت باپ بیٹے نے اللہ کریم کی بارگاہ میں خوب دعائیں کیں۔ سیدنا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”میں اپنے باپ حضرت ابراہیم کی دعا ہوں“۔

”اے رب ہمارے اور اٹھان میں ایک رسول انہی میں سے پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھادے ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور ان کو سنوارے اور تو ہی ہے اصل زبردست حکمت والا“۔ (سورۃ البقرہ: ۱۲۹)

خانہ کعبہ کی پہلی تعمیر دو برگزیدہ پیغمبروں نے کی۔ باپ راج کی حیثیت سے اور بیٹا مزدور کی حیثیت سے تعمیر میں مصروف رہے اور جب اس کی دیواریں اتنی اوپر اٹھ گئیں کہ مزید تعمیر کے لئے پاڑھ کی ضرورت محسوس ہوئی تو ایک پتھر کو پاڑھ بنایا گیا۔ حضرت ابراہیم اس پر چڑھ کر دیوار کی چٹائی کرتے تھے۔ یہ یادگار پتھر ”مقام ابراہیم“ کے نام سے موسوم ہے۔ اسی پتھر پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے حج کا اعلان کیا تھا۔

”اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آویں تیری طرف پاؤں چلتے اور سوار ہو کر دبلے دبلے اونٹوں پر چلتے آتے راہوں دور سے“۔ (سورۃ الحج: ۲۷)

حضرت اسماعیل کو مرتبہ پیغمبری عطا ہوا تو عرب و حجاز، یمن اور حضر موت میں آباد لوگوں کو دعوت دی اور اپنے والد حضرت ابراہیم کی تعلیمات کا پرچار کیا۔ حضرت اسماعیل کی مادری زبان قبلی اور پدری زبان عبرانی تھی۔ اس کے علاوہ آپ عربی زبان پر بھی مکمل عبور رکھتے تھے۔ مختلف زبانوں میں آپ کی مہارت تبلیغ و اشاعت میں بہت مدد و معاون ثابت ہوئی۔

حضرت اسماعیل کی شادیاں:

قبیلہ بنو جرہم میں حضرت اسماعیل کی دو شادیاں ہوئیں۔

پہلی شادی عمارہ بنت سعید سے ہوئی۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کے گھر تشریف لائے۔ حضرت اسماعیل گھر پر موجود نہیں تھے۔ خیریت معلوم کی تو آپ کی اہلیہ نے مصائب و آلام اور تنگ دستی کا اظہار کیا۔ حضرت ابراہیم نے جاتے ہوئے فرمایا! ”اسماعیل سے میرا سلام کہہ دینا اور کہنا کہ دروازے کی چوکھٹ تبدیل کر دے“۔ حضرت اسماعیل گھر آئے تو بیوی نے پیغام پہنچا دیا۔ حضرت اسماعیل سمجھ گئے کہ آنے والے مہمان ان کے والد حضرت ابراہیم تھے اور وہ ہدایت دے گئے ہیں کہ بیوی کو چھوڑ کر دوسری شادی کر لی جائے۔

حضرت اسماعیل کی دوسری شادی سیدہ بنت مضاہ جرہمی سے ہوئی۔ حضرت ابراہیم حضرت اسماعیل کی غیر موجودگی میں دوبارہ تشریف لائے تو آپ کی زوجہ نے خوب خاطر مدارات کی۔ حضرت ابراہیم نے حال احوال پوچھا تو سیدہ بنت مضاہ نے فراخی، رزق اور خوشحالی کا تذکرہ کیا اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کیا۔ حضرت ابراہیم جاتے ہوئے پیغام دے گئے، ”اسماعیل سے کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو محفوظ رکھے“۔

حضرت اسماعیل کے گھر واپس آنے پر ان کی اہلیہ نے تمام روواہ بیان کی تو حضرت اسماعیل نے فرمایا کہ وہ میرے باپ حضرت ابراہیم تھے اور مجھے ہدایت کر گئے ہیں کہ میں تمہیں اپنے سے جدا نہ کروں۔ حضرت اسماعیل کے بارہ بیٹے تھے

جو اپنے اپنے قبیلے کے سردار کہلائے اور یہ قبیلے اپنے سرداروں کے ناموں سے مشہور ہوئے۔

”اور اسماعیل کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔ یہ نام ترتیب وار ان کی پیدائش کے مطابق ہیں۔ اسماعیل کا پہلوٹھی کا بیٹا نبیوت تھا پھر قیدار اور ادبنیل اور مبسام اور شماع اور دومہ اور مسا۔ حد اور تیما اور بطور اور نفیس اور قدمہ۔ یہ اسماعیل کے بیٹے ہیں اور انہی کے ناموں سے ان کی بستیاں اور چھاؤنیاں نامزد ہوئیں اور یہی بارہ بیٹے اپنے اپنے قبیلے کے سردار ہوئے۔“ (توریت باب پیدائش: ۱۷-۱۳)

حضرت اسماعیل کے بیٹوں میں سے بڑے دو بیٹے نبیوت اور قیدار بہت مشہور ہیں۔ نبیوت کی نسل ”اصحاب الحجر“ کہلائی اور قیدار کی نسل ”اصحاب الرس“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ قیدار کی اولاد خاص مکہ میں رہی اور اسی سلسلہ نسب میں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ظہور ہوا۔

حضرت اسماعیل کی ایک بیٹی بھی تھی۔ جس کی شادی عیسوا دوم سے ہوئی۔ جو آپ کے چھوٹے بھائی حضرت اسحاق کے بڑے فرزند اور حضرت یعقوب کے بھائی تھے۔

حضرت اسماعیل سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کم و بیش پونے تین ہزار سال قبل پیدا ہوئے۔ حضرت اسماعیل نے ایک سو سیستیس برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضرت اسماعیل کا مدفن کعبہ شریف میں میزاب اور حجر اسود کے درمیان ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ بھی یہیں مدفون ہیں۔ انتقال کے وقت تک حضرت اسماعیل کی اولاد اور نسل کا سلسلہ حجاز، شام، عراق، فلسطین اور مصر تک پھیل گیا تھا۔

تاریخ کی کتابوں میں حضرت اسماعیل سے صادر ہونے والے دو معجزات کا تذکرہ ملتا ہے۔ ایک شخص انتہائی لاغر اور بیمار بھینس آپ کے پاس لایا اور عرض کیا کہ بھینس دودھ نہیں دیتی، گھر میں تنگدستی ہے۔ حضرت اسماعیل نے اپنا ہاتھ بھینس کے تھنوں پر پھیرا بھینس کے تھنوں میں دودھ اتر آیا۔

ایک روز چند آدمی آپ کے پاس آئے۔ گھر میں مہمانوں کو کھلانے کے

لئے کچھ نہیں تھا۔ آپ نے تھوڑا سا آپ زم زم ایک دیگ میں ڈال کر سرخ رومال سے ڈھانک دیا۔ جب دیگ سے کپڑا اٹھایا گیا تو دیگ کھانے سے بھری ہوئی تھی۔
قرآن پاک میں حضرت اسماعیل کے اوصاف اور آپ کی فضیلت و بزرگی کا تذکرہ متعدد بار اس طرح ہوا ہے۔

”اور یاد کرو کتاب میں اسماعیل کا ذکر، تھا وہ وعدے کا سچا اور تھا رسول نبی، اور حکم کرتا تھا اپنے اہل کو نماز کا، اور زکوٰۃ کا، اور تھا وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ“۔ (سورۃ مریم: ۵۴-۵۵)
”اور اسماعیل اور اسحاق اور یونس اور لوط کو یاد کرو۔ اور ہم نے ان سب کو جہاں کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی اور بعض پر بعض کو ان کے باپ دادا اور ان کو برگزیدہ بھی کیا تھا اور سیدھا راستہ بھی دکھایا تھا“۔

(سورۃ الانعام: ۸۷-۸۸)

”اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل یہ سب صبر کرنے والے تھے۔ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت میں داخل کیا۔ بلاشبہ وہ نیکو کار تھے“۔

(سورۃ الانبیاء: ۸۵-۸۶)

”اور اسماعیل اور اسحاق اور ذوالکفل کو یاد کرو وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے“۔ (سورۃ ص: ۴۸)

حکمت:

قرآن کریم میں مذکور حضرت اسماعیل کا واقعہ ہمیں درس ہدایت دیتا ہے کہ اللہ کی خوشنودی کے لئے جب کوئی عمل کیا جاتا ہے تو اس کے نتائج رہتی دنیا تک قائم رہتے ہیں۔ بی بی ہاجرہ کا اللہ کی ذات پر توکل کرنے کے جنگل بیابان میں رہ جانا، پانی کی تلاش میں دو پہاڑیوں کے درمیان دوڑنا اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند آیا کہ اللہ رب الرحیم نے بنجر زمین میں پانی کا چشمہ جاری کر دیا اور اس ایمان و ایقان کے عمل کو دہرانا ہر اس فرد پر لازم کر دیا جو اللہ کے مقدس گھر کی زیارت عمرہ و حج کے لئے حاضر ہو۔

اس قصے میں بتایا گیا ہے کہ بندہ جب اس تعلق سے واقف ہو جاتا ہے جو اس کا اپنے خالق کے ساتھ ہے تو وہ اپنے ہر عمل کے پس پردہ کام کرنے والی مشیت

سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اہلیست کا کوئی روپ اسے دھوکا نہیں دے سکتا۔ اس کے اندر ایمان اور یقین کی طرزیں مستحکم ہو جاتی ہیں۔ وہ جان لیتا ہے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والی ہے۔ ایسا مقرب بندہ ہر شے کے اندر اللہ تعالیٰ کے جمال کا عکس دیکھتا ہے۔

حضرت اسماعیل کا قربانی کے لئے آمادہ ہونا اس بات کا بے مثال ثبوت ہے کہ وہ مادی دنیا میں رہتے ہوئے مادیت سے ماوراء عالمین سے واقف تھے۔ عالمین میں وارد ہونے والی کیفیات میں کسی شک اور سو سے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ حضرت اسماعیل نے اپنے باپ کے خواب کو خیالی بات سمجھ کر رو نہیں کیا بلکہ ان کے خواب کو سچا خواب سمجھ کر اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں خود کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت اسماعیل خواب اور بیداری کے حواس سے مکمل واقفیت رکھتے تھے۔

قرآن میں تفکر رہنمائی کرتا ہے کہ حضرت اسماعیل کے قصے میں دیگر بہت سی باتوں کے علاوہ عالم رویا اور خواب کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔
خواب کی حقیقت:

آئیے! خواب کے اجزاء، خواب کی اہمیت اور خواب کی حقیقت تلاش کریں۔

جس عمل کو ہم خواب دیکھنا کہتے ہیں، ہمیں روح اور روح کی صلاحیتوں کا سراغ دیتا ہے وہ اس طرح کہ ہم سوئے ہوئے ہیں ہمارے اعضاء معطل ہیں صرف سانس کی آمد و شد جاری ہے۔ لیکن خواب دیکھنے کی حالت میں ہم چل پھر رہے ہیں، باتیں کر رہے ہیں، غمزہ اور خوش ہو رہے ہیں کوئی کام ایسا نہیں ہے کہ جو ہم بیداری کی حالت میں کرتے ہیں اور خواب کی حالت میں نہیں کرتے۔ یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ خواب دیکھنا اگر خیالی حرکات نہیں ہے تو جاگ اٹھنے کے بعد کئے ہوئے اعمال کا کوئی اثر باقی کیوں نہیں رہتا؟

ہر شخص کی زندگی میں ایک، دو، تین، چار، دس، بیس ایسے خواب ضرور نظر آتے ہیں کہ جاگ اٹھنے کے بعد یا تو غسل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے یا کوئی

ڈراؤنا خواب دیکھنے کے بعد اس کا خوف اور دہشت دل و دماغ پر مسلط ہو جاتی ہے یا جو کچھ خواب میں دیکھا ہے، وہی چند گھنٹے، چند دن، چند مہینے یا چند سال بعد من و عن بیداری کی حالت میں پیش آ جاتا ہے۔ چھ ارب کی انسانی آبادی میں ایک فرد واحد بھی ایسا نہیں ہے جس نے اس طرح کے ایک یا ایک سے زائد خواب نہ دیکھے ہوں۔ اس حقیقت کے پیش نظر اس بات کی تردید ہو جاتی ہے کہ خواب محض خیال ہے۔

بیداری یا خواب دونوں حالتوں میں اہمیت اس بات کی ہے کہ ہم اس دوران انجام پذیر کام کی طرف کس قدر متوجہ ہوتے ہیں۔

بیداری ہو یا خواب جب ہمارا ذہن کسی چیز کی طرف یا کسی کام کی طرف متوجہ ہے تو اس کا اہمیت ہے ورنہ بیداری اور خواب دونوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ بیداری کا بڑے سے بڑا وقفہ بے خیالی میں گزرتا ہے اور خواب کا بھی بہت سا حصہ بے خبری میں گزر جاتا ہے۔ کتنی ہی مرتبہ خواب کی بڑی اہمیت ہوتی ہے اور کتنی ہی مرتبہ بیداری کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔

بیداری ہو یا نیند دونوں کا تعلق حواس سے ہے۔ ایک حالت میں یا ایک کیفیت میں حواس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے اور ایک حالت یا کیفیت میں حواس کی رفتار کم ہو جاتی ہے لیکن حواس کی نوعیت نہیں بدلتی۔ بیداری ہو یا خواب دونوں میں ایک ہی طرح کے اور ایک ہی قبیل کے حواس کام کرتے ہیں۔ بیداری اور نیند دراصل دماغ کے اندر دو خانے ہیں۔ انسان کے اندر دو دماغ ہیں۔ ایک دماغ میں جب حواس متحرک ہوتے ہیں تو ان کا نام بیداری ہے دوسرے دماغ میں جب حواس متحرک ہوتے ہیں تو اس کا نام نیند ہے یعنی ایک ہی حواس بیداری اور نیند میں رد و بدل ہو رہے ہیں اور حواس کا رد و بدل ہونا ہی زندگی ہے۔ بیداری میں حواس کے کام کرنے کا طریقہ اور قاعدہ یہ ہے کہ آنکھ کے ڈیلے پر پلک کی ضرب پڑتی ہے تو حواس کام کرنا شروع کر دیتے ہیں یعنی انسان نیند کے حواس سے نکل کر بیداری کے حواس میں داخل ہو جاتا ہے۔

خواب کے عالم میں انسان کھاتا، پیتا اور چلتا پھرتا ہے۔ اس کے معنی یہ

ہوئے کہ روح گوشت پوست کے جسم کے بغیر بھی حرکت کرتی ہے اور چلتی پھرتی ہے۔ روح کی یہ صلاحیت جو صرف رویا میں کام کرتی ہے ہم کسی خاص طریقے سے اس کا سراغ لگا سکتے ہیں اور اس صلاحیت کو بیداری میں استعمال کر سکتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کا علم بہیں سے شروع ہوتا ہے اور یہی وہ علم ہے جس کے ذریعے انبیائے کرام نے اپنے شاگردوں کو یہ بتایا ہے کہ پہلے انسان کہاں تھا اور اس عالم ناسوت کی زندگی پوری کرنے کے بعد وہ کہاں چلا جاتا ہے۔

ان غیبی کوائف کا مشاہدہ کرنے کے لئے تمام برگزیدہ ہستیوں، انبیاء اور رسولوں نے تفکر سے کام لیا ہے اور اپنے شاگردوں کو بھی اجزائے کائنات میں تفکر کی تعلیم دی ہے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ مرتبہ پیغمبری کوشش سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ اللہ کا خصوصی فضل ہے جو وہ کسی بندے پر کرتے ہیں۔ سلسلہ رسالت و نبوت ختم ہو گیا ہے لیکن الہام اور روشن ضمیری کا فیضان جاری ہے۔ (کتاب لوح و قلم)

خواب اور بیداری کے حواس:

انسان شعوری کیفیات میں ہو یا لاشعوری کیفیات میں ہو مسلسل حرکت کرتا رہتا ہے۔ جب زمان و مکان کی پابندی ہوتی ہے تو زندگی بیداری ہے اور جب مکان کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے اور زمان کی گرفت کشش ثقل سے آزاد ہوتی ہے تو زندگی نیند ہے۔ طبیعت اس بات کی عادی ہے کہ وہ آدمی کو سلا کر لاشعوری کیفیات کو بیدار کر دیتی ہے اور طبیعت اس بات کی عادی ہے کہ آدمی کو جگا کر لاشعور کو سلا دیتی ہے۔ لاشعور سو جاتا ہے تو شعور بیدار ہوتا ہے۔ اور شعور سو جاتا ہے تو لاشعور بیدار ہو جاتا ہے۔ قرآنی تعلیمات میں دن کو ”نہار“ اور رات کو ”لیل“ کہا گیا ہے۔ علم غیب یا غیب کی دنیا رات کے حواس اور علم دنیا یا علم مظاہر دن کے حواس ہیں۔ خواب کے حواس ہوں یا بیداری کے حواس دونوں میں تقاضے یکساں ہیں بیداری میں حواس زمان و مکان کے پابند ہیں۔ اور نیند کے حواس زمان و مکان کے پابند نہیں ہیں۔

آفاق سے نور کی لہریں آتی ہیں۔ انسان کی روح انہیں جذب کرتی ہے۔ اس لئے کہ نور ہی نور کو جذب کرتا ہے۔ روح ایک مضمنی جسم ہے۔ یہ تصوراتی شے نہیں ہے۔

لہریں کیمیائی اجزاء کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ تو دماغ بن جاتی ہیں۔ دماغ کے اندر اربوں خلیے ہیں۔ روح کی یہی لہریں دماغ کے اربوں خلیات میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔ لیکن تمام لہریں دماغ کو نہیں ملتیں۔ جتنی لہریں روح کے لئے ضروری ہوتی ہیں وہ روح میں پوست رہتی ہیں اور جتنی لہریں دماغ کے لئے ضروری ہیں وہ دماغی اجزاء بن جاتی ہیں۔ انہی اجزاء سے دماغ تشکیل پاتا ہے۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر شریف تریسٹھ سال ہوئی۔ تیس سال تک وحی نازل ہوئی۔ ابتدائی چھ ماہ خواب نظر آتے رہے۔ چھ ماہ کو تیس سال سے وہی نسبت ہے جو ایک کو چھیالیس سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق خواب بھی ایک قسم کی وحی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے!

”بشارتوں کے سوا نبوت کی کوئی خبر باقی نہیں رہی۔“

صحابہ کرامؓ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ بشارتوں سے کیا مراد ہے؟
آپ ﷺ نے فرمایا! ”سچا خواب۔“



حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوطؑ کے والد حاران کم سنی میں عالم ناسوت سے عالم اعراف میں منتقل ہو گئے تھے۔ حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے تھے، حضرت ابراہیمؑ نے حضرت لوطؑ کو بیٹا بنا کر پالا پوسا تھا۔

حضرت لوطؑ کی جائے پیدائش عراق کا قدیم شہر ”اور“ ہے۔ یہی شہر حضرت ابراہیمؑ کا مسکن بھی تھا۔ حضرت لوطؑ مصر میں نبوت سے سرفراز ہوئے، حضرت لوطؑ کا رنگ سنہرا اور قد درمیانہ تھا، آنکھیں سیاہ اور بڑی تھیں، پیشہ زراعت اور کاشتکاری تھا۔

حضرت لوطؑ کے بہت سے معجزات ہیں آپؑ جس وقت بارش کے لئے دعا کرتے تھے تو آسمان بادلوں سے بھر جاتا تھا اور خوب بارش ہوتی تھی۔ حضرت لوطؑ جس پتھر پر سر رکھ کر سوتے تھے اس پتھر پر آپؑ کے سر مبارک کا نشان بن جاتا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں حضرت سارہؑ اور حضرت لوطؑ ہیں۔

شرق اردن اور فلسطین کے درمیان بحر مردار کے کنارے جنوبی حصے میں سبز و شاداب وادیاں تھیں یہ علاقہ ”سدوم“ اور ”عمورہ“ کے نام سے مشہور تھے۔ پانی کی فراوانی اور زمین زرخیز تھی، کھیتی باڑی خوب ہوتی تھی، ہر قسم کے پھل، سبزیوں، اور باغات کی کثرت تھی، یہاں کے باشندے خوشحال تھے اور زندگی کی ہر آسائش انہیں میسر تھی لیکن قادر مطلق ذات اللہ کو انہوں نے بھلا دیا تھا، تکبر سے ان کی گردنیں اکڑ گئی تھیں، تمام مخلوق کے لئے پیدا کئے گئے وسائل کو وہ اپنی ملکیت سمجھتے تھے اور اس پر اپنا حق جتاتے تھے، دوسرے علاقوں کے لوگ جب سدوم اور عمورہ آتے تو ان کو ناپسندیدہ افراد قرار دے کر انہیں ایذا دیتے تھے ان کا مال و اسباب لوٹ لیتے تھے، اللہ کے عطا کردہ وسائل کو اپنی محنت اور زور بازو کا نتیجہ سمجھتے تھے۔

ابلیس انسان کا ازلی دشمن ہے وہ ہر حال و حال میں انسان کو گمراہ کرنے کے لئے مستعد رہتا ہے، غرور و تکبر اور سرکشی ابلیسی طرز فکر ہے، اہل سدوم نے اس طرز فکر کو پوری طرح قبول کر لیا تھا۔ ان کے اندر ہر طرح کی برائیاں جمع ہو گئی تھیں طمع، حرص، لالچ، بغض و عناد، کینہ پروری، زر پرستی، دل آزاری، بد اخلاقی، فسق و فجور ان کی زندگی میں داخل ہو گئے تھے، ان کے ذہنوں میں شیطنیت اس طرح راسخ ہو گئی تھی کہ مثبت

سوچنے ان سے رشتہ توڑ لیا تھا، ان کا اوڑھنا بچھونا شیطنیت بن گئی تھی، ذاتی منفعت و آسائش کے حصول میں دوسروں کو نقصان پہنچا کر لوگوں کی دل آزاری کرنا اہل سدوم کا محبوب مشغلہ تھا۔ اہل سدوم بڑی تیزی کے ساتھ گمراہی اور ذلت کے تاریک گڑھے میں گرتے چلے گئے، قوم اس انتہا تک پہنچ گئی تھی جس کے بعد عذاب الہی پکڑ لیتا ہے۔

”کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو اور ڈاکے مارتے ہو اور اپنی مجالس میں ناپسندیدہ حرکتیں کرتے ہو۔“ (عنکبوت۔ ۲۹)

”پھر یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے کہا، کیا تم ایسے بے حیا ہو گئے ہو کہ وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا، تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو۔“

(الاعراف۔ ۸۰)

نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے مردوں کا آپس میں اختلاط اس قوم کا دستور بن گیا تھا خباثت اور بے حیائی عام ہو گئی تھی، حکمران، سردار، معززین شہر اور طبقہ روساء میں حیا، سوز حرکتیں گھر گھر پھیل گئی تھیں۔ بھری محفلوں میں ناپسندیدہ عمل کر کے خوش ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ کو اسی قوم کی طرف مبعوث کیا۔ آپ نے بے حیائیوں اور خباثیوں پر اہل سدوم کو ملامت کی اور بری باتوں سے بچنے کی نصیحت کی قوم کو گمراہی اور ظلمت کے اندھیروں سے نکالنے کے لئے رب کائنات کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور شرافت اور پاکیزگی کے اعمال اپنانے کی ترغیب دی۔ اصلاح اور تزکیہ نفس کے لئے ہدایت و نصیحت کا ترغیبی پروگرام قوم پر بہت شاق گزرا، مٹی سے تخلیق پانے والے مظاہر کی کشش نے ان کے حواس کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا، وہ بدستی کی اس کیفیت سے نکلنا ہی نہیں چاہتے تھے، لوگ پند و نصائح کو، عیش کوشی اور لذت کی راہ میں رکاوٹ تصور کرتے تھے، حضرت لوطؑ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

”اور کچھ جواب نہ دیا اس کی قوم نے مگر یہی کہا نکالو ان کو اپنے شہر سے یہ لوگ ستمراہی نہیں چاہتے۔“ (الاعراف۔ ۸۲)

سدوم اور عمورہ کی سرزمین پر آباد سرکش گروہ نافرمانی اور اخلاق سوز کاموں پر مصر رہا، اللہ کے فرستادہ بندے حضرت لوطؑ نے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب سے ڈرایا، قوم نے حضرت لوطؑ کا تمسخر اڑایا، نافرمان اقوام کا طرز عمل ہی یہ ہے کہ سرکشی ان کا وطیرہ بن جاتا ہے۔ بستی کے لوگ حضرت لوطؑ کو دیکھتے ہی آوازیں کتے۔

وہ عذاب کہاں ہے؟

”اے لوط! ہمارے اعمال سے اگر تیرا خدا ناراض ہے تو وہ عذاب لا کر دکھا جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے وہ عذاب کہاں ہے۔“

حضرت لوطؑ کو جب یقین ہو گیا کہ یہ لوگ ہدایت کی راہ اختیار نہیں کریں گے تو انہوں نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں استدعا کی:

”اے رب! مجھے مفسد لوگوں پر غالب کر۔“

مفسد اور شریر لوگوں پر فتح و نصرت کی دعا قبول ہوئی، بستی والوں کے اعمال کے سبب بارگاہ الہیٰ سے فرشتوں کا حکم ہوا کہ اہل سدوم کو زمین پر سے نیست و نابود کر دو، فرشتے انسانی روپ میں پہلے حضرت ابراہیمؑ کے پاس گئے اور انہیں حضرت اسحاقؑ کی ولادت کی خوشخبری دی اور اہل سدوم کی ہلاکت کی اطلاع دی، حضرت ابراہیمؑ فطرتاً شفیق، نرم خواہ اور نہایت رحم دل تھے، قوم لوطؑ کی تباہی کا سن کر آزرده ہو گئے، آپ نے فرشتوں سے کہا کہ ان میں اہل ایمان لوگ بھی موجود ہیں۔

فرشتوں نے جواب دیا:

”اے ابراہیم! یہ خیال چھوڑ دو، تمہارے پروردگار کا حکم آن پہنچا ہے اور ان لوگوں پر عذاب آنے والا ہے، اب یہ کبھی نہیں ٹلے گا۔“

(سورۃ ہود۔ ۷۶)

حضرت ابراہیمؑ نے کہا اس بستی میں کم از کم لوطؑ تو صاحب ایمان ہے۔

فرشتوں نے عرض کیا:

”جو لوگ یہاں رہتے ہیں، ہمیں سب معلوم ہے، ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے بجز ان کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہوگی۔“

(عنکبوت۔ ۳۳)

فرشتوں کی جماعت رات کے وقت جب حضرت لوطؑ کے پاس پہنچی انہوں نے مہمانوں کی حیثیت سے اپنا تعارف کرایا، انسانی روپ میں فرشتوں کا ملکوتی حسن دیکھ کر حضرت لوطؑ کی بیوی نے اہل سدوم کو بتایا کہ ہمارے گھر میں خوبصورت مہمان آئے ہیں، لوگ حضرت لوطؑ کے گھر کے باہر جمع ہو گئے اور مطالبہ کیا کہ مہمانوں کو ہمارے حوالے کر دیا جائے، حضرت لوطؑ نے انہیں نصیحت کی اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا لیکن جنس زدہ قوم نے حضرت لوطؑ کی بات نہیں سنی، حضرت لوطؑ نے کہا:

”یہ میرے مہمان ہیں، مجھے رسوا نہ کرو، اللہ سے ڈرو اور مجھے بے آبرو نہ کرو۔“

(الحجر۔ ۶۸، ۶۹)

بے حیا، بے شرم اور تہذیب سے عاری قوم نے نصیحت سننے کے بجائے حضرت لوطؑ پر حملہ کر دیا انہیں زد و کوب کیا، حضرت لوطؑ نے بارگاہ الہیٰ میں دعا کی:

”اے میرے رب! مجھے اور میرے متعلقین کو ان کے برے کاموں سے نجات دے۔“ (اشعراء۔ ۱۶۹)

قوم نے حضرت لوطؑ سے کہا کہ ہمارا راستہ چھوڑ دے وہ کہنے لگے کہ یہ شخص ہمارے درمیان قیام کرنے آیا ہے اور اب حکومت جتا تا ہے، ہم تیرے ساتھ زیادہ بدسلوکی کریں گے، تب وہ اس مرد یعنی حضرت لوطؑ کو زد و کوب کرنے لگے اور نزدیک آئے تاکہ کواڑ توڑ ڈالیں لیکن ان مردوں نے اپنے ہاتھ بڑھا کر حضرت لوطؑ کو اپنے پاس کھینچ لیا اور دروازہ بند کر دیا اور ان مردوں کو جو گھر کے باہر دروازے پر تھے اندھا کر دیا، سو وہ دروازہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئے۔

”اور انہی سے ان کے مہمانوں کو لینا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں مٹا دیں۔“

(القمر۔ ۳۷)

فرشتوں نے حضرت لوطؑ کو تسلی دی:

”اے لوط! ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے، ہرگز نہیں پہنچ سکیں گے تجھ تک، سولے نکل اپنے گھر والوں کو، کچھ رات سے اور مڑ کر نہ دیکھے تم میں سے، مگر تیری عورت یونہی ہے کہ اس پر پڑنا ہے جو ان پر پڑے گا ان کے وعدہ کا وقت ہے صبح، کیا صبح نہیں نزدیک۔“ (هود)

حضرت لوطؑ فرشتوں کی ہدایت کے مطابق اپنے متعلقین کے ہمراہ سدوم سے رات کے وقت نکل کر زغر نامی مقام پر پہنچ گئے۔ صبح کے نزدیک ایک ہولناک آواز بلند ہوئی اور اہل سدوم کے حواس معطل ہو گئے آسمان سے ان کے اوپر گنکر اور پتھر برسائے گئے اور تمام بستیاں ان کے مکینوں سمیت الٹ دی گئیں حضرت لوطؑ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جس مقام پر موجود تھے وہ عذاب الہی سے محفوظ رہا۔

آگ کی بارش

تورات کے باب پیدائش میں اس عذاب کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے
 ”تب خداوند نے اپنی طرف سے سدوم اور عموره پر گندھک اور آگ آسمان سے برسائی اور اس نے ان شہروں کو اور ساری ترائی کو اور شہر کے رہنے والوں کو اور سب کچھ جو زمین میں اگا تھا غارت کر دیا“

حجاز سے شام کو ملانے والی شاہراہ پر اس تباہ شدہ شہر کے آثار آج بھی نظر آتے ہیں۔ چار ہزار سال گزر گئے لیکن اس علاقے میں ہر طرف پھیلی ہوئی ویرانی ختم نہیں ہوئی اب اس مغضوب قوم کی ایک نشانی بحر مردار بھی باقی ہے جسے ”بحر لوط“ بھی کہتے ہیں یہ بحیرہ کرہ ارض پر پست ترین علاقہ ہے۔ بحر مردار جو اب سمندر نظر آتا ہے پہلے زمانے میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھا سدوم اور عموره کی آبادی اسی علاقے میں تھی جب اہل سدوم پر عذاب نازل ہوا تو شدید زلزلوں کے باعث یہ زمین چار سو میٹر سطح سمندر سے نیچے چلی گئی اور ساری آبادیاں پانی میں غرق ہو گئیں۔

”اور وہ بستی اب تک سیدھے راستے پر موجود ہے، بے شک اس میں ایمان

لانے والوں کے لئے نشانی ہے۔“ (الحجر۔ ۷۷)

”اور ہم نے سمجھنے والوں کے لئے اس بستی میں ایک کھلی نشانی چھوڑ دی۔“

(سورۃ عنکبوت۔ ۲۵)

ایڈز

حضرت لوطؑ کے قصے میں غیر طبعی عمل کا تذکرہ ہے اور اس غیر طبعی عمل کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے ناپسند کیا ہے کہ اس سے نوع انسانی میں ایسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جو انسانی تباہی کا پیش خیمہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحمن و رحیم ہیں وہ اپنی مخلوق سے ستر ماؤں

سے زیادہ محبت کرتے ہیں، جب قوم نے اللہ کے فرستادہ بندے حضرت لوطؑ کی نصیحت پر عمل نہیں کیا اور خود اپنی ہلاکت کے درپے ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل فرمایا تا کہ آئندہ آنے والی نسلوں میں یہ ہولناک بیماریاں منتقل نہ ہوں۔ ایڈز سے کس قسم کی بیماریاں لاحق ہوتی ہیں؟ سائنسی تحقیق کے مطابق ان کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

ایڈز ایک نہایت خطرناک مرض ہے جو (HUMAN IMMUNO DEFICIENCY) HIV وائرس کے ذریعے پھیلتا ہے، یہ جراثیم جسم کے مدافعتی نظام (IMMUNE SYSTEM) کو تباہ کر دیتا ہے، ایڈز کا بنیادی سبب غیر فطری طریقہ سے مردوں کا آپس میں جنسی ملاپ ہے، ہر جاندار کے لئے اللہ نے ایک مدافعتی نظام بنایا ہے جس کی وجہ سے تمام اجسام، جراثیم اور بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں، ایڈز میں مدافعتی نظام اس قدر کمزور ہو جاتا ہے کہ نزلہ اور زکام سے بھی مریض اپنا دفاع نہیں کر سکتا، ایڈز کا مریض ایڈز سے نہیں مرتا بلکہ دیگر خطرناک بیماریاں لاحق ہونے سے مر جاتا ہے۔ اور اس مرض کے حامل فرد کو کینسر اور دیگر INFECTION با آسانی ہو جاتے ہیں۔

شروع میں ایڈز کا مریض صحت مند نظر آتا ہے لیکن HIV جراثیم آہستہ آہستہ جسمانی دفاعی نظام کو کھوکھلا کر دیتا ہے، یہ وائرس خون میں جنسی رطوبتوں میں بھی چلے جاتے ہیں یہ خون کے سفید خلیوں (WBCs) MACROPHAGES کو بھی متاثر کرتے ہیں، یہ خطرناک بیماری آدمی سے آدمی، عورت سے عورت یا عورت سے آدمی یا عورت سے بچوں میں منتقل ہو سکتی ہے۔ یہ جراثیم مریض کے خون، VAGINAL FLUID لعاب کے ذریعے دوسرے فرد میں سرایت کر جاتے ہیں، ایڈز کے زیادہ تر مریض شروع میں نزلہ، زکام میں مبتلا ہوتے ہیں، جسم پر Lymph NODES بن جاتے ہیں اور ہر سال دس فیصد وزن کم ہوتا رہتا ہے، بخار رہتا ہے، رات کو پسینا بہت آتا ہے، مستقل دستوں کا مرض لگ جاتا ہے، آہستہ آہستہ پھیپھڑے، آنتیں، دماغ، اور جلد بھی متاثر ہو جاتی ہے، مریض کھانا ستا رہتا ہے، معمولی ٹھنڈ سے نمونیہ ہو جاتا ہے۔ جسم کے مختلف حصوں پر جراثیم حملہ کر کے انہیں مفلوج کر دیتے ہیں، انفیکشنز کی وجہ سے مریض دن بہ دن کمزور ہو یا رہتا ہے، چلنے پھرنے کے قابل نہیں

رہتا، جلد یا پھیپھڑوں میں چھوٹے چھوٹے گول NODULES بن جاتے ہیں جن سے کینسر ہو جاتا ہے اور وزن اتنا کم ہو جاتا ہے کہ مریض مر جاتا ہے ابھی تک اس مرض کا کوئی مادی علاج دریافت نہیں ہوا۔

حکمت:

قرآن اور دوسری الہامی کتابوں میں مذکور یہ واقعہ نوع انسانی کے لئے نشان عبرت ہے، دنیا میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ ظالم کو اس کے ظلم کا بدلہ نہ ملا ہو، امر حقیقی یہ ہے کہ شیطان کے پیروکاروں کو زندگی میں سکون نہیں ملتا مکافات عمل کا قانون ہے کہ کوئی فرد، بشر، رنگ و بو کی اس دنیا میں سے اس وقت تک رشتہ توڑ نہیں سکتا جب تک اس پر مکافات عمل کا قانون پورا نہ ہو کوئی بندہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ خیانت اور بددیانتی سے اس کی مسرت میں اضافہ ہوا ہے؟ کیا کوئی آدمی متعفن اور سڑی ہوئی غذا کھانے کے بعد ریوں، پریشانیوں اور بے چینی سے محفوظ رہ سکتا ہے؟ ہمیشہ برے کام کا نتیجہ برا اور اچھے کام کا نتیجہ اچھا ہوتا ہے، فلاح خیر ہے اور شر کا نتیجہ ہمیشہ تباہی اور بربادی ہے، معاشرے میں جب منافقت عام ہو جاتی ہے تو قوم تباہ و برباد ہو جاتی ہے بسا اوقات ہم کسی برائی کو معمولی اور کمتر سمجھتے ہیں لیکن حقیر نظر آنے والی یہی برائی نشوونما پا کر جب تناور درخت بن جاتی ہے تو اس درخت کے کانٹے، بے رنگ پھول، خشک سیاہ اور کھردرے پتے، بجھی بجھی سی بے رونق شاخیں ہر آنکھ کو غمناک کر دیتی ہیں اور پھر یہی غمناکی ضمیر کی ملامت بن جاتی ہے جو مہلک بیماریوں کو جنم دیتی ہے، بیماریوں کا خلیہ (cell) پورا کنبہ بن جاتا ہے یہی ایک خلیہ جمع در جمع ہو کر پورے جسم میں پھیل جاتا ہے اور کینسر اور ایڈز میں تبدیل ہو جاتا ہے آدمی بچنا چاہے بھی تو نہیں بچ سکتا، خیر و شر ایک کنبہ کے افراد کی طرح زندہ و متحرک ہیں، نیکی کا درخت رحمت و برکت کا سایہ ہے اور بدی کے درخت میں خوف، پریشانی اور رنج و ملال کے پھل لگتے ہیں۔

غصہ، نفرت، تفرقہ، بغض و عناد بارگاہ ایزدی سے معسوب اور گم کردہ راہ کے نشان ہیں یہ راستہ ہمیں کبر و نخوت، صدا اور ذاتی غرض کی طرف لے جاتا ہے، یہ وہ راستہ ہے جو بندے کو اللہ سے دور کر دیتا ہے اس راستے میں گھٹا ٹوپ تاریکی اور گھپ اندھیرا ہے

اس راستہ میں ادبار و آلام و مصائب کی ہوائیں چلتی ہیں، آنکھوں میں دھول پڑ جاتی ہے اور آدمی خود اپنی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہے، دل میں ایک ناسور پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے لطیف روشنیاں روٹھ جاتی ہیں، آنکھوں پر دہیز اور گہرے پردے پڑ جاتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو عرفان حقیقت سے محروم ہو جاتے ہیں۔

طرز فکر

ہم دیکھتے ہیں ہر عمل کے پس پردہ طرز فکر کام کر رہی ہے اور طرز فکر کی بنیاد پر ہی کسی گروہ، کسی ذات، کسی برادری، کسی کردار اور کسی شخص کا تعین کیا جاتا ہے، ہمارے سامنے پیغمبروں کا کردار بھی ہے، انسانی تاریخ میں ان لوگوں کا کردار بھی ہے جنہوں نے پیغمبروں کی مخالفت کی اور انہیں قتل کیا۔ تاریخ کے صفحات میں ایسے لوگوں کا بھی ذکر ہے جن میں سخاوت، پاکی، یقین ہے اور ایسے کردار بھی ہیں جن میں کنجوسی، بخیلی، خود غرضی، بے حیائی، دل آزاری اور مفسدانہ شوق ہیں۔ کنجوسی اور بخیلی کا تشخص قارون ہے، جب تک دنیا قائم رہے گی قارون کی ذریت موجود رہے گی اور جب تک دنیا موجود ہے سخاوت کے درخت پر شگونے کھلتے رہیں گے۔

دنیا میں پیغمبروں کے کردار کے حامل لوگ بھی موجود ہیں، پیغمبروں کے کردار کو جب ہم خورد بینی نظروں سے دیکھتے ہیں تو ہمیں اچھائیوں کے علاوہ دوسری کوئی چیز نظر نہیں آتی، ہر کردار دو طرزوں پر قائم ہے ایک شیطانی طرز فکر اور دوسری رحمانی طرز فکر رحمانی طرز فکر اپنا کر آدمی اللہ کی بادشاہت میں نمائندہ بن جاتا ہے وہ تمام طرز ہیں جو بندے کو اللہ سے دور کرتی ہیں شیطانی طرز ہیں اور وہ تمام طرز ہیں جو بندے کو اللہ سے قریب کرتی ہیں پیغمبرانہ طرز ہیں، پیغمبرانہ طرزوں اور شیطانی طرزوں کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جو بندہ رحمانی طرزوں میں داخل ہو جاتا ہے اس کے اندر پیغمبروں کے اوصاف منتقل ہو جاتے ہیں، پیغمبروں کے اوصاف اللہ کے اوصاف ہیں یعنی جب کوئی بندہ پیغمبرانہ زندگی میں سفر کرتا ہے تو دراصل وہ ان صفات میں سفر کرتا ہے جو اللہ کی صفات ہیں اور جب کوئی بندہ پیغمبرانہ صفات سے منہ موڑ لیتا ہے تو ان راہوں میں بھٹکتا پھرتا ہے جو تاریک اور کانٹوں سے بھری ہوئی ہیں، شیطانی طرز میں آدمی کے اوپر خوف اور غم مسلط رہتا ہے کبھی اس کے اوپر بیماریاں حملہ آور ہوتی ہیں

کبھی وہ مسائل کے انبار میں اس طرح دب جاتا ہے کہ اسے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا، سو سے اس کے دل میں ڈیرے ڈال لیتے ہیں، بے یقینی اس کے دماغ میں کچھ کے لگاتی ہے، بے سکونی بچھو بن کر ڈنک مارتی رہتی ہے، نیند نہیں آتی، بلڈ پریشر کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے آدمی کے اندر ایک ایسا متعفن پھوڑا نکل آتا ہے جس کی سڑاند سے صحت کی کارکردگی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتی ہے، اپنے پرانے لگتے ہیں اور دور پرے کے لوگ اپنے لگتے ہیں، سگے رشتے دشمن بن جاتے ہیں، ہر وقت جادو سفلی کے خیالات آتے رہتے ہیں، بیٹی کہتی ہے ماں نے جادو کرادیا ہے، ماں بیٹی کو دشمن پکارتی ہے، گھر خزاں رسیدہ جنگل لگتا ہے، گھبراہٹ اور اختلاج قلب سے مکین بار بار گھر سے بھاگتا ہے۔ ایڈز کی بیماری اللہ کے حکم کے خلاف بغاوت سے پیدا ہوتی ہے اور یہ بیماری آدمی کو اس طرح چاٹ لیتی ہے جس طرح دیمک لکڑی کو چاٹ لیتی ہے ایڈز کا مریض اندر سے کھوکھلا ہو کر زندہ لاش بن جاتا ہے اور بالاخر منوں مٹی میں دبا دیا جاتا ہے۔

ملک الموت سے دوستی

اس کے برعکس پیغمبرانہ صفات کے حامل لوگوں کو اطمینان قلب مل جاتا ہے، انہیں سکون ہوتا ہے، ان کو اوپر یقین کی دنیا روشن ہو جاتی ہے وہ خوف ناک مستقبل کے بجائے ماضی کو یاد کر کے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، ملک الموت ان کا دوست بن جاتا ہے، فرشتے ان کی آنکھوں کے سامنے آ کر انہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بشارت دیتے ہیں ایسے پاکیزہ اوصاف لوگوں میں استغناء ہوتا ہے، ان کے قلوب اللہ کی تجلی سے روشن اور منور ہوتے ہیں، سچے خواب انہیں تسکین دیتے ہیں ان کی توقعات مخلوق کے بجائے اللہ سے وابستہ ہوتی ہیں، وہ احکم الحاکمین سب سے بڑے بادشاہ اللہ کے دوست ہوتے ہیں، ہر کام میں قدرت ان کی معاون ہوتی ہے ان کا جینا اور ان کا مرنا سب اللہ کے لئے ہوتا ہے، ناہنجار لوگوں کے شر سے اللہ ان کی حفاظت کرتا ہے، پیغمبرانہ صفات کے حامل یہ نفیس لوگ پیغمبروں کی زیارت سے مشرف ہوتے رہتے ہیں، انہیں اپنی شفاعت کا یقین حاصل ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ کائنات میں ایک ذرہ بھی اللہ کے احاطے سے باہر نہیں ہے۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

حضرت ابراہیم کے آٹھ بیٹے تھے جن کی اولادوں سے عظیم الشان قومیں اور خاندان آباد ہوئے۔ حضرت ہاجرہ سے حضرت اسماعیل پیدا ہوئے۔ قریش حضرت اسماعیل کی نسل ہے۔ حضرت سارہ کی اولاد حضرت اسحاق بنی اسرائیل کے تمام پیغمبروں کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ آپ کی پیدائش شام میں ہوئی اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر سو سال اور حضرت سارہ کی عمر نوے سال تھی۔

اسحاق کے معنی ہیں ”ہنستا ہوا“۔

حضرت لوط کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے فرشتے سدوم کی آبادیوں کی طرف جانے سے قبل حضرت ابراہیم کے پاس آئے۔ حضرت ابراہیم بڑے مہمان نواز تھے۔ انہوں نے بھنا ہوا گوشت مہمانوں کے سامنے رکھا لیکن مہمانوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ جس سے حضرت ابراہیم کو تشویش ہوئی کہ یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتوں نے بتایا کہ وہ قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت ابراہیم اور ان کی بیوی حضرت سارہ کو حضرت اسحاق کی پیدائش کی بشارت دی۔

”پس ہم نے ان کو اسحاق کی اور اس کے بعد یعقوب کی بشارت دی“۔

(سورۃ ہود: ۷۱)

”اور بشارت دی اس کو ایک سمجھ دار لڑکے کی“۔

(سورۃ الذریت: ۲۸)

فرشتوں کی زبانی نوے سالہ حضرت سارہ نے اولاد کی بشارت سنی تو بہت حیران ہوئیں۔ حیرت و استعجاب سے بولیں کیا اس عمر میں میرے یہاں اولاد ہوگی؟ یہ تو نہایت عجیب بات ہے۔ فرشتوں نے کہا!

”وہ بولے یوں ہی کہا تیرے رب نے، وہ جو ہے وہی ہے حکمت والا

خبردار“۔ (سورۃ الذریت: ۳۰)

بائبل میں ہے کہ حضرت ابراہیم کے ملازم ایعرز، فدان آرام میں حضرت ابراہیم

کے بھائی نخور کے بیٹے ”بیٹو ایل“ کے گھر حضرت اسحق کی شادی کا پیغام لے کر گئے۔ بیٹی کا نام ”رفقہ“ تھا۔

ایعر ز نے حضرت ابراہیم کے بھجے ہوئے تحائف پیش کر کے حضرت اسحق کی نسبت کے لئے بیٹو ایل کو پیغام دیا۔ بیٹو ایل نے رفقہ کو کنعان روانہ کر دیا۔ جہاں بعد میں حضرت اسحق سے آپ کی شادی ہو گئی۔ شادی کے وقت حضرت اسحق کی عمر چالیس برس تھی۔

شادی کے بیس سال بعد حضرت اسحق کو اللہ نے اولاد کی نعمت سے نوازا۔ آپ کے توام بچے تولد ہوئے۔ ایک کا نام عیسو اور دوسرے کا نام یعقوب رکھا۔ عیسو کا رنگ سرخ تھا اور جسم پر بال تھے۔ ان کا لقب ادوم تھا۔ جبکہ حضرت یعقوب کا لقب اسرائیل تھا۔

جب کنعان میں قحط سالی ہوئی تو حضرت اسحق نے مصر جانے کا ارادہ کیا۔ مگر اللہ نے وحی کے ذریعہ فلسطین کے ”ملک جرار“ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ حکم الہی کے بموجب حضرت اسحق ”ملک جرار تشریف لے گئے۔ اب یہ علاقہ لبنان کہلاتا ہے۔ حضرت اسحق اللہ کے برگزیدہ بندے اور جلیل القدر پیغمبر تھے۔ آپ نے اپنے والد حضرت ابراہیم کے مشن کی ترویج کا کام جاری رکھا اور قوم کو توحید اور دین حق پر قائم رہنے کی مسلسل تلقین کرتے رہے۔

آپ نے ”جرار“ میں گلہ بانی اور زراعت کا کام دوبارہ شروع کر دیا۔ اللہ نے آپ کو برکت دی اور آپ بہت جلد خوش حال ہو گئے۔ معاشی استحکام کے ساتھ توحید کی دعوت وہاں کے لوگوں کو پسند نہیں آئی۔ انہوں نے آپ کو تنگ کرنا شروع کر دیا اور جو کنویں حضرت ابراہیم نے اپنے زمانے میں کھدوائے تھے انہیں مٹی ڈال کر بھر دیا۔ اور بادشاہ وقت کو آپ کے خلاف بھڑکایا۔ بادشاہ نے آپ کو علاقہ بدر کر دیا۔

حضرت اسحق جرار کے قریب ایک وادی میں ٹھہر گئے۔ اپنے والد حضرت ابراہیم کے کھدوائے ہوئے کنوؤں کو دوبارہ کھدوایا اور کچھ نئے کنویں بھی کھدوائے۔ ایک عبادت گاہ بھی تعمیر کروائی۔ بادشاہ سیاسی اور ملکی حالات کی وجہ سے

پریشانیوں میں مبتلا ہوا تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ بادشاہ نے حاضر ہو کر معافی مانگی اور حضرت اسحق سے درخواست کی کہ دوبارہ ملک جرار تشریف لے آئیں۔
 حضرت اسحق آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ ایک سو اسی سال کی عمر میں کنعان میں آپ کا انتقال ہوا۔ حبرون میں اپنے والد اور اپنی والدہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ یہ علاقہ اب ”الخلیل“ کے نام سے مشہور ہے۔
 حکمت:

اس واقعہ میں اللہ کی یہ نشانی ہے کہ حضرت اسحق کی پیدائش کے وقت حضرت سارہ کی عمر نوے سال اور ان کے والد ماجد حضرت ابراہیم کی عمر سو سال تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے کیسے کیسے کرشمے دکھاتا ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے۔ حضرت آدم کو بغیر ماں باپ کے پیدا کر دیا۔ حضرت حوا ماں کے بغیر پیدا ہوئیں اور حضرت عیسیٰ باپ کے بغیر عالم ارواح سے عالم ظاہر میں تشریف لائے۔ ہزاروں سال پہلے بھی شادی، منگنی کا پیغام اس طرح بھیجا جاتا تھا جس طرح اس زمانے کا دستور ہے۔

جب بادشاہ نے ملک بدر کیا تو حضرت اسحق نے مزاحمت نہیں کی۔ نہ اسے سیاسی مسئلہ بنایا۔ جب بادشاہ نے معافی مانگی تو دوبارہ وطن واپس آ گئے۔ زراعت و تجارت کے ساتھ تبلیغ دین کرتے رہے۔



حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب حضرت اسحاق کے بیٹے اور حضرت ابراہیم کے پوتے ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام رفقہ ہے۔ حضرت یعقوب حضرت اسحاق کی شادی کے بیس برس بعد پیدا ہوئے۔

”اور بخشا ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب دیا انعام میں۔“

(سورۃ الانبیاء: ۷۲)

حضرت یعقوب کا لقب اسرائیل ہے۔ اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جو ”اسرا“ یعنی ”عبد“ اور ”ایل“ یعنی ”اللہ“ کے الفاظ کا مرکب ہے۔ عربی میں اسرائیل کا ترجمہ ”عبد اللہ“ ہے۔ قرآن حکیم میں حضرت یعقوب کے ساتھ ”اسباط“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ سبط عربی زبان میں اس درخت کو کہا جاتا ہے جس کی بہت سی شاخیں ہوں۔ بنی اسرائیل کے تمام انبیاء حضرت یعقوب (اسرائیل) کی اولاد ہیں۔ اسباط اسی طرف اشارہ ہے۔

آپ کے ساتھ ایک جڑواں بھائی بھی پیدا ہوئے ان کا نام عیسو رکھا گیا۔ عیسو کے بدن پر لمبے لمبے بال تھے اور ان کا رنگ سرخ تھا۔ ان کا لقب ادوم تھا۔ ان کی نسل سے بہت بڑا قبیلہ ”بنو ادوم“ وجود میں آیا۔ حضرت یعقوب کی تربیت حضرت اسحاق کی زیر نگرانی کنعان میں ہوئی۔

حضرت یعقوب کے والد حضرت اسحاق اس بات سے واقف تھے کہ رشد و ہدایت کے سلسلے کو جاری رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے فرزند حضرت یعقوب کو جن لیا ہے۔ حضرت یعقوب کو باپ کی توجہ اپنے بھائی کی نسبت زیادہ حاصل تھی۔ عیسو ادوم حضرت یعقوب کے برادر تو ام تھے اور آپ سے پہلے ان کی ولادت ہوئی تھی۔ عیسو ادوم شکار کرنے میں ماہر تھے اور شکار کا گوشت بھون کر اپنے والد کو کھلاتے تھے۔ حضرت اسحاق نے ایک روز عمدہ کھانے کی فرمائش کی۔ عیسو ادوم شکار کرنے چلے گئے حضرت یعقوب نے گھر پر کھانا بنایا اور باپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت اسحاق نے خوش ہو کر خیر و برکت کی دعا دی۔

عیسوا دوم جب گھر واپس آئے تو انہیں رنج ہوا کہ بھائی نے پہلے ہی باپ کی خدمت میں اچھا اور مزیدار کھانا پیش کر دیا۔ ابلیس تو رہتا ہی تاک جھانک میں سے اس نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ جو خیر و برکت انہیں ملنے والی تھی ان کے بھائی یعقوب نے اس سے انہیں محروم کر دیا۔ بشری کمزوری کے تحت وہ اپنے بھائی حضرت یعقوب سے ناراض ہو گئے۔ ناراضگی جب زیادہ ہو گئی تو حضرت یعقوب کی والدہ نے انہیں اپنے بھائی لابان کے پاس فیدان آرام بھیج دیا تاکہ دونوں بھائی کچھ عرصے جدا رہیں اور آپس کے تعلقات مزید خراب نہ ہوں۔ عیسوا دوم ناراض ہو کر اپنے چچا حضرت اسماعیل کے پاس چلے گئے۔ جہاں حضرت اسماعیل کی بیٹی سے ان کی شادی ہوئی۔ تاہم دونوں بھائیوں کے باہمی تعلقات بعد میں خوشگوار ہو گئے۔

حضرت یعقوب کے ماموں نے آپ سے عہد لیا کہ اگر وہ دس سال ان کی بکریاں چرائیں تو ان کے ساتھ اپنی بیٹی کا عقد کر دیں گے۔ حضرت یعقوب نے یہ مدت پوری کر دی تو آپ کے ماموں لابان نے اپنی بیٹی ”لیہ“ سے آپ کی شادی کر دی۔

حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے:

حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے لیکن آپ کو حضرت یوسف سے زیادہ محبت تھی۔ دوسرے بیٹے اس بات سے خوش نہیں تھے۔ سوتیلے بھائیوں نے حضرت یوسف کو ایک دن جنگل میں اندھے کنویں میں پھینک دیا اور روتے دھوتے واپس آ کر حضرت یعقوب سے کہا کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ حضرت یعقوب نے اس دکھ کو صبر و شکر سے برداشت کیا اور کہا!

”نہیں بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنالائے ہو اب صبر ہی بہتر ہے اور خدا ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بارے میں جو تم بیان کرتے ہو۔“

(سورۃ یوسف: ۸)

آپ حضرت یوسف کو یاد کر کے روتے رہتے تھے۔ روتے روتے آپ کی بیٹائی چلی گئی۔ دوسری طرف حضرت یوسف کو ایک تجارتی قافلے نے کنویں میں سے نکالا اور اپنے ہمراہ مصر لے گئے۔ حالات نے آپ کو عزیز مصر کے محل میں پہنچا

دیا۔ وہیں پل کر جوان ہوئے اور مصر کے فرماں روا بنے۔ حضرت یوسف والی مصر مقرر ہوئے تو حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کی خواہش کے مطابق اپنے اہل خاندان کے ہمراہ جن کی تعداد ستر تھی مصر کی طرف ہجرت کی۔ اس وقت آپ کی عمر ایک سو تیس برس تھی۔ آپ ہجرت کے بعد سترہ برس زندہ رہے۔ وفات سے قبل آپ نے اپنے بچوں کو بلا کر نصیحت کی۔

”بھلا جس وقت یعقوب وفات پانے لگے تو تم اس وقت موجود تھے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کریں گے۔ جو معبود یکتا ہے اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔“ (سورۃ البقرہ: ۱۳۳)

حضرت یعقوب کی عمر ایک سو سینتالیس برس ہوئی۔ حضرت یوسف نے آپ کا جسدِ خاکی آپ کی وصیت کے مطابق کنعان لے جا کر حضرت سارہ، حضرت رفقا اور حضرت اسحاق کے پہلو میں دفن کیا۔

حکمت:

قرآن کریم میں انبیاء کے تذکرے ہمیں اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ ہم اللہ کے برگزیدہ بندوں کی طرز فکر سے وقوف حاصل کریں۔ حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب سے منسوب واقعات کا بغور جائزہ لینے پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ انبیاء ایسے ذہن کے حامل ہوتے ہیں جن میں صبر اور شکر کی طرزیں مستحکم ہوتی ہیں۔ وہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کے حامل ہونے پر شکر ادا کرتے ہیں اور کسی نعمت کے حاصل نہ ہونے پر اس حد تک طویل و غمگین نہیں ہوتے کہ اللہ کے ناپسندیدہ فرد بن جائیں۔ وہ مشیت الہی کی تابع ہوتے ہیں اور مظاہر قدرت کے تحت ترتیب پانے والے واقعات میں رضائے الہی ان کے پیش نظر ہوتی ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ وسیع تر اختیارات کے حامل ہوتے ہیں، واقعات کو اپنے حق میں استوار کرنے کے لئے ان میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے بلکہ اللہ کے حضور عجز و انکساری کا نذرانہ پیش کر کے التجا کرتے ہیں کہ اے رب کائنات! ثابت قدمی اور صبر و استقامت عطا فرما۔

حضرت یعقوب نے اپنی پوری زندگی میں صبر و استقلال کا عظیم الشان مظاہرہ کیا۔ جب آپ کے فرزند اور جلیل القدر پیغمبر حضرت یوسف اپنے ہی بھائیوں کے حسد کا شکار ہو کر باپ سے جدا ہو گئے تو باوجود اس کے کہ حضرت یعقوب حقیقت حال سے باخبر تھے مشیت الہی کے تحت خاموش ہو رہے اور انہوں نے اللہ کے بنائے ہوئے نظام کے تحت بیٹے سے ملنے کا انتظار کیا۔ بشری تقاضے کے تحت وہ بیٹے کی جدائی میں روتے رہے لیکن نافرمانی اور بے صبری کا ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکلا۔

پیغمبروں کی ساری زندگی اس عمل سے عبارت ہے کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔ تمام انبیائے کرام اور ان کے وارث اولیاء اللہ کے اندر استغنا کی طرز فکر راسخ ہوتی ہے۔ انبیاء اس طرز فکر کو حاصل کرنے کا اہتمام اس طرح کیا کرتے تھے کہ وہ کسی چیز کے متعلق سوچتے تھے تو اس چیز کے اور اپنے درمیان کوئی رشتہ براہ راست قائم نہیں کرتے تھے۔ ان کی طرز فکر ہمیشہ یہ ہوتی تھی کہ کائنات کی تمام چیزوں کا اور ہمارا مالک اللہ ہے۔ کسی چیز کا رشتہ براہ راست ہم سے نہیں ہے بلکہ ہم سے ہر چیز کا رشتہ اللہ کی معرفت ہے۔ رفتہ رفتہ ان کی یہ طرز فکر مستحکم ہو جاتی اور ان کا ذہن ایسے رجحانات پیدا کر لیتا کہ جب وہ کسی چیز کی طرف مخاطب ہوتے تو اس چیز کی طرف خیال جانے سے پہلے اللہ کی طرف خیال چلا جاتا۔ انہیں کسی چیز کی طرف توجہ دینے سے پیشتر یہ احساس عاودنا ہوتا کہ یہ چیز ہم سے براہ راست تعلق نہیں رکھتی۔ اس چیز کا اور ہمارا واسطہ محض اللہ کی وجہ سے ہے۔

اس طرز عمل میں ذہن کی ہر حرکت میں اللہ کا احساس قائم ہو جاتا ہے۔ اللہ ہی بحیثیت محسوس ان کا مخاطب ہو جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اللہ کی صفات ان کے ذہن میں ایک مستقل مقام حاصل کر لیتی ہیں اور ان کا ذہن اللہ کی صفات کا قائم مقام ہو جاتا ہے۔

تفکر کرنے سے... سوچنے اور سمجھنے کے کئی رخ متعین ہوتے ہیں۔ تفصیل میں جانے کے بجائے ہم دورخوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو عملی اعتبار سے مستحکم ذہن ہیں یعنی ایسا ذہن رکھتے ہیں جس میں شک نہیں ہوتا۔

وہ کہتے ہیں کہ ہمارا یقین ہے کہ ہر چیز اس کی دنیا میں کوئی بھی حیثیت

ہو، چھوٹی ہو یا بڑی ہو، راحت ہو یا تکلیف سب اللہ کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کے مشاہدے میں یہ بات آ جاتی ہے کہ کائنات میں جو کچھ موجود ہے، جو ہو رہا ہے، جو ہو چکا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے سب کا سب اللہ کی طرف سے ہے۔

جس طرح اللہ کے ذہن میں کسی چیز کا وجود ہے اسی طرح اس کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ راسخ فی العلم لوگوں کے ذہن میں یقین کا ایسا پتھر بن جاتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کا ہر عمل اور زندگی کی ہر حرکت، ہر ضرورت اللہ کے ساتھ وابستہ کر دیتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے کہ ہمارے لئے اللہ نے جو نعمتیں مخصوص کر دی ہیں وہ ہمیں ہر حال میں میسر آئیں گی اللہ کے اوپر یقین ان کے اندر استغنا پیدا کر دیتا ہے۔

استغنا کی تعریف

قانون یہ ہے کہ استغنا یقین کے بغیر پیدا نہیں ہوتا اور یقین کی تکمیل مشاہدے کے بغیر نہیں ہوتی اور جس آدمی کے اندر استغنا نہیں ہوتا اس کا تعلق مادی دنیا (اسفل) سے زیادہ رہتا ہے۔

اور جس بندے کے اندر استغنا نہیں ہوتا اس کا ذہن بے یقینی اور وسوسوں میں گھرا رہتا ہے اس کے اوپر مستقبل کا خوف طاری ہوتا ہے جو نعمتیں اسے ماضی میں حاصل ہوتی رہی ہیں ان کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں۔

مثال: ایک بچہ پیدا ہوا وہ اس حالت میں ہے کہ وہ کروٹ بدل سکتا ہے نہ ہاتھ سے کوئی چیز پکڑ سکتا ہے اور نہ پیروں سے چلتا ہے۔ اس کا ہر کام دوسرے لوگ کرتے ہیں۔ دودھ ماں پلائی ہے، صفائی ستھرائی ماں کرتی ہے، کپڑے ماں تبدیل کرتی ہے۔ اس طرح بچہ گھنٹوں، دنوں، ہفتوں، مہینوں اور سالوں کے زمانے کو عبور کرتا ہوا لڑکپن میں داخل ہوتا ہے۔ لڑکپن سے جوانی کا آغاز ہوتا ہے۔ پڑھتا لکھتا ہے۔ محنت مزدوری کرتا ہے۔ کاروبار کرتا ہے۔ ایک دن کا بچہ جب جوان ہوتا ہے تو اس کی شادی ہو جاتی ہے شادی کے بعد بچے ہوتے ہیں۔ بچوں کے بچوں کی تقریبات کرتا ہے۔ بوڑھا ہو جاتا ہے۔

لیکن جب وہ مستقبل کے بارے میں سوچتا ہے تو فکر مندی کا مظاہرہ کرتا

ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ ایک دن کی عمر سے ساٹھ سال یعنی اکیس ہزار نو سو دن تک اسے ہر آسائش مہیا کی گئی ہے۔ مزید عمر میں وہ اللہ کی نعمتوں سے کیسے محروم ہو سکتا ہے۔

استغنا کے حامل افراد کے یقین میں یہ بات مستحکم ہوتی ہے کہ آدمی حالات کے ہاتھ میں کھلونا ہے۔ حالات کھلونے میں جس طرح چابی بھر دیتے ہیں آدمی اسی طرح چلنے پر مجبور ہے اور کھلونے کی چابی کا رکھوالا، محافظ اور مطلق حاکم اللہ ہے۔



حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف کی پیدائش کے وقت حضرت یعقوب کی عمر ۷۳ برس تھی۔ حضرت یوسف کے گیارہ بھائی تھے۔ ”بن یامین“ سگے بھائی تھے اور دس سوتیلے بھائی تھے۔ حضرت یوسف بھائیوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل اور فہیم تھے۔ حضرت یوسف کی پیشانی نور افکن تھی۔ حضرت یوسف نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند حضرت یوسف کو سجدہ کر رہے ہیں ☆۔ حضرت یعقوب کو جب خواب سنایا تو انہوں نے خواب کی تعبیر بتائی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے کام کے لئے منتخب کرے گا اور علم و حکمت سے نوازے گا اور نصیحت کی کہ یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ سنانا اور نہ وہ تمہارے دشمن ہو جائیں گے۔ حضرت یوسف کے قصے کو قرآن حکیم میں ”احسن القصص“ کہا گیا ہے۔

گیارہ ستارے اور چاند:

حضرت یوسف نے اپنے والد حضرت یعقوب سے کہا!
 ”اے میرے باپ! میں نے خواب دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور سورج اور چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں“۔ حضرت یعقوب نے فرمایا!
 ”میرے بیٹے جس طرح تو نے دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند تیرے آگے جھکے ہوئے ہیں اسی طرح تیرا پروردگار تجھے برگزیدہ کرنے والا ہے۔“

ایک روز حضرت یوسف کے سوتیلے بھائیوں نے پروگرام بنایا کہ یوسف کو باپ سے دور کر دیں سب بھائیوں نے باپ سے کہا! ہم یوسف کو سیر کرانے کے لئے اپنے ساتھ جنگل میں لے جانا چاہتے ہیں۔ حضرت یعقوب نے بے انتہا اصرار کے

☆ اس وقت حضرت یوسف کی عمر بارہ سال تھی۔

بعد نیم دلی سے اجازت دے دی۔ سوتیلے بھائی حضرت یوسف کو ساتھ لے گئے اور اندھے کنوئیں میں پھینک دیا اور مکرو فریب سے روتے ہوئے گھر واپس آئے۔ باپ کے سامنے یہ عذر پیش کیا کہ حضرت یوسف کو بھیڑ یا کھا گیا ہے۔ ثبوت کے طور پر بکری کے خون میں رنگے ہوئے حضرت یوسف کے کپڑے باپ کو دکھائے۔ حضرت یعقوبؑ کو کہ ان کا حیا سمجھ گئے لیکن رضائے الہی سمجھ کر خاموش ہو گئے۔ جس کنوئیں میں حضرت یوسف کو پھینکا گیا تھا۔ یہ کنواں حبرون (موجودہ الخلیل) کی وادی میں سکیم کے قریب ہے۔ اسماعیلی تاجروں کا ایک قافلہ مصر جاتے ہوئے یہاں سے گزرا تو قافلے کے لوگوں نے ایک کنواں دیکھا۔ پانی پینے کے لئے قافلہ رک گیا۔ قافلے والوں نے کنوئیں میں ڈول ڈالا تو حضرت یوسف اسے پکڑ کر کنوئیں سے باہر نکل آئے۔ تاجر آپ کو ساتھ لے گئے اور مصر کے بازار میں نیلام کر دیا۔

عربی نسل "عمالیق" جو دو ہزار قبل مسیح میں فلسطین اور شام سے آ کر مصر پر قابض ہو گئے تھے اس وقت حکمران تھے۔ اپوفیس (APOPHIS) نامی بادشاہ تھا۔ مصری فوج کے سپہ سالار "نوطیفار" نے بیس درہم (تقریباً ۳۴۰ پاکستانی روپے) میں حضرت یوسف کو خرید لیا۔ قرآن نے خریدار کا تعارف عزیز مصر کے نام سے کرایا ہے۔ عزیز مصر کے معنی ایسے صاحب اقتدار کے ہیں جس کے خلاف کوئی مزاحمت نہ ہو سکے۔ عزیز مصر کسی شخص کا نام نہیں ہے بلکہ ایک عہدے کا نام ہے۔ بائبل اور تلموز کے مطابق ☆ عزیز مصر شاہی محافظوں کا افسر اعلیٰ تھا۔ عزیز مصر نے اپنی بیوی سے کہا!

ترجمہ: اس کو اچھی طرح رکھنا بعید نہیں کہ یہ ہمارے لئے مفید ثابت ہو یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔ (یوسف: ۲۱)

مصری تہذیب:

حضرت یوسف کنعان میں پلے بڑھے تھے تہذیبی اور تمدنی ترقی مصر کے مقابلے میں کم تھی وہاں قبائلی اور نیم خانہ بدوشانہ طرز زندگی تھی جبکہ مصر معاشرت کے اعتبار سے جدید ملک تھا۔ عزیز مصر حضرت یوسف کی شخصیت اور فہم و فراست سے بہت

☆ یہ روایت بھی ملتی ہے کہ عزیز مصر شاہی خزانہ کا افسر اعلیٰ تھا۔

متاثر ہوا۔ کچھ ہی عرصے میں اپنی دولت و جاگیر کے نظم و نسق میں اس نے آپ کو شریک کر لیا۔

ترجمہ: اس طرح ہم نے یوسف کے لئے اس سر زمین پر قدم جمانے کی صورت نکالی اور اسے معاملہ فہمی کی تعلیم دینے کا انتظام کیا۔

(سورۃ یوسف: ۲۱)

حضرت یوسف ذہین اور زیرک انسان تھے۔ آپ کی خوبصورتی بے مثال تھی۔ حسن اور خوب روئی کا کوئی پہلو ایسا نہ تھا جو ان کے اندر نہیں تھا۔ عزیز مصر کی بیوی ”زلیخا“ دل پر قابو نہ رکھ سکی اور حضرت یوسف پر فریفتہ ہو گئی۔

”خدا کی پناہ! میرے رب تو نے مجھے اچھی منزلت بخشی اور میں یہ کام کروں ایسے ظالم لوگ کبھی فلاح نہیں پاتے۔“ (سورۃ یوسف: ۲۳)

حواس باختگی:

عصمت و حیا کے پیکر حضرت یوسف نے ایک لمحہ کے لئے بھی زلیخا کی حوصلہ افزائی نہ کی، بلکہ اسے بے قراری کی حالت میں چھوڑ کر کمرے سے باہر جانے لگے، زلیخا نے انہیں روکنا چاہا۔ اس کھینچا تانی میں آپ کی قمیض پھٹ گئی۔ دروازہ کھلا تو عزیز مصر کی بیوی کا چچا زاد بھائی سامنے کھڑا تھا۔ زلیخا نے مکر سے کام لیا اور حضرت یوسف پر الزام لگایا کہ اس نے مجھے بے عزت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ شخص ذہین، فطین، ہوشیار اور معاملہ فہم تھا۔ اس نے کہا یوسف کا پیرا ہن دیکھنا چاہیے اگر سامنے سے پھٹا ہوا ہے تو زلیخا سچ بولتی ہے اگر پیچھے سے چاک ہے تو یوسف بے گناہ ہیں۔ محل میں موجود لوگوں نے دیکھا کہ پیرا ہن پیچھے سے چاک تھا۔ عزیز مصر کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے معاملہ رفع دفع کر دیا۔ لیکن کسی نہ کسی طرح یہ بات پورے خاندان میں پھیل گئی۔ امراء و روساء کی بیگمات نے زلیخا کو طعن و تشنیع کی اور اس سے کہا تو کیسی عورت ہے کہ عزیز مصر کی بیوی ہو کر ایک ملازم پر عاشق ہو گئی۔ زلیخا نے ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ تواضع کے لئے پھل رکھے گئے۔ مہمانوں نے چھری سے پھل کاٹنے چاہے تو عین اسی وقت حضرت یوسف کو قریب سے گزارا

گیا۔ حسن و جمال کے مجسمہ اور مردانہ وجاہت کے پیکر حضرت یوسف پر جب عورتوں کی نگاہ پڑی تو وہ حواس باختہ ہو گئیں اور انہوں نے پھلوں کے ساتھ اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔

”عزیز مصر کی بیوی نے کہا! یہ ہے وہ شخص، جس کے بارے میں تم مجھے برا کہتی تھیں۔ بے شک میں نے اسے اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی تھی مگر یہ بچ نکلا اگر اب بھی میرا کہنا نہیں مانے گا تو قید کر دیا جائے گا اور بہت ذلیل ہوگا۔“

(سورۃ یوسف: ۳۲)

زلینخا کی طرف سے برائی کی ترغیب اور بات پوری نہ ہونے کی صورت میں قید کر دینے کی دھمکی سن کر حضرت یوسف نے اللہ رب العزت کو مدد کے لئے پکارا۔

”اے میرے رب! قید مجھے منظور ہے یہ نسبت اس کے وہ کام کروں جو یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں اور اگر تو نے ان کی چالوں کو مجھ سے دفع نہ کیا تو میں ان کے دام میں پھنس جاؤں گا اور جاہلوں میں شامل ہو جاؤں گا۔“ (سورۃ یوسف: ۳۳)

پہلے صرف زلیخا ہی آپ پر عاشق تھی۔ اس واقعہ کے بعد طبقہ روماء کی اکثر عورتیں آپ کے حسن و دلکشی پر فریفتہ ہو گئیں۔ حضرت یوسف راست روی اور عفت و عصمت قائم رکھنے کے لئے کڑے امتحان سے گزر رہے تھے۔ بالآخر طرح طرح کے الزامات لگا کر آپ کو پابند سلاسل کر دیا گیا ☆۔ حضرت یوسف کی نیکو کاری اور پاکیزہ سیرت کے چمچے پہلے ہی جیل خانہ میں پہنچ چکے تھے۔ آپ کے اخلاق، پرہیزگاری اور نیک اعمال کے سبب قیدی اور حکام آپ کا احترام کرتے تھے۔

حضرت یوسف سات برس جیل میں رہے۔ قید کے دوران آپ قیدیوں کو وحدانیت کی راہ اختیار کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ نیک عمل کی تلقین اور برائیوں سے بچنے کی نصیحت کرتے تھے۔

دوقیدیوں کے خواب:

”اے جیل کے رفیقوں الگ الگ کئی معبودوں سے ایک اللہ بہتر ہے۔ اللہ

☆ اس وقت حضرت یوسف کی عمر میں یا اکیس برس تھی۔

زبردست حکمت والا ہے۔ پوجنے کے لائق اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ مگر نام رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے۔ نہیں اتاری اللہ نے ان کی کوئی سند، حکومت نہیں ہے کسی کی سوائے اللہ کے، اس نے فرمادیا کہ نہ پوجو مگر اس کو، یہی ہے سیدھی راہ پر بہت لوگ نہیں جانتے۔“ (سورۃ یوسف: ۲۰-۳۹)

دوقیدیوں نے خواب دیکھے۔ ایک بادشاہ کا ساتی اور دوسرا باورچی تھا اور وہ بادشاہ کو زہر سے ہلاک کرنے کی سازش میں پکڑے گئے تھے۔ دونوں نے حضرت یوسف کو اپنے اپنے خواب سنائے ایک نے بتایا ”میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ انگور نچوڑ رہا ہوں۔“ دوسرے نے کہا ”میں نے دیکھا کہ سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے اسے کھا رہے ہیں۔“

حضرت یوسف نے تعبیر بتائی کہ انگور نچوڑنے والا بری ہو جائے گا اور اسے پھر ساتی گری سوئپ دی جائے گی اور دوسرا سولی پر چڑھا دیا جائے گا اور اس کا گوشت مردار جانور کھائیں گے۔

بادشاہ کا خواب:

حضرت یوسف کے قصہ میں چوتھا خواب بادشاہ مصر ”ملک الریان“ کا ہے۔ بادشاہ نے تمام درباریوں کو جمع کر کے کہا، ”میں نے خواب میں دیکھا کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں انہیں سات دبلی گائیں نکل رہی ہیں اور سات بالیں ہری ہیں اور سات بالیں سوئی۔“

بادشاہ کے دربار میں ماہرین نے اس خواب کو بادشاہ کی پریشان خیالی قرار دیا۔ لیکن بادشاہ کو اطمینان نہیں ہوا اور وہ ہر وقت پریشان رہنے لگا۔ بادشاہ کو پریشان دیکھ کر ساتی کو اپنا خواب اور اس کی تعبیر یاد آگئی۔ اس نے حضرت یوسف کے علم اور حکمت سے بادشاہ کو آگاہ کیا۔ بادشاہ نے اسے خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لئے حضرت یوسف کے پاس بھیجا۔ حضرت یوسف نے خواب کی یہ تعبیر بتائی کہ سات برس تک تم تازہ تازہ کھیتی کرتے رہو گے۔ ان سات برسوں میں غلے کی خوب فراوانی ہوگی اور اس کے بعد سات برس بہت مصیبت کے آئیں گے اور سخت قحط پڑ جائے گا۔ ایک دانہ بھی نہیں اگے گا۔ ان سات سالوں میں وہی غلہ کام آئے گا جو پہلے سات

ساؤں میں ذخیرہ رکھا گیا ہوگا۔

خواب میں مستقبل بنی اور حضرت یوسف کی بیان کردہ تعبیر سے بادشاہ بے حد متاثر ہوا۔ اس نے حضرت یوسف کو رہا کر کے دربار میں حاضر کرنے کا حکم دیا۔ لیکن حضرت یوسف نے رہا ہونے سے انکار کر دیا اور مطالبہ کیا کہ اس الزام کی تحقیق کی جائے جس کے تحت وہ قید کئے گئے تھے۔ بادشاہ کو یقین ہو گیا کہ قیدی صاحب حکمت بزرگ ہے۔ اور یہ برگزیدہ شخص یقیناً بے گناہ ہے ورنہ الزام کی تحقیق کا مطالبہ نہ کرتا اور جیل سے باہر بخوشی آجاتا۔ شاہ مصر نے تحقیقات کا حکم دیا۔ تحقیقات کے نتیجے میں حضرت یوسف بے گناہ ثابت ہوئے۔

قحط سالی سے بچنے کی منصوبہ بندی:

خواب کی تعبیر معلوم ہونے کے بعد بادشاہ نے دربار میں موجود معاشیات کے ماہرین کو اس مصیبت سے محفوظ رہنے کی ہدایت کی یہ خواب جس طرح انوکھا تھا اسی طرح تعبیر بھی عجیب تھی اور سارے دربار میں ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو اس کام سے عہدہ برآ ہو سکتا۔ تب حضرت یوسف نے اس قحط سالی سے بچنے کی تدابیر بتائیں۔ بادشاہ ان کے علم و حکمت اور بزرگی کا پہلے ہی معترف ہو چکا تھا اب اس کے دل میں حضرت یوسف کی عظمت مزید گھر کر گئی۔ اس نے نہ صرف ان تدابیر کو قبول کیا بلکہ حضرت یوسف کو ان پر عمل کرانے کا اختیار بھی دے دیا اور کہا:

”تو میرا نائب ہے۔ آج سے تیرا حکم میری رعایا پر چلے گا۔“ اور اس نے فیصلہ کیا کہ جو تجاویز حضرت یوسف نے قحط سالی کے لئے دی ہیں وہ خود ہی ان پر عمل درآمد کروائیں۔ اس سلسلے میں بادشاہ نے شاہی کونسل سے بھی منظوری لے لی۔ بادشاہ نے حضرت یوسف کو نہایت عزت و احترام سے کہا کہ آپ اس مسئلہ سے نمٹنے کے لئے پیش بندی کریں۔ حضرت یوسف عمل درآمد کیلئے بادشاہ سے مملکت کے کلی اختیارات مانگ لئے

”یوسف نے کہا ملک کے خزانے میرے سپرد کر دیجئے۔ میں حفاظت

کرنے والا ہوں اور علم بھی رکھتا ہوں۔“ (سورۃ یوسف: ۵۵)

بادشاہ نے آپ کو ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔

توریت میں ہے۔

”تو میرے گھڑ کا مختار ہوگا اور ساری رعایا پر تیرا حکم چلے گا۔ فقط تخت کا مالک ہونے کے سبب سے میں بزرگ تر ہوں گا۔ دیکھ میں تجھے سارے ملک مصر کا حاکم بناتا ہوں اور تیرے حکم کے بغیر کوئی آدمی اس سارے ملک مصر میں اپنا ہاتھ پاؤں نہ ہلا پائیگا۔“ حضرت یوسف نے مملکت کی باگ ڈور سنبھال لی اور قحط سالی سے بچنے کے لئے انتظامات شروع کر دیئے۔

بچے مرحلے میں آپ نے زیادہ سے زیادہ غلہ اگانے کی منصوبہ بندی کی۔ ایسے اقدامات کئے کہ وہ زمینیں جو قابل کاشت نہیں تھیں انہیں بھی کاشت کے قابل بنا دیا گیا۔ اس طرح ضرورت سے زیادہ فصلیں تیار ہو گئیں۔ آپ نے حکومتی خزانوں سے فصلیں خرید لیں اور قحط سالی کے سات برسوں کے لئے غلے کا ذخیرہ کر لیا۔ اگلا مرحلہ خوراک کے اس عظیم الشان ذخیرے کو اس طرح محفوظ کرنے کا تھا کہ وہ سات سال تک قابل استعمال رہے۔ اس سلسلے میں آپ نے غلہ کو جمع کرنے کے لئے مخروطی شکل کے ابرام ڈیزائن کئے۔ ہزاروں سال قبل تعمیر کئے جانے والے یہ ابرام آج بھی معمہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ حضرت یوسف کے علم نبوت کا اعجاز تھا کہ آپ نے مصر کے اس قدیم معاشرے میں ایسی جدید سائنسی عمارت کی بنیاد رکھی جو ہزاروں سال سے قائم ہے۔

سات سال بارشیں خوب ہوئیں اور بہترین فصل حاصل ہوئی۔ پھر کھیتیاں سوکھنے لگیں۔ جو ہڑوں اور تالابوں میں پانی خشک ہو گیا۔ لوگوں کے پاس جمع شدہ غذائی اجناس کی قلت ہو گئی۔ مصر کی ساری زمین خشک ہو گئی اور قرب و جوار میں شدید قحط پڑ گیا۔ لیکن صحیح منصوبہ بندی اور پلاننگ سے گورنمنٹ کے پاس وافر مقدار میں غلہ ذخیرہ ہو گیا۔

کنعان کے باشندے مصر آ کر سرکاری گوداموں سے غلہ لے کر گئے تو حضرت یعقوب نے بھی اپنے بیٹوں کو مصر سے غلہ لانے کے لئے بھیجا۔

تقسیم اجناس:

حضرت یوسف ان گوداموں کی دیکھ بھال کرتے تھے اور وقتاً فوقتاً تقسیم اجناس کا جائزہ لیتے رہتے تھے۔ ایک روز وہ دورے پر تھے کہ انہوں نے دیکھا ایک جیسے لباس اور ایک جیسی شکل و صورت کے ”کنعانی“ لوگ قطار میں کھڑے ہیں۔ حضرت یوسف نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ کنعانیوں نے بتایا کہ ہم ایک باپ کی اولاد ہیں اور بھائی بھائی ہیں اور غلہ لینے کے لئے کنعان سے یہاں آئے ہیں۔ حضرت یوسف نے پوچھا تمہارا کوئی اور بھی بھائی ہے؟ انہوں نے کہا، جی ہاں! ہمارا ایک بھائی اور ہے جو والد صاحب کی معذوری کی وجہ سے نہیں آیا۔ ہمارے والد صاحب آنکھوں سے نابینا ہیں۔ ہمارے ایک اور بھائی یوسف کو بچپن میں بھیڑیا اٹھا کر لے گیا تھا۔ والد صاحب کو اس سے بے انتہا محبت تھی وہ اس کے غم میں روتے روتے اندھے ہو گئے ہیں۔ حضرت یوسف کو یہ سن کر صدمہ پہنچا کہ حضرت یعقوبؑ بینائی کھو چکے ہیں۔ انہیں اپنے چھوٹے بھائی کی فکر بھی لاحق ہوئی۔ آپ نے اپنے سوتیلے بھائیوں سے کہا ”تم لوگ کنعان سے آئے ہو ممکن ہے تمہیں یہاں کے قانون کا علم نہ ہو غلہ صرف انہی لوگوں کو دیا جاتا ہے جو موجود ہوتے ہیں۔ اس بار تم کو معذور باپ اور بھائی کے حصے کا غلہ دے دیا جاتا ہے۔ لیکن جب آئندہ غلہ لینے آؤ تو باپ اور بھائی کو بھی ساتھ لے کر آنا۔“ بھائیوں نے کہا کہ ہمارے والد تو بیٹے کے غم میں گوشہ نشین ہو گئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ آنکھوں سے معذور بھی ہیں۔ ان کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ چھوٹا بھائی باپ کی خدمت میں لگا رہتا ہے اور وہ خود بھی ان سے دور ہونا نہیں چاہتا۔

حضرت یوسف نے باپ کی معذوری کا عذر قبول کر لیا لیکن بھائی کے نہ آنے کی وجہ کو قبول نہیں کیا اور کہا کہ تمہارے بھائی کو اپنے حصے کا غلہ لینے یہاں آنا پڑے گا اگر وہ نہیں آیا تو تمہیں بھی غلہ نہیں دیا جائے گا۔

غلہ لے کر جب وہ واپس ہوئے تو انہوں نے اپنے والد سے کہا! والئی مصر نے کہا ہے کہ اگر تمہارا بھائی ساتھ نہیں آیا تو تمہیں بھی غلہ نہیں دیا جائے گا۔
حضرت یعقوبؑ نے کہا!

”کیا تم پر اسی طرح اعتماد کروں جس طرح اس کے بھائی یوسف کے معاملہ میں کر چکا ہوں؟“

حضرت یوسفؑ کی جدائی کے بعد حضرت یعقوبؑ کے دل کا سکون ”بن یامین“ تھا۔ آنکھوں کی روشنی سے محروم ہونے کے بعد بن یامین ہی باپ کی ضروریات کا خیال رکھتا تھا۔ حضرت یعقوبؑ کے بیٹے باپ کا جواب سن کر شرمندہ ہوئے۔ بڑے بیٹے نے انتہائی عاجزی سے کہا ”آپ کو ہم پر اعتماد نہیں رہا لیکن ہم مجبور ہیں اگر آپ نے ”بن یامین“ کو ہمارے ساتھ نہیں بھیجا تو کسی کو بھی غلہ نہیں ملے گا۔ حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں سے وعدہ لیا کہ بن یامین کو صحیح سلامت واپس لے آؤ گے۔“

دوسری مرتبہ برادرانِ یوسف کا قافلہ مصر کی طرف روانہ ہوا تو حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کو نصیحت کی کہ:

”دیکھو ایک ساتھ جتھا بنا کر شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے ایک ایک دو در داخل ہونا۔“

حضرت یعقوبؑ نے بیٹوں کو یہ نصیحت اس وجہ سے کی کہ جب وہ پہلی بار مصر میں داخل ہوئے تھے تو جاسوسی کے الزام میں گرفتار کر لئے گئے تھے اور الزام ثابت نہ ہونے پر رہا ہوئے تھے۔

حضرت یوسفؑ جانتے تھے کہ سوتیلے بھائی جتنا غلہ لے گئے ہیں وہ زیادہ دن نہیں چلے گا۔ انھیں اندازہ تھا کہ کتنی مدت کے بعد دوبارہ غلہ کی ضرورت پیش آئے گی۔ سگے بھائی کا بے چینی سے انتظار تھا۔ شہر سے باہر ملک شام سے آنے والے راستے پر کھڑے ہو جاتے اور بھائیوں کی راہ تکتے رہتے تھے۔ بالا آخر برادرانِ یوسف پہنچ گئے۔ باپ کی نصیحت کے مطابق الگ الگ دروازوں سے داخل ہوئے اور پھر ایک جگہ جمع ہو گئے۔ حضرت یوسف نے انہیں شاہی مہمان خانہ میں شہرایا اور اپنے سگے بھائی ”بن یامین“ کو تنہا میں طلب کر کے حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ باپ کی خیر خبر معلوم کی، اپنی ساری روداد سنائی۔ باپ سے جدائی سے لے کر اب تک کا قصہ بھائی کو سنایا اور تاکید کی کہ دوسرے بھائیوں کو یہ بات نہ بتائے۔

اب کی بار حضرت یوسف نے تمام بھائیوں کو پہلے سے زیادہ غلہ دیا اور اپنے بھائی بن یامین کو اپنے پاس رکھنے کے لئے غلہ ناپنے کا شاہی پیالہ اس کے سامان میں رکھ دیا۔

شاہی پیالے کی تلاش:

کنعانی جوانوں کا قافلہ ابھی روانہ ہوا تھا کہ چاندی کے شاہی پیالے کی تلاش شروع ہو گئی۔ قافلے والوں پر شبہ ظاہر کیا گیا کیونکہ غلہ صرف اس قافلہ کو تقسیم کیا گیا تھا۔ قافلہ رکوا یا گیا۔ برادران یوسف نے اس پر احتجاج کیا کہ الزام بے بنیاد ہے بحث و تمحیص کے بعد یہ طے پایا کہ قافلے والے واپس چل کر تلاشی دیں اگر الزام ثابت نہ ہوا تو انہیں اس شبہ کے نتیجے میں پہنچنے والی تکلیف کے بدلے میں مزید غلہ دیا جائے گا اور اگر الزام ثابت ہو گیا تو قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔

قانون یہ تھا کہ جس کی چوری ہوتی تھی مجرم کو اس کے حوالے کر دیتے تھے۔ شاہی داروغہ نے تمام بھائیوں کی تلاشی لینا شروع کر دی۔ آخر میں سب سے چھوٹے بھائی بن یامین کے سامان میں سے شاہی پیالہ برآمد ہو گیا۔ یہ دیکھ کر تمام بھائی پریشان ہو گئے۔

شاہی پہرہ دار بن یامین کو گرفتار کر کے لے جانے لگے تو انہیں باپ سے کیا ہوا وعدہ یاد آیا انہوں نے داروغہ کی منت سماجت کی کہ ”بن یامین“ کو چھوڑ دیا جائے اور اس کی جگہ جس بھائی کو چاہیں گرفتار کر لیں۔ معاملہ والی مصر حضرت یوسف کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت یوسف نے کہا! ”اس سے زیادہ ظلم اور کیا ہوگا کہ اصلی مجرم کو چھوڑ کر کسی اور کو پکڑ لیا جائے۔“

برادران یوسف وطن واپس ہوئے۔ لیکن اس سفر میں ”بن یامین“ ان کے ساتھ نہیں تھا۔ ندامت کی وجہ سے باپ کا سامنا کرنے کی ان میں ہمت نہیں ہوئی اس لئے بڑا بھائی باپ کے سامنے نہیں گیا وہ شہر سے باہر ٹھہر گیا۔

بیٹوں نے باپ کو بتایا تو حضرت یعقوب غمزہ آواز سے بولے ”میں جانتا ہوں کہ بات یہ نہیں ہے لیکن جو کچھ تم لوگ کہتے ہو مان لیتا ہوں اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

راز کھل گیا:

غلہ ختم ہونے کے بعد پھر مصر جانے کے بارے میں سوچنے لگے لیکن شرمندگی کی وجہ سے جاتے ہوئے ہچکچار ہے تھے۔ حضرت یعقوب نے انہیں تسلی دی اور مصر جانے کے لئے آمادہ کیا اور کہا کہ غلہ لے کر آؤ اور والہی مصر سے ”بن یامین“ کے لئے معافی کی درخواست کرو۔

باپ کے ہمت دلانے پر بیٹے دربار شاہی میں حاضر ہوئے اور کہا، ”ہم کو قحط سالی نے پریشان کر دیا ہے۔ اب معاملہ خرید و فروخت کا نہیں ہے، ذرائع آمدنی ختم ہو گئے ہیں۔ ہم غلہ کی پوری قیمت ادا نہیں کر سکتے۔ اگر ہمیں غلہ نہیں ملے گا تو ہمارے گھر میں فاقے شروع ہو جائیں گے۔“

حضرت یوسف یہ سن کر بہت رنجیدہ ہوئے اور آبدیدہ ہو کر کہا، ”نہیں نہیں میں تمہیں اور اپنے باپ کو مصیبت میں نہیں دیکھ سکتا۔“

برادران یوسف عزیز مصر کی زبانی حضرت یعقوب کے لئے باپ کا لفظ سن کر حیران ہوئے۔

حضرت یوسف نے پوچھا!

”تم لوگوں نے ”بن یامین“ کے بھائی یوسف کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟“

ان پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ عزیز مصر کو یوسف اور بن یامین سے کیا واسطہ ہے۔

”میرے بھائیو! میں ہی تمہارا بھائی یوسف ہوں۔ جسے تم نے حسد کی بناء پر کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔“

حضرت یوسف کے اس انکشاف سے ان کے رہے سبے حواس بھی جاتے رہے۔ خوف، شرمساری اور ندامت کے احساس سے ان کی گردنیں جھک گئیں۔

حضرت یوسف نے درگزر سے کام لیا اور فرمایا!

”میں تمہارا بھائی ہوں۔ ہم ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ میں آج بھی تم سے محبت کرتا ہوں۔ تم سے کوئی سرزنش نہیں، کوئی شکوہ نہیں، کوئی شکایت نہیں۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہارے گناہ بخش دے کیونکہ وہ رحیم و کریم ہے۔“

فرعون مصر کو جب یوسف کے بھائیوں کی آمد کا پتہ چلا اور اسے معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب، یوسف کے والد ہیں اور اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں تو اس نے حضرت یعقوب اور ان کے پورے خاندان کو مصر میں آباد ہونے کی دعوت دی اور پروٹوکول کے لئے فوج کا ایک دستہ کنعان بھیجا۔ فوج کے دستے کے ساتھ مال برداری کے جانور بھی تھے۔

یوسف کا پیرا، من:

روانگی سے قبل حضرت یوسف نے اپنا پیرا، من بھائیوں کو دیتے ہوئے کہا کہ اسے میرے مقدس باپ کی آنکھوں سے لگا دینا اللہ رب الرحیم اپنا فضل کرے گا۔ قافلہ ابھی کنعان میں داخل ہی ہوا تھا کہ حضرت یعقوب نے گھر والوں سے کہا کہ مجھے اپنے بیٹے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ گھر والوں نے اس بات کو ضعفِ دماغ پر محمول کیا اور کہا کہ برسوں پہلے جسے بھیڑیا لے گیا اس کی خوشبو کیسے آ سکتی ہے۔ حضرت یعقوب نے کہا! ”تم لوگ وہ بات نہیں جانتے جو میں جانتا ہوں۔“

شاہی دستہ کے ہمراہ قافلہ جب شہر میں داخل ہوا تو حضرت یعقوب اپنے گھر کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ حضرت یعقوب کے بیٹے سر جھکائے ان کے پاس پہنچے۔ حضرت یعقوب نے خوشی اور بے قراری سے کہا!

”تم سب آ گئے..... مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔“

”یوسف ہمارے ساتھ نہیں آیا۔“ ایک بھائی سر جھکا کر بولا اور پیرا، من نکال کر ان کو دیدیا۔ اور کہا! یہ پیرا، من یوسف نے بھیجا ہے۔ حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کا کرتا لیکر چوما اور آنکھوں سے لگایا اور کہا! میں نہ کہتا تھا کہ میرا یوسف زندہ ہے۔ جیسے جیسے حضرت یوسف کے کرتے کالمس آنکھوں میں جذب ہو رہا تھا۔ بینائی لوٹ رہی تھی اور حضرت یعقوب کی نابینا آنکھیں روشن ہو گئیں۔

بھائیوں نے اول تا آخر سارا قصہ سنایا.... اور کہا! فرعون مصر نے دعوت دی ہے کہ آپ سب مصر میں آ کر آباد ہو جائیں۔

حضرت یعقوب پورے خاندان کے ساتھ مصر روانہ ہو گئے۔ خاندان کے افراد کی تعداد ستر تھی۔

والد سے پچھرتے وقت حضرت یوسف کی عمر سترہ سال تھی اور حضرت یعقوب نوے سال کے تھے۔ جس وقت حضرت یعقوب مصر تشریف لائے اس وقت ان کی عمر ایک سو تیس (۱۳۰) سال تھی گویا باپ بیٹا چالیس سال ایک دوسرے سے جدا رہے۔ اس دوران فوطیفار فرعون کا انتقال ہو گیا۔

قرآن حکیم نے حضرت یوسف کے قصے کو خواب سے شروع کیا ہے۔

حکمت :

خواب ایسی ایجنسی ہے جس کی معرفت انسان کو غیب کا کشف حاصل ہوتا ہے۔ خواب کا علم انسان کو ماورائی اطلاعات فراہم کرتا ہے۔ یہ علم بتاتا ہے کہ روح ہمہ وقت حرکت میں رہتی ہے جس طرح بیداری کا پورا وقفہ کسی نہ کسی طرح حرکت سے عبارت ہے اسی طرح خواب کی زندگی بھی حرکت کے تابع ہے۔ انسان بیداری میں جسمانی حرکات سے اس لئے واقف رہتا ہے کہ بیداری میں شعوری حرکت قائم رہتی ہے۔ جب ہم بیدار ہوتے ہیں تو حواس بیرونی ماحول سے رشتہ قائم کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ ہمہ وقت کوئی نہ کوئی اسطباعیہ نقش اعصاب کو حرکت دیتا رہتا ہے اور اس کے اشارے پر ہمارا جسم متحرک رہتا ہے جب ہم سو جاتے ہیں تو جسمانی حرکات پر سکوت طاری ہو جاتا ہے لیکن اتنا یا نفس کا فعال کردار ختم نہیں ہوتا۔ خواب میں اگرچہ فرد کا جسم معطل ہوتا ہے لیکن وہ تمام حرکات و سکنات کو اپنے سامنے اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح بیداری میں دیکھتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ وقت اور فاصلے کی رانج پابندیاں قائم نہیں رہتیں۔

خواب میں خاکی حواس مغلوب ہوتے ہیں لیکن روح جن واردات و حوادث سے گزرتی ہے انہیں بہارا ذہن اس حد تک سمجھتا ہے جس حد تک اس کی دلچسپی ان سے وابستہ رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم خواب کے ان حصوں کو بیان کر سکتے ہیں جن پر دلچسپی کی بناء پر ہماری توجہ مرکوز ہو جاتی ہے اور جن واقعات پر ہماری توجہ نہیں ہوتی ان واقعات کی کڑیاں ملانے سے ہمارا شعور عاجز رہتا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شعور روح کی واردات کو مربوط حالت میں دیکھ لیتا ہے اور روح کی حرکت شعور میں اس طرح سما جاتی ہے کہ اس میں معنی پہناتا ذرا بھی مشکل

نہیں ہوتا اس ہی حالت کو سچا خواب کہتے ہیں اور یہی کیفیت ترقی کر کے کشف والہام بن جاتی ہے۔
 زمان اور مکان کی نفی:

نفس یا انا کی ایک صلاحیت جو بیداری اور خواب دونوں میں متحرک رہتی ہے قوتِ حافظہ ہے۔ انسان زندگی کے ہر قدم پر اس قوت سے کام لیتا ہے لیکن اس پر غور نہیں کرتا کہ بچپن کے زمانے کا تصور کیا جائے تو ایک لمحہ میں ذہن بچپن کے واقعات کا احاطہ کر لیتا ہے۔ اگرچہ ہم سالوں کا وقفہ گزار چکے ہیں اور ہزار ہا تبدیلیوں سے گزر چکے ہیں لیکن ذہن جب ماضی کی طرف سفر کرتا ہے تو سالوں پر محیط عرصہ کو سیکنڈ کے ہزاروں حصے میں طے کر کے بچپن کے زمانے میں پہنچ جاتا ہے۔ ہم ماضی کے واقعات کو نہ صرف محسوس کر لیتے ہیں بلکہ یہ واقعات اس طرح نظر آتے ہیں جیسے آدمی کوئی فلم دیکھ رہا ہے۔

بھی بھئی احساسات اتنے گہرے ہو جاتے ہیں کہ شعوران کا ادراک کر لیتا ہے۔ اگر کسی کام میں بہت زیادہ یکسوئی ہو جائے اور شعوری واردات ایک مرکز پر ٹھہر جائے تو یہ بات تجرباتی مشاہدہ بن جاتی ہے۔

انسان محض گوشت پوست کے جسم کا نام نہیں ہے۔ مادی جسم کے ساتھ ایک نورانی جسم ہے جس کا نام روح ہے۔ روح ہی جسم کی اصل ہے انسان کی روح جسم کے بغیر حرکت کرتی ہے لیکن مادی جسم روح کے بغیر حرکت نہیں کرتا۔ انسان اگر اپنی روح سے واقف ہو جائے تو وہ جسم کے بغیر بھی سفر کر سکتا ہے۔

جیسے ہی شعوری حواس پر سکوت طاری ہوتا ہے بیداری کے حواس پر خواب کے حواس کا غلاف چڑھ جاتا ہے اس حالت میں آدمی اپنے ارادے سے ان تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو استعمال کر سکتا ہے جو خواب میں کام کرتی ہیں۔ ماضی، مستقبل، دوری، نزدیکی بے معنی ہو جاتی ہے۔ آدمی خاکی جسم کی تمام قیود سے آزاد ہو کر سفر کرتا ہے۔

روحانی صلاحیت ترقی کر کے ایک ایسے مقام تک پہنچ جاتی ہے جہاں خواب اور بیداری کے حواس Parallel ہو جاتے ہیں اور انسانی شعور جس طرح

بیداری کے معاملات سے واقف ہے اسی طرح خواب کی کیفیات و حرکات سے بھی مطلع رہتا ہے۔

خواب کی تعبیر کا علم:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو خواب کی تعبیر کا علم عطا کیا تھا یعنی انہیں لاشعوری حواس کا پورا پورا علم تھا۔ لاشعوری حواس کے علوم انسان کو ٹائم اسپیس کی حد بندیوں سے آزاد کر دیتے ہیں اور خواب کے علوم جاننے والے پر غیب کی دنیا روشن ہو جاتی ہے۔

قرآن حکیم نے حضرت یوسف کے قصہ کو بیان کر کے ہماری توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ خواب صرف خیالات نہیں ہیں۔

انسان کی نصف زندگی خواب ہے اور نصف زندگی بیداری ہے۔

قانون یہ ہے کہ بیداری میں جن باتوں یا جن خیالات پر ہماری توجہ مبذول رہتی ہے وہ باتیں ہم سمجھ لیتے ہیں اور وہ ہمیں یاد رہتی ہیں۔ اس طرح اگر ہم خواب میں دیکھے ہوئے واقعات میں اپنی توجہ قائم کر لیں تو خواب یاد رہتے ہیں اور ہم ان کے اندر معنی پہننا لیتے ہیں۔ بیداری ہماری شعوری زندگی اور خواب ہماری لاشعوری زندگی ہے۔

ایک روز بادشاہ نے کہا! میں نے خواب میں دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دہلی گائیں کھا رہی ہیں اور اناج کی سات بالیں ہری ہیں اور دوسری سات سوکھی۔ اے اہل دربار! مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ! اگر تم خوابوں کا مطلب سمجھتے ہو۔ لوگوں نے کہا! یہ تو پریشان خوابوں کی باتیں ہیں اور ہم اس طرح کے خوابوں کا مطلب نہیں جانتے۔

ان دو قیدیوں میں سے جو شخص بچ گیا تھا اور اسے ایک مدت دراز کے بعد اب بات یاد آئی، اس نے کہا! میں آپ حضرات کو اس کی تاویل بتاتا ہوں، مجھے ذرا (قید خانے میں یوسف کے پاس) بھیج دیجئے۔

اس نے جا کر کہا، یوسف! اے سر اپاراستی! مجھے اس خواب کا مطلب بتا کہ سات موٹی گائیں ہیں جن کو سات دہلی گائیں کھا رہی ہیں اور اناج کی سات بالیں

بہری ہیں اور سات سوکھی۔ شاید کہ میں ان لوگوں کے پاس واپس جاؤں اور شاید کہ وہ جان لیں۔ یوسف نے کہا! ”سات برس تک لگاتار تم لوگ کھیتی باڑی کرتے رہو گے۔ اس دوران میں جو فصلیں تم کاٹو ان میں سے بس تھوڑا سا حصہ جو تمہاری خوراک کے کام آئے نکالو اور باقی کو اس کی بالیوں ہی میں رہنے دو۔ پھر سات برس بہت سخت آئیں گے۔ اس زمانے میں وہ سب غلہ کھا لیا جائے گا جو تم اس وقت کے لئے جمع کرو گے اگر کچھ بچے گا تو وہی جو تم نے محفوظ کر رکھا ہو۔ اس کے بعد پھر ایک سال ایسا آئے گا جس میں بارانِ رحمت سے لوگوں کی فریاد رسی کی جائے گی اور وہ رس پھوڑینگے۔“

(سورۃ یوسف: ۲۳-۲۹)

ایسا ہی ہوا جیسے خواب کی تعبیر دی گئی تھی۔ سات سال تک کھیتی باڑی خوب ہوئی اور سات سال تک ملک و قوم کو قحط سالی کا سامنا کرنا پڑا۔
حضرت یوسف نے سات سال تک غلہ محفوظ رکھنے کے لئے گودام تعمیر کروائے ان گوداموں کے بارے میں تاریخ انکشاف کرتی ہے کہ،
اہرام:

مینار نما مخروطی عمارت جو اہرام کے نام سے یاد کی جاتی ہے کس زبان کا لفظ ہے کوئی نہیں جانتا۔ انگریزی زبان میں اسے Pyramid کہا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں علم نہیں کہ یہ اہرام کتنے پرانے ہیں۔ تاریخ دان یہ بھی بتانے سے قاصر ہیں کہ یہ اہرام کن لوگوں نے بنائے، کیوں بنائے اور کس مقصد کے لئے بنائے گئے ہیں...!!

پیراڈ دراصل قدیم تہذیب کی تعمیرات ہیں جو مصر کے علاوہ میکسیکو، امریکہ، پیرو، گوئے مالا اور ہمالیہ سمیت دنیا کے کئی تاریخی مقامات پر ایستادہ ہیں۔ مصر کی وادی نیل میں قدیم مقام غزہ (Giza) کے میدان میں سب سے بڑا اہرام دنیا کے سات عجائبات میں سے ایک ہے جو ”شی اوپس یا چیوپس کا عظیم اہرام... (The Great Pyramid of Cheops)“ کہلاتا ہے۔ یہ دنیا کا واحد عجوبہ ہے جو ہزاروں سال گزر جانے کے باوجود صحیح حالت میں موجود ہے جبکہ باقی چھ عجائبات کے صرف نام اور تصویری خاکے رہ گئے ہیں۔ ان کے نشانات تک زمانے کی

دستبرد کی نذر ہو چکے ہیں۔ اہراموں کی جیومیٹریکل شکل کچھ اس نوعیت کی ہے کہ زلزلے، طوفان، باد و باران اور دیگر حوادث کو یہ برداشت کر لیتے ہیں۔ ان کی ڈھلوان سطح زمین کی کشش ثقل سے آزاد ہے۔

سائنسدانوں نے حال ہی میں جدید کمپیوٹر ٹیکنالوجی سے ”شی اوپس“ کا مطالعہ کیا۔ تازہ ترین معلومات یہ ہیں کہ یہ اہرام قدیم اور انتہائی ترقی یافتہ سائنسی ایجادات کا مظہر ہے اور یہ ترقی یافتہ سائنس حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے ہزاروں سال پہلے کی ہے۔ اہراموں کے معمار ماورائی سربستہ رازوں سے واقف تھے وہ اعلیٰ ترین ریاضی (Advance Mathamatics) کا ادراک رکھتے تھے۔ علم مثلث (Trigonometry) اور جیومیٹری کے علوم پر انہیں دسترس تھی۔ جغرافیہ کے بارے میں ان کا علم حیرت انگیز تھا۔

شی اوپس پتھر کے دو سو ایک.. ایک کے بعد دوسرے بلند ہوتے ہوئے متوازی زینوں پر مشتمل چالیس منزلہ (485 فٹ) بلند عمارت ہے۔ اس کی چورس بنیاد (Base) سواتیرہ (13-1/4) ایکڑ رقبہ پر محیط ہے۔ اس کے چاروں بنیادی سمتوں میں سے ہر ایک کی لمبائی 760 فٹ اور 11 انچ ہے۔ یعنی اہرام کے گرد چکر لگایا جائے تو تقریباً دو یا تین میل کا فاصلہ طے ہوگا۔ اس کی بنیاد ایک مکمل مربع ہے اور اس کے چاروں اطراف مساوی مثلثوں پر قائم ہیں۔ جو بنیاد سے اوپر اور اندر کی طرف اٹھی ہوئی ہیں۔ اس کے اطراف کی ڈھلان ۱۰ سے ۹ کے تناسب سے ۵ ڈگری 51/144.3 پر رکھی ہوئی ہیں جو بلندی پر جا کر ایک ایسے نقطے پر ملتی ہیں جو بنیاد کے عین مرکز کی سیدھ میں ہے۔ ایک قابل ذکر پہلو اس عظیم عمارت کی بنیاد کے سوراخوں (Sockets) کا سلسلہ ہے جو بنیاد کی چٹان میں اطراف کے بنیادی پتھروں کو تھامے ہوئے ہیں۔ ان ساکٹوں کی مدد سے اصل ساخت کا ٹھیک ٹھیک محیط معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اہرام کا سب سے قابل توجہ امتیاز اس کی حیرت انگیز سمت بندی (Orientation) ہے یعنی اس کی بنیاد کو ٹھیک شمالاً جنوباً اور شرقاً غرباً اس طرح رکھا گیا ہے کہ پانچ سینٹی میٹر کی غلطی بھی دریافت نہیں کی جاسکی۔

شی اوپس میں (۹۰) نوے ملین (۹ کروڑ) مکعب فٹ پتھر استعمال کیا گیا

ہے۔ تعمیر میں استعمال ہونے والے کل پتھروں کا اندازہ تیس لاکھ (23,00000) کے قریب لگایا گیا ہے۔ ان میں ہر بل (Block) کا وزن ۲ سے ۳ میٹرک ٹن تک ہے (ایک ٹن میں ۱۰۰۰ کلوگرام ہوتے ہیں)۔ چند ایک بلاکوں کا وزن کا اندازہ ۹۰ سے ۶۰۰ ٹن لگایا گیا ہے۔ اہرام کے مجموعی وزن کا تخمینہ پینسٹھ لاکھ (65,00000) ٹن ہے۔ موجودہ زمانے میں سائنس کی بے انتہا ترقی کے باوجود بڑی سے بڑی کرین زیادہ سے زیادہ ۲۰ ٹن وزن اٹھانے کی صلاحیت رکھتی ہے اور یہ صلاحیت ان کرینوں کی ہے جو بڑی بڑی بلند و بالا عمارتوں کی تعمیر میں استعمال ہوتی ہیں اور تقریباً ۲۶۵ فٹ بلند ہوتی ہیں۔

تحقیقاتی ٹیم:

نیولین جب مصر آیا تو اس نے تخمینہ لگوایا کہ اس اہرام میں اس قدر پتھر استعمال ہوئے ہیں کہ ان سے پورے فرانس کے گرد و فٹ اوپچی اور ایک فٹ موٹی دیوار تعمیر کی جاسکتی ہے اور اگر ان پتھروں کو ایک فٹ کی سلوں میں کاٹ لیا جائے تو یہ چھوٹے بلاک پوری دنیا کے گرد ایک زنجیر بنانے کے لئے کافی ہونگے۔

اہرام کی تعمیر میں استعمال ہونے والے ان وزنی پتھروں کو موجودہ سائنسی زمانے میں دیکھا جاسکتا ہے پہلے یہ ممکن نہیں تھا کیونکہ اہرام کے معماروں نے پتھروں سے بنی ہوئی ان عظیم الشان عمارت کو چاروں طرف سے بہترین پالش شدہ چونے کے پتھروں (Lime Stone) سے ڈھانپ دیا تھا یہ غلامی سلیب اس مہارت اور نفاست سے آپس میں جڑی ہوئی تھیں کہ بال برابر جوڑ تلاش کرنے کے لئے بھی بہت باریک بینی سے کام لینا پڑتا تھا۔ اور اس قدر ہموار تھیں کہ %0.0008 اونچ نیچ کی گنجائش نہیں تھی۔ لائم اسٹون کی یہ سلیبیں اولاً ۸۲۰ عیسوی میں توڑی گئیں جب خلیفہ عبدالرحمن المامون کی تحقیقاتی ٹیم نے اہرام کی شمالی ڈھلان میں سو فٹ لمبا چوڑا شکاف ڈال کر اندر اترنے کا راستہ دریافت کیا تھا۔ اس کے بعد ۱۳۵۰ء میں المامون کے ایک عرب جانشین نے روغن سے مزین اہرام کے ان غلامی پتھروں کو قاہرہ میں تعمیر کی جانے والی مسجد سلطان حسن کی تعمیر میں استعمال کیا۔ رہی سہی کسر قدیم جرمن عمارت گرتھڈیب وٹڈال نے پوری کردی جس نے اہرام کی بیرونی سطح مکمل طور پر تباہ

کردی۔

اہرام کے محققین نے اہراموں کی تعمیر سے متعلق ریاضی و جیومیٹری کے رموز و قوانین کی جلدوں کے ڈھیر لگا دیئے ہیں جن میں ہمارے سیارے کا محیط، رات دن اور سال کے وقفوں کی پیمائش، سورج اور زمین کا درمیانی فاصلہ، روشنی کی رفتار، زمین کی کثافت، کششِ ثقل اور اسراع \star کے قوانین وغیرہ شامل ہیں۔

۱۸۶۳ء میں اسکاٹ لینڈ کے پیازی اسمتھ نے اہرام کی پیمائش سے پتا چلایا کہ یہ اہرام اپنی چوڑائی کے ہر نو یونٹ کے مقابلہ میں دس یونٹ بلند ہے۔ اسمتھ نے اس بلندی کو ۱۰۹ سے ضرب دیا تو حاصل ضرب نو کروڑ اٹھارہ لاکھ چالیس ہزار آیا جو سورج کے گرد زمین کے مدار کا میلوں میں فاصلہ ہے۔

ماہرین اہرام نے اہرام کے اندر سے ملنے والے 5×5 انچ کے پتھر جسے **The Boss** کا نام دیا گیا ہے اور جو مشابہت میں گھوڑے کی نعل کی مانند ہے، کو اہرام کی تعمیر میں پیمائش کے لئے استعمال ہونے والی بنیادی اکائی قرار دیا ہے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ نعل قدیم کیوبٹ یعنی ایک ذراع \star کی علامت ہے۔

The Boss ایک پیراڈانچ موٹی ہے (پیراڈانچ معیاری برطانوی انچ سے ذرا سا بڑا ہے)۔ پیراڈانچ پیازی اسمتھ کی دریافت سے جس کا کہنا ہے کہ یہ پیمائش کی صحیح اور مکمل ترین اکائی ہے جس کی بنیاد زمین کے گردش محور پر رکھی گئی ہے۔ پیراڈانچ کرہ ارض کے قطبی محور کی گردش کا ایک حصہ ہے، **Earth's polar axis of Rotation** وہ خطِ مستقیم ہے جو زمین کے ایک قطب سے دوسرے قطب تک چلا گیا ہے۔

ماہرین اس حقیقت کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ میٹرک نظام پیمائش (**Matric System of Measurement**) میں خامی ہے کیونکہ میٹر اس خطِ نصف النہار (**Meridian Line**) کا حصہ ہے جو پیرس پر سے گزرتا ہے اور اس گول دائرے نے کرہ زمین کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ ماہرین کے مطابق ایک قوس کے مقابلے

۱۔ کسی جسم کی VELOCITY کے تبدیل ہونے کی شرح کو اسراع کہتے ہیں۔

۲۔ انسانی ہاتھ کی درمیانی انگلی سے کہنی تک لمبائی کو "ذراع" کہا جاتا ہے۔

میں خط مستقیم زیادہ درست اور Reliable ہے۔

پیازی اسمتھ کے مطابق شی اوپس کی بنیاد کی چاروں سمتوں میں سے ہر ایک 9121.05 اہرامی انچ لمبی ہے اس بنیادی لمبائی کو کیوبٹ سائز کے عدد 25 سے تقسیم کیا گیا تو جواب 365.242242 آیا۔ جو کہ شمسی سال کی طوالت (۳۶۵ دن ۵ گھنٹے ۴۸ منٹ اور ۷۷ سیکنڈ یا اعشاری صورت میں ۳۶۵.۲۴۲۲۴۲) کے برابر ہے۔ اس اہرام کی بلندی 5813.01 اہرامی انچ ہے جس کا دو سے حاصل ضرب 11696.02 اہرامی انچ بنتا ہے۔ اس عدد کو سورج اور زمین کے درمیانی فاصلہ (9,1837,484 میل) سے تقسیم کیا جائے ایک 7909.7 اہرامی انچ کا عدد حاصل ہوتا ہے جو کہ مینوں میں زمین کا قطبی قطر ہے۔ یہ ان لائنوں ریاضیاتی پیمائشوں میں سے چند ایک ہیں جو ماہرین اہرامیات نے شی اوپس کے چپے چپے کی پیمائش کے بعد پیش کی ہیں۔

مخصوص بناوٹ اور زاویہ:

مستعمل ریاضی کی جمع تفریق اور ضرب تقسیم سے کائناتی حقائق تک رسائی کے علاوہ اس عمارت کے طول و عرض اور زاویوں کی ٹھیک ٹھیک جیومیٹریکل پیمائش میں بھی حیرت انگیز اسرار پوشیدہ ہیں۔ ماہرین فن تعمیر بتاتے ہیں کہ اہرام سے زیادہ مضبوط کوئی اور جیومیٹریکل شکل نہیں ہے۔ اہرام کی ساری پر اسراریت اس کی مخصوص بناوٹ اور زاویہ میں ہے۔ جس کے اثرات اس میں موجود اشیاء کا پانی خشک کر کے انہیں گلنے سڑنے سے محفوظ کر دیتے ہیں۔ تجربات سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ کھانے کی اشیاء اہرام میں سڑنے کے بجائے ٹھوس اور حجم میں کم ہو جاتی ہیں اور ان کا ذائقہ بڑھ جاتا ہے۔ خشک اجناس (گیہوں، چاول، جو، باجرہ وغیرہ) کیڑا لگنے سے محفوظ رہتے ہیں۔ پھلوں اور سبزیوں کے بیج اہرام میں رکھنے سے ان سے صحت مند اور زیادہ پھل پھول والے درخت اور فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ پھلدار اور پھولدار پودوں کی قلمیں پانی میں ڈبو کر اہرام کے اندر رکھی جائیں تو ان میں جڑیں جلدی نمودار ہو جاتی ہیں۔

تازہ دودھ کو تین سے چار ہفتے اہرام کے اندر رکھا جائے تو بہترین قسم کا پنیر حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح تمباکو کو دو ہفتے اہرام میں رکھ کر اس کی کڑواہٹ ختم کی

جاسکتی ہے۔ اہرام کے اندر دو ہفتے رکھا ہوا پانی پودوں میں ڈالنے سے ان کی نشوونما اور جسامت میں قابل ذکر اضافہ ہوتا ہے جبکہ اس پانی سے منہ دھونے سے چہرہ پر رونق اور سرخی آجاتی ہے، جلد نرم ملائم اور خوبصورت ہو کر جھریوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اگر اسی پانی سے سردھویا جائے تو بال گرنا بند ہو جاتے ہیں اور ان کی افزائش میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دواؤں کو کچھ عرصہ اہرام میں رکھا جائے تو ان کی تاثیر اور قوت شفاء بڑھ جاتی ہے۔ اگر زخموں اور چوٹوں کو اہرام کے زیر اثر لایا جائے تو بہت جلد ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

نفسیاتی اور روحانی تجربات:

اہرام کے ذریعہ نفسیاتی اور روحانی تجربات کئے گئے تو ان سے حیران کن نتائج سامنے آئے، مثلاً روزانہ دو گھنٹے اہرام کے اندر بیٹھنے سے دن بھر کی تھکن بہت جلد ختم ہو جاتی ہے اور آدمی ہشاش بشاش رہتا ہے و غصہ اور طبیعت کی پڑمردگی رفع ہو جاتی ہے جبکہ کارکردگی میں نمایاں اضافہ ہوتا ہے۔ اہرام کے اندر سونے سے کم وقت میں نیند پوری ہو جاتی ہے اور بیدار ہونے پر زیادہ فرحت و طاقت محسوس ہوتی ہے جبکہ اس دوران خواب صاف اور واضح نظر آتے ہیں جو کہ بیدار ہونے پر بھی حافظہ میں محفوظ رہتے ہیں۔ اہرام کے اندر بیٹھ کر ذہنی مرکزیت کی مشقیں کی جائیں تو یکسوئی جلد قائم ہو جاتی ہے۔ اہرام میں بیٹھ کر قابل عمل خواہشات کے بارے میں سوچا جائے یا دعا کی جائے تو وہ بہت جلد پوری ہو جاتی ہے، گویا اہرام خیالات کو مادی شکل (Materialize) دینے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

پیرامٹھ کے خواص اور افادیت کے پس پردہ کام کرنے والے میکینزم کا کھوج لگانے والے سائنسدان کہتے ہیں کہ اہراموں پر تحقیق کے دوران ان کے اندر سے ملنے والی اشیاء کے سائنسی مشاہدے اور تجزیوں سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی نامیاتی (Organic Matter) مادہ اہراموں میں رکھا جائے تو اس کا کچھ نہیں بگڑتا

کیونکہ اہرامی شکل کے اندر تابیدیت (Dehydration) اور حنوطیت (Mummification) کا پیچیدہ عمل ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اہرام کی ساخت میں ایک نامعلوم مگر انتہائی طاقتور توانائی موجود ہے۔ یہ مخروطی شکل برقی مقناطیسی لہروں کو

اپنی جانب کھینچ لیتی ہے اور اس کے اندر Cosmic Rays کا ذخیرہ ہو جاتا ہے۔ اہرام انتہائی توانائی کی ایک قطعی نامعلوم قسم اپنے اندر مجتمع رکھتا ہے اور اسے برقرار بھی رکھتا ہے۔

ایک روحانی محقق کا کہنا ہے کہ ”ہر مادی شے میں سے مسلسل برقی مقناطیسی توانائی کی لہریں خارج ہوتی ہیں... چاہے وہ شے جاندار ہو یا ایسی شے ہو جسے بے جان قیاس کیا جاتا ہے۔“

اہرامی شکل سے الیکٹرک اور میکینیک توانائی کی لہریں خارج ہوتی ہیں۔ اس قوت کی سب سے زیادہ اثر پذیری اہرام کے اندر نوک کے عین نیچے ایک تہائی (1/3) اونچائی پر ہوتی ہے۔

خلاء لہروں کا مجموعہ ہے:

روحانی تھوری کے مطابق ہم جسے خلاء کہتے ہیں وہ بے شمار چھوٹی بڑی لہروں کا مجموعہ ہے جن میں سے بعض لہروں کو ہم جانتے ہیں اور اکثر کو نہیں جانتے۔ ان لہروں کی طول موج (Wave Length) کی فریکوئنسی مختلف ہوتی ہے۔ پیراٹڈ بنانے والے ان لہروں اور مخصوص زاویوں کے زیر اثر ان کے تعاملات کا کھوج لگانے میں کامیاب ہو گئے تھے اور اس ٹیکنالوجی سے جو ایجاد سامنے آئی وہاں ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی بزم خود چاند پر کند ڈالنے کا دعویٰ کرنے والا سائنسدان ابھی تک نہیں پہنچ سکا یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ سائنسدان چاند پر پہنچے ہیں یا نہیں۔

پیراٹڈ ٹیکنالوجی کے ضمن میں عصر حاضر کے عظیم روحانی مفکر حضور قلندر بابا اولیاء فرماتے ہیں!

”طول موج برقی رو کا وہ حصہ ہے جسے ہماری عقل سمجھ سکتی ہے اور جس حصہ کو ہماری عقل نہیں سمجھ سکتی اس کا طول موج الگ ہوتا ہے اور وہ بدل جاتی ہے۔ طول موج کے بارے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصر میں جو پیراٹڈ بنائے گئے ہیں وہ پہاڑوں کو کاٹ کر ایک، دو تین، چار، دس اور بیس کمروں کی شکل میں بنائے ہیں مگر ان کو بنانے میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ کمروں کی جیومیٹریکل شکل موج ایک جیسی رہے۔ اگر آج بھی کوئی ایسا مکان بنایا جائے جس میں طول موج کی

فریکونسی ایک جیسی رہے تو اس میں پچاس ہزار سال، لاکھ سال اور دس لاکھ سال تک
لاش خراب نہیں ہوتی نہ وہ سڑتی ہے نہ چمڑی سوکھتی ہے بلکہ جیسی رکھی گئی ہے ایسی ہی
رہے گی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ کسی کو نہیں پتہ کہ اہرام مصر کب بنائے گئے تھے۔ کن
لوگوں نے بنائے ہیں۔ کیوں بنائے ہیں اور کس مقصد کے لئے بنائے ہیں...؟
ہر روحانی انسان کا تفکر جانتا ہے کہ ہر انسان دو جسموں پر حیات ہے ایک
جسم اسے مادی مخلوط عناصر میں قید رکھتا ہے اور دوسرا جسم روشنیوں کا مخلوط ہے۔ جب
روحانی قدروں کا اذراک ہو جاتا ہے تو یادی عناصر اور مادی عناصر کی تخلیق سے آگاہی
حاصل ہو جاتی ہے۔ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے یہ وصف عطا کیا ہے کہ وہ
ماورائی Equation سے ایسی ایجاد کر سکتے ہیں جو صرف مادی علوم سے نہیں
ہو سکتی۔ حضرت یوسف خواب کی تعبیر کے ماہر تھے۔ قدرت نے انہیں علم تعبیر خواب
معجزے کے طور پر سکھایا تھا۔ خواب ہر انسان کی ماورائی زندگی کی نقاب کشائی کرتا ہے
اور ساتھ ہی ساتھ ماورائی دنیا کے مخفی گوشوں کو کھولتا ہے۔ حضرت یوسف کو جب عوام
کے لئے مسلسل سات سال قحط سے بچانے کی ضرورت پیش آئی تو انہوں نے ماورائی
علوم سے غلہ ذخیرہ کرنے کے لئے گودام تعمیر کرائے اور ان گوداموں میں ایک خاص
جیومیٹری کو استعمال کیا۔

طولانی اور محوری گردش

حضرت یوسف جب مصر کے معزز عہدہ پر فائز ہوئے اور حکومت میں
انہیں پورا پورا اختیار مل گیا تو انہوں نے عزیز مصر کے خواب کی تعبیر کو سامنے رکھ کر
سات سال تک زبردست منصوبہ بندی کے ساتھ کاشت کرائی اور غلہ ذخیرہ کرنے کے
لئے گودام بنوائے تاکہ آئندہ سات سال تک قحط میں عوام اناج سے محروم نہ رہیں اور
جب ملک میں خوشحالی کے بعد سات سال خشک سالی آئی تو ان گوداموں سے عوام کو
غلہ تقسیم کیا گیا۔

زمین کی بیلٹ (Belt) دو حرکات پر چل رہی ہے ایک محوری اور دوسری طولانی۔
محوری حرکت شمالاً جنوباً سکیںڈ کے ہزاروں حصہ میں بھی توقف کے بغیر جاری ہے اور

یہ ہی صورت طولانی حرکت کی ہے۔

اہرام میں محوری حرکت کے ساتھ تین زاویوں پر عمارت کا قیام ہے۔ محوری حرکت ایک سرکل (circle) ہے جو گھڑی کے فنل (Funnel) کی طرح ہے، اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر ہر سرکل بلا توقف حرکت میں ہے۔

طولانی حرکت کے برعکس محوری حرکت میں لہریں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ کسی بھی چیز کے اوپر روشنی کے جال کو ڈسٹرب نہیں کرتیں۔ محوری گردش طولانی گردش کو مغلوب رکھتی ہے۔

ہر شے کے اوپر دو خلاف ہوتے ہیں۔ ایک غلاف مادی اشیاء کی تخلیق میں کردار ادا کرتا ہے اور اس تخلیق میں عناصر کی آمیزش ہوتی ہے۔ عناصر میں کسی نہ کسی طرح خمیر کا عنصر ہوتا ہے۔ یہی خمیر عنصر میں چمک پیدا کرتا ہے۔ یہاں کوئی شے خمیر کے بغیر نہیں ہے۔ ہم پہاڑوں کو خشک کہتے ہیں لیکن پہاڑوں کے اندر سے بھی گوند نکلتا ہے۔

جن لہروں سے عناصر تخلیق ہوتے ہیں ان لہروں کے اوپر بھی روشنی کا ایک جال ہے جو عناصر کو مقدار میں فراہم کرتا ہے اور اس پر محوری حرکت پوری طرح غالب رہتی ہے۔

مخصوص زاویہ Geometry سے جب اہرام کی تعمیر کی جاتی ہے تو اس میں شمالاً جنوباً پھیلنے والی لہروں کا عملاً دخل ہوتا ہے اور یہ لہریں شے میں Foreign Body داخل نہیں ہونے دیتیں۔

اہرام میں رکھی ہوئی چیزیں خراب نہیں ہوتیں۔ بلیڈ کی دھار کند نہیں ہوتی۔ کوئی چیز سڑتی نہیں ہے۔ چیزیں خراب اس لئے نہیں ہوتیں کہ مثلث عمارت میں مخصوص زاویہ کی وجہ سے محوری گردش پوری عمارت میں اپنا ایک سرکل بنا لیتی ہے۔ اور اس سرکل کی وجہ سے عمارت میں Megnetic Field بن جاتی ہے۔ مثلث عمارت اس لئے ضروری ہے تاکہ شے کا مادی وجود برقرار رہے۔ اگر شے میں سے مثلث حذف کر دیا جائے اور صرف سرکل باقی رہنے دیا جائے تو شے کی ماہیت تبدیل ہو جائے گی اور شے زمین کی اسکرین سے نکل کر فضاء میں تحلیل ہو جائے

گی۔

سابقہ دور میں سائنس زیادہ ترقی یافتہ تھی:

حضرت یوسف کے دور میں سائنس ہمارے زمانے سے زیادہ ترقی یافتہ اور فعال تھی۔ اہرام میں لگے ہوئے پتھر کے بلاک کا وزن ۹۰ سے ۶۰۰ سو ٹن تک ہے۔ اتنے وزنی پتھروں کو کئی منزلوں تک پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ اس دور کے سائنسدانوں نے کشتی نقل کو کم سے کم کرنے یا نہ ہونے کے برابر کرنے کا فارمولا معلوم کر لیا تھا۔

ضابطہ (Formula):

اگر شے کے مادی عناصر (مثلاً) کے پھیلاؤ اور چپک کو سمیٹ کر نقطہ کی انتہا تک کر دیا جائے تو توانائی صفر ہو جاتی ہے اور شعور پر لا شعور پوری طرح غالب ہو جاتا ہے۔ لا شعور میں ابعاد (Dimension) تو ہوتے ہیں لیکن شے کے نقش و نگار، لہروں کا مرقع ہوتے ہیں۔ کوئی انسان اپنی صلاحیتوں کا استعمال کر کے جب اس قانون کا مشاہدہ کر لیتا ہے تو اللہ کی توفیق کے ساتھ شے میں تصرف کر کے کسی ذرے کو پہاڑ بنا دیتا ہے یا کسی پہاڑ کا وزن کم کر کے روٹی کے تکیے کے برابر کر دیتا ہے۔ اس علم کو "علم تکوین" کہا جاتا ہے اور قرآن حکیم نے اس علم کو نسخہ کائنات کے فارمولوں کا نام دیا ہے۔

"کیا تم نے اس پر نظر نہیں کیا کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو تمہارا مسخر کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں ظاہر میں اور باطن میں کمال کو پہنچا دیں اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑا ہے۔" (سورۃ لقمان: ۲۰)

"اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو مسخر کیا اور سب ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں نشانیاں ہیں۔" (سورۃ نحل: ۱۲)

"کیا تو نے اس پر نظر نہیں کیا کہ اللہ نے ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں اور کشتیوں کو جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں تمہارے بس میں کر دیا۔" (سورۃ حج: ۶۵)

”اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو مسخر کیا اور ہر چیز جو تم نے اس سے مانگی تمہیں دی اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو ان کو گن نہ سکو۔ بے شک انسان بڑا ظالم اور بڑا ناشکرا ہے۔“ (سورۃ ابراہیم: ۳۳-۳۴)

حضرت یوسف کے خواب میں ماورائی حقائق اور کشش سیارگان کی نشاندہی کی گئی ہے۔

”جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا، اے باپ! میں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے، دیکھتا کیا ہوں کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا، اے میرے بیٹے! تو اپنے اس خواب کو بھائیوں کو نہ سنانا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے ساتھ کوئی چال چل جائیں۔ بلاشبہ شیطان انسان کے لئے کھلا دشمن ہے اور اس طرح تیرا پروردگار تجھ کو برگزیدہ کرے گا اور سکھائے گا، تاویل احادیث اور اپنی نعمت کو تجھ پر اور اولاد یعقوب پر تمام کرے گا۔ جس طرح کے اس نعمت (نبوت) کو پورا کیا تیرے اجداد پر پہلے سے (یعنی) ابراہیم و اسحاق پر، بے شک تیرا پروردگار جاننے والا حکمت والا ہے۔“ (سورۃ یوسف: ۴-۶)

علم سیارگان:

گیارہ ستارے اور سورج اور چاند کا سجدہ کرنا اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کو علم سیارگان بروج، سیاروں کی کشش اور مقداروں کا علم عطا کیا ہے۔ افلاک، زمین، سموات، ملائکہ۔ خلاء، خلا میں ستارے اور سیارے ایک لگے بندھے قانون کے پابند ہیں۔ خلا میں ہر سیارہ اپنے مدار پر تیر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک معین فاصلہ پر دوسرا سیارہ گھوم رہا ہے۔ کوئی سیارہ نہ تو ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے اور نہ ایک دوسرے سیارے کی حرکت میں مزاحم ہوتا ہے۔

”اور سورج اپنے مقررہ راستے پر چلتا رہتا ہے یہ خدائے غالب و داناکا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔“ (سورۃ یس: ۳۸)

”یہ تجھ سے نیا چاند نکلنے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دے کہ وہ لوگوں کے اور حج کے واسطے اوقات ہیں۔“ (سورۃ البقرہ: ۱۸۹)

”بے شک مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ ماہ ہے۔ کتاب الہی میں جس روز سے اس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو ان میں سے چار عزت والے ہیں۔“ (سورۃ توبہ: ۳۶)

”وہی ہے قادرِ مطلق جس نے سورج کو چمکتا ہوا اور چاند کو نورانی بنایا اور چاند کی چال کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔“ (سورۃ یونس: ۵)

”اور اس نے آفتاب اور ماہتاب کو ایک کام پر لگایا۔ سب وقت مقررہ تک چلتے رہتے ہیں۔“

”اور خدا نے تمہارے فائدے کے لئے چاند اور سورج کو مسخر بنایا اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں۔“ (سورۃ نحل: ۱۲)

”اور ستارے سے وہ راستہ پاتے ہیں۔“ (سورۃ نحل: ۱۶)

”وہ قادرِ مطلق جس نے رات اور دن، سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔“ (سورۃ انبیاء: ۳۳)

”کیا تم نے خیال نہیں کیا اپنے پروردگار کی طرف کہ وہ کیسے سایہ بڑھاتا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو اس کو ساکن کر دے۔ پھر ہم نے

سورج کو اس پر ایک دلیل بنایا۔“ (سورۃ فرقان: ۴۵)

”اور اس نے سورج اور چاند کو اپنی قدرت سے مسخر بنایا۔ ہر ایک

معیاد مقرر تک چل رہا ہے۔“ (سورۃ فاطر: ۲۹)

”اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ گھٹتے گھٹتے کھجور کی

پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔ نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔“

(سورۃ یس: ۳۸-۴۰)

اللہ تعالیٰ نے ہر سیارے کے لئے مقداریں متعین کر دی ہیں۔ ان

مقداروں کا علم ہی جیومیٹری ہے۔ جیومیٹری ایسے فارمولوں کا علم ہے جس میں تمام

کہکشانی نظام اور لاشمار دنیاؤں کی زمین شامل ہے۔ شمالاً، جنوباً، لہروں کا چلنا اور ایک

دوسرے سے ٹکرائے بغیر اپنا ”تعالیٰ“ برقرار رکھنا بھی جیومیٹری یا مقداروں کا علم ہے۔ حضرت یوسف کو اللہ تعالیٰ نے خواب اور کشش کا قانون سکھایا ہے۔ اس لئے کشش ثقل اور جن لہروں نے زمین کی بیلٹ (Belt) کو سنبھالا ہوا ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کے تابع کر دیا۔ اسی قانون اور جیومیٹری کے تحت انہوں نے اہرام مصر بنائے بعد میں یہ فارمولا دوسرے سائنسدان بھی جان گئے اور جگہ جگہ اہرام مصر کھڑے ہو گئے۔ مفسرین کرام میرے لئے نہایت قابل احترام ہیں لیکن گیارہ ستاروں کی تاویل، گیارہ بھائی، سورج کی تاویل، باپ اور چاند کی تاویل ماں کسی بھی طرح شعوری قبولیت میں نہیں آتی۔

قرآن حکیم نے گیارہ ستاروں، سورج اور چاند کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ حضرت یوسف کو سجدہ کر رہے ہیں یعنی حضرت یوسف کی حاکمیت تسلیم کرتے ہیں اور حاکمیت علم کے زیر اثر ہوتی ہے۔ جیسے حضرت آدم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا! ہم نے آدم کو علم اسماء سکھایا اور کہا فرشتوں کے سامنے بیان کر... فرشتوں نے اعتراف کیا کہ ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں کہ جتنا علم ہمیں سکھایا گیا ہے۔ اور فرشتوں نے آدم کی حاکمیت تسلیم کر لی۔ حضرت یعقوب نے خواب کی تعبیر میں فرمایا!

”بلاشبہ شیطان انسان کے لئے کھلا دشمن ہے اور اس طرح تیرا پروردگار تجھ کو برگزیدہ کرے گا اور سکھائے گا تاویل احادیث (اللہ تعالیٰ تجھے معاملہ فہمی اور حقیقت رسی کی تعلیم دے گا اور وہ بصیرت تجھ کو عطا کرے گا جس سے تو ہر معاملے کی گہرائی میں اترنے اور اس کی تہہ کو پالینے کے قابل ہو جائے گا۔) اور اپنی نعمت کو تجھ پر اور اولاد یعقوب پر تمام کرے گا۔ جس طرح کہ اس نعمت کو پورا کیا، تیرے اجداد پر پہلے سے۔ ابراہیم و اسحاق پر۔ بے شک تیرا پروردگار جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

معاملہ فہمی اور حقیقت رسی کی تعلیم دے گا اور وہ بصیرت عطا کرے گا جس سے تو ہر معاملے کی گہرائی میں اترنے اور اس کی تہہ کو پالینے کے قابل ہو جائے گا۔ حقیقت رسی، بصیرت، گہرائی کا ادراک بتاتا ہے کہ حضرت یوسف کو کائناتی عناصر نے سجدہ کیا ہے۔ جس میں ستارے اور سورج اور چاند نظام ہائے افلاک شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں! ”بے شک تیرا رب جاننے والا اور حکمت والا ہے۔“

”اصحابِ کہف“

تعریف اللہ کے لئے جس نے اپنے بندے پر یہ کتاب نازل کی اور اس میں کوئی ٹیڑھ نہ رکھی۔ ٹھیک ٹھیک سیدھی بات کہنے والی کتاب، تاکہ وہ لوگوں کو خدا کے سخت عذاب سے خبردار کر دے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبری دیدے کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور ان لوگوں کو ڈرا دے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا ہے۔ اس بات کا نہ انہیں کوئی علم ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو تھا۔ بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ محض جھوٹ بکتے ہیں۔ شاید تم ان کے پیچھے غم کے مارے اپنی جان کھودینے والے ہو اگر یہ اس تعلیم پر ایمان نہ لائے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ سر و سامان بھی زمین پر ہے اس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ ان لوگوں کو آزمائیں ان میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ آخر کار ان سب کو ہم ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ غار اور کتبے والے ہماری کوئی بڑی عجیب نشانیوں میں سے تھے۔ جب وہ چند نوجوان غار میں پناہ گزین ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اے پروردگار! ہم کو اپنی رحمت خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کر دے۔ تو ہم نے انہیں اسی غار میں تھیک کر سا لہا سال کیلئے گہری نیند سلا دیا پھر ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ دیکھیں ان کے دو گروہوں میں سے کون اپنی مدت قیام کا ٹھیک شمار کرتا ہے۔ ہم تمہیں ان کا اصل قصہ سناتے ہیں وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں ترقی بخشی تھی ہم نے ان کے دل اس وقت مضبوط کر دیئے جب وہ اٹھے اور انہوں نے اعلان کر دیا کہ ”ہمارا رب تو بس وہی ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اسے چھوڑ کر کسی دوسرے معبود کو نہ پکاریں گے، اگر ہم ایسا کریں تو بالکل

بے جا بات کریں گے۔ (پھر انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا) یہ ہماری قوم تو رب کائنات کو چھوڑ کر دوسرے خدا بنا بیٹھی ہے۔ یہ لوگ ان کے معبود ہونے پر کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے، آخر اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ اب جب کہ تم ان سے اور ان کے باطل معبودوں سے بے تعلق ہو چکے ہو تو چلو اب فلاں غار میں چل کر پناہ لیں۔ تمہارا رب تم پر اپنی رحمت کا دامن وسیع کرے گا۔ اور تمہارے کام کے لئے سر و سامان مہیا کر دے گا۔ تم انہیں غار میں دیکھتے تو تمہیں یوں نظر آتا کہ سورج جب نکلتا ہے تو ان کے غار کو چھوڑ کر دائیں جانب چڑھا جاتا ہے۔ اور جب غروب ہوتا ہے تو ان سے بچ کر بائیں جانب اتر جاتا ہے۔ اور وہ ہیں کہ غار کے اندر ایک وسیع جگہ میں پڑے ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک ہے جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے۔ اور جسے اللہ بھٹکا دے اس کے لئے تم کوئی ولی مرشد نہیں پاسکتے۔ تم انہیں دیکھ کر یہ سمجھتے کہ وہ جاگ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ سو رہے تھے۔ ہم انہیں دائیں بائیں کروٹ دلو اتے رہتے تھے۔ اور ان کا کتا غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا اگر تم کہیں جھانک کر انہیں دیکھتے تو ان کے پاؤں بھاگ کھڑے ہوتے اور تم پر ان کے نظارے سے وحشت بیٹھ جاتی اور اسی عجیب کرشمے سے ہم نے انہیں اٹھا بٹھایا تا کہ ذرا آپس میں پوچھ گچھ کریں۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔ کہو، کتنی دیر اس حال میں رہے؟ دوسروں نے کہا۔ شاید دن بھر یا اس سے کچھ کم رہے ہوں گے۔ پھر وہ بولے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارا کتنا وقت اس حالت میں گزرا۔ چلو اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا سکہ دیکر شہر بھیجیں اور وہ دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں ملتا ہے وہاں سے وہ کچھ کھانے کے

لئے لائے اور چاہئے کہ ذرا ہوشیاری سے کام کرے ایسا نہ ہو کہ وہ کسی کو ہمارے یہاں ہونے سے خبردار کر دے۔ اگر کہیں ان لوگوں کا ہاتھ ہم پر پڑ گیا تو بس سنگسار ہی کر ڈالیں گے، یا پھر زبردستی ہمیں اپنی ملت میں واپس لے جائیں گے۔ اور ایسا ہوا تو ہم کبھی فلاح نہ پاسکیں گے۔ اس طرح ہم نے اہل شہر کو ان کے حائل پر مطلع کیا۔ تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت کی گھڑی بیشک آکر رہے گی۔ اس وقت وہ آپس میں اس بات پر جھگڑ رہے تھے کہ ان (اصحاب کہف) کے ساتھ کیا کیا جائے۔ کچھ لوگوں نے کہا، ان پر ایک دیوار چین دو ان کا رب ہی ان کے معاملے کو بہتر جانتا ہے۔ مگر جو لوگ ان کے معاملات پر غالب تھے۔ انہوں نے کہا، ہم تو ان پر ایک عبادت گاہ بنائیں گے۔ کچھ لوگ کہیں گے وہ تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا۔ اور کچھ دوسرے کہہ دیں گے کہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ یہ سب بے تکی باتیں کرتے ہیں۔ کچھ اور لوگ کہتے ہیں کہ سات تھے اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ کہو، میرا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنے تھے کم ہی لوگ ان کی صحیح تعداد جانتے ہیں۔ پس تم سرسری بات سے بڑھ کر ان کی تعداد کے معاملے میں لوگوں سے بحث نہ کرو اور نہ ان کے متعلق کسی سے کچھ پوچھو، کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کر دوں گا (تم کچھ نہیں کر سکتے) الا یہ کہ اللہ چاہے اگر بھولے سے ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو اور کہو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو سمجھا دے اس سے نزدیک راہ نیکی کی اور وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور (کچھ لوگ مدت کے شمار میں) نو سال اور بڑھ گئے ہیں تم کہو اللہ ان کے قیام کی مدت زیادہ جانتا ہے، آسمانوں اور زمین کے سب پوشیدہ احوال اسی کو معلوم ہیں۔ کیا خوب ہے وہ دیکھنے والا اور سننے

والا کوئی خبر گیر اس کے سوا نہیں اور وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اے نبی! تمہارے رب کی کتاب میں سے جو کچھ تم پر وحی کیا گیا ہے اسے (جوں کا توں) سنا دو کوئی اس کے فرمودات کو بدل دینے کا مجاز نہیں ہے، اس سے بچ کر بھاگنے کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلبگار بن کر صبح شام اسے پکارتے ہیں اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو، کیا تم دنیا کی زینت پسند کرتے ہو، کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنے خواہش نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے۔“

(سورہ کہف: ۱-۲۸)

تین سوال

مکہ کے مشرکین (عیسائی اور یہود) نے حضور اکرم ﷺ کا امتحان لینے کیلئے تین سوال کئے۔

۱۔ اصحاب کہف کون تھے؟

۲۔ حضرت کی کیا حقیقت ہے؟

۳۔ آپ کو ذوالقرنین کا قصہ معلوم ہے؟

ان قصوں کا تعلق عیسائیوں اور یہودیوں کی تاریخ سے تھا لیکن عرب میں ان کا چرچا عام نہ تھا یہ سوال کرنے سے اہل کتاب حضرات کا منشاء یہ تھا کہ وہ معلوم کریں۔ کیا رسول اکرم ﷺ نبی علوم جانتے ہیں؟

روم کا شہر ایفیس (EPHESUS) جس میں اصحاب کہف کا واقعہ پیش آیا، تقریباً گیارہویں صدی قبل مسیح میں تعمیر ہوا تھا۔ بعد میں یہ بت پرستی کا بہت بڑا مرکز بن گیا، لوگ ڈائنامی دیوی کی پوجا کرتے تھے، جس کی شہرت پوری دنیا میں تھی دور دور سے لوگ اس کی پوجا کے لئے آتے تھے اس شہر کے جادوگر، عامل،

فال گر، اور تعویذ نویس دنیا بھر میں مشہور تھے۔ شام و فلسطین اور مصر تک ان کا فسوں چلتا تھا۔ اس کا روبر میں یہودیوں کا بھی بڑا حصہ تھا جو اپنے علم کو حضرت سلیمانؑ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ شرک اور اداہام پرستی پورے ماحول میں رچی بسی ہوئی تھی۔ عربی میں کہف و سبع غار کو کہتے ہیں۔

روایت ہے کہ ملک روم میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام دقیانوس تھا۔ اس کی بہت وسیع سلطنت تھی، فوج و لشکر کی تعداد کثیر تھی، ایک مرتبہ دوسرے ملک کے بادشاہ نے اس کے ملک پر چڑھائی کر دی۔ دقیانوس نے دشمن کا مقابلہ کیا اور اسے فتح حاصل ہوئی دشمن بادشاہ مارا گیا اس کے بیٹے گرفتار کر لئے گئے۔ بعض مورخین کے مطابق اس بادشاہ کے چھ بیٹے تھے اور بعض کہتے ہیں پانچ بیٹے تھے، بادشاہ روم نے ان سب کو اپنی خدمت میں رکھ لیا۔

قیصر روم خدائی کا دعویٰ کرتا تھا سب سے اپنے آپ کو سجدہ کرواتا تھا ایک روز رات کو سب بھائی مل کر بیٹھے اور صلاح و مشورہ کرنے لگے بڑا بھائی بولا یہ ملعون ہمیں روز تک کرتا ہے، اور سجدہ بھی کرواتا ہے، ہم کو واجب ہے کہ اس کی خدمت سے بازر ہیں اور یہاں سے نکل جائیں اور اپنے خالق ارض و سماں کی عبادت کریں جو آخرت میں ہمارے کام آئے۔ سب بھائیوں نے اس بات کو بسر و چشم قبول کیا۔ ایک بھائی بولا، اب کسی صورت و تدبیر سے یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ ایک بھائی نے تجویز دی کی جب بادشاہ چوگان کھیلنے جائے گا تو میں چوگان میدان سے باہر پھینک دوں گا جب میں اس کو لینے میدان سے باہر جاؤں تو تم لوگ بھی میرے پیچھے میدان سے باہر نکل آنا اور پرانے کپڑے پہن لینا۔ سب اس تجویز پر متفق ہو گئے۔

دوسرے دن بادشاہ چوگان کھیلنے گیا اور ان لوگوں کو بھی ساتھ لے گیا شام ہوئی کھیل ختم ہونے کے بعد تمام بھائیوں نے تجویز پر عمل درآمد کیا اور آہستہ آہستہ دور ہوتے چلے گئے، اور بادشاہ کی حدود سے باہر نکل گئے۔

مسیحی روایات کا خلاصہ

گرگوری آف ٹورس (GREGORY TOURS) نے اپنی کتاب Meraculorum liber میں اس قصے کی جو تفصیلات مسیحی روایات کے

مطابق جمع کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

حضرت عیسیٰ کے بعد جب مسیحی دعوت رومی سلطنت میں پہنچی شروع ہوئی تو اس شہر کے چند نوجوان بھی شرک سے تائب ہو کر خدائے واحد پر ایمان لے آئے۔

یہ سات نوجوان تھے ان کے مذہب کی تبدیل کرنے کی خبر سن کر قیصر ڈیس نے ان کو طلب کیا اور پوچھا ”تمہارا مذہب کیا ہے؟“ انہیں معلوم تھا کہ قیصر پیروان مسیح کے خون کا پیاسا ہے مگر انہوں نے بغیر کسی خوف کے کہا: ”ہمارا رب وہ ہے جو زمین آسمان کا رب ہے، اس کے سوا ہم کسی معبود کو نہیں پکارتے، اگر ہم ایسا کریں تو بہت بڑا گناہ کریں گے۔“ قیصر یہ سن کر مستعل ہو گیا اور غصہ سے بولا:

”اپنی زبان بند کرو ورنہ میں تمہیں قتل کروا دوں گا۔ ابھی تم بچے ہو۔ میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں اس مدت میں اگر تم نے اپنا رویہ بدل لیا اور اپنی قوم کی طرف پلٹ آئے تو خیر۔ ورنہ تمہاری گردن مار دی جائے گی۔“

اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر یہ نوجوان شہر سے بھاگ نکلے اور پہاڑوں کی طرف چل دیئے تاکہ کسی غار میں چھپ جائیں، راستے میں ایک کتا ان کے ساتھ ہو گیا۔ ایک بڑے غار کو اچھی جائے پناہ دیکھ کر اس میں چھپ گئے، کتا غار کے دہانے پر بیٹھ گیا۔ وہ تھکے ماندے تھے اس لئے فوراً سو گئے۔ قرآن حکیم میں اس کا تذکرہ یوں ہے:

”کیا تم سمجھتے ہو کہ غار اور کھوہ والے ہماری کوئی بڑی عجیب نشانیوں میں سے

تھے جب وہ چند نوجوان غار میں پناہ گزیں ہوئے اور انہوں نے کہا: اے

پروردگار! ہم کو اپنی رحمت خاص سے نواز اور ہمارا معاملہ درست کر دے۔

تو ہم نے انہیں اسی غار میں تھپک کر سا لہا سال کے لئے گہری نیند سلا دیا۔“

(سورہ کہف۔ ۱۱، ۹)

دقیانوس

دقیانوس کو جب معلوم ہوا کہ یہ لوگ اس غار کے اندر چھپے ہوئے ہیں تو اس

نے حکم دیا کہ اس غار کو ایک دیوار بنا کر بند کر دیا جائے تاکہ وہ اس میں مرجائیں اور غار ان کی قبر بن جائے یہی ان کی سزا ہے۔

کچھ عرصہ بعد دقیانوس مر گیا۔ زمانے گزرے۔ سلطنتیں تبدیل ہو گئیں۔ یہاں تک کہ ایک نیک بادشاہ فرمانروا ہوا اس کا نام بیدروس تھا، اس نے اڑسٹھ (۶۸) سال حکومت کی۔ ملک میں جب حیات و ممات کے فلسفے پر فرقتے بن گئے تو بعض لوگ مرنے کے بعد جی اٹھنے کے منکر ہو گئے۔ بادشاہ بہت فکر مند تھا وہ چاہتا تھا کہ لوگوں کے دلوں میں موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا یقین پیدا ہو جائے اس نے گریہ و زاری سے بارگاہ الہی میں دعا کی:

”یارب! کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما جس سے تیری مخلوق کو مرنے کے

بعد جی اٹھنے اور قیامت آنے کا یقین ہو جائے۔“

ایک شخص نے اپنی بکریوں کے لئے آرام کی جگہ حاصل کرنے کے لئے اسی غار کو منتخب کیا اور دیوار گرا دی۔ دیوار گرانے والوں پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ بھاگ نکلے۔

”اگر تم کہیں جھانک کر انہیں دیکھتے تو اٹنے پاؤں بھاگ کھڑے

ہوتے اور تم پر ان کے نظارے سے دہشت بیٹھ جاتی۔“

(سورۃ کہف۔ ۱۸)

اصحاب کہف بحکم الہی فرحان و شاداں اٹھے، چہرے شگفتہ طبیعتیں خوش، زندگی کی تروتازگی موجود۔ ایک نے دوسرے کو سلام کیا۔ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، فارغ ہو کر آپس میں پوچھنے لگے، ایک بولا کتنی دیر سوتے رہے؟ کسی نے کہا ہم سوتے رہے ایک دن یا اس سے کم۔

”اور وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں، نو (۹)

سو سال غار میں رہے۔“ (سورۃ کہف۔ ۲۵)

اس کے بعد انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو چاندی کے چند سکے دے کر کھانا لانے کے لئے شہر بھیجا اور کہا ذرا احتیاط سے کام لینا کہیں لوگ تمہیں پہچان نہ جائیں، انہیں ڈرتھا کہ اگر لوگوں کو پتہ چل گیا تو وہ ہمیں پکڑ لیں گے۔

”اب اپنے میں سے کسی کو چاندی کا یہ سکہ دے کر شہر بھیجیں اور وہ

دیکھے کہ سب سے اچھا کھانا کہاں ملتا ہے۔ وہاں سے وہ کچھ کھانے

کیلئے لائے اور چاہئے کہ ذرا ہوشیاری سے کام کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی کو ہمارے یہاں ہونے سے خبردار کر بیٹھے۔ اگر کہیں ان لوگوں کا ہاتھ ہم پر پڑ گیا تو بس سنگسار ہی کر ڈالیں گے یا پھر زبردستی ہمیں اپنی ملت میں واپس لے جائیں گے اور ایسا ہوا تو ہم کبھی فلاح نہ پاسکیں گے۔“

(سورۃ کہف۔ ۱۹۔ ۲۰)

وہ شہر پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ دنیا ہی بدلی ہوئی ہے، سب لوگ مسیحا ہو گئے ہیں اور ڈانٹا کو پوجنے والا کوئی نہیں ہے۔

کو تو ال شہر

ایک دکان پر پہنچ کر اس نے روٹیاں خریدیں اور دکاندار کو چاندی کا ایک سکہ دیا جس پر (دقیانوس) کی تصویر تھی، دکان دار یہ سکہ دیکھ کر حیران ہو گیا۔ پوچھا، تمہیں یہ سکہ کہاں سے ملا؟۔ میلیخا نے کہا، یہ میرا اپنا مال ہے دونوں میں تکرار ہونے لگی لوگ جمع ہو گئے معاملہ کو تو ال شہر تک جا پہنچا۔ کو تو ال نے میلیخا سے کہا، مجھے وہ دینے بتاؤ جہاں سے تم یہ سکہ لائے؟ یہ صدیوں پرانا سکہ ہے۔ تم تو ابھی جوان لڑکے ہو، ہمارے بڑے بوڑھوں نے بھی کبھی یہ سکہ نہیں دیکھا، یہ ضرور کوئی راز ہے۔ میلیخا نے جب یہ سنا کہ قیصر ڈیسیس کو مرے ہوئے زمانہ گزر چکا ہے تو حیرت زدہ ہو گیا اور کچھ دیر تک وہ دم بخود رہا، پھر اسے ہوش آیا۔ اس نے کہا کل ہی تو میں اور میرے ساتھی اس شہر سے بھاگ کر گئے تھے اور ایک غار میں ہم نے پناہ لی تھی تاکہ ڈیسیس کے ظلم سے بچے رہیں، میرے ساتھی قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزیں ہیں، چلو میں تمہاری ان سے ملاقات کرادوں۔ حاکم شہر کے عمائدین اور ایک خلقت ان کے ہمراہ غار پر پہنچی۔

اصحاب کہف کے نام

اصحاب کہف ساتھی کے انتظار میں تھے۔ بہت بڑے ہجوم کو دیکھ کر وہ سمجھے کہ میلیخا پکڑا گیا اور دقیانوسی فوج ہماری تلاش میں آرہی ہے۔ وہاں پہنچ کر یہ امر پوری طرح تحقیق ہو گیا کہ یہ واقعی قیصر ڈیسیس کے زمانے کے لوگ ہیں اور اللہ کے

حکم سے اتنی طویل مدت تک سوتے رہے اور اب اس لئے اٹھائے گئے ہیں کہ لوگوں کے لئے موت کے بعد زندگی کی دلیل بن جائیں۔ حاکم نے تانبے کا صندوق دیکھا اس کو کھولا تو ایک تختی برآمد ہوئی اس تختی میں ان اصحاب کے اسماء اور ان کے کتے کا نام لکھا تھا جو یہ ہیں:

”مکسملینا، میملینی، مرطوس، مینوس، سارینوس، زونوس، کشفیط، طنونس اور ان کے کتے کا نام قطمیر تھا۔ یہ جماعت اپنے دین کی حفاظت کے لئے دقیانوس کے ڈر سے اس غار میں پناہ گزین ہوئی دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار سے انہیں غار میں بند کر دینے کا حکم دیا، ہم یہ حال اس لئے لکھتے ہیں کہ جب کبھی غار کھلے تو لوگ مطلع ہو جائیں۔“ ☆

یہ لوح پڑھ کر سب کو تعجب ہوا اور لوگ اللہ کی حمد و ثناء بجالائے کہ اس نے ایسی نشانی ظاہر فرمادی جس سے موت کے بعد اٹھنے کا یقین حاصل ہوتا ہے۔ حاکم نے اپنے بادشاہ بیدروس کو واقعہ کی اطلاع دی، امراء و عمائدین کو لے کر غار پر حاضر ہوا اور سجدہ شکر بجالایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی۔ اصحاب کبف نے بادشاہ سے ملاقات کی اور اپنی خواب گاہ کی طرف چلے گئے۔

حکمت:

اس زمانے میں قیامت اور آخرت کے مسئلے پر زور و شور سے بحث جاری تھی یہودیوں کا ایک فرقہ صدوقی کھلم کھلا آخرت کا منکر تھا، صدوقی توریت کی ایسی دلیلیں پیش کرتے تھے جن سے آخرت کی زندگی مشکوک ہو جاتی تھی اس کے ساتھ ساتھ عیسائی علماء کے پاس کوئی وزنی اور حتمی دلیل نہیں تھی جس سے وہ ثابت کر دیتے کہ اس دنیا کے بعد آخرت کی زندگی بھی ہے۔ صدوقیوں کے شعور اتنے پست تھے کہ

☆ اصحاب کبف کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بعض لوگ کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے اور بعض لوگ کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ میرا رب ان کا شمار خوب جانتا ہے۔ اس ارشاد کے بعد اصحاب کبف کے ناموں کی تعداد متعین کرنا قرآن پاک کے مطابق نہیں ہے۔

ان کے ذہن میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے بعد حساب کتاب کا عمل شروع ہوگا، اس بحث و تحقیق میں منکرینِ آخرت کا پلہ بھاری تھا اللہ تعالیٰ نے اس گمراہی کو ختم کرنے کے لئے اصحابِ کہف کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے کہ وہ کسی کو تین سو سال یا زیادہ سلا کر دوبارہ بیدار کر دے اور اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اس شخص یا اشخاص کی شکل و صورت میں کوئی تغیر ہو۔ اللہ تعالیٰ جب اور جہاں چاہے غیر معمولی مظاہر عام ہو جاتے ہیں۔



حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت ابراہیم کی تیسری زوجہ قطورہ کے لطن سے چھ بیٹے تولد ہوئے۔ ایک بیٹے کا نام مریان تھا۔ حضرت شعیب کا تعلق قبیلہ مریان سے تھا۔ مریان یامدین کی شادی حضرت لوط کی صاحبزادی سے ہوئی اور وہ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ حجاز میں آباد ہوئے۔ مدین بن ابراہیم کی اولاد میں تمام قبائل انہیں کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت شعیب کی بعثت کے وقت یہ قبائل بحر قلزم کے مشرقی کنارے اور عرب کے شمال مغرب میں شام سے متصل حجاز کے سرحدی علاقے میں آباد تھے۔

حضرت شعیب کا زمانہ سولہویں یا سترویں صدی قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔ توراہ نے آپ کا تذکرہ حوآب (Hobab) اور یثرو (Jethro) کے نام سے کیا ہے۔ حضرت شعیب بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ شیریں کلامی، حسن خطابت اور طرز بیان میں اپنا منفرد انداز رکھتے تھے۔ آپ خطیب الانبیاء مشہور ہیں۔

خوشگوار آب و ہوا کی وجہ سے حجاز میں درخت، پھولوں اور پھلوں سے بھرے رہتے تھے۔ شاداب، اونچے اور گھنے درخت آسمان سے باتیں کرتے تھے۔

قرآن حکیم نے وہاں کے باسیوں کو ”اصحاب الایکہ“ کا نام دیا ہے۔ ”ایکہ“ سرسبز و شاداب پھولوں سے لدی ہوئی جھاڑیوں کو کہتے ہیں۔ شاداب زمین اور بستی کے چاروں طرف باغات کی وجہ سے اہل مدین متمول اور خوشحال تھے۔ تجارت ان کا پیشہ تھا۔ دین ابراہیمی پر یہ قوم جب تک عمل پیرا ہی مادیت کی چکا چونڈ اور سونے چاندی کی چمک ان کو مرعوب نہ کر سکی۔ قوم نے جب الہامی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا اور اجتماعی فلاح کی جگہ ذاتی اغراض اور انفرادی مفادات نے لے لی۔ تو لوگ گمراہ ہو گئے۔ حضرت شعیب کی قوم راندہ درگاہ ابلیس کی طرح کبر و نخوت میں مبتلا ہو کر گمراہی کے راستے پر چل پڑی۔ دوسرے لفظوں میں ابلیس نے نسل آدم سے بدلہ لینے کے لئے یہ حربہ استعمال کیا کہ ان کے اندر غرور و تکبر کا بیج بو دیا۔ زمین کی زرخیزی، باغوں کی شادابی، وسائل کی فراوانی، تجارت میں نفع اور زندگی کی ہر آسائش مہیا ہونے سے لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ یہ سب کچھ ان کی محنت اور زور بازو کا نتیجہ ہے۔ اللہ کریم کی بخشش اور عطا سے ان کی نظر بٹ گئی تھی۔ شکر گزاری

ختم ہو گئی تھی۔ کبر و نخوت سے گردنیں تن گئی تھیں۔ دماغ میں گھمنڈ بھر گیا تھا۔ دل زنگ آلود ہو گئے تھے۔ جب دل کا آئینہ دھندلا ہو جاتا ہے تو نگاہ محدود ہو جاتی ہے۔ انا کے خول میں بند ہو کر انسان اجتماعی احساسات سے دور ہو جاتا ہے۔

محدود حواس کا قانون:

قانون یہ ہے کہ خود غرض انسان پر محدود اور تغیر پذیر حواس کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ باہمی اخوت اور محبت اس کے اندر سے نکل جاتی ہے۔ حقوق العباد پامال ہونے لگتے ہیں۔ سرکشی عام ہو جاتی ہے۔ نافرمانی فسق و فجور کا دوسرا نام ہے۔ فسق و فجور سے شرافت دور ہو جاتی ہے۔ شرافت دور ہو جانے سے بے حیائی پھیل جاتی ہے اور اخلاقی برائیاں سر بازار عام ہو جاتی ہیں۔

حضرت شعیبؑ کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے لا شمار نعمتوں سے نوازا تھا۔ اگرچہ نعمتوں کی فراوانی کو اپنی محنت کا ثمر اور آباؤ اجداد کی وراثت سمجھتے تھے لیکن مال و زر چھن جانے کے خوف سے پریشان بھی رہتے تھے۔ جب ان کے اوپر حرص و ہوس کا غلبہ ہو گیا تو انہوں نے مال و دولت جمع کرنا شروع کر دیا اور پوری قوم دولت پرستی میں مبتلا ہو گئی۔ دولت پرستی سب سے بڑا شرک ہے جتنی قومیں تباہ ہوئی ہیں اکثر دولت پرستی کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں۔

وہ عظیم الجثہ بت بعل ☆ پتھر سے تراش کر اس پر گل پاشی کرتے تھے اور عطر چھڑکتے تھے۔ اونٹ کی بھینٹ دیتے تھے۔ سونے، چاندی اور بیش قیمت زیورات سے مزین پتھر کی مورتی کے سامنے اولاد قربان کر دیتے تھے۔ بعد میں یہی بت "ہبل" کے نام سے عرب کے طول و عرض میں پوجا جانے لگا۔

قوم کی مذہبی اور اخلاقی حالت بدتر ہو گئی تو قدرت نے ہدایت اور رہنمائی کے لئے انہی میں سے ایک شریف النفس صاحب علم و عمل ہستی کو حق کا پیامبر بنا کر مبعوث کیا۔

☆ منشرقین یورپ کی تحقیق کے مطابق بعل ستارہ زحل کا نام تھا۔

”اور مدین کو بھیجا ان کا بھائی شعیب بولا اے قوم! بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا صاحب اس کے سوا“۔ (سورۃ اعراف: ۸۵)

حضرت شعیب نے رشد و ہدایت کی تعلیم دیتے ہوئے قوم کو خدائے واحد کی طرف بلایا اور دین حنیف کی تعلیمات پر عمل کرنے کی تلقین کی۔ اخلاقی برائیوں کی نشاندہی کی۔ شرک اور بد اعمالیوں کو ترک کرنے کی تلقین کی۔

”اور نہ گھٹاؤ ناپ اور تول، دیکھتا ہوں کہ تم کو آسودہ اور ڈرتا ہوں تم پر آفت سے، ایک گھیر لانے والے دن کی اور اے قوم! پورا کرو ناپ اور تول انصاف سے، اور نہ گھٹاؤ لوگوں کو ان کی چیزیں اور نہ پھیلاؤ زمین میں خرابی“۔

(سورۃ ہود: ۸۴-۸۵)

تجارتی اور پیشہ ورانہ بددیانتی اس قوم کی وجہ شہرت تھی۔ ناپ تول میں کمی اور گھٹیا مال کو اچھا کہہ کر زیادہ داموں فروخت کرنا، دھوکہ اور فریب سے حلال کو حرام کرنا ان لوگوں کا وطیرہ تھا۔ حضرت شعیب کی پند و نصائح پر عمل کرنا لوگوں کے نزدیک اضافی نفع سے محروم ہو جانا تھا۔ حضرت شعیب نے انہیں نصیحت کی کہ اپنے کاروبار کو حرام کی آلائش سے پاک رکھو۔ حلال روزی کماؤ۔ آپ نے اپنی قوم کو بتایا کہ مال و دولت کی ہوس آدمی کی صلاحیتوں کو دیمک بن کر چاٹ جاتی ہے۔ اچھے برے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اور آدمی ہر طریقے سے دولت جمع کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔

حضرت شعیب نے نافرمان قوموں کی تباہی سے سبق سیکھنے کی تلقین کی اور تنبیہ کی کہ حق بات کو جھٹلانے سے بربادی ان کا مقدر بن جائے گی۔

”اور اے برادران قوم! میرے خلاف تمہاری ہٹ دھرمی کہیں یہ نوبت نہ پہنچادے کہ آخر کار تم پر بھی وہی عذاب آ کر رہے جو نوح یا ہود یا صالح کی قوم پر آیا تھا۔ اور لوط کی قوم تو تم سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں ہے۔ دیکھو! اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ، بے شک میرا رب رحیم ہے اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے“۔ (سورۃ ہود: ۸۹-۹۰)

حضرت شعیب نے صفحہ ہستی سے مٹ جانے والی اقوام کے قصے بیان کر کے انکے نابود ہوجانے کی وجوہات بیان کیں مگر قوم پر ذرہ برابر اثر نہیں

ہوا۔ فرمانبرداری اور تابع داری کرنے والے افراد کی تعداد، جھٹلانے اور رد کرنے والوں کے مقابلے میں ناقابل تذکرہ تھی۔ سربراہ آوردہ اشخاص حضرت شعیبؑ کے پاس جانے والے لوگوں کو روکتے تھے اور انہیں ڈراتے دھمکاتے تھے اور اذیتیں پہنچاتے تھے۔ ایسے حالات میں حضرت شعیبؑ قوم کے بااثر افراد سے مخاطب ہو کر فرماتے تھے۔

”اور (زندگی کے) ہر راستے پر ہزن بن کر نہ بیٹھ جاؤ کہ لوگوں کو خوفزدہ کرنے اور ایمان لانے والوں کو خدا کے راستے سے روکنے لگو اور سیدھی راہ کو ٹیڑھا کرنے کے درپے ہو جاؤ۔ اور یاد کرو وہ زمانہ جب کہ تم تھوڑے تھے پھر اللہ نے تمہیں بہت کر دیا اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ دنیا میں مفسدوں کا کیا انجام ہوا۔“

(سورہ اعراف: ۸۶)

توحیدی مشن:

حضرت شعیبؑ نے اپنا توحیدی مشن جاری رکھا، حق کی ترویج کے لئے مستقل مزاجی سے تبلیغی امور سرانجام دیتے رہے۔

”اور اے قوم! کام کئے جاؤ اپنی جگہ میں بھی کام کرتا ہوں۔ آگے معلوم کرو گے کس پر آتا ہے عذاب کہ اس کو رسوا کرے۔ اور کون ہے جھوٹا اور تاکتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں تاکتا۔“ (سورہ ہود: ۹۳)

ارباب اقتدار کو یہ بات ناگوار گزری انہوں نے حضرت شعیبؑ سے کہا، ”بولے اے شعیب! ہم نہیں بوجھتے بہت باتیں جو تو کہتا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں تو ہم میں کمزور ہے، اور اگر نہ ہوتے تیرے بھائی بند، تو تجھ پر ہم پتھراؤ کرتے اور تو ہم پر کوئی سردار نہیں۔“

حضرت شعیبؑ نے اس بات پر بے حد افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا!

”اللہ خاندان سے زیادہ زبردست اور صاحب اقتدار ہے۔“

حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں مقدور بھر تمہاری اصلاح کروں۔ میرا کام صرف اتنا ہے کہ راست بازی اور سچائی کا راستہ تمہیں بتا دوں۔ تم لوگوں پر داروغہ بنا کر مجھے نہیں بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی

ویل اور نشانی تمہارے سامنے پیش کرنا میرے فرائض میں شامل ہے۔ مگر افسوس ہے کہ تم اس واضح حجت کو دیکھ کر بھی سرکشی اور نافرمانی ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہو۔ میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا اور نہ کسی دنیاوی مدد کا طلبگار ہوں۔ میرا اجر تو اللہ کے پاس ہے۔ اس کا فضل و کرم مجھ پر محیط ہے۔ وہ مجھے بہترین اور پاک رزق فراہم کرتا ہے۔ میں تمہیں جس طرز عمل کی تلقین کرتا ہوں وہ میرا معمول ہے۔ میرے قول و فعل میں تضاد نہیں ہے۔ میں جو کچھ کرتا ہوں وہ اپنے خالق و مالک کے بھروسے پر کرتا ہوں اور اسی کی مدد اور نصرت سے میرا کام پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے۔ لیکن تم لوگ اس بات کو نہیں مانتے۔ میری دعوت کا تم مذاق اڑاتے ہو اور مجھے اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ماننے سے منکر ہو۔ تم لوگ میری مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

تکبر کے نشے میں بدمست قوم کے سرداروں نے حضرت شعیب اور آپ کے رفقاء پر سختیاں شروع کر دیں اور اس بات پر مصر رہے کہ آپ اور آپ کے ساتھی دین حنیف چھوڑ کر شرک و بت پرستی میں ہمارے شریک بن جائیں۔ بصورت دیگر ہم تمہیں اور تمہارے خاندان کو بستی سے نکال دیں گے۔ عزم و استقلال کے پیکر حضرت شعیب میں ذرہ برابر لغزش نہیں آئی۔ آپ اپنے مشن میں ثابت قدم رہے آپ نے فرمایا!

”کیا زبردستی ہمیں پھیرا جائے گا خواہ ہم راضی نہ ہوں؟ ہم اللہ پر جھوٹے گھڑنے والے ہونگے اگر تمہاری ملت میں پلٹ آئیں جبکہ اللہ ہمیں اس سے نجات دے چکا ہے۔“ (سورۃ الاعراف: ۸۹)

حضرت شعیب نے قوم کو متنبہ کیا کہ اگر تم نے متکبرانہ اور منافقانہ روش ترک نہ کی تو اللہ کا قانون حرکت میں آ کر تمہیں نیست و نابود کر دے گا۔ لیکن انجام سے بے خبر قوم گمراہی کے اندھیرے سے نہ نکل سکی۔ آپ کی تعلیمات کو مسلسل مذاق اور طعن و تشنیع کا ہدف بنایا اور یہ بد بخت قوم عذاب پر مصر رہی۔ بالآخر اتمام حجت ہوا۔ سرکش اور نافرمان قوم عبرتناک انجام کو پہنچ گئی۔

”اور پہنچا جب ہمارا حکم بجا دیا ہم نے شعیب کو اور جو یقین لائے تھے اس کے ساتھ اپنی مہر سے اور پکڑا ان کو چنگھاڑنے، پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے

پڑے جیسے کبھی نہ بے تھے ان میں، سن لو! پھٹکار ہے مدین پر جیسے پھٹکار پائی ثمود نے۔“ (سورۃ ہود: ۹۴-۹۵)

”انہوں نے اسے جھٹلادیا، آخر کار چھتری والے دن کا عذاب ان پر آگیا، اور وہ بڑے ہی خوفناک عذاب کا دن تھا۔“ (سورۃ الشعرا: ۱۸۹)

”ایک دہلا دینے والی آفت نے ان کو آن لیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا وہ ایسے مٹے کہ گویا کبھی ان گھروں میں بے ہی نہ تھے۔ شعیب کے جھٹلانے والے ہی آخر کار برباد ہو کر رہے۔“ (سورۃ الاعراف: ۹۱)

گستاخ اور نافرمان قوم زمین پر سے ختم کر دی گئی اور حضرت شعیب اور ان کے ماننے والے اس عذاب سے محفوظ رہے۔ آپ اپنے رفقاء کے ساتھ اس تباہ حال بستی سے یہ کہتے ہوئے نکل آئے کہ! ”میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیئے اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا۔ اب میں اس قوم پر کیسے افسوس کروں جو قبول حق سے انکار کرتی ہے۔“

حضرت شعیب حضرت موسیٰ کے سر تھے۔ حضرت شعیب کے زیر تربیت ان کے پاس حضرت موسیٰ نے ایک مدت تک قیام کیا تھا۔ آپ کی صاحبزادی حضرت صفورہ سے حضرت موسیٰ کی شادی ہوئی۔

حکمت:

اس واقعہ میں تفکر ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ دین کا بنیادی عنصر خیر خواہی ہے۔ اگر ہم کسی کے لئے اچھائی نہیں کر سکتے تو اس کے لئے برائی بھی نہ کریں۔

اللہ ہمارا سب سے بڑا بزرگ، سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا ہمدرد ہے۔ اللہ نے ہماری زندگی سنوارنے کے لئے پہلے قوانین بنائے اور پھر ان قوانین کو اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہم تک پہنچایا۔ یہ سارے قانون ایسے ہیں کہ اس میں اللہ کی کوئی ضرورت شامل نہیں، کوئی حاجت، کوئی منفعت نہیں ہے۔ سارے قوانین ہماری بھلائی کے لئے ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے نوع انسان کو برائی اور بھلائی کے تصور سے آگاہ کیا۔ سب پیغمبروں نے اچھائی اور برائی میں تمیز اور ماوراء

ہستی اللہ سے واقف کرانے کے اصول و ضوابط اور احکامات سنائے۔ اللہ پرستی کی تعلیم دی۔

دولت کے پجاری:

جو قوم اللہ کی نافرمانی کرتی ہے اور اللہ کی پرستش کے بجائے دولت کی پرستش میں مبتلا ہو جاتی ہے اللہ ایسی قوم کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔ یہ کوئی کہانی نہیں ہے بلکہ روئے زمین پر اس کی شہادتیں موجود ہیں۔ بڑی بڑی سلطنتوں کے بادشاہ اور مملکت کے مکین اور ان کے عالیشان مملکت آج کھنڈرات کی شکل میں زمین پر جگہ جگہ موجود ہیں۔ شہنشاہ ایران جس کے خاندان نے ڈھائی ہزار برس حکومت کی ہے بے یار و مددگار مر گیا۔ اور اسے اپنے ملک میں قبر کے لئے دو گز زمین بھی نصیب نہیں ہوئی۔

”کیا یہ لوگ زمین میں گھوم پھر کر نہیں دیکھتے کہ پہلی اقوام کا انجام کیا ہوا۔ وہ لوگ قوت اور تہذیب و تمدن میں ان سے برتر تھے لیکن اللہ نے انہیں انکے گناہوں کی سزا میں پکڑ لیا اور انہیں کوئی نہیں بچا سکا۔“ (سورۃ المؤمن: ۲۱)

جب تک اللہ کے بتائے ہوئے نظام میں خلل واقع نہ ہو، اللہ کا قانون لغزشوں کو نظر انداز کرتا رہتا ہے لیکن جب افراد کے غلط طرز عمل سے اللہ کے تخلیقی سٹم میں اضطراب پیدا ہو جاتا ہے تو قاہرانہ نظام متحرک ہو جاتا ہے اور قوم دردناک عذاب میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ اللہ کا قانون ایسے افراد سے اقتدار چھین لیتا ہے اور قوم غلام بن جاتی ہے اس لئے کہ قوم نے خود دولت کا غلام بن کر اپنے لئے عارضی اور مٹ جانے والی چیز کی غلامی پسند کر لی تھی۔ مال و دولت انسان کی بڑی کمزوری ہے۔

”بے شک انسان مال و دولت کی محبت میں بڑا شدید ہے۔“

(سورۃ الغدیت: ۸)

انسان سمجھتا ہے کہ زرد جواہرات اس کی ضروریات کی کفالت کرتے ہیں۔ وہ دولت کے انبار جمع کرتا ہے۔ ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ قدرت نے اسے تو انائیوں کا جویش بہا خزانہ عطا کیا ہے وہ اسے ہوس زر میں ختم کر دیتا ہے۔

اسان ہما ہے۔ جو بچھ میں کما تا ہوں وہ میرے دست و بازو کی قوت پر منحصر ہے یہی وہ طرز فکر ہے جو آدمی کے اندر سرکشی اور بغاوت کی تخم ریزی کرتی ہے۔ جب یہ سرکشی تناور درخت بن جاتی ہے تو اللہ سے اس کا رشتہ ٹوٹ جاتا ہے اور آدمی ذریت قارون کا فرد بن جاتا ہے۔

دنیا کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے قرآن پاک میں جگہ جگہ اللہ کی مخلوق کے لئے مال و دولت کو کھلا رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ پاک اور حلال کمائی میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے۔

”تم نیکی اور اچھائی کو نہیں پاسکتے جب تک وہ چیز اللہ کی راہ میں نہ دے دو جو تمہیں عزیز ہے۔“

”اے نبی ﷺ! وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں۔ کھدو اپنی ضرورت سے زائد۔“

ان احکام خداوندی کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ کی مخلوق کی خدمت کے لئے زیادہ سے زیادہ خرچ کیجئے۔ یہ کام اپنے مستحق رشتہ داروں سے شروع کیجئے اور پھر اس میں دوسرے ضرورتمندوں کو بھی شامل کر لیجئے۔

یاد رکھیئے! جو کچھ آپ اللہ کے لئے خرچ کریں وہ حص اللہ کی خوشنودی کے لئے ہو۔ اس میں کوئی غرض، بدلہ یا شہرت کا حصول پیش نظر نہ ہو۔

ضرورتمندوں کی امداد چھپا کر کریں تاکہ آپ کے اندر بڑائی یا نیکی کا غرور پیدا نہ ہو اور ان کی عزت نفس مجروح نہ کریں۔ کسی کو کچھ دے کر احسان نہیں جتلا میں اور نہ نمود و نمائش کا اظہار کریں۔

مفلس کی خصوصیت :

ایک دن آپ ﷺ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر سوال کیا۔ ”تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟“

حاضرین نے جواب دیا۔ ”یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس مال و اسباب نہ ہو۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میری امت میں قیامت کے دن مفلس وہ ہوگا جو

نماز، روزہ اور زکوٰۃ سب سمجھ لے کر آئے گا لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، دوسرے پر بدکاری کی تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال لیا ہوگا، خون کیا ہوگا۔ اس کی تمام نیکیاں ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گی تو پھر لوگوں کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔ جن کے ساتھ اس نے ظلم کیا ہوگا اور وہ جہنم کے سپرد کر دیا جائے گا۔“

حقوق العباد کی ادائیگی رشتہ داروں سے شروع ہوتی ہے جن میں والدین سب سے پہلے مستحق ہیں۔ ماں باپ کی خدمت اور ان کی اطاعت اولین فریضہ ہے۔ اہل و عیال کے لئے حلال رزق کا حصول اور بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت بھی حقوق العباد میں سے ہے۔ اس کے بعد دوسرے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا نمبر آتا ہے۔ آخر میں تمام انسان حقوق العباد کے دائرے میں آتے ہیں۔

حقوق العباد میں مالی حق بھی ہے اور اخلاقی حق بھی ہے۔ قرآن نے جا بجا اس کی حدود بیان کی ہیں اور اس کو ایمان کا جز قرار دیا ہے۔

خود غرض اور نفس پرست سرمایہ داروں نے جن مصیبتوں کو انسانوں پر مسلط کیا ہے وہ بلیک مارکیٹنگ اور چور بازاری ہیں جو غریبوں کے لئے عذاب الیم سے کم نہیں ہے۔ وہ لوگ جو غذائی اجناس اور دوسری اشیاء کو محض نفع کی خاطر روک کر رکھتے ہیں ان پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ لوگوں کی جان و مال سے کھیلتے ہیں پوری نوع انسانی کو ہلاک کرنے کے درپے ہیں۔ اپنی حکمرانی قائم کرنے کے لئے مہلک ہتھیار ایجاد کرتے ہیں اور فساد پھیلانے کیلئے انہیں فروخت کرتے ہیں۔ وہ بلاشبہ اللہ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا! ”جو لوگ غذائی اجناس اور دوسری اشیاء کو ذخیرہ کر لیتے ہیں تاکہ بازار میں مصنوعی طور پر قلت ہو جائے اور قیمت بڑھ جائے تو وہ بڑے کنبگار ہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا! ”اللہ اس آدمی پر رحم کرتا ہے جو خریدنے، بیچنے اور تقاضا کرنے میں نرمی اختیار کرتا ہے۔“

زیادہ منافع کمانے کے لالچ میں جو لوگ ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں، چیزوں میں

ملاوٹ کرتے ہیں، غریبوں کی حق تلفی کرتے ہیں اور مخلوق خدا کو پریشان کرتے ہیں وہ سکون کی دولت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ وہ ظاہری طور پر کتنے ہی خوش نظر آئیں لیکن ان کا دل روتا رہتا ہے۔ ڈر اور خوف سائے کی طرح ان کے تعاقب میں رہتا ہے۔ وہ کسی کو اپنا ہمدرد نہیں سمجھتے اور کوئی ان کا ہمدرد نہیں ہوتا۔ جب چیزیں سستی ہوتی ہیں تو وہ غم میں گھلتے رہتے ہیں اور جب چیزوں کے دام بڑھ جاتے ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں۔

ناپ تول میں کمی:

حضرت شعیبؑ کی قوم میں بہت بڑی بری خصلت ناپ تول میں کمی اور ناقص چیزوں کی فروخت تھی۔ ناقص چیزوں میں ملاوٹ ایک بڑی برائی ہے۔ آج مسلمان قوم میں وہ تمام برائیاں اظہر من الشمس ہیں جو حضرت شعیبؑ کی قوم میں تھیں۔ جھوٹ، افتر ابازی، اقربا پروری ایک دوسرے کو نیچا دکھانا، ملاوٹ (کھی میں ناقص تیل کی ملاوٹ، چینی میں کھانڈ کی ملاوٹ، دودھ میں پانی اور اراروٹ کی ملاوٹ، مرچوں میں سرخ مٹی کی ملاوٹ، پے ہوئے دھنیے میں لکڑی کے براہے کی ملاوٹ، زندگی بچانے والی دواؤں میں ملاوٹ غرض کے اب بازار میں ہر چیز کے ایک نمبر دو نمبر فروخت ہو رہے ہیں) کم تولنا، ڈنڈی مارنا، نفع کے لالچ میں قانونی حدود کو توڑنا، سود لینا، سود دینا، دوسروں کو خود سے کم تر سمجھنا خود کو برتر سمجھنا، دوسرے کے عیب تلاش کرنا، حسد کرنا، غصہ کرنا، صرف اپنے حقوق کا تعین کرنا اور دوسروں کے حقوق کا خیال نہ کرنا عام ہو گیا ہے ایک ایک بات جس کے نتیجے میں تو میں تباہ کر دی گئی ہیں مسلمانوں میں سب نظر آتی ہیں۔ پوری قوم کی عزت و آبرو پامال ہو گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ تمہارے دوست نہیں ہو سکتے لیکن ہر قدم پر مسلمان ان کے محتاج ہیں۔ اگر بینک سے دس لاکھ قرضہ لیا جائے تو تیس سال میں ۵۲ لاکھ روپے سود دینا پڑتا ہے۔

ابدالِ حق قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار بہت آزر دہ ہو کر فرمایا!
 ” آج رات دربارِ نبوی ﷺ میں بڑا عجیب واقعہ پیش آیا، فرشتوں نے اجتماعی طور پر عرض کیا کہ ہماری ڈیوٹی تبدیل کر دی جائے ہم قوم کو نیکی انسپائر (Inspire) کرتے ہیں لیکن کوئی قبول نہیں کرتا سوائے ان لوگوں کے جن کے دل

میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہے۔ اور یہ بندے نہایت قلیل ہیں۔ زبانی دعوے سب کرتے ہیں ہر شخص دوسرے کو نیکی کی نصیحت کرتا ہے مگر خود عمل نہیں کرتا۔ ہم جب خود کو باعثِ تخلیق کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت کہتے ہیں تو ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہم حضور ﷺ کی تعلیمات پر کتنا عمل کر رہے ہیں۔ حضور ﷺ میں عفو درگزر تھا۔ ہم میں سے کتنے مسلمان معاف کرتے ہیں۔ حضور ﷺ امین تھے مسلمانوں میں کتنے لوگ امین ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے غصہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مسلمانوں کی حالت یہ ہے کہ ہر گھر میں فساد برپا ہے ہر شخص غصہ کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود غرضی سے منع فرمایا ہے۔ ہمارے معاشرے کی قدریں یہ ہیں کہ ہر شخص دوسرے سے توقع قائم کرنا اپنا حق سمجھتا ہے لیکن دوسرے کا کوئی حق اس کے ذہن میں نہیں آتا۔ میں اگر کسی سے محبت کرتا ہوں تو اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے میں جس سے محبت کرتا ہوں وہ میری ہر بات پوری کرے اور میری حکم عدولی نہ کرے۔

مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ ایک لڑکا کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ بالفاظ دیگر وہ اس لڑکی سے محبت کرتا ہے وہ علی الاعلان کہتا ہے۔ اگر میری اس لڑکی سے شادی نہیں ہوئی جس سے میں عشق کرتا ہوں تو میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس سے پوچھا جائے بھائی وہ لڑکی تو تجھ سے محبت نہیں کرتی وہ اس کا جواب دیتا ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے میں تو اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ ہم خود غرضی اور خود فریبی کے جال میں گرفتار ہیں۔ یہی وہ اعمال ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدہ اعمال قرار دیا ہے اور جن کی وجہ سے قوموں پر عذاب نازل ہوا ہے اقتدار کے خواہش مند، خود غرض اور مغرور افراد اور اصل اللہ کے اقتدار کو جھٹلاتے ہیں اللہ کے احکامات کی پیروی نہ کرنا اور پیغمبرانہ طرز فکر کی تکذیب کرنا اللہ کے قانون سے بغاوت ہے۔ پہلی زمیں بغاوت اور سرکشی کی وجہ سے ہلاک کر دی گئیں۔



حضرت یونس علیہ السلام

یوناہ

حضرت یونس کو ۲۸ سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔ آپؑ پر صحیفہ نازل ہوا جو تورات میں ”یوناہ“ کے نام سے موجود ہے۔ حضرت یونس مینوا کی طرف مبعوث کئے گئے۔ حضرت سلیمان کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل ایک مرتبہ پھر کفر و شرک، بت پرستی، اور نافرمانی میں مبتلا ہو گئے تھے، جب اللہ کی ذات پر سے یقین ٹوٹنے لگا، اللہ کے احکامات سے روگردانی ہونے لگی اور لوگ مال و دولت کی محبت میں مبتلا ہو گئے تو قانون قدرت حرکت میں آ گیا بنی اسرائیل پر بخت نصر کا غلبہ ہو گیا، بخت نصر کے لشکر نے بیت المقدس میں قتل و خون ریزی کا بازار گرم کر دیا، تقریباً (۷۰) ستر ہزار اسرائیلی تہ تیغ ہو گئے اور اتنی ہی تعداد میں قیدی بن گئے۔ رومیوں نے ارض مقدس پر حملہ کر دیا ایک مرتبہ پھر یہ ناشکری قوم عذاب میں مبتلا ہو گئی، رومیوں کے بعد بابل اور مینوا کو پھر عروج ہوا۔

اشوریوں کے دور حکومت میں جب شہر ”اشور“ دار الحکومت تھا اس زمانے میں دجلہ کے کنارے مینوا ایک چھوٹی سی بستی تھی اشور کے کسی بادشاہ نے اپنے دیوتا کے نام پر مینوا میں ایک مندر بنوایا، رفتہ رفتہ دوسرے بادشاہوں نے بھی مندر اور عمارتیں بنانا شروع کر دیں اور ایک وقت ایسا آیا کہ یہ چھوٹا سا گاؤں سلطنت اشور یہ کے عظیم الشان دارالاسلطنت میں تبدیل ہو گیا مینوا کے وسط میں مندر اور شاہی محل تھے جہاں سے بادشاہ وقت مینوا کے پر رونق بازاروں، گلیوں اور تفریح گاہوں کا نظارہ دیکھ سکتے تھے۔ شمال کی طرف بلند و بالا عمارتوں کا طویل جال بچھا ہوا تھا۔ مغرب میں ہرے بھرے لہلہاتے کھیت تھے پورا شہر درختوں، پودوں بل کھاتی بیلوں، پھلوں اور خوبصورت باغات سے سرسبز و شاداب تھا، جگہ جگہ چوراہوں پر فوارے عوام کو دعوتِ نظارہ دیتے تھے، سنگ مرمر کے تختوں پر نقش و نگار کندہ تھے، ان میں رنگ بھرے ہوئے تھے، پتھر تراش اشوری مختلف جانوروں اور دیوتاؤں کی تصاویر بنانے میں یکتائے فن تھے، اہل مینوا کی زبان سامی تھی، تہذیب و تمدن کے لحاظ سے یہ انتہائی ترقی یافتہ قوم ظلم و ستم اور سنگدلی میں بھی یکتا تھی، وحشی اقوام کی طرح جب یہ کسی ملک یا قوم پر غالب

آتی تو اس کا نام و نشان منادیتی، دوسرے ملکوں کی رعایا کو قتل کر دیا جاتا تھا اور ہر سر کے بدلے سپاہی کو انعام و اکرام سے نوازا جاتا تھا ”اشور دیوتا“ ان کا سب سے بڑا دیوتا تھا، سیاسی اور انتظامی امور دیوتا کا نام لے کر انجام دیئے جاتے تھے، یہ لوگ بادشاہ کو خدا کا درجہ دیتے تھے۔

قیدی اسرائیل

حضرت یونسٰنینوا تشریف لے گئے اور بادشاہ ”پول“ کو پیغام حق سنایا اسرائیلی قیدیوں کو آزاد کرنے کا حکم دیا، شاہ نے یونسٰنینوا آپ کی باتیں سن کر غضبناک ہو گیا اور آپ کی جان کے درپے ہو گیا حضرت یونسٰنینوا متحمل مزاجی سے اس کوشش میں لگے رہے کہ بادشاہ آپ کی بات اور آپ کے پیغام کو قبول کر لے لیکن جب کوششیں بار آور نہیں ہوئیں تو حضرت یونسٰنینوا عوام کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں توحید کی دعوت دی، شرک و بت پرستی اور دیگر اخلاقی برائیوں سے منع فرمایا لیکن اہل نینوا نے حضرت یونسٰنینوا کی تبلیغ اور تعلیمات کا مذاق اڑایا۔ حضرت یونسٰنینوا نے جب دیکھا کہ لوگ کسی طرح راہ راست پر آنے کے لئے تیار نہیں تو لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا اس پر بھی لوگ نہ مانے تو آپ نے بادشاہ وقت اور اہل نینوا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

”اگر تم نے چالیس دنوں کے اندر بت پرستی اور شرک سے توبہ نہ کی اور ایک اللہ کی پرستش نہیں کی اور اسرائیلیوں کو قید سے آزاد نہیں کیا تو تم پر

اللہ کا قہر نازل ہوگا، پورا شہر تباہ و برباد ہو جائے گا۔“

لوگوں نے آپ کا مذاق اڑایا اور کہا:

”ہم تمہارے رب کی طرف سے عذاب کے منتظر رہیں گے۔“

ایک مہینہ کے بعد حضرت یونسٰنینوا شہر سے نکل کر دس بارہ کوس دور چلے گئے پینتیسویں دن نینوا دھوئیں کی لپیٹ میں آ گیا اور آگ کی بارش شروع ہو گئی یہ صورتحال دیکھ کر اہل نینوا پریشان اور خوف زدہ ہو گئے، تمام عورتوں بچوں اور بوڑھوں امراء و غرباء نے بوسیدہ لباس پہنا اور ایک وسیع میدان میں جمع ہو کر اللہ کے حضور توبہ استغفار کی اور صدق دل سے حضرت یونسٰنینوا کی پیروی کا اقرار کیا اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی اور عذاب ٹل گیا۔

ٹاٹ کا لباس

توریت میں یہ واقعہ اس طرح مذکور ہے:

”اور یوناہ شہر میں داخل ہوا اور ایک دن کی راہ چلا اس نے منادی کی اور کہا چالیس روز بعد نینوا تباہ ہو جائے گا۔ تب نینوا کے باشندوں نے خدا پر ایمان لا کر روزے کے منادی کی اور ادنیٰ و اعلیٰ سب نے ٹاٹ اوڑھا اور یہ خبر نینوا کے بادشاہ تک پہنچی اور وہ اپنے تخت سے اٹھا اور بادشاہی لباس اتار کر ٹاٹ اوڑھ کر راکھ پر بیٹھ گیا اور بادشاہ کے فرمان سے نینوا میں یہ منادی کروادی گئی کہ کوئی انسان یا حیوان کھانا نہ کھائے، پوری رعایا ٹاٹ پہنے گی، اپنے جانوروں پر بھی ٹاٹ کے جھول ڈال دیئے جائیں، سب انسان خدا کے حضور گریہ و زاری کریں، ہر شخص بری روش اور ظلم سے باز رہنے کا عہد کرے، شاید خدا رحم کرے اور اپنا ارادہ بدل دے اور اس کے شدید عذاب سے ہمیں نجات مل جائے۔ جب خدا نے ان کی یہ حالت دیکھی کہ وہ اپنی اپنی بری روش سے باز آئے تو وہ اس عذاب سے جو اس نے ان پر نازل کرنے کو کہا تھا باز آیا اور اسے نازل نہ کیا۔“

(یوناہ۔ باب ۳ آیت ۴، ۱۰)

”کہا ایسی کوئی مثال ہے کہ ایک بستی عذاب دیکھ کر ایمان لائی ہو اور اس کا ایمان اس کے لئے نفع بخش ثابت ہوا ہو، یونس کی قوم کے سوا وہ قوم جو ایمان لے آئی تھی تو البتہ ہم نے اس پر سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ٹال دیا تھا اور اس کو ایک مدت تک زندگی سے بہرہ مند ہونے کا موقع دیا تھا۔“ (سورۃ یونس۔ ۹۸)

حضرت یونس شہر سے باہر نینوا کی تباہی کے منتظر تھے چونکہ اللہ تعالیٰ نے اہل نینوا کی توبہ استغفار پر انہیں معاف کر دیا تھا اس لئے چالیس روز گزرنے کے بعد عذاب نازل نہیں ہوا تو حضرت یونس یہ سوچ کر شہر میں داخل نہیں ہوئے کہ اہل شہر انہیں جھوٹا سمجھیں گے۔ حضرت یونس اللہ کے حکم کا انتظار کئے بغیر وہاں سے چل پڑے۔

روایت کے مطابق آپ نے روم کی طرف سفر کیا آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ اور دو بچے بھی تھے۔ دوران سفر ایک مقام پر حضرت یونس اپنی بیگم اور بچوں کو چھوڑ کر کسی کام سے گئے تو اسی دوران وہاں سے کسی بادشاہ کا گزر ہوا اس نے جب بیابان میں ایک جمیل عورت کو دیکھا تو وہ بچوں کو چھوڑ کر حضرت یونس کی زوجہ محترمہ کو زبردستی اپنے ساتھ لے گیا۔ حضرت یونس جب واپس تشریف لائے تو اس واقعہ کو مشیت ایزدی سمجھ کر خاموش ہو گئے اور بچوں کے ساتھ دوبارہ سفر شروع کر دیا راستے میں ایک ندی عبور کرنی تھی آپ ایک بیٹے کو ندی کے کنارے چھوڑ کر دوسرے بیٹے کو کندھے پر سوار کر کے ندی عبور کرنے لگے حضرت یونس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ ایک بیٹے کو دوسرے کنارے اتار کر واپس آ کر دوسرے بیٹے کو لے جائیں گے، جب آپ ندی کے درمیان میں پہنچے تو ایک تیز لہر آئی اور بچہ پانی میں گر گیا، پانی کی تیز تند لہریں بچے کو بہا کر لے گئیں، حضرت یونس نے اس کو بھی مشیت ایزدی سمجھا اور کنارے پر آگئے لیکن ندی کے کنارے پہنچنے سے پہلے بچہ کو بھیڑ یا اٹھا کر لے گیا۔

حضرت یونس سفر کرتے ہوئے دریائے فرات کے کنارے پہنچے، ساحل پر مسافروں سے بھری ہوئی ایک کشتی تیار کھڑی تھی آپ اس میں سوار ہو گئے راستے میں کشتی طوفان کی زد میں آگئی اس وقت لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ جب کوئی مفرور غلام کشتی میں سوار ہوتا ہے تو کشتی طوفان میں گھر جاتی ہے، کشتی کے ناخانے مسافروں سے کہا کہ اس وقت کشتی میں جو شخص مفرور غلام کی حیثیت سے سفر کر رہا ہے وہ دریا میں کود جائے ورنہ سارے مسافر ڈوب جائیں گے۔

مچھلی کا پیٹ

حضرت یونس نے جب یہ سنا تو یاد آیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نینوا سے چلے آئے ہیں۔ حضرت یونس نے ناخدا سے کہا:

”میں اپنے آقا کی مرضی کے بغیر اور اس کے حکم کا انتظار کئے بغیر چلا آیا ہوں

لہذا میں ہی وہ غلام ہوں جس کی وجہ سے کشتی طوفان کی زد میں آگئی ہے۔“

ناخدا نئے نئے نکلنے والے پر وقار شخصیت دیکھ کر پانی میں کودنے کی اجازت نہیں دی، جب طوفان کی شدت میں مسلسل اضافہ ہونے لگا تو فیصلہ کیا گیا کہ قرعہ اندازی کی جائے

قرعہ اندازی میں جس کا نام نکلے اس کو پانی میں پھینک دیا جائے، قرعہ اندازی میں حضرت یونسؑ کا نام نکلا، تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر بار حضرت یونسؑ کا ہی نام نکلا، لوگوں نے مجبوراً آپ کو دریا میں پھینک دیا، دریا میں گرتے ہی ایک بڑی مچھلی نے آپ کو نکل لیا۔

”اور یقیناً یونسؑ بھی رسولوں میں سے تھا یاد کرو جب وہ ایک بھری کشتی کی طرف بھاگ نکلا پھر قرعہ اندازی میں شریک ہوا اور نکلا خطا وار پھر مچھلی نے اسے نکل لیا اور وہ ملامت زدہ تھا۔“ (سورۃ صفت - ۱۴۱-۱۴۲)

حضرت یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ کی تاریکی میں اپنی بھول کا احساس ہوا اور آپؑ اپنی بھول پر نادام اور شرمسار ہوئے، اللہ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے معافی طلب کی رحیم و کریم بستی اللہ نے دعا قبول کی اور آپؑ کو اس تکلیف سے نجات عطا کی۔

”اور مچھلی والے کو بھی ہم نے نوازا، یاد کرو جب کہ وہ بگڑ کر چلا گیا تھا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے آخر کو اس نے تاریکیوں میں سے انہیں پکارا ہے کوئی اللہ مگر تو پاک ہے تیری ذات بے شک میں نے قصور کیا تب ہم نے اس کی دعا قبول کی اور غم سے اس کو نجات بخشی اور اسی طرح ہم مومنوں کو بچا لیا کرتے ہیں۔“ (سورہ انبیاء - ۸۷، ۸۸)

سایہ دار درخت

کتاب یوناہ باب ۲ حضرت یونسؑ کی دعاؤں پر مشتمل ہے جو آپؑ نے مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کے حضور احساس ندامت کے تحت مانگی تھیں، تورات کے مطابق آپؑ مچھلی کے پیٹ میں تین دن اور رات رہے بالآخر مچھلی نے آپؑ کو اللہ کے حکم سے خشکی پر اگل دیا، گرمی کی شدت اور دھوپ کی تمازت سے محفوظ رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہاں ایک سایہ دار درخت اگا دیا۔

”اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا تو روز قیامت تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتا آخر ہم نے اسے بڑی سقیم حالت میں ایک چٹیل زمین پر پھینک دیا اور اس پر ایک نیل دار درخت اگا دیا۔“ (سورہ الصفت - ۱۴۳، ۱۴۴)

دیمک

بتایا جاتا ہے کہ یہ نیل دار درخت کدو کا درخت تھا، مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے حضرت یونس کا جسم کسی نو مولود پرندے کے جسم کی طرح نرم و نازک اور ملائم ہو گیا تھا رفتہ رفتہ آپ کی صحت بحال ہونے لگی اور آپ اس مقام پر جھونپڑی بنا کر رہنے لگے، ابھی آپ کے قیام کو چند ہی روز گزرے تھے اس نیل کے درخت کی جڑ کو دیمک نے کھا لیا، حضرت یونس درخت سوکھ جانے پر پریشان ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

”تم اس درخت کے اجڑنے پر رنجیدہ ہو لیکن تم نے یہ نہیں سوچا کہ میں جو ایک لاکھ سے زائد افراد پر مشتمل شہر ہے، کیا مجھے اس کے برباد ہونے پر ناگواری نہیں ہوگی؟“

استغفار

حضرت یونس نے پھر بارگاہ الہی میں سجدہ ریز ہو کر توبہ استغفار کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ دوبارہ اپنی قوم کی ہدایت و رہبری کے لئے نینوا جاؤ۔ حضرت یونس اپنی قوم میں پہنچے تو اہل نینوا نے آپ کا پر جوش استقبال کیا اور پوری قوم آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اللہ کی وحدانیت پر ایمان لے آئی۔

”اس کے بعد ہم نے اسے ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف بھیجا اور وہ ایمان لائے اور ہم نے ایک وقت خاص تک انہیں باقی رکھا۔“

(سورۃ الصفت - ۱۳۷، ۱۳۸)

آپ کی زوجہ اور بچے جو دوران سفر آپ سے جدا ہو گئے تھے آپ کو واپس مل گئے آپ نے بقیہ عمر نینوا میں گزار لی اور موصل کے قریب دفن ہوئے۔

حکمت

مفسرین کے بیانات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت یونس کو تین قصور کی وجہ سے مصیبتیں اٹھانا پڑیں۔

۱۔ انہوں نے عذاب کا دن خود ہی متعین کر دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا کوئی اعلان نہ ہوا تھا۔

۲۔ وہ دن آنے سے پہلے ہجرت کر کے ملک سے چلے گئے حالانکہ نبی کو اس وقت تک اپنی جگہ نہیں چھوڑنی چاہئے جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ آجائے۔

۳۔ جب حضرت یونسؑ کی قوم پر سے عذاب نازل گیا تو حضرت یونسؑ اس لئے واپس نہیں گئے کہ لوگ ان کو جھٹلائیں گے اور انہیں شرمندگی ہوگی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب ان سے معافی مانگی جاتی ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ستار العیوب اور غفار الذنوب ہیں۔ یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ عذاب کی پشیمانی کوئی خود حضرت یونسؑ نے کی تھی۔ اللہ تعالیٰ حیات و ممات پر پوری اتھارنی رکھتے ہیں قادر مطلق ہیں حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں تین دن اور تین رات رہے اور جب اللہ نے چاہا مچھلی نے انہیں ساحل پر ڈال دیا اور وہ زندہ سلامت رہے اس زمانے کا دستور تھا کہ بھاگے ہوئے غلام کو دریا برد کر دیا جاتا تھا۔ قرعہ اندازی میں ہر دفعہ حضرت یونسؑ کا نام نکلا اور انہیں دریا میں پھینک دیا گیا۔

بھاگے ہوئے غلام

آج کے دور میں پوری امت مسلمہ کے لئے یہ واقعہ نشان عبرت ہے، چشم بینا دیکھتی ہے کہ زمین اس وقت فساد سے بھر گئی ہے اور ہر شخص کسی نہ کسی عنوان سے اللہ کے راستے سے انحراف کر رہا ہے یعنی ہم سب آزاد ہیں لیکن اللہ کے قانون کے مطابق سب بھاگے ہوئے غلام ہیں حضرت یونسؑ کا واقعہ درس عبرت ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کریں اور اللہ کے برگزیدہ بندے پیغمبروں کے حالات پر تفکر کر کے سیدھی راہ پر گامزن ہوں۔



حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب کے والد کا نام عموس تھا۔ آپ کے جد اعلیٰ عیسو ادوم حضرت اسحاق کے فرزند اور حضرت یعقوب کے بڑے بھائی تھے۔ آپ کی والدہ حضرت لوط کی اولاد میں سے تھیں۔

عیسو حضرت یعقوب سے مفارقت کے بعد کنعان سے ہجرت کر کے کوہ شعیر یا کوہ سراقہ کے دامن میں آباد ہوئے۔ یہ علاقہ عرب کے شمال مغرب میں اور خلیج عقبہ کے درمیان واقع ہے۔ مورخین کے مطابق یہ خطہ ارض سرخ رنگ کی مٹی پر مشتمل تھا۔ اس رنگ کو لغوی اعتبار سے ادوم کہا جاتا ہے۔ اس وجہ سے یہاں کی آبادی کا نام ادوم مشہور ہو گیا۔

حضرت ایوب کا مسکن بصری تھا۔ یہ بستی عرب کے شمال میں فلسطین کے قریب اب تک موجود ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شام کے سفر کے دوران یہاں قیام فرمایا تھا۔

عبرانی میں حضرت ایوب کا نام ”ایوب“ ہے اور توراہ میں ”یوباب (Job)“ ہے۔ اللہ نے آپ کو منصب نبوت کے جلیل القدر مقام پر فائز کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کو اپنے قبیلے کا سردار بھی بنایا اور عزت و احترام اور جاہ و حشم سے نوازا۔ آپ کے مال مویشیوں کی تعداد ہزاروں میں تھی اور خدمت گار سینکڑوں تھے۔ بے شمار باغات اور کھیت آپ کی ملکیت تھے۔ بے حد فیاض انسان تھے۔ غریبوں کی امداد، فقراء و مساکین کی اعانت، بیکسوں کی دستگیری، بیواؤں اور یتیموں کی کفالت، سرپرستی اور مظلوموں کی فریادری آپ کی زندگی کا حصہ تھی۔

”وہ شخص کامل و سارق، خدا ترس اور متقی تھا۔“ (ایوب کی کتاب)

حضرت ایوب کی زوجہ حضرت یوسف کے بیٹے ابراہیم کی بیٹی تھیں۔ جن کا نام بی بی رحمہ (رحمت) تھا۔ آپ کے سات بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

حضرت ایوب لوگوں کو دین ابراہیم کی تعلیم دیتے اور انہیں شرک و بت پرستی اور برے اعمال سے اجتناب کی تلقین کرتے تھے۔ لوگوں کو اچھائی اور برائی کے

تصور سے آشنا کرتے اور یہ بتاتے تھے کہ کونسے اعمال اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہیں اور کونسے اعمال ناپسندیدہ ہیں۔ سرزمینِ ادم پر آباد قوم کو حضرت ایوب نے توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان، عرفانِ ذات اور عارف باللہ کی تعلیم دی۔ راست بازی آپ کا طریق تھا اور شکرگزاری آپ کی عادت تھی۔

شیطان کا حیلہ

روایت ہے کہ ایک روز فرشتے آپ کی اطاعت گزار اور اللہ کریم کے حضور عاجزی و فرمانبرداری پر تحسین و آفرین کر رہے تھے۔ ابلیس نے دعوے سے کہا کہ اللہ نے ایوب پر انعام و اکرام کی بارش کی ہے اسی وجہ سے وہ نیک اور عبادت گزار ہے۔ اگر اللہ اس پر مصیبت نازل کرے تو وہ شکر ادا نہیں کرے گا۔

حضرت ایوب کے حالات اچانک خراب ہو گئے۔ مصیبتوں، آزمائشوں اور ابتلا کے دور نے حضرت ایوب کو تہی دست کر دیا۔ آپ کے غلہ کے گوداموں میں آگ لگ گئی، مال و اسباب جل کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا۔ حملہ آوروں نے غلاموں اور نوکروں کو تہ تیغ کر کے مال مویشی سب کچھ لوٹ لیا۔ آپ کی سب اولاد ضیافت میں شریک تھی کہ مکان کی چھت گر گئی اور سب طے میں دب کر مر گئے۔ اولاد، مال و دولت اور جاہ و حشم سب کچھ لمحوں میں ختم ہو گیا۔ خوش حالی کی ایک علامت بھی باقی نہ رہی۔ لوگ آ آ کر بربادی کے ایک ایک واقعے کی اطلاع دیتے رہے۔ لیکن حضرت ایوب کی روشن پیشانی پر ایک شکن نہیں ابھری۔ تباہی کے پے در پے واقعات سے لوگ حواس کھو بیٹھے۔ حضرت ایوب کی رہائش گاہ کے باہر آدو فغاں اور نالہ و گریہ کرنے والوں کا جھوم ہو گیا۔ حضرت ایوب نے سجدے میں گر کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔

”میں اپنی ماں کے پیٹ سے برہنہ پیدا ہوا تھا، برہنہ ہی دنیا سے جاؤں گا۔ خداوند نے مجھے یہ سب کچھ دیا تھا اور اسی نے اپنی امانت واپس لے لی۔“

(سفر ایوب باب ۱-۲۱)

سب کچھ ختم ہو گیا لیکن آزمائش کا دور ابھی باقی تھا۔ پیروں کے تلوے سے لے کر سر کی کھال تک سارے جسم میں تکلیف دہ پھوڑے نکل آئے جن میں ٹیسس اٹھتی تھیں۔ آپ ٹھیکر لے کر راکھ پر بیٹھ جاتے اور اپنا جسم کھجاتے رہتے۔ زبان بدستور حمد و ثناء میں مصروف رہی اور شکایت کا ایک لفظ منہ سے ادا نہ ہوا۔ تمام اعزاء و اقرباء نے قطع تعلق کر لیا صرف رفیقہ حیات ہی شریکِ غم رہ گئیں۔ زوجہ محترمہ نے بیمار شوہر کی تیمارداری میں کوئی کسر اٹھانا نہ رکھی۔ محنت مزدوری کر کے زندگی کے تار و پود کا انتظام کرتی تھیں۔ اس اذیت میں اٹھارہ سال حضرت ایوبؑ نے گزار دیئے۔ روایت ہے کہ زخموں میں پڑ جانے والے کپڑے زخم سے نکل کر باہر گر جاتے تو آپ انہیں اٹھا کر دوبارہ زخم میں رکھ دیتے۔

زوجہ محترمہ ایک روز حرفِ شکایت زبان پر لے آئیں۔ حضرت ایوبؑ ناراض ہوئے اور سرزنش کرتے ہوئے قسم کھائی کہ صحتیاب ہونے کے بعد سزا کے طور پر بیوی کو سو ڈنڈے ماروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے زوجہ محترمہ کی نعلطی معاف فرمائی اور صحت یابی کے بعد حضرت ایوبؑ کو حکم ہوا۔

زوجہ محترمہ پر اللہ کا انعام

”اور اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو۔“ (سورہ ص: ۴۴)

حضرت ایوبؑ نے سوتلوں کی جھاڑو بنا کر ایک مرتبہ مار دیا اور قسم پوری ہوئی۔ حضرت ایوبؑ کی تباہ حالی اور بیماری کی خبر ادم کی بستی میں پھیلی تو آپ کے تین دوست آپ کے پاس تشریف لائے۔ انہوں نے آپ کو راکھ کے بستر پر لیٹے اور ٹھیکرے سے زخموں کو کھجاتے دیکھا تو درد، کرب اور غم و اندوہ سے ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ وہ سات دن اور سات راتیں آپ کے پاس خاموش بیٹھے رہے۔ قرآن حکیم میں حضرت ایوبؑ کے دور کے آخری حصے کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے۔

معجزہ

”اور ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ یا الٰہی! شیطان نے مجھے ایذا اور تکلیف دے رکھی ہے۔“ (سورہ ص: ۴۱)

رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور حلم ہوا۔

”زمین پر لات مارو، یہ چشمہ نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو شیریں ہے۔“

(سورۃ ص: ۴۲)

حضرت ایوبؑ نے زمین پر چیر مارا۔ زمین سے شفاء بخش پانی ابل آیا۔ حضرت ایوبؑ نے غسل کیا اور پانی پیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بدن زخموں سے صاف ہو گیا۔

بی بی رحمہ شام کو واپس لوٹیں تو بیمار اور ناتواں شوہر کو موجود نہ پا کر پریشان ہو گئیں۔ آپ روتے ہوئے انہیں ڈھونڈ رہی تھیں کہ قریبی پل پر ایک جوان صحت مند مرد کو دیکھا۔ حضرت ایوبؑ نے مسکراتے ہوئے سارا احوال سنایا۔ حضرت ایوبؑ اور ان کی زوجہ کا شباب لوٹ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے سے زیادہ اولاد سے نوازا اور آزمائش کے دنوں میں جن آسائشوں سے محروم کر دیئے گئے تھے وہ کئی گنا بڑھا کر دوبارہ عطا کر دی گئیں۔

سورۃ انبیاء میں حضرت ایوبؑ کا ذکر اختصار اور اجمال کے ساتھ اس طرح

ہے۔

”اور ایوبؑ کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا، میں دکھ میں پڑ گیا ہوں اور خدا یا تجھ سے بڑھ کر رحم کرنے والا کوئی نہیں۔ پس ہم نے ان کی پکار سن لی اور جس دکھ میں پڑ گئے تھے وہ دور کر دیا، ہم نے ان کا گھرانہ بسا دیا اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے۔ یہ ہماری طرف سے ان کے لئے رحمت تھی اور نصیحت ہے ان کے لئے جو اللہ کی بندگی کرنے والے ہیں۔“ (سورۃ انبیاء: ۸۳-۸۴)

اللہ تعالیٰ سورۃ انبیاء میں دوسری برگزیدہ ہستیوں کے علم و فضل اور حکمت و دانش کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت ایوبؑ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

”اور (یہی ہوشمندی اور حلم و علم کی نعمت) ہم نے ایوبؑ کو دی۔“ (سورۃ انبیاء: ۸۴)

پانی میں جوانی

حضرت ایوبؑ کی مسجد اور کنواں (چشمہ) جس کے پانی سے شفاء ملی تھی آج بھی اردن کے ایک قصبہ نوا میں موجود ہے۔ لوگ اسے حمام ایوبؑ اور ان کی قیام گاہ کو

مقام ایوب کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور قدرت سے جب چشمہ اہل پڑا تو حضرت ایوب کو اس پانی سے شفاء ہوگئی۔ پانی میں ایسے منرلز (Minerals) تھے جس سے بڑھاپا جوانی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس پانی سے حضرت ایوب اور ان کی زوجہ محترمہ دونوں صحت مند ہو کر جوان ہو گئے اور چار پشتوں تک اپنی نسل کو پھلتے دیکھا۔

”کہہ دو اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو۔ اپنے پروردگار کے ساتھ تقویٰ اختیار کرو جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لئے بھلائی ہے۔ اور اللہ کی زمین کشادہ ہے۔ جو صبر کرنے والے ہیں۔ ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔“

(سورۃ الزمر: ۱۰-۱۱)

صبر اللہ کا نور ہے

صبر اللہ کا نور ہے۔ جو مادی حواس میں نورانیت داخل کر کے انسان کو اللہ تعالیٰ سے قریب کر دیتا ہے۔ صبر کا مفہوم یہ ہے کہ بندہ اپنی تدابیر اور کوششوں کا نتیجہ اللہ پر چھوڑ دے۔ اپنے ارادے کی نفی کر کے اللہ کو قادر مطلق جان لے اور اپنے کاموں میں تاخیر اور ناکامی پر اللہ تعالیٰ کے ارادے اور فیصلے کا انتظار کرے۔ قدرت کی جانب سے جو کچھ حاصل ہو اس پر راضی ہو جائے۔ صبر کا پورا اسٹم فرمانبرداری کو ذہن میں راسخ کرنے کا پروگرام ہے۔ صبر کرنے سے آدمی خود کو قدرت کے ہاتھوں میں مجبور اور بے بس ہونے کا تجربہ کر لیتا ہے۔ صبر کرنے سے آدمی کے اندر نور کی مقدار میں داخل ہو جاتی ہیں۔ جب بندہ صبر کرنے کا خوگر ہو جاتا ہے تو ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔ بندہ کا رابطہ مستقل طور پر اللہ کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کو اللہ نے اولوالعزم کہا ہے۔

ارشاد ہے۔

”آپ ﷺ صبر کیجئے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔“

(سورۃ الاحقاف۔ ۳۵)

صبر آدمی کو اولوالعزم بناتا ہے۔ جو پیغمبروں کی صفت ہے۔ صبر زندگی کے آداب سکھاتا ہے۔ صبر بندے کو اسفل سے علین کی جانب لے جانے والی قوت ہے۔

”اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میوؤں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے۔ تو صبر کرنے والوں کو بشارت سنا دو۔“

(سورۃ بقرہ: ۱۵۵)

”ہاں جنہوں نے صبر کیا اور نیک عمل کئے یہی ہیں جن کیلئے بخشش

اور اجر عظیم ہے۔“ (سورۃ ہود: ۱۱)

”اور صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ اور بے شک (یہ کام) دشوار ضرور

ضرور ہے۔ مگر ان لوگوں پر (دشوار نہیں) جو عجز کرنے والے ہیں۔“

(سورۃ بقرہ: ۴۵)

”ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ

ہی کا مال ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“

(سورۃ بقرہ: ۱۵۶)

”اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے۔ جو ہمارے حکم سے ہدایت

کیا کرتے تھے۔ اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔“

(سورۃ السجدہ: ۲۴)

”ان لوگوں کو دگنا بدلہ دیا جائے گا۔ کیونکہ صبر کرتے ہیں۔ اور بھلائی

کے ساتھ برائی کو دور کرتے رہے ہیں۔ اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس

میں سے خرچ کرتے ہیں۔“ (سورۃ القصص: ۵۴)

”یقیناً تم آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔ اور

یقیناً تم سنو گے ان سے جنہیں دی گئی کتاب۔ تم سے پہلے۔ اور ان

لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا اذیت دینے والی بہت باتیں۔ اور

اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔ تو بے شک یہ بڑی ہمت کا کام

ہے۔“ (سورۃ آل عمران: ۱۸۶)

”اے ہمارے رب! اتنا ہم پر صبر اور جمائے رکھ ہمارے قدموں

کو اور فتح دے ہمیں قوم کفار پر۔“ (سورۃ بقرہ: ۲۵۰)

”بارہا چھوٹی جماعتیں غالب آئی ہیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے

اذن سے۔ اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

(سورۃ بقرہ: ۲۳۹)

”اگر پہنچے تمہیں کوئی بھلائی تو بری لگتی ہے انہیں۔ اور اگر پہنچے تمہیں کوئی تکلیف تو خوش ہوتے ہیں اس سے۔ اور اگر تم صبر کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو تو نہ نقصان پہنچائے گا تمہیں ان کا فریب کچھ بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔“

(سورۃ آل عمران: ۱۲۰)

”اور کہتے ہیں کہ نبی گزرے ہیں کہ جہاد کیا ان کے ہمراہ بہت سے اللہ والوں نے۔ سونہ ہمت ہاری انہوں نے بوجہ ان تکلیفوں کے جو پہنچیں انہیں اللہ کی راہ میں۔ اور نہ کمزور ہوئے۔ اور نہ انہوں نے ہار مانی۔ اور اللہ تعالیٰ پیار کرتا ہے صبر کرنے والوں سے۔“

(سورۃ آل عمران: ۱۳۶)

”مدد فرمائے گا تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اتارے گئے ہیں۔ ہاں کافی ہے۔ بشرطیکہ تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو۔“

(سورۃ آل عمران: ۱۲۴-۱۲۵)

”وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔ انہیں ہم ٹھہرائیں گے جنت کے بالا خانوں میں۔ رواں ہوگی جن کے نیچے نہریں۔ وہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کتنا عمدہ صلہ ہے نیک کام کرنے والوں کا۔ وہ جنہوں نے صبر کیا۔ اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔“

(سورۃ العنکبوت: ۵۸-۵۹)

”اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی۔ اور آپس میں نہ جھگڑو۔ ورنہ تم کم ہمت ہو جاؤ گے۔ اور اکٹرا جائیگی تمہاری ہوا۔ اور صبر کرو۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

(سورۃ انفال: ۴۶)

”اور آپ صبر کیجئے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا۔ نیکیوں کے اجر کو۔“

(سورۃ ہود: ۱۱۵)

”جنہوں نے ہجرت کی بڑی آزمائشوں سے گزرنے کے بعد۔
پھر جہاد بھی کیا۔ اور صبر سے کام لیا۔ بیشک آپ کا رب ان
آزمائشوں کے بعد بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔“

(سورۃ النحل: ۱۱۰)

”اور اسمعیل اور ادریس اور ذوالکفل۔ یہ سب صبر کرنے والے
تھے۔ اور ان کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا۔ بلاشبہ وہ نیک
تھے۔“

(سورۃ انبیاء: ۸۵-۸۶)

”جب وہ بچہ اسماعیل ان کے ساتھ چلنے پھرنے دوڑنے کی عمر کو
پہنچا۔ تو ابراہیم نے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تم کو
ذبح کر رہا ہوں۔ تو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے۔ انہوں نے کہا
کہ ابا جو آپ کو حکم ہوا ہے۔ وہی کیجئے۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے
صبر کرنیوالوں میں پائیں گے۔“

(سورۃ الصافات: ۱۰۲)

”کہنے لگے ابا ہم سب تو آپس میں دوڑنے میں لگ گئے۔ اور
یوسف کو ہم نے اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا۔ پس ایک بھیڑیا
اس کو کھا گیا۔ اور آپ تو ہمارا کاہے کو یقین کرنے لگے گو ہم کیسے
ہی سچے ہوں اور یوسف کی قمیض پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا
لائے تھے۔ یعقوب نے فرمایا، بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک
بات بنالی ہے میں صبر ہی کروں گا۔ جس میں شکایت کا نام نہ
ہوگا۔ اور جو باتیں تم بتاتے ہو اس میں اللہ ہی مدد کرے گا۔“

(سورۃ یوسف: ۱۷-۱۸)

”بے شک ہم نے ان کو صابر پایا۔ اچھے بندے تھے کہ بہت
رجوع ہوتے تھے۔“

(سورۃ ص: ۴۴)

”اور آپ ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے۔ جب کہ انہوں نے
اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے۔ اپنا
پاؤں مارو۔ یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے۔ اور پینے کا۔ اور ہم نے ان

کو ان کا کنبہ عطا فرمایا۔ اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی۔ اپنی رحمت خاصہ کے سبب اور اہل عقل کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے اور تم اپنے ہاتھ سے ایک مٹھا سینکوں کا لو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو۔“ (سورۃ ص: ۴۱-۴۴)

”اور ایوب کا تذکرہ کیجئے۔ جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے۔ اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔ ہم نے ان کی دعا قبول کی۔ اور ان کو جو تکلیف تھی اس کو دور کر دیا۔ اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا۔ اور ان کے ساتھ ان کے برابر اور بھی اپنی رحمت خاصہ سے اور عبادت کرنے والوں کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے عطا فرمائے۔“ (سورۃ الانبیاء: ۸۳-۸۴)

حکمت

حضرت ایوب کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ انہوں نے اللہ کی رضا کے لئے صبر کیا ہے۔ اور صبر حضرت ایوب کی طرح تمام پیغمبروں کا شیوہ اور ان کی طرز فکر ہے۔ پیغمبروں کا وصف ہے کہ وہ تکلیف کے وقت صبر کرتے ہیں۔ اللہ کو اپنا ساتھی تصور کرتے ہیں اور تکلیف میں اللہ کی مصلحت ان کے پیش نظر رہتی ہے۔ اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں جبکہ ان کا حال، ان کا مال سب اللہ سے وابستہ رہتا ہے۔ حضرت ایوب نے جو تکلیفیں برداشت کی ہیں اس کے پیچھے اللہ کی یہ حکمت محیط ہے کہ بندہ جب اللہ کے اوپر بھروسہ کر لیتا ہے اور اس کا یقین کامل ہو جاتا ہے تو بڑی سے بڑی تکلیف میں بھی شکوہ و شکایت زبان پر نہیں لاتا۔ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی مثال دیتے ہوئے اپنے برگزیدہ پیغمبروں حضرت اسماعیل، حضرت ادریس، حضرت ذوالکفل، حضرت نوح اور حضرت یعقوب کا تذکرہ فرمایا ہے اور اپنے محبوب بندے باعث تخلیق کائنات، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا ہے۔

”پس آپ صبر کیجئے جس طرح اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا۔“

ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتوں سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔
 ”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے۔ انہیں ٹھہرائیں گے جنت
 کے بالا خانوں میں رواں ہوگی جن کے نیچے نہریں۔ کتنا عمدہ صلہ ہے نیک کام
 کرنے والوں کا۔ وہ جنہوں نے صبر کیا۔ اور صرف اپنے رب پر بھروسہ کئے
 ہوئے ہیں۔“

صبر کے معنی

صبر کے لغوی معنی روکنے اور سہارنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات نفسِ انسانی
 کی فطرت اور جبلت سے آگاہی کا پروگرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں نفسِ
 انسانی کی کمزوریاں بیان کی ہیں کہ: انسان نافرمان ہے۔ جلد باز ہے۔ جھگڑالو
 ہے۔ طبعاً کمزور ہے۔ کم حوصلہ ہے۔ ظالم اور جاہل ہے۔ تنگ دل ہے۔ حاسد ہے۔
 نفسِ انسانی کی یہ ایسی کمزوریاں ہیں کہ کوئی شخص بھی ان کمزوریوں سے آزاد نہیں
 ہے۔ ان کمزوریوں کا پس منظر دنیوی چمک، ناتواں شعور اور جہالت ہے۔

جہالت کا مفہوم لاعلمی ہے لیکن اللہ کے قانون کے مطابق پوری زندگی علم
 ہے۔ علم مسلسل اور متواتر اطلاع ہے، اطلاع اور خبر حرکت ہے، حرکت اللہ کا امر
 ہے۔ اللہ کا امر ہے کہ جب وہ کسی شے کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو کہتا ہے
 ”ہو جا“ اور وہ ہو جاتی ہے۔ امر ”حکم“ ہے اور حکم ہی اقتدارِ اعلیٰ ہے۔

اللہ صاحب اقتدار ہے۔

اقتدار کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی لمحہ اس کی گرفت سے باہر نہ ہو۔ اور ہر چیز اس
 کے احاطہ قدرت میں ہو۔ جذبات و احساسات بننے والی تمام اطلاعات تخلیق کے
 چھوٹے چھوٹے مراحل سے گزر کر اپنا مظاہرہ کرتی ہیں۔

قانون یہ ہے کہ جسمِ انسانی (Material Body) کے اوپر ایک جسم، جسمِ
 مثالی (Light Body) ہے۔ یہی جسمِ مثالی مادی جسم کو فیڈ کرتا ہے اور جسمِ مثالی کی
 طرف سے feeding ختم ہو جاتی ہے تو مادی جسم مرجاتا ہے۔ ہم اس مردہ جسم کو
 Dead Body کہتے ہیں۔ چونکہ تخلیقی پردس کا سارا تعلق جسمِ مثالی سے ہے اسلئے

☆ علم حاصل ہوتے ہوئے علم نہ سیکھنا اور علم کی طرف سے بے رغبتی اختیار کرنا جہالت ہے۔
 جسم ماضی (Past)، حال (Present) اور مستقبل (Future) کے ریکارڈ سے
 پوری طرح واقف ہوتا ہے۔ اس واقفیت کی بناء پر جسم مثالی مادی جسم کو صبر کی تلقین کرتا
 رہتا ہے۔ صبر کی تلقین سے مراد ہے وہ آدمی کے شعور کو انسپائر کرتا رہتا ہے کہ یہ تکلیف
 عارضی ہے جو گزر جانے والی ہے۔ اس انسپائریشن سے آدمی کے اندر مقابلہ کرنے کی
 جرات اور ارادہ میں استحکام ہوتا ہے۔ جبکہ پریشانی کے وقت روشنیوں کے توازن میں
 اعتدال نہیں رہتا۔

حضرت ایوب اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ہیں۔ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نوع
 انسانی کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے اور جب بندہ صبر
 کر کے اللہ کو دل کے یقین کے ساتھ اپنا ہمدرد اور محبت کرنے والی ہستی مان لیتا ہے تو
 اللہ اس کے اوپر آرام و آسائش کے دروازے وسیع کر دیتا ہے اور ایسے وسائل فراہم
 کر دیتا ہے جن سے انسانی زندگی پر خوشیوں کے درتے پچھل جاتے ہیں۔
 جیسے حضرت ایوب کے لئے اللہ تعالیٰ نے چشمہ جاری کر دیا اور دونوں میاں
 بیوی جوان ہو گئے اور چار نسلوں تک اپنی نسل کو پھلتے دیکھا۔



حضرت موسیٰ علیہ السلام

مصر کے بادشاہ فرعون نے خواب دیکھا اور نجومیوں نے تعبیر بتائی کہ ایک اسرائیلی لڑکے کے ہاتھوں تیری سلطنت ختم ہو جائے گی، فرعون نے حکم دیا کہ میری سلطنت میں اسرائیلی گھرانوں میں کوئی بھی لڑکا پیدا ہوا سے قتل کر دیا جائے اور اس کام کے لئے ایک خصوصی عملہ مامور کر دیا گیا۔

جس وقت حضرت موسیٰ کی ولادت ہوئی ہر طرف جاسوسوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ کے والد عمران، والدہ یوکید اور دیگر اہل خاندان سخت پریشان تھے، تین مہینے تک انہوں نے حضرت موسیٰ کو چھپا کر رکھا لیکن زیادہ عرصہ تک بچے کو شاہی جاسوسوں کی عقابی نظروں سے چھپا کر رکھنا ممکن نہیں تھا۔ حضرت موسیٰ کی والدہ کے دل میں خیال آیا کہ تابوت کی طرح ایک صندوق بناؤ اس پر لال روغن کی پالش کرو اور بچے کو اس صندوق میں رکھ کر دریائے نیل کے بہاؤ پر چھوڑ دو، حضرت موسیٰ کی بہن کی ڈیوٹی لگی کہ دریا کے کنارے کنارے چل کر صندوق کو دیکھتی رہیں، صندوق بہتا ہوا محل کے تالاب (SWIMMING POOL) میں پہنچ گیا وہاں ملکہ اور خادما میں لطف اندوز ہو رہی تھیں کہ صندوق پر ملکہ کی نظر پڑی۔ اس نے کنیزوں کو حکم دیا کہ صندوق کو تالاب میں سے نکال لاؤ۔ صندوق کھولا گیا تو اس میں ایک حسین اور تندرست بچہ آرام سے لیٹا ہوا انگوٹھا چوس رہا تھا، ملکہ بہت خوش ہوئی اس کی آنکھوں میں ممتا اتر آئی، شفقت و محبت سے بچے کو گود میں لے لیا، ملکہ نے سوچا کہ اس بچے کو بیٹا بنا کر پالنا چاہئے محل میں کسی نے خدشہ ظاہر کیا کہ یہ بچہ بادشاہ کی سلطنت کو ختم کرنے کا سبب بن سکتا ہے، فرعون کے دل میں بھی یہ خیال آیا ایسا نہ ہو کہ یہی بچہ اسرائیل کا وہ لڑکا ہو جس کے بارے میں نجومیوں نے پیش گوئی کی تھی۔ لیکن فرعون کی منظور نظر بیوی نے کہا یہ بھی تو ہو سکتا ہے یہ بچہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنا لیں ملکہ نے اس بچے کا نام ☆ موسیٰ رکھا

☆ موسیٰ کے معنی ہیں وہ شخص جو پانی سے نکالا گیا ہو۔

آیا کا انتظام

ملکہ نے بچے کو دودھ پلانے کا کام شاہی دایوں کے سپرد کر دیا لیکن بچے نے کسی کا دودھ نہیں پیا، حضرت موسیٰ کی بہن نے محل میں جا کر ملکہ سے کہا میں ایک بہت اچھی آیا کا انتظام کر سکتی ہوں، نہایت صحت مند اور خوبصورت عورت ہے، بچے کی اچھی طرح نگہداشت کرے گی اور نہایت اعلیٰ پرورش کرے گی۔ ملکہ نے کہا اسے حاضر کرو، حضرت موسیٰ کی بہن اپنی والدہ کو ساتھ لے گئیں اور ملکہ کے سامنے پیش کر دیا، موسیٰ نے اس خاتون کا دودھ پی لیا اور حضرت موسیٰ کی والدہ کو دایہ مقرر کر دیا گیا۔

”اور (تجھے معلوم ہے) ہم تجھ پر پہلے بھی ایک مرتبہ احسان کر چکے ہیں؟ ہم تجھے بتاتے ہیں، اس وقت کیا ہوا تھا جب ہم نے تیری ماں کے دل میں یہ بات ڈالی تھی، ہم نے اسے سمجھایا تھا کہ بچے کو ایک صندوق میں ڈال دے اور صندوق کو دریا میں چھوڑ دے، دریا سے کنارے پر دھکیل دے گا، پھر اسے اٹھالے گا جو میرا دشمن ہے نیز اس بچے کا بھی دشمن ہے اور ہم نے اپنے فضل خاص سے تجھ پر محبت کا سایہ ڈال دیا تھا اور یہ اس لئے تھا کہ ہم چاہتے تھے کہ تو ہماری نگرانی میں پرورش پائے، تیری بہن جب وہاں سے گذری تو اس نے کہا میں تمہیں ایسی عورت بتلا دوں جو اسے پالے پوسے؟ اور اس طرح ہم نے تجھے پھر تیری ماں کی گود میں لوٹا دیا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور غمگین نہ ہو۔“ (سورۃ طہ: ۳۷-۴۰)

حضرت موسیٰ جب جوان ہوئے تو نہایت قوی الجشہ اور بہادر انسان تھے، انہیں یہ بھی علم ہو گیا تھا کہ وہ اسرائیلی ہیں اور مصری خاندان سے ان کا کوئی رشتہ نہیں۔ حضرت موسیٰ نے جب دیکھا کہ اسرائیلی نہایت ذلت و رسوائی اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور فرعون کے عمال ان پر سخت مظالم ڈھاتے ہیں تو ان کی تمام ہمدردیاں بنی اسرائیل کے ساتھ ہو گئیں۔

بیگار

حضرت موسیٰ کہیں جا رہے تھے کہ دیکھا ایک مصری ایک اسرائیلی کو بیگار کے لئے تھسیٹ رہا ہے حضرت موسیٰ کو دیکھ کر اسرائیلی نے مدد کے لئے پکارا، حضرت موسیٰ

نے مصری کو روکا اور کہا کہ نہایت بزدلانہ اور ظالمانہ حرکت ہے۔ مگر مصری نے ان کی مات نہیں سنی، حضرت موسیٰ نے مصری کے سر پر ایک طمانچہ رسید کر دیا، مصری اس چپت کی چوٹ کو برداشت نہ کر سکا اور مر گیا۔ حضرت موسیٰ کا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہیں تھا افسوس و ندامت کے ساتھ اللہ سے کہا:

”اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی ہو انا دانستگی میں ہوا، میں تجھ سے مغفرت کا طلبگار ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کی غلطی معاف کر دی۔

دن دھاڑے مصری کے قتل کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی اور قاتل کی تلاش شروع ہو گئی۔ دوسرے دن حضرت موسیٰ نے پھر اسی اسرائیلی اور ایک مصری کو دست و گریباں دیکھا، اسرائیلی نے آپ کو دیکھ کر پھر مدد کے لئے فریاد کی حضرت موسیٰ مصری کو باز رکھنے کے لئے آگے بڑھے لیکن ساتھ ہی ناگواری سے اسرائیلی سے کہا:

”تو بھی بلاشبہ کھلا ہوا گمراہ ہے، خواہ مخواہ جھگڑا مول لے کر داد و فریاد کرتا رہتا ہے۔“

اسرائیلی ڈر گیا اور سمجھا موسیٰ مجھے مار دیں گے وہ بولا:

”جس طرح تو نے کل ایک مصری کو ہلاک کر دیا تھا اسی طرح آج مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے۔“

یہ خبر فرعون تک پہنچ گئی کہ مصری کا قاتل موسیٰ ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ کو گرفتار کرنے کا حکم دے دیا۔ حضرت موسیٰ خاموشی کے ساتھ شہر چھوڑ کر مدین روانہ ہو گئے مدین پہنچ کر حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ ایک کنویں پر پانی پینے کیلئے جانوروں اور آدمیوں کی بھیر لگی ہوئی ہے دوڑکیاں اپنے جانور لئے دوڑ کھڑی ہیں۔ حضرت موسیٰ نے ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں کھڑی ہو؟ لڑکیوں نے بتلایا کہ:

”ہم کمزور ہیں، یہ طاقتور ہیں، زبردستی ہمیں پیچھے ہٹا دیتے ہیں، ہمارے

☆ مدین ایک قبیلے کا نام ہے جو حضرت ابراہیم کے فرزند ”مدین“ کے نام پر تھا یہ بیٹا حضرت ابراہیم کی تیسری بیوی قطورہ سے تھا۔ حضرت شعیب بھی اسی قبیلے سے تھے۔ جس خطہ مدین پر یہ قبیلہ آباد تھا اس کا مدین پڑ گیا۔

والد بہت بوڑھے ہیں وہ ان سے لڑ نہیں سکتے، ہم انتظار کر رہے ہیں کہ

سب چلے جائیں تو ہم اپنے جانوروں کو پانی پلائیں۔“

حضرت موسیٰ سے یہ زیادتی برداشت نہ ہوئی بھینٹ کو چیرتے ہوئے کنویں پر پہنچ گئے اور کنویں کا بڑا ڈول تنہا کھینچ کر لڑکیوں کے مویشیوں کو پانی پلایا، لڑکیوں نے اپنے گھر جا کر اپنے والد حضرت شعیب کو سارا قصہ سنایا، حضرت شعیب نے حضرت موسیٰ کو اپنے پاس بلایا خاطر تواضع کی اور حالات پوچھے۔ پیدائش سے لے کر مدین پہنچنے تک کے تمام واقعات سننے کے بعد حضرت شعیب نے فرمایا:

”خدا کا شکر ادا کرو کہ تمہیں ان ظالموں سے نجات مل گئی، اب کوئی خوف نہ کرو یہاں میرے پاس رہو۔“

بہادری اور شرافت

لڑکیوں میں سے ایک نے حضرت موسیٰ کی بہادری اور شرافت کی تعریف کی اور باپ کو مشورہ دیا کہ اس مہمان کو مویشی چرانے اور پانی پلانے کے لئے رکھ لیجئے۔ حضرت شعیب نے اس مشورہ کو قبول کر لیا اور حضرت موسیٰ سے فرمایا:

”اگر تم آٹھ سال تک میرے پاس رہ کر میری بکریاں چراؤ تو میں اپنی اس

بٹی کی شادی تم سے کر دوں گا اور اگر دو سال اور رہو تو یہی لڑکی کا مہر ہوگا۔“

حضرت موسیٰ وہاں شہر گئے اور بکریوں کی دیکھ بھال شروع کر دی دس سال کی مدت پوری ہونے پر حضرت شعیب نے اپنی بٹی کی شادی حضرت موسیٰ سے کر دی۔

ایک روز حضرت موسیٰ بکریاں چراتے چراتے مدین سے بہت دور نکل گئے رات ٹھنڈی تھی اہل خانہ ساتھ تھے لہذا آگ کی ضرورت پیش آئی سامنے کوہ سینا وادی میں ایک شعلہ چمکتا ہوا نظر آیا۔

”پھر موسیٰ نے اپنی بیوی سے کہا تم یہاں ٹہرو میں نے آگ دیکھی ہے، شاید

اس میں سے کوئی چنگاری تمہارے لئے لاسکوں یا وہاں الاؤ پر کسی رہبر کو

پاسکوں۔“ (سورۃ طہ - ۱۰)

حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ عجیب آگ ہے درخت پر روشنی نظر آتی ہے مگر نہ درخت کو جلاتی ہے نہ بجھتی ہے یہ سوچتے ہوئے حضرت موسیٰ جوں جوں آگے بڑھتے جاتے

آگ اور دور ہو جاتی، حضرت موسیٰ کو خوف پیدا ہوا اور واپسی کا ارادہ کیا، مڑے ہی تھے کہ آگ قریب آگئی اور آواز آئی:

”اے موسیٰ! میں ہوں، میں، اللہ۔ پروردگار جہانوں کا پس اپنی جوتی اتار
طوبیٰ کی مقدس وادی میں کھڑا ہے اور دیکھ میں نے تجھے اپنی رسالت کیلئے
چن لیا ہے، پس جو وحی کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سن۔“

(سورۃ طہ - ۱۲، ۱۳)

لاٹھی

حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں بکریاں چرانے کی لاٹھی تھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
”اسے زمین پر ڈال دے۔“

حضرت موسیٰ نے ارشاد تمبیل کی، لاٹھی اڑدھا بن کر دوڑنے لگی، پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا
”اسے اٹھالے۔“

تمبیل حکم میں حضرت موسیٰ نے بلا خوف و خطر اڑدھے کو پکڑ لیا، اڑدھا پھر لاٹھی بن گیا
پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ”اپنا ہاتھ بغل میں رکھ کر نکال۔“

حضرت موسیٰ نے ایسا ہی کیا ہاتھ بے حد روشن اور چمکتا ہوا نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد
فرمایا:

”یہ ہماری طرف سے دو نشانیاں عطا ہوئی ہیں، اب جا فرعون اور اس کی قوم کو راہ
ہدایت دکھا۔“

حضرت موسیٰ مصر پہنچے اور اپنے بھائی حضرت ہارون کو لے کر فرعون کے دربار میں
حاضر ہوئے، آپ نے فرعون سے کہا:

”ہمیں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا ہے، ہم تم سے دو باتوں کا مطالبہ
کرتے ہیں ایک یہ کہ تو خدا پر ایمان لے آ، اور کسی کو اس کے کاموں میں
شریک نہ ٹھہرا۔ دوسرے یہ کہ بنی اسرائیل پر ظلم کرنا چھوڑ دے اور انہیں آزاد
کردے۔“

مغرور فرعون

فرعون نے اپنی مغرورانہ سرشت کے مطابق حضرت موسیٰ کی رسالت کا مذاق اڑایا۔

حضرت موسیٰ پر اپنا احسان بتلایا کہ اس نے ان کی پرورش کی ہے، مصری کو قتل کرنے کا طعنہ دیا اور آپ کے پیغام کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا:

”اے موسیٰ! کیا میرے سوا بھی کوئی اور رب ہے؟“

حضرت موسیٰ نے فرمایا:

”میرا رب وہ ہے جو آسمانوں، زمین اور اس کے درمیان قائم مخلوقات کو پیدا کرنے والا ہے، تجھے اور تیرے آباؤ اجداد کو بھی اس نے پیدا کیا ہے۔“

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون نہایت نرمی سے فرعون کو قائل کرتے رہے لیکن فرعون اپنی ضد پر اڑا ہوا اس نے حضرت موسیٰ کو پاگل اور مجنون کہا اور رعایا سے بولا:

”میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، میں تم سب کا پروردگار ہوں۔“

ایک دن بھرے دربار میں فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا:

”اگر تو سچا ہے تو اپنی نبوت کا کوئی معجزہ دکھا۔“

جادوگر

حضرت موسیٰ نے اپنی لاشی زمین پر پھینک دی وہ اڑدھا بن گئی پھر آپ نے ستارے کی طرح چمکتا ہوا بید بیضا دکھایا یہ معجزات دیکھ کر درباری کہنے لگے:

”یہ تو بہت بڑا جادوگر ہے، پوری سلطنت سے جادوگروں کو جمع کر کے اس سے مقابلہ کرایا جائے، پھر ضرور یہ شکست کھا جائے گا۔“

فرعون نے اسی وقت احکام جاری کر دیئے، مقابلہ کے لئے دربار کو خاص طور پر سجایا گیا ہزاروں قندیلیں روشن کی گئیں، مقابلہ کے وقت حضرت موسیٰ نے جادوگروں سے کہا:

”تم پہل کرو۔“ جادوگروں نے اپنی رسیاں میدان میں ڈالیں تو وہ سانپ بن گئیں اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی:

”لا تخف ولا تحزن“۔ اے موسیٰ! خوف نہ کر اور غم نہ کر ہم تیرے ساتھ ہیں۔“

حضرت موسیٰ نے اپنی لاشی زمین پر رکھ دی اس لاشی نے اڑدھا بن کر سارے سانپوں کو نگل لیا، جادوگر حقیقت حال جان کر ایمان لے آئے۔ فرعون نے غیض و غضب میں دھاڑتے ہوئے کہا:

”تم سب نے موسیٰ سے مل کر سازش کی ہے، تم لوگوں نے میری اجازت

کے بغیر موسیٰ کے خدا کو تسلیم کر لیا ہے۔“

فرعون نے ان جادوگروں کے ہاتھ، پیر کٹوا کر پھانسی کی سزا دے دی، فرعون کی سرکشی اور ظلم پر اللہ کا عذاب نازل ہوا۔ اللہ نے ان پر جو عین مسلط کر دیں، کھانے پینے کی چیزوں میں کھیاں پیدا ہو گئیں، زمین میں جانوروں کو ہلاک کرنے والے کیڑے پیدا ہو گئے غلہ اور اناج میں گھن لگ گیا، پانی میں مینڈکوں کی افزائش نسل ہو گئی اتنے زیادہ مینڈک ہو گئے کہ انہوں نے پانی کو ڈھانپ لیا۔

ہجرت

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے ساتھ ہجرت کر جاؤ۔ حضرت موسیٰ حضرت ہارون اور پوری قوم بنی اسرائیل کو لے کر نکلے، فرعون نے بھی ایک بڑی فوج کے ساتھ تعاقب کیا اور بنی اسرائیل تک پہنچ گیا۔ حضرت موسیٰ کے آگے ٹھائیں مارتا ہوا بحر قلزم تھا اور پیچھے فرعون کا لشکر۔ وحی نازل ہوئی:

”اپنی لاشی سمندر پر مارو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے راہ بنا دے گا۔“

حضرت موسیٰ نے پانی پر لاشی ماری پانی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا اور درمیان میں راستہ بن گیا۔ حضرت موسیٰ اپنی قوم کے ساتھ بحر قلزم کے کنارے پہنچ گئے، فرعون اور اس کا لشکر بھی پیچھے پیچھے اسی راستے پر چل پڑے جب سمندر کے بیچ میں پہنچے تو سمندر کا پانی آپس میں مل گیا۔ فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا، غرق ہوتے وقت فرعون چیخنے لگا ”میں موسیٰ اور اس کے خدا پر ایمان لایا“ لیکن اس کی دعا قبول نہیں ہوئی اللہ نے اس کے جسم کو آئندہ نسلوں کے لئے عبرت کا نشان بنا دیا تاکہ لوگ دیکھیں کہ متکبروں، سرکشوں اور خدا کے منکروں کا کیا حشر ہوتا ہے۔ ☆

حضرت موسیٰ اپنی قوم کے ساتھ وادی سینا پہنچے وہاں کے لوگ بت پرست تھے خوبصورت اور عالیشان مندروں کو دیکھ کر بنی اسرائیل کا سویا ہوا بت پرستی کا جذبہ جاگ اٹھا کہنے لگے:

”موسیٰ! ہم کو بھی ایسے معبود بنا دے تاکہ ہم بھی اسی طرح ان کی پرستش کریں۔“

☆ حضرت موسیٰ کے دور کے فرعون کی می آج بھی مصر کے عجائب خانہ میں عبرت کا نشان بنی ہوئی ہے اس کے علاوہ سمندر سے بھی فرعون کی ایک لاش نکلی ہے جو صحیح سالم حالت میں ہے۔

حضرت موسیٰ نے کہا:

”کیا تم نے خدا کی ان نعمتوں کو فراموش کر دیا ہے جن کا مشاہدہ تم اپنی آنکھوں سے کر چکے ہو؟“

وادیء سینا میں شدید گرمی تھی بنی اسرائیل گھبرا گئے حضرت موسیٰ نے پانی کے لئے اللہ سے دعا کی وحی نازل ہوئی: ”اپنا عصا زمین پر مارو۔“
بارہ چشمے

حضرت موسیٰ نے زمین پر اپنا عصا مارا بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے لئے الگ الگ بارہ چشمے جاری ہو گئے، قوم نے کھانے کا مطالبہ کیا حضرت موسیٰ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے نہایت شیریں حلوہ ”من“ اتارا دن کے وقت تیز ہوا کے ساتھ بیروں کے غول کے غول زمین پر اترے۔ بنی اسرائیل نے انہیں پکڑ کر بھونا اور کھایا یہ ”سلویٰ“ تھا۔ اسی طرح روزانہ ”من و سلویٰ“ نازل ہوتا رہا۔

اب قوم نے تیسرا مطالبہ کیا کہ سایہ دار درختوں اور مکانات نہ ہونے کی وجہ سے ہم شدید گرمی سے پریشان ہیں۔ حضرت موسیٰ نے دعا کی تو بادل سا بنان بن کر بنی اسرائیل کے سروں پر آگئے ہر وقت سایہ رہنے لگا۔
ناشکری قوم نے نیا مطالبہ یہ کیا:

”ہم روز ایک ہی غذا کھاتے کھاتے تنگ آ گئے ہیں۔ اے موسیٰ! دعا کرو کہ وہ ہمارے لئے زمین سے باقلا، کھیرا، مسور، لہسن اور پیاز جیسی چیزیں اگائے تاکہ ہم خوب کھائیں۔“

حضرت موسیٰ نے ان کے اس مطالبے سے رنجیدہ ہو کر فرمایا:

”تم بھی کس قدر ناشکرے اور نادان ہو کہ ایک عمدہ غذا کو چھوڑ کر معمولی چیزیں مانگ رہے ہو، خدا کی نعمتوں کو ٹھکرا کر اس کی ناشکری نہ کرو اور اگر تمہیں ان چیزوں کے لئے اصرار ہے تو جاؤ کسی بستی اور شہر میں چلے جاؤ وہاں یہ چیزیں تمہیں وافر مقدار میں مل جائیں گی۔“

بنی اسرائیل مصریوں کی غلامی سے آزاد ہو چکے تھے حضرت موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ جب بنی اسرائیل مصری حکومت کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے تو

تمہیں شریعت دی جائے گی وعدہ پورا ہونے کا وقت آ گیا تھا، حضرت موسیٰ نے قوم سے کہا:

”میرے پیچھے گمراہی میں نہ پڑ جانا میرے اعتکاف کی مدت ایک ماہ ہے ہارون تمہارے پاس موجود ہیں یہ تمہاری نگرانی کرتے رہیں گے۔“

حضرت موسیٰ کوہ طور پر پہنچے اور وہاں عبادت الہی کے لئے اعتکاف کیا، اعتکاف کی مدت ایک ماہ تھی لیکن بعد میں دس دن بڑھا کر چلہ پورا کیا چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم کلامی کا شرف بخشا۔ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے استدعا کی کہ مجھے اپنا دیدار بھی کرا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”تم مشاہدہ کی تاب نہ لاسکو گے اچھا دیکھو ہم اپنی ذات کی تجلی کا ظہور اس پہاڑ پر کریں گے اگر پہاڑ نے تجلی کو برداشت کر لیا تو تم سوال کرنا۔“

تجلی کا ظہور ہوا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ بے ہوش ہو گئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو تورات عطا کی اور فرمایا:

”اے موسیٰ! بیشک میں نے لوگوں پر تجھ کو اپنی پیغمبری اور ہم کلامی سے برتری دی ہے اور جن لیا ہے پس جو میں نے تجھ کو دیا ہے اس کو لے اور شکر گزار بن اور ہم نے اسلئے تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر شے کی تفصیل لکھ دی ہے، پس اس کو قوت کے ساتھ پکڑ اور اپنی قوم کو حکم کر کہ وہ اس میں سے اچھے احکام پر عمل کریں عنقریب میں تم کو نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا۔“

(سورۃ اعراف: ۱۴۴، ۱۴۵)

سامری

جب حضرت موسیٰ کو گئے ہوئے تیس دن سے زیادہ ہو گئے تو بنی اسرائیل پریشان ہونے لگے ایک شخص سامری نے ان سے کہا کہ اپنے تمام سونے کے زیورات میرے پاس لے آؤ تا کہ میں تمہارے فائدہ کی ایک بات کروں۔ سامری نے تمام زیورات کو بھٹی میں پگھلا کر ایک پھنڑا تیار کیا اس کے اندر ایک منہی خاک ڈال دی اس طرح پھنڑا بھائی بھائی بولنے لگا۔ سامری نے بنی اسرائیل سے کہا:

”موسیٰ سے نطی اور بھول ہو گئی کہ وہ خدا کی تلاش میں کوہ طور پر گیا ہے

تمہارا معبود تو یہ ہے۔“

بنی اسرائیل پھر گمراہ ہو گئے اور بت پرستی شروع کر دی انہوں نے حضرت ہارون کی کوئی بات نہ سنی۔ حضرت موسیٰ جب کوہ طور سے تورات لے کر واپس آئے تو قوم کو بت پرستی میں مشغول دیکھ کر سخت ناراض ہوئے قوم نے کہا:

”ہم بے قصور ہیں، سامری نے زیورات لے کر یہ سوانگ بنا دیا اور ہم کو گمراہ کر دیا“

حضرت موسیٰ نے پتھرے کو دوبارہ آگ میں ڈال کر پگھلا دیا اور سامری سے کہا:

”تیرے لئے یہ سزا تجویز کی گئی ہے کہ تو پاگلوں کی طرح مارا مارا پھرے اور

جب کوئی انسان تیرے قریب آئے تو اسے بھاگتے ہوئے یہ کہے کہ دیکھنا

مجھ کو ہاتھ نہ لگانا یہ دنیاوی عذاب ہے اور قیامت میں ایسے نافرمانوں اور

گمراہوں کے لئے جو عذاب مقرر ہے وہ تیرے لئے وعدہ الٰہی کی صورت

میں پورا ہوگا۔“

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”جن لوگوں نے شرک کیا اپنی کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔“

باپ بیٹے اور بھائی بھائی کا قتل

حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا:

”توبہ کی صرف ایک صورت ہے مجرموں میں جو شخص رشتے میں جس

سے زیادہ قریب ہے وہ اپنے ہاتھ سے اپنے عزیز کو ختم کر دے

یعنی باپ بیٹے کو، بیٹا باپ کو اور بھائی بھائی کو۔“

بنی اسرائیل کو اس فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اس طرح تین ہزار بنی اسرائیل

ہلاک ہو گئے۔ حضرت موسیٰ نے بارگاہ الٰہی میں قوم کی بخشش کے لئے دعا کی۔ اللہ

تعالیٰ نے قاتل اور مقتول دونوں کو معاف کر دیا اور فرمایا:

”ان کو سمجھا دو کہ آئندہ شرک نہ کریں۔“

توبہ قبول ہونے کے بعد حضرت موسیٰ نے قوم کے سامنے تورات پیش کی قوم نے

تورات کو اللہ کی کتاب ماننے سے انکار کر دیا کہنے لگے:

”جب تک خدا ہم سے خود نہ کہے ہم کیسے یقین کر لیں۔“

بالآخر حضرت موسیٰ نے قوم میں سے ستر (۷۰) سردار منتخب کئے اور انہیں لے کر کوہ طور پر پہنچے آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

”اے اللہ! اگر تو مجھے ہم کلامی کا شرف بخشے اور یہ سردار سن لیں تو قوم ایمان لے آئے گی۔“

اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ سے ہم کلام ہوئے۔ جب نور رحمت آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو سردار کہنے لگے ہم اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔

حضرت موسیٰ نے انہیں بہت سمجھایا لیکن وہ اپنی بات پر بضد رہے اس پر اللہ تعالیٰ کا قبر ایک بہت ہیبت ناک زلزلے کی صورت میں نازل ہوا اور تمام سردار جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ حضرت موسیٰ نے پھر اللہ تعالیٰ سے ان کی طرف سے معافی طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو پھر زندہ کر دیا۔ سرداروں نے واپس آ کر موسیٰ کی تصدیق کی لیکن بنی اسرائیل نے پھر بھی تورات کو قبول کرنے میں پس و پیش شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور معجزہ دکھایا پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ کر سائبان کی طرح بنی اسرائیل کے سروں پر چھا گیا اور اعلان ہوا:

”موسیٰ خدا کا سچا پیغمبر ہے اور تورات بلاشبہ خدا کی سچی کتاب ہے۔“

اس معجزہ کو دیکھ کر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کے سامنے تورات کے احکام کو قبول کرنے کا اقرار کیا۔

وادی سینا کے جس میدان میں بنی اسرائیل اس وقت موجود تھے فلسطین سے قریب تھا

”حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب سے اللہ تعالیٰ نے

وعدہ کیا تھا کہ ہم تمہاری اولاد کو پھر اس سرزمین پر مالک بنائیں گے۔“

لہذا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا:

”اپنی قوم سے کہو کہ فلسطین میں داخل ہوں اور وہاں کے جاہل و ظالم حکمرانوں

کو نکال کر عدل و انصاف کی زندگی بسر کریں، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ فتح

تمہاری ہوگی۔“

پست حوصلے

بنی اسرائیل صدیوں تک مصریوں کی غلامی میں رہے تھے ان کے حوصلے پست ہو گئے

تھے، ان کے اندر بزدلی آگئی تھی، فلسطینیوں کے بارے میں جب انہوں نے سنا کہ وہ طاقت ور اور ظالم ہیں تو کہنے لگے:

”موسیٰ! وہاں تو بڑے ظالم لوگ بستے ہیں، ہم اس وقت تک بستی میں داخل نہیں ہونگے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں۔“

حضرت موسیٰ نے انہیں سمجھایا کہ:

”جس خدا نے تمہیں اتنا نوازا ہے وہ تمہاری مدد کرے گا، اللہ پر بھروسہ رکھو۔“

لیکن وہ قائل نہ ہوئے کہنے لگے:

”اے موسیٰ! ہم اس وقت تک شہر میں داخل نہیں ہونگے جب تک دشمن

وہاں موجود ہے، تو اور تیرا رب دونوں جا اور ان سے لڑ۔“

حضرت موسیٰ قوم کے اس جواب پر بہت افسردہ ہوئے اور بارگاہ الہیٰ میں عرض کیا:

”اے اللہ! میں اور میرا بھائی حاضر ہیں اب تو ہمارے اور اس نادان قوم

کے درمیان جدائی ڈال دے۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو تسلی دی اور فرمایا کہ:

”ان کی نافرمانی کی سزا کے طور پر ارض مقدس (فلسطین) ان پر حرام کر دی

گئی ہے اب یہ چالیس برس تک صحراؤں میں بھٹکتے رہیں گے۔“

گائے کی حرمت

بنی اسرائیل کے اندر بت پرستی خصوصاً گائے کی عظمت و حرمت کا جذبہ زیادہ تھا لہذا وہ

خدائے واحد پر ایمان لانے میں حیلہ جوئی اور نافرمانی کرتے تھے۔ گائے کی حقیقت

ان پر واضح کرنے کے لئے اللہ جل شانہ کی طرف سے ایک واقعہ پیش آیا۔

بنی اسرائیل میں کسی کا قتل ہو گیا۔ قاتل کی تلاش میں قوم میں باہمی اختلاف و فساد برپا

ہو گیا۔ حضرت موسیٰ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا تو انہوں نے اللہ سے رجوع کیا:

”اے اللہ! تو علیم وخبیر اور حکیم ہے میری مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ان سے کہو پہلے ایک گائے ذبح کریں اور اس کے ایک ٹکڑے کو مقتول کے

جسم سے لگائیں پس اگر وہ ایسا کریں گے تو ہم اس کو زندگی بخش دیں گے۔“

اللہ تعالیٰ گمراہ قوم کو مشاہدہ کر دانا چاہتے تھے:

”جس گائے کو تم خدا کا درجہ دیتے ہو اس کی حقیقت یہ ہے کہ تم نے خود اپنے ہاتھوں سے اسے ذبح کر دیا۔ اس کے جسم کے بے جان ٹکڑے تمہارے دستر خوان کی زینت بن گئے لیکن جب اللہ نے چاہا تو مقتول گوشت کے ایک ٹکڑے سے مس کرنے سے زندہ ہو گیا۔ بیشک خدائے واحد ہی قادر مطلق ہے۔“

حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو اللہ کا حکم سنایا تو انہوں نے اسے مذاق سمجھا اور کہنے لگے اپنے پروردگار سے دریافت کرو کہ گائے کیسی ہو؟ اس کا رنگ کیسا ہو؟ دھبے والی ہو یا بے داغ ہو؟۔ بہر حال انہوں نے حضرت موسیٰ کے فرمان کے مطابق درمیانی عمر کی گہرے زرد رنگ کی بے داغ گائے ذبح کر دی۔

مجمع البحرین

حضرت موسیٰ کے واقعات میں سے ایک اہم واقعہ اس ملاقات کا ہے جو ان کے اور ایک صاحب باطن کے درمیان ہوئی، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”ایک روز حضرت موسیٰ تبلیغ کر رہے تھے کہ ایک شخص نے سوال کیا اس زمانے میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ حضرت موسیٰ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے مجھے سب سے زیادہ علم عطا کیا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کو یہ بات اچھی نہیں لگی فرمایا:

”اے موسیٰ! جہاں دو سمندر (مجمع البحرین) ملتے ہیں وہاں ہمارا ایک بندہ ہے جو بعض امور میں تم سے زیادہ عالم و دانا ہے۔“

حضرت موسیٰ نے عرض کیا:

”پروردگار اس بندے تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے؟“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”مچھلی اپنے توشہ دان میں رکھ لو جس مقام پر مچھلی گم ہو جائے اسی جگہ وہ شخص ملے گا۔“

حضرت موسیٰ نے مچھلی کو توشہ دان میں رکھا اپنے خلیفہ حضرت یوشع نونؑ کو لیکر مرد صالح کی تلاش میں روانہ ہو گئے، چلتے چلتے تھک گئے تو ایک مقام پر سر کے نیچے پتھر

رکھ کر سو گئے، مچھلی زندہ ہوئی اور توشہ دان میں سے نکل کر سمندر میں چلی گئی مچھلی تیرتی ہوئی جہاں تک گئی وہاں پانی برف کی طرح جم کر ایک لکیر بن گیا یہ واقعہ حضرت یوشع نے دیکھ لیا تھا۔ حضرت موسیٰ جب بیدار ہوئے تو ان سے ذکر کرنا بھول گئے دونوں نے اپنا سفر دوبارہ شروع کر دیا۔ چلتے چلتے بہت آگے نکل آئے دونوں کو تھکن محسوس ہونے لگی تو ایک مقام پر رک گئے۔ حضرت موسیٰ نے یوشع سے کہا ”بھوک لگ رہی ہے“ حضرت یوشع نے بتایا کہ جب ہم پتھر کی چٹان پر سو رہے تھے تو میری آنکھ کھل گئی ایک عجیب واقعہ پیش آیا میں نے دیکھا مچھلی توشہ دان میں سے نکل کر سمندر میں چلی گئی میں آپ کو یہ بات بتانا بھول گیا۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا: جس مقام کو ہم تلاش کر رہے تھے وہی مقام تھا۔ دونوں واپس پتھر کی چٹان پر پہنچ گئے۔ وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ نے اسے سلام کیا اور بتایا کہ میرا نام موسیٰ ہے۔ اس شخص نے پوچھا، موسیٰ بنی اسرائیل؟ حضرت موسیٰ نے کہا ”ہاں“ پھر بولے میں آپ سے علم حاصل کرنے آیا ہوں، جو خدا نے آپ کو بخشا ہے۔ اس بندے نے جن کو خضر کہا جاتا ہے، کہا:

”موسیٰ! تم میرے ساتھ رہ کر ان معاملات پر صبر نہیں کر سکو گے۔“

حضرت موسیٰ نے کہا:

”انشا اللہ مجھ کو آپ صابر پائیں گے۔“

سوال نہ کیا جائے

حضرت خضر نے کہا:

”تو پھر شرط یہ ہے کہ جب تک آپ میرے ساتھ رہیں کسی معاملے میں

مجھ سے سوال نہ کریں۔“

حضرت موسیٰ نے منظور کر لیا۔ دونوں چل پڑے سمندر کے کنارے پہنچے حضرت خضر نے ملاحوں سے کرایہ پوچھا، وہ حضرت خضر کو پہچانتے تھے اس لئے کرایہ لینے سے انکار کر دیا اور اصرار کر کے دونوں کو کشتی میں سوار کر لیا، ابھی کشتی کو چلتے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی حضرت خضر نے ایک تختہ اکھاڑ کر کشتی میں سوراخ کر دیا۔ حضرت موسیٰ سے ضبط نہ ہو سکا کہا۔

”کشتی والوں نے یہ احسان کیا کہ مفت میں سوار کر لیا اور آپ نے اس کا یہ بدلہ دیا کہ کشتی میں سوراخ کر دیا۔“

حضرت خضر نے کہا:

”میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ میری باتوں پر صبر نہیں کر سکیں گے۔“

حضرت موسیٰ نے کہا:

”میں بھول گیا تھا آپ درگزر کر دیں۔“

کشتی کنارے لگی دونوں اتر کر ایک جانب روانہ ہو گئے۔ ایک میدان میں پہنچے کچھ بچے کھیل رہے تھے حضرت خضر آگے بڑھے اور ان میں سے ایک بچہ کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ سے برداشت نہ ہو سکا۔ کہا:

”ناحق آپ نے ایک معصوم کی جان لے لی۔ یہ تو بہت برا ہوا۔“

حضرت خضر نے کہا:

”میں نے آپ سے شروع میں کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر و ضبط سے کام نہیں لیں گے۔“

حضرت موسیٰ نے کہا:

”اس مرتبہ اور اتنا انداز کر دیجئے اس کے بعد کوئی عذر نہیں رہے گا اور آپ مجھ سے علیحدہ ہو جائیں گے۔“

دونوں چلتے رہے۔ چلتے چلتے ایک بستی میں پہنچ گئے یہاں کے لوگ بہت مالدار تھے مگر دونوں کو مسافر رکھنے سے انکار کر دیا، بستی میں سے گزر رہے تھے کہ دیکھا ایک مکان کی دیوار جھکی ہوئی ہے جس کے گر جانے کا اندیشہ ہے۔ حضرت خضر آگے بڑھے اور دیوار کو درست کر دیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا۔

”بستی والوں نے نہ ہماری مہمانداری کی اور نہ ہمیں ٹہرنے کی جگہ دی آپ

نے بغیر اجرت کے دیوار بنا دی۔“

حضرت خضر نے کہا:

”اس سفر میں میرا اور آپ کا ساتھ ختم ہوا۔ جو کچھ آپ نے دیکھا وہ منجانب

اللہ تھا۔“

پھر انہوں نے حضرت موسیٰ کو ان تینوں واقعات کے حقائق بتائے۔

سورہ کہف میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

”بس اب مجھ میں اور تم میں جدائی کا وقت آ گیا ہے، ہاں جن باتوں پر تم سے

صبر نہ ہو سکا ان کی حقیقت تم کو بتلا دوں۔“ (سورہ کہف۔ ۷۸، ۷۹)

۱۔ سب سے پہلے کشتی کا معاملہ پیش آیا وہ چند مسکینوں کی تھی جو سمندر میں محنت مزدوری کرتے تھے، وہ جہاں جا رہے تھے وہاں کا بادشاہ ظالم تھا، کسی اچھی کشتی کو دیکھتا تو چھین لیتا تھا میں نے کشتی میں عیب کر دیا تاکہ وہ کشتی پر قبضہ نہ کرے۔

۲۔ لڑکے کے ماں باپ مومن تھے میں نے دیکھا کہ جوان ہو کر ان کا بیٹا سرکشی اور کفر کر کے اپنے ماں باپ کو اذیت پہنچائے گا اس لئے میں نے اس کو قتل کر دیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کے والدین کو دین دار، پرہیزگار اور محبت کرنے والا بیٹا عنایت فرمائے۔

۳۔ اور دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ یہ گھر یتیم لڑکوں کا تھا، دیوار کے نیچے ان کے لئے خزانہ دفن تھا، تمہارے رب نے چاہا کہ دونوں لڑکے جوان ہو کر اپنا محفوظ خزانہ نکال لیں، یہ ان لڑکوں کے حال پر پروردگار کی ایک مہربانی تھی جو اس طرح عمل میں آئی۔ یاد رکھو میں نے جو کچھ کیا اپنے اختیار سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے کیا۔

ملک الموت

بخاری اور مسلم میں حضرت موسیٰ کی وفات کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ۔
حضرت موسیٰ کی وفات کا وقت قریب آیا تو موت کے فرشتے نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا (احب ربک) اب اپنے رب کی طرف سے پیغام اجل کو قبول کر حضرت موسیٰ نے اس کے طمانچہ رسید کر دیا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی، اس نے اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر کہا:

”تیرا بندہ موت نہیں چاہتا اس نے میرے منہ پر طمانچہ مارا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھیں صحیح کر دیں اور اسے حکم دیا کہ

”موسیٰ کے پاس واپس جاؤ اور اس سے کہو کہ بتل کی کمر پر اپنا ہاتھ رکھ دے جس قدر بال تمہارے ہاتھ کے نیچے آ جائیں گے ہم ہر بال کے عیوض تمہاری

عمر میں ایک سال کا اضافہ لردیں گے۔“
فرشتہ حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اللہ کا پیغام سنایا۔ حضرت موسیٰ نے
پوچھا

”اس کے بعد کیا انجام ہوگا؟۔“

جواب ملا:

”انجام موت ہی ہے۔“

حضرت موسیٰ نے کہا:

”اگر زندگی کا انجام موت ہے تو آج ہی کیوں نہ آجائے، اور دعا کی کہ اللہ
ارض مقدس سے قریب کر دے۔“

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اگر میں اس جگہ ہوتا تو تم کو حضرت موسیٰ کی قبر کا نشان دکھاتا کہ وہ سرخ ٹیلے
(کثیب احمر) کے قریب دفن ہیں۔“

انتقال کے وقت حضرت موسیٰ کی عمر ایک سو بیس سال تھی قرآن کریم اور احادیث نبوی
میں حضرت موسیٰ کے مناقب و فضائل اور بنی اسرائیل کے واقعات سے ان کی
جلالت و عظمت و بزرگی کا پتہ چلتا ہے۔ سورہ اعراف میں ہے۔

”اللہ تعالیٰ نے کہا اے موسیٰ! بے شک میں نے تمہیں لوگوں پر بزرگی
عطا کی، اور تم کو چن لیا اپنی رسالت دے کر اور ہم کلامی کا شرف بخش کر۔“

(سورۃ اعراف۔ ۱۴۴)

”اور کچھ رسول ہیں کہ جن کا ذکر ہم نے تم سے پہلے کر دیا ہے اور کچھ رسول
ہیں جن کا ذکر ہم نے تم کو نہیں سنایا اور اللہ نے اس طرح موسیٰ سے کلام کیا
جیسا کہ واقعی طور پر کلام ہوتا ہے۔“ (سورۃ النساء: ۱۶۳)

”اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا اور ان دونوں کو ان کی قوم
کو بڑی مصیبت سے نجات دی ان کی مدد کی کہ وہ (فرعون اور قوم فرعون)
پر غالب رہے اور ہم نے ان دونوں کو راہ مستقیم کی ہدایت بخشی اور باقی
رکھان کے متعلق پیچھے لوگوں میں کہ سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر کہ بے شک

ہم اس طرح بدلہ دیا کرتے ہیں نیکو کاروں کو بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہیں۔“

(سورۃ الصّٰفّٰت: ۱۱۳، ۱۱۴)

”اے ایمان والوں! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے موسیٰ کو ایذا پہنچائی پس اللہ نے ان کو اس بات سے بری کر دیا جس کو ان کی زبانیں کہہ رہی تھیں اور اللہ کے نزدیک وہ وجیہہ ہیں۔“ (سورۃ احزاب: ۶۹)

حکمت:

حضرت موسیٰ اور فرعون کا تاریخی واقعہ داستان یا کوئی حکایات نہیں بلکہ حق و باطل کے معرکہ، ظلم و عدل کی جنگ، جابر و ظالم کی پستی و ہلاکت، خود غرضی و ناشکری کی ایسی فلم ہے جس میں بے شمار عبرتیں پنہاں ہیں۔ حضرت موسیٰ کا قصہ ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ۔

۱۔ انسان مصیبت میں صبر و رضا کا دامن نہ چھوڑے، ایسا کرنے سے وہ اجر عظیم کا مستحق بن جاتا ہے۔

۲۔ جو شخص اللہ کو صدقِ دل سے اپنا سہارا سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تمام مشکلات آسان کر دیتا ہے، ہر مصیبت اور پریشانی میں قدرت اس کی مددگار بن جاتی ہے۔

۳۔ حق کی بلندی کے لئے سرفروشانہ جدوجہد سے مخالفین بھی اس کے قوت بازو بن جاتے ہیں۔

۴۔ غلامی انسان کے لئے ذلت و رسوائی ہے غلام ذہن آدمی ذلت اور بے توقیری کو نعمت سمجھنے لگتا ہے محکوم دماغ محدود ہوتا ہے اور محدودیت آدمی کے اوپر جمود طاری کر دیتی ہے ایسا بندہ کوشش اور محنت سے دل چرانے لگتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر کوشش کرنے والے لوگوں کو عروج حاصل ہوتا ہے۔

۶۔ باطل قوتیں کتنی ہی شان و شوکت اور طاقتور ہوں کامیابی ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔

۷۔ حکمِ عدولی کفر اور ترکِ ایمان ہے۔

۸۔ صدقِ دل سے دین قبول نہ کرنے کی ایک دلیل یہ ہے کہ انسان خود فریبی میں مبتلا ہو کر احکامِ الٰہی کے خلاف بہانے تراشنے لگتا ہے، اس منافقانہ عمل کی وجہ سے بیشک

اقوام پر عذاب الہی نازل ہوا ہے۔

۹۔ کسی کے لئے بھی مناسب نہیں کہ وہ بڑا عالم ہونے کا دعویٰ کرے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعہ میں علوم و عرفان کے دو شعبوں کا تذکرہ ہے۔

۱۔ شریعت۔

۲۔ تکوین۔

”شریعت“ انسانی معاشرے کی تدوین، اخلاق، آداب، حقوق العباد، عدالت و انصاف کا شعبہ ہے۔ جبکہ تکوین شعبہ تکوینی ADMINISTRATION SYSTEM ہے نظام کائنات کو چلانے کے لئے اللہ کے خاص بندے کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات عطا کر کے انہیں سلطنت میں حکمرانی کیلئے منتخب کر لیتا ہے۔

حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کا علم دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر سے ملاقات کرا کے انہیں یہ بتایا ہے کہ اس علم کے علاوہ بھی ایک اور علم ہے جس کے اسرار حضرت موسیٰ کو نہیں سکھائے گئے۔

اللہ کے محبوب نبی آخری الزمان حضرت محمد ﷺ تکوین اور شریعت دونوں شعبوں کے سربراہ ہیں، اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں، مخلوق کیلئے وسائل پیدا کرتے ہیں اور اللہ کے نائب رحمت العالمین حضرت محمد ﷺ تکوینی نظام کے تحت رحمت کے ساتھ وسائل تقسیم فرماتے ہیں، نظام تکوین کے کارکنان سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سربراہی اور نگرانی میں تکوینی امور انجام دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے طور پر حضرت موسیٰ کو دو معجزے عطا فرمائے تاکہ ان کی قوم معجزے دیکھ کر ان کو اللہ کا پیامبر تسلیم کر لے، ان معجزوں میں ایک حضرت موسیٰ کی لاشی کا اڑدھا بن جانا اور دوسرا معجزہ یہ بیضا تھا۔ حضرت موسیٰ کی ہتھیلی پر ایک سفید نشان تھا جب آپ ہاتھ بغل میں رکھ کر نکالتے تو اس میں سے سفید روشنی نکلتی تھی جو چکا چوندا کر دیتی تھی۔

لہروں کا تانا بانا

کائنات کی ہر مخلوق اور زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے نور میں ملفوف ہے، نور کا یہ

غلاف نور کی لہروں کے تانے بانے سے بنا ہوا ہے جو کہ طولاً و عرضاً ہیں یہ اتنی زیادہ ایک دوسرے میں پیوست ہیں کہ الگ الگ ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے الگ نظر نہیں آتیں زندگی ان ہی لہروں پر قائم ہے۔

انسان ایک ایسی مخلوق ہے جس میں نور کا غلاف مرکب لہروں کے تانے بانے سے بنا ہوا ہے اصل انسان لاکھوں واٹ بجلی کی طرح روشن ہوتا ہے انسانی شعور اسے دیکھ کر معطل ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے آدمی بے ہوش ہو جاتا ہے لیکن روحانی شعور اس نور کو دیکھ لیتا ہے حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر تھے اپنی روح سے واقف تھے لہذا ارادے کے تحت جب اپنا ہاتھ بغل میں رکھتے تو ہتھیلی میں ہزاروں واٹ بجلی چارج ہو جاتی تھی اور لوگ اس ماورائی روشنی کو دیکھ کر چندھا جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحانی علوم عطا کئے گئے تھے۔ علم ایسی روشنی ہے جو طرز فکر کے ساتھ منتقل ہوتی ہے۔

روحانی علوم کی دو شاخیں ہیں۔

استدراج

علم حضوری

رحمانی طرز فکر اور شیطانی طرز فکر

وہ تمام علوم جو آدمی شیطانی طرز فکر اور شیطانی صلاحیتوں کو بیدار کر کے سیکھتا ہے استدراج ہے، استدراج حاصل کرنے کیلئے بھی ذکر و اشغال کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہ علم بھی محنت و مشقت سے حاصل ہوتا ہے۔

علم حضوری حاصل کرنے کے لئے بھی بڑے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں کرنی پڑتی ہیں جس طرح ایک روحانی آدمی سے کوئی کرامت صادر ہوتی ہے اسی طرح استدراجی علوم جاننے والے سے خرق عادت صادر ہوتی ہے، استدراجی اور شیطانی علوم سے خرق عادت کا صادر ہونا قرآن پاک سے ثابت ہے۔

فرعون نے اپنے ملک کے تمام ماہر جادو گروں کو طلب کیا اور ایک مقررہ دن حضرت موسیٰ سے مقابلہ کے لئے مقرر ہوا، علم استدراج کے ماہرین اور جادو گرج جمع ہو گئے وہاں حضرت موسیٰ بھی موجود تھے سوال کیا گیا کہ اے موسیٰ! پہل آپ کی

طرف سے ہوگی یا ہماری طرف سے؟ جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ نے ارشاد فرمایا:
”اے جادو گرو! تم پہل کرو۔“

جادو گروں نے رسیاں پھینکیں جو سانپ بن گئیں اور بانس پھینکے جو اژدھے بن گئے،
اللہ کریم نے ارشاد فرمایا:

”اے موسیٰ! ڈرنے اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں میں تیرے ساتھ ہوں
تو اپنا عصا پھینک دے۔“

حضرت موسیٰ نے اپنا عصا زمین پر پھینک دیا جو ایک بڑا اژدھا بن گیا اور اس نے تمام
سانپوں اور اژدھوں کو نگل لیا اور اس طرح علم استدراج کے ماہرین جادو گروں پر
حضرت موسیٰ کو فتح حاصل ہو گئی۔

غور طلب بات یہ ہے کہ جادو گروں نے رسیاں پھینکیں تو رسیاں سانپ بن گئیں،
بانس اژدھے بن گئے، حضرت موسیٰ نے لاشی پھینکی تو وہ اژدھا بن کر سارے سانپوں
اور سارے اژدھوں کو نگل گئی اور موسیٰ کو اللہ کی نصرت سے سارے جادو گروں پر غلبہ
حاصل ہو گیا علم کے دو درجے ہیں۔

۱۔ علم کی غرض و غایت، زر پرستی، جاہ طلبی اور دنیاوی عزت و وقار ہو۔

۲۔ علم کی غرض و غایت اور مقصد اللہ کے سوا کچھ نہ ہو ہمیشہ اللہ کی خوشنودی پیش نظر ہو۔
اللہ کا فرستادہ بندہ جو دیکھتا ہے جو سنتا ہے وہ اللہ کی معرفت دیکھتا اور سنتا ہے دولت
پرستی اور دنیاوی لالچ سے دور رہتا ہے ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ لوگ مجھ سے
مرعوب ہوں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اللہ کے لئے کرتا ہے اللہ کے لئے جیتا ہے اور اللہ کیلئے
مرتا ہے اور اللہ کی معرفت سوچتا ہے۔

حرص و لالچ

اس کے برخلاف استدراج والے لوگ اپنے کارنامے دکھا کر دنیا حاصل کرتے ہیں۔
فرعون نے جادو گروں کو طلب کر کے کہا:

”اگر تم نے موسیٰ کو زیر کر دیا تو میں تمہیں مالا مال کر دوں گا اور تمہیں اپنا مصاحب
بنالوں گا۔“

اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ جادو گروں نے جادو کے ذریعے جو کارنامے انجام

دئے اس کے پیچھے دنیاوی اغراض اور دنیا پرستی تھی۔

حضرت موسیٰ محض حق کے غلبے کے لئے اور اللہ کی عظمت و جبروت ظاہر کرنے کے لئے تشریف لائے۔
اللہ تعالیٰ کا حکم:

”ڈرمت اپنی لاشی پھینک دے۔“

یہ ثابت کرتا ہے کہ جادو گروں نے میدان میں جب جادو دکھایا تو حضرت موسیٰ محض اللہ کے بھروسہ پر ان بڑے بڑے طاقتور جادو گروں کے سامنے جا کھڑے ہوئے، جادو گروں نے جس خرق عادت کا مظاہرہ کیا وہ محض فریب اور فلکشن تھا اس لئے کہ جب موسیٰ کی لاشی نے ان کو نکل لیا تو ان کا فریبی وجود ختم ہو گیا لیکن حضرت موسیٰ کا عصا برقرار رہا۔ معجزہ اور جادو میں یہ فرق ہے کہ جادو کا اثر عارضی ہوتا ہے۔

قانون

جادو کے زور سے بنے ہوئے سانپ اور جادو کے زور سے بنے ہوئے اثر دھمے سب ختم ہو گئے اور موسیٰ کی لاشی موجود رہی۔ اس واقعہ سے انکشاف ہوتا ہے کہ طرز فکر اگر غیر حقیقی ہے تو عارضی ہے، طرز فکر اگر حقیقی ہے تو حقیقت ہے، حقیقت میں رد و بدل نہیں ہوتا۔

گرو جب اپنے چیلے کو استدراجی علوم سکھاتا ہے تو چیلے کے اندر اپنی طرز فکر منتقل کر دیتا ہے۔ تخریبی طرز فکر سے چیلہ گرو کا قائم مقام تو بن جاتا ہے لیکن حقیقت سے تہی دست ہو جاتا ہے اور جب کوئی بندہ پیغمبروں کے طرز فکر سے علوم حاصل کرتا ہے تو حقیقت آشنا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ حقیقت حقیقت سے گلے مل جاتی ہے۔ تاریخ میں ایسی ایک مثال نہیں ملتی کہ کسی بندے نے جو حقیقی طرز فکر کا حامل تھا علم استدراج کی طرف سے کیا ہو اور ایسی ہزاروں مثالیں ہیں کہ علم استدراج کے بڑے بڑے ماہر اور جادو گر اسلام کی حقانیت قبول کر کے حق آشنا اور حق پرست بن گئے۔

”اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔“ اس نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ، چراغ شمشے میں، شیشہ جیسے ایک تارا جھل مل کرتا، تیل

جتا ہے اس میں برکت والے درخت کا اور وہ درخت زیتون ہے، نہ سورج نکلنے کی طرف اور نہ ڈوبنے کی طرف لگتا ہے اس کا تیل بھڑک اٹھے ابھی نہ لگی ہے اس کو آگ نور علی نور، اللہ رہنمائی کرتا ہے اپنے نور کی جس کو چاہے وہ اللہ مثالوں سے لوگوں کو سمجھاتا ہے اور ہر وہ شے اللہ کے علم میں ہے۔“

(النور۔ ۳۵)

سائنسی ترقی سے ماورائی باتیں سمجھنا اب آسان ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو تو ریت عطا کی جو تختیوں پر لکھی ہوئی تھی۔

یورپ میں بڑے بڑے اسٹوروں پر پیسے وصول کرنے کے لئے ایک کیش مشین ہوتی ہے اس مشین کو ڈبے پر لکھے ہوئے ہندسوں کے سامنے رکھتے ہیں مشین سے سرخ رنگ کی روشنی کا انعکاس ہوتا ہے اور کمپیوٹر پر اس کی رقم آ جاتی ہے اسی طرح فیکس مشین فضاء میں تیرتی لہروں کو قبول کر کے کاغذ پر منتقل کر دیتی ہے یہ ایجاد اس دماغ کی ریسرچ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اور اللہ نے اس ایجاد کو سائنٹسٹ کے ذہن میں انسپائر کیا، اللہ کے لئے کوئی کام مشکل نہیں کہ پتھروں کی تختیوں پر اپنے احکامات نقش کر دے، کائناتی فضاء اور کائناتی خلاؤں میں ہم براہ راست نہیں دیکھ سکتے لیکن جب اللہ کی دی ہوئی عقل و شعور سے سائنسدانوں نے تحقیق کی تو لہروں پر قائم فارمولا دماغ کی اسکرین پر ڈسپلے ہو گیا اور انسان نے فیکس مشین بنالی۔ فیکس مشین کیا ہے؟ فضاء میں تیرتی ہوئی لہروں کو قبول کر کے کاغذ پر منتقل کرنے والی مشین کا نام فیکس مشین ہے۔ یہی مثال کمپیوٹر اور ٹی وی کی بھی ہے، پورا لاسکی نظام اسی ملکی وے پر رواں دواں ہے، ہم جب ایک دوسرے سے بات کرتے ہیں تو آواز کی لہریں ہمارے کانوں سے ٹکراتی ہیں اگر آواز کی لہریں نہ ہوں یا ان لہروں کو ڈسپلے کرنے والے کان نہ ہوں تو فریقین آواز نہیں سن سکتے، کائنات کی ساخت سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ آسمان وزمین کا نور ہے۔“ یعنی آسمانوں اور زمین پر موجود ہر شے کے

اندر اللہ کا نور کار فرما ہے۔

مادہ روشنی ہے

مادہ بھی روشنی ہے، آسمانوں اور زمین کی ہر شے روشنی کی مختلف صورتیں ہیں، انسان یا دنیا کی ہر تخلیق روشنیوں کی ظاہری صورت ہے جس ظاہری صورت کو جسم کہا گیا ہے اس جسم کی حرکت روشنیوں کی تابع ہے ان روشنیوں کو عرف عام میں روح یا (SOUL) کہتے ہیں روح جس جس عالم میں جاتی ہے اس عالم میں اپنی صلاحیتوں اور علوم کے مظاہرے کے لئے ایک جسم یا خول اپنے اوپر پہن لیتی ہے۔

مادی جسم مٹی کے ذرات سے بنا ہوا ہے اور مٹی کے ذرات کی نیچر خلاء ہے ان خلاؤں میں روح کی روشنیاں جذب ہو کر جسم کو برقرار رکھتی ہیں، جیسے ہی روشنیاں خلاؤں سے باہر نکل جاتی ہیں مٹی کے ذرات بکھر جاتے ہیں، روح کی روشنیاں ہی حواس بنتی ہیں، روح اپنی روشنیوں کا مظاہرہ کرنے کے لئے مٹی کے ذرات کو بطور اسکرین یا لباس استعمال کرتی ہے، جب روح کا کام پورا ہو جاتا ہے تو وہ زمین پر اپنا مظاہرہ نہیں کرتی یہی مرحلہ موت ہے۔

اللہ رب العالمین کو خیال آیا کہ کائنات بنائی جائے اس نے ارادہ کیا اور کائنات تخلیق ہو گئی یعنی کائنات تخلیق کرنے کا مظاہرہ کائنات ہے، کائنات میں بے شمار مخلوقات ہیں ہر مخلوق میں ان گنت افراد ہیں، ہر فرد کے اندر دو قسم کے شعور کام کر رہے ہیں ایک شعور انفرادیت ہے اور دوسرا اجتماعییت ہے، اجتماعی شعور سے انفرادی شعور فیڈ ہو رہا ہے۔ دماغ ایک ایسی مشین ہے جو انفرادی سطح پر کل ذات کی انفارمیشن کو وصول کرتی ہے اور اس کے ساتھ ہی اجتماعی یا نوعی سطح پر ایک ذات کی انفارمیشن کو کل ذات تک پہنچاتی ہے اس سارے عمل کو انتقال خیال کہتے ہیں چنانچہ کائنات کی ہر شے کے اندر انتقال خیال کا یہ دہرا عمل جاری و ساری رہتا ہے اور یہی عمل کائنات کو حرکت میں رکھے ہوئے ہے، کائنات کے ہر فرد اور ہر دماغ میں سے خیال کی روشنی نکل بھی رہی ہے اور دماغ کے اندر جذب بھی ہو رہی ہے اس طرح یہ خیالات ساری کائنات سے ایک فرد سے دوسرے فرد میں ٹرانسفر ہو رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم زمین پر رہتے ہوئے بھی آسمان کی مخلوق سے واقف ہیں۔ آدمی کے اندر ریسیور جتنا زیادہ طاقتور ہوتا ہے اتنا ہی خیالات کو اور ان کے اندر انفارمیشن کو قبول کرتا ہے۔

ارتقاء

ہمارے زمانہ کو ارتقاء کے عروج کا زمانہ کہا جاتا ہے مادے پر ریسرچ اور انسانی ایجادات کا سلسلہ شعوری ارتقاء کا باعث بنتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ انسانی ایجادات موجود ہونے سے پہلے کہاں تھیں؟ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ایجاد سے پہلے ان کا وجود نہیں تھا تو ریسرچ کا خیال کیسے آیا؟ اصل بات یہ ہے کہ خیال ہی ریسرچ اور ایجادات کا فارمولا ہے، جس طرح بغیر بیج کے پودا نہیں اگتا اسی طرح بغیر خیال کے کوئی عمل صادر نہیں ہوتا جس طرح بیج کے اندر پورا درخت بند ہے اسی طرح خیال کے اندر پوری ریسرچ محفوظ (RECORD) ہے۔ بیج کو ہم درخت کے علم کا نکتہ کہتے ہیں اسی مناسبت سے خیال کو ہم شے کے علم کی روشنی کہتے ہیں، کائنات کی ہر شے اور ہر فرد کا دماغ علم کی روشنی کو جذب کر رہا ہے اور دماغ میں یہ روشنیاں خیال بن کر وارد ہوتی ہیں، خیال جب عملی حدود میں پہنچتا ہے تو خیال کے اندر کا خاکہ ظاہری آنکھ اور حواس کے دائرہ میں آجاتا ہے۔ ظاہری حواس کے دائرے سے علم کی روشنی دوبارہ پھر شعور کی گہرائی میں ریکارڈ بن کر محفوظ ہو جاتی ہے، اس محفوظ شدہ ریکارڈ کو آدمی جب چاہے اپنے ارادے کے ساتھ شعور کی گہرائی یا حافظہ سے شعور کی سطح پر لا سکتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ کائنات کے افراد کے دماغ سے لہریں نکل بھی رہی ہیں اور جذب بھی ہو رہی ہیں اور یہی مخلوق کی زندگی ہے۔

ایجادات کا ذہن

انسان اس صفت سے آراستہ ہے کہ وہ ماورائی مخلوق کے ذہن کی لہریں وصول کر لیتا ہے یہی لہریں ریسرچ کرنے کی تحریک پیدا کرتی ہیں۔ تمام سائنسی علوم اور ریسرچ کہیں محفوظ ضرور ہیں جہاں یہ علم موجود ہے وہ روشنی کا عالم ہے اگر اس روشنی میں فکر انسانی داخل ہو جائے تو آدمی علوم کی حقیقت جان لیتا ہے اور نئی نئی ایجادات کر لیتا ہے ان علوم کو سیکھنے اور جاننے کے لئے ایک مدت درکار ہے کیونکہ عقل و شعور کی تربیت فکشن حواس میں ہوئی ہے اگر کوئی نکتہ عقل میں نہ آئے تو آدمی اسے ماننے سے انکار کر دیتا ہے اس کے برخلاف روحانی آدمی اپنے مشاہدہ کی بنا پر اس کا فہم رکھتا ہے کہ کائنات ڈپلے ہو رہی ہے، روحانی علوم جب عالم ناسوت میں اپنا مظاہرہ کرتے ہیں

تو مادی حواس ان سے واقف ہو جاتے ہیں حواس کی تھیوری ہے کہ مظاہرات میں ارادہ کام کر رہا ہے فطری تخلیقات اور انسان کی ایجادات میں یہ فرق ہے کہ فطرت اسباب و وسائل کے بغیر تخلیق کرتی ہے اور انسان فطرت کے پیدا کردہ وسائل و اسباب استعمال کر کے کوئی ایجاد کرتا ہے۔ ماورائی علوم کی روشنیاں، روزِ اول سے فطرت میں موجود ہیں کوئی موجد ان ہی روشنیوں میں تفکر کر کے ایجاد کرتا ہے۔ علمِ حقیقی ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ کائنات اور کائنات میں لا شمار دنیا میں روشنیوں اور نور کے تانے بانے سے بنی ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو دو معجزات عطا فرمائے تھے، ایک عصا اور دوسرا ید بیضا۔ عصا میں یہ وصف تھا کہ وہ اللہ کے رسول کے حکم سے ماہیت قلب کر لیتا تھا۔ فرعون کے دربار میں جب پھنکارتے ہوئے سانپ ہر طرف پھیل گئے اور زمین ریگنے لگے تو حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے فرش پر اپنا عصا رکھ دیا دیکھتے ہی دیکھتے ”عصا“ ایک بہت بڑا اثر دھا بن گیا اور دربار میں بڑی بڑی تیز زبان نکالتے ہوئے شوں شوں کرتے سانیوں کو نکل گیا۔

کس طرح نکل گیا؟ ہماری دنیا عناصر کی دنیا ہے، عناصر میں چار عناصر بڑی اہمیت رکھتے ہیں یہ بات خوش آئند ہے کہ دنیا میں ڈیڑھ سو سے زیادہ عناصر دریافت ہو چکے ہیں، لیکن یہ سارے عناصر چار عناصر کی مزید تحقیق ہیں۔ پانی، ہوا، آگ، خاک عناصر سانپ اور عصا میں موجود ہیں یعنی لکڑی اور سانپ دونوں میں عناصر مشترک ہیں، حضرت موسیٰ نے جب زمین پر عصا رکھا تو ان کے ارادے کے تحت لکڑی میں سانپ میں کام کرنے والے عناصر متحرک ہو گئے اور عصا اثر دھا بن گیا یہی قانون دریا میں عصا مارنے کے بعد راستہ بن جانے کا ہے، پانی، آکسیجن اور ہائیڈروجن کا مرکب ہے، پانی کے بغیر درخت نہیں اگتے، لکڑی کتنی ہی خشک ہو جائے اس میں پانی کا عنصر کتنا ہی قلیل ہو موجود ضرور رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نصرت کے ساتھ حضرت موسیٰ نے دریا کی سطح پر عصا مارا تو مطلوبہ مقامات میں سے آکسیجن اور ہائیڈروجن فضاء میں اڑ گئی اور جب بنی اسرائیل نے دریا پار کر لیا تو آکسیجن اور ہائیڈروجن دوبارہ خالی جگہ پر آگئی اور پانی، پانی ہو گیا، آکسیجن اور ہائیڈروجن فضاء میں کیسے اڑ گئی؟ ایسے اڑ گئی کہ

لکڑی کے اندر آگ کا عنصر غالب آگیا لوہا آگ بنا کر پانی کے تشلے میں ڈبو دیا جائے تو پانی اڑ جاتا ہے۔ قدرت پر شک کرنے والے لوگ سوال کر سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے ارادے میں اتنی قوت کیسے آگئی کہ لاشی مارنے سے بنی اسرائیل کے لئے بارہ راستے بن گئے اس سلسلے میں قرآن پاک نوع انسانی کی رہنمائی کرتا ہے:

”ہم نے انسان کو بھتی مٹی یعنی خلاء سے پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونک دی۔“

روح کے بارے میں قرآن وضاحت کرتا ہے:

”اے پیغمبر حضرت محمد ﷺ لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ بتا دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور ہم نے اس کو قلیل علم سکھایا ہے۔“ (سورۃ بنی اسرائیل: ۸۵)

قرآن اس فارمولے کی مزید تشریح کرتا ہے:

”جب اس کا امر چاہتا ہے کہ کسی چیز کو تخلیق کرے تو کہتا ہے ”ہو جا“ اور تخلیق ہو جاتی ہے۔“ (سورۃ یسین: ۸۲)

انرجی کا بہاؤ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

انسان خلاء ہے، خلاء میں روح ہے، روح امر رب ہے اور امر رب یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ”ہو جا“ اور وہ ہو جاتی ہے۔

حضرت موسیٰ جلیل القدر پیغمبر صاحب کتاب اور اللہ کے قرب سے آشنا تھے، کلیم اللہ تھے وہ تخلیق کا فارمولا جانتے تھے جیسے ہی حضرت موسیٰ نے تخلیقی فارمولے کے تحت حکم دیا اس پر عمل درآمد ہو گیا۔

پیغمبر کی روح اعظم تک رسائی ہوتی ہے اور وہ روح اعظم میں انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہیں ان مشاہدات کی بنا پر پیغمبر کے مادی اجسام بھی نور علی نور ہو جاتے ہیں حضرت موسیٰ جب اللہ کے حکم سے ارادہ فرماتے تھے تو نسیم مطلق کا نور نسیم مفرد میں منتقل ہو کر نسیم مرکب میں ذخیرہ ہو جاتا تھا۔ اسکی مثال یہ ہے کہ کمرے میں ساٹھ (۶۰) واٹ کا بلب لگا ہوا ہے اس کو اتار کر چھ سو (۶۰۰) واٹ کا بلب لگا دیں اور چھ

سو واٹ کا بلب اتار کر ایک ہزار (۱۰۰۰) واٹ کا بلب لگا دیا جائے تو کمرہ روشنی سے چکا چونڈ ہو جاتا ہے اور بلب پر نظر نہیں ٹہرتی، جب کہ زیادہ واٹ کا بلب روشن کرنے کے لئے تار، سوئچ ہولڈر کوئی چیز تبدیل نہیں کرنا پڑتی۔

حضرت موسیٰ جب بغل میں ہاتھ رکھ کر باہر نکال لیتے تھے تو الیکٹریکٹی کے اصول کے مطابق ان کے ہاتھ میں دوڑنے والا کرنٹ ہزاروں گنا زیادہ ہو جاتا تھا جیسے سوئچ آن کرنے سے ہزاروں واٹ کا بلب روشن ہو جاتا ہے، انسانی ساخت میں جہاں جہاں جوڑ ہیں وہاں دوران خون رک کر آگے بڑھتا ہے اور جوڑوں میں انرجی کا بہاؤ زیادہ ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ تخلیقی فارمولے کے مطابق جب بغل میں ہاتھ رکھتے تھے تو انرجی کا بہاؤ ہتھیلی میں منتقل ہو جاتا تھا، جس سے ہاتھ سورج کی طرح روشن ہو جاتا تھا۔



حضرت سموئیل علیہ السلام

سموئیل عبرانی میں "اشاع ایل" ہے۔ جس کے معنی سننا (شاع) اور اللہ (ایل) یعنی اللہ کا سننا ہے۔ عربی میں اس کا تلفظ اسماعیل بھی ہے۔ آپ کے والد کی دو بیویاں تھیں۔ ایک کا نام فننہ اور دوسری بیوی کا نام خنہ تھا۔ خنہ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ انہوں نے منت مانی کہ اللہ انہیں اولاد سے نوازے اور لڑکا پیدا ہونے کی صورت میں وہ اسے خدا کی نذر کر دیں گی۔ جب حضرت سموئیل خنہ کے بطن سے پیدا ہوئے اور رضاعت کا زمانہ ختم ہوا تو آپ کی والدہ نے منت کے مطابق آپ کو عیسیٰ کاہن کے سپرد کر دیا۔ آپ نے عیسیٰ کاہن کی نگرانی میں پرورش پائی۔

حضرت یوشع نے اپنے زمانے میں قاضیوں کا تقرر کیا تھا۔ خاندانوں اور قبیلوں میں "سردار" حکومت کرتے اور ان کے تصفیہ طلب امور اور دیگر معاملات کے فیصلے "قاضی" انجام دیتے تھے۔ اور اگر کوئی نبی مبعوث ہوتا تو وہ ان تمام امور کی نگرانی کے ساتھ ساتھ دین کی تبلیغ اور ترویج کی خدمت انجام دیتے تھے۔ حضرت موسیٰ سے ساڑھے تین سو سال بعد تک یہ نظام چلتا رہا اور اس دوران بنی اسرائیل کا کوئی بادشاہ یا حکمران نہیں ہوا۔

حضرت سموئیل بنی اسرائیل کے قاضی تھے۔ آپ کو منصب نبوت عطا ہوا اور بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے مامور کیا گیا۔ آپ کا زمانہ بعثت تقریباً ۱۱۰۰ ق۔ م بتایا جاتا ہے حضرت سموئیل کا مستقل قیام اپنے آبائی شہر رامہ میں تھا۔ لیکن آپ بسلسلہ عدالت ہر سال مختلف مقامات کا دورہ کرتے تھے۔ ساری عمر آپ نے ہدایت و تبلیغ اور عدالت کے فرائض انجام دیئے۔ نبوت سے سرفرازی کے وقت آپ کو خبر دی گئی کہ عیسیٰ کاہن کے بیٹوں کی بدکاری کے سبب اس کا گھرانہ تباہ کر دیا جائے گا۔

اشدود قوم:

حضرت یوشع کے انتقال کے وقت ارضِ فلسطین کا بہت سا حصہ فتح نہیں ہوا تھا۔ بعد ازاں بنی اسرائیل شرک و بت پرستی اور گناہ اور معصیت میں مبتلا ہو گئے اور

قرب و جوار کی قومیں ان پر وقتاً فوقتاً حملہ آور ہو کر غالب آگئیں۔ حضرت سموئیل کی بعثت کے زمانے میں اشدودی قوم سے جنگ میں بنی اسرائیل کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی۔ چار ہزار کے لگ بھگ افراد میدان جنگ میں مارے گئے۔ عیسیٰ کاہن کے دونوں بیٹے جنگ میں ہلاک ہوئے اور اس صدے سے نوے سالہ عیسیٰ کاہن بھی فوت ہو گیا اور حملہ آور ”عہد کا صندوق“ بنی اسرائیل سے چھین کر اپنے ساتھ لے گئے اور اپنے سب سے بڑے دیوتا ”وجون“ کے مندر میں رکھ دیا۔

اس اندوہناک واقعہ کے بعد حضرت سموئیل نے بنی اسرائیل کو جمع کیا اور انہیں گمراہی اور نافرمانی ترک کر کے توحید اور اطاعت گزار کی نصیحت کی۔

”اور سموئیل نے اسرائیل کے سارے گھرانے سے کہا کہ اگر تم دلجمعی کے ساتھ خداوند کی طرف رجوع کرتے ہو تو اجنبی دیوتاؤں اور عستارات (بابل والوں کا قدیم بت جس کی بنی اسرائیل نے پوجا شروع کر دی تھی) کو اپنے درمیان سے دور کر دو اور خداوند کے لئے اپنے دلوں کو مستعد کر کے فقط اسی کی عبادت کرو اور وہ فلسٹیوں کے ہاتھ سے تمہیں رہائی دے گا۔“ (کتاب سموئیل اول باب ۷)

آپ کے وعظ و نصیحت کا اثر بنی اسرائیل پر ہوا اور انہوں نے شرک و بت پرستی سے توبہ کی اور اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا۔ حضرت سموئیل نے بنی اسرائیل کو جمع کیا۔ اس روز سب نے تمام دن اللہ کی عبادت میں گزارا اور روزہ رکھا۔ حضرت سموئیل نے بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو کر بنی اسرائیل کی خطاؤں اور گناہوں کی اللہ کریم سے معافی مانگی۔

مشرکین کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے حملہ کر دیا۔ بنی اسرائیل اس اچانک افتاد سے گھبرا گئے اور حضرت سموئیل سے درخواست کی کہ وہ اللہ کے حضور دعا کریں کہ اللہ بنی اسرائیل کو مشرکین کے مقابلے میں فتح و نصرت عطا کرے۔ حضرت سموئیل نے بارگاہ رب العزت میں دعا کی، دعا قبول ہوئی اور اللہ نے بنی اسرائیل کو فتح سے نوازا دیا۔

”اور جب فلسٹیوں نے سنا کہ بنی اسرائیل معناہ میں جمع ہوئے ہیں تو ان

کے سرداروں نے بنی اسرائیل پر چڑھائی کی اور جب بنی اسرائیل نے یہ سنا تو وہ فلسٹیوں سے ڈرے۔ اور بنی اسرائیل نے سموئیل سے کہا کہ خداوند ہمارے خدا کے حضور فریاد کرنا نہ چھوڑ۔ تاکہ وہ ہم کو فلسٹیوں کے ہاتھ سے بچائے۔ اور سموئیل نے ایک دودھ پیتا برہ ۱۱ لیا اور اسے قربانی کے طور پر خداوند کے حضور پیش کیا اور سموئیل خداوند کے حضور فریاد کرتا رہا اور خداوند نے اس کی فریاد سن لی۔ اور جس وقت سموئیل اس سختی قربانی کو پیش کر رہا تھا اس وقت فلسٹی اسرائیلیوں سے جنگ کرنے کو نزدیک آئے لیکن خداوند فلسٹیوں کے اوپر بڑی کڑک کے ساتھ گر جا اور ان کو گھبرا دیا اور انہوں نے اسرائیلیوں کے سامنے شکست کھائی۔“ (سموئیل باب ۷: ۱۱-۷)

اس عذاب میں مشرکین کے ہزاروں افراد ہلاک ہو گئے۔ عتروں سے جات تک کے شہر اور اس کے گرد و نواح کے کافی علاقے جن پر فلسٹیوں نے قبضہ کر رکھا تھا دوبارہ بنی اسرائیل کے زیر تسلط آ گئے۔

سموئیل کا قوم سے خطاب:

حضرت سموئیل ایک عرصے تک دین کی تبلیغ اور ترویج میں مصروف رہے۔ عمر کے آخری حصے میں آپ نے اپنے بیٹوں یوئیل (JOEL) اور ابیاہ (ABIAH) کو قاضی مقرر کر دیا۔ لیکن طمع، خود غرضی اور ہوس نے آپ کے بیٹوں کو اس عہدے کے قابل نہیں رہنے دیا۔ بنی اسرائیل آپ سے مطالبہ کرنے لگے کہ ان کے لئے بادشاہ کا تقرر کیا جائے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کر دیا۔ اس وقت آپ نے نہایت فصیح و بلیغ خطاب کیا، جو توراہ میں اس طرح مذکور ہے۔

پھر سموئیل لوگوں سے کہنے لگا وہ خداوند ہی ہے جس نے موٹی اور ہارون کو مقرر کیا اور تمہارے باپ دادا کو ملک مصر سے نکال لایا۔ سو اب تمہارے رہوتا کہ میں خداوند کے حضور ان سب نیکیوں کے بارے میں جو خداوند نے

☆ بکری یا بھیڑ کا بچہ۔

تم سے اور تمہارے باپ دادا سے کیس گفتگو کروں۔ جب یعقوب مصر میں گیا اور تمہارے باپ دادا نے خداوند سے فریاد کی تو خداوند نے موسیٰ اور ہارون کو بھیجا جنہوں نے تمہارے باپ دادا کو مصر سے نکال کر اس جگہ بسایا۔ مگر وہ اپنے خدا کو بھول گئے۔ ہم کو دشمنوں کے ہاتھ سے جو ہمارے چاروں طرف تھے رہائی دی اور تم سکھ چین سے رہنے لگے۔ اب جب تم نے دیکھا کہ بادشاہ ناص تم پر چڑھ آیا تو تم نے مجھ سے کہا کہ ہم پر کوئی بادشاہ سلطنت کرے حالانکہ خداوند خدا تمہارا بادشاہ تھا۔ سو اب اس بادشاہ کو دیکھو جسے تم نے چن لیا اور جس کے لئے تم نے درخواست کی تھی۔ دیکھو خداوند نے تم پر بادشاہ مقرر کر دیا ہے۔ اگر تم خداوند کی پرستش اور اس کی بات مانتے رہو اور خداوند کے حکم سے سرکشی نہ کرو اور تم اور وہ بادشاہ بھی جو تم پر سلطنت کرتا ہے، اپنے خدا کے پیروکار بنے رہو تو خیر۔ پر اگر تم خداوند کی بات نہ مانو بلکہ خداوند کے حکم سے سرکشی کرو تو خداوند کا ہاتھ تمہارے خلاف ہوگا جیسے وہ تمہارے باپ دادا کے خلاف ہوتا تھا۔ سو اب تم ٹہرے رہو اور اس بڑے کام کو دیکھو جسے خداوند تمہاری آنکھوں کے سامنے کرے گا۔“ (کتاب سموئیل باب: ۱۷-۶)

حضرت سموئیل نے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کی اور اسی وقت بارش ہونے لگی۔ لوگوں کے اندر اللہ اور اس کے نبی کی عظمت اور جلال ہیبت بن کر طاری ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت سموئیل سے کہا کہ ہمارے لئے اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں ہمارے گناہوں کے نتیجے میں ہلاکت میں مبتلا نہ کرے۔ حضرت سموئیل نے فرمایا!

”سموئیل نے لوگوں سے کہا، خوف نہ کرو۔ یہ سب شرارت تم نے کی ہے تو بھی خداوند کی پیروی سے کنارہ کشی نہ کرو بلکہ اپنے سارے دل سے خداوند کی پرستش کرو۔ تم کنارہ کشی نہ کرنا ورنہ باطل چیزوں کی پیروی کرنے لگو گے جو نہ فائدہ پہنچا سکتی نہ رہائی

دے سکتی ہیں اس لئے کہ وہ سب باطل ہیں۔ کیونکہ خداوند اپنے بڑے نام کے باعث اپنے لوگوں کو چھوڑتا نہیں ہے اس لئے کہ خداوند کو یہی پسند آیا کہ تم کو اپنی قوم بنائے۔ اب رہا میں، سو خدا نہ کرے کہ تمہارے لئے دعا کرنے سے باز آ کر گنہگار بنوں بلکہ میں وہی راہ جو اچھی ہے اور سیدھی ہے تم کو بتاؤں گا۔ فقط اتنا ہے کہ تم خداوند سے ڈرو اور اپنے سارے دل اور سچائی سے اس کی عبادت کرو کیونکہ سوچو کہ اس نے تمہارے لئے کیسے بڑے کام کئے ہیں۔“

(سموئیل باب ۱۲: ۲۵-۲۰)

حضرت سموئیل کا انتقال رامہ میں ہوا اور وہیں آپ کے جسم اطہر کو سپرد خاک کیا گیا۔ آپ نے طویل عمر پائی۔
حکمت:

لوگوں نے حضرت سموئیل سے عرض کیا! ہمارے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف کر دے اور ہمیں ہلاک نہ کرے۔ حضرت سموئیل نے فرمایا!
خوف نہ کرو۔ اللہ کا دربار مایوسی کا دربار نہیں ہے۔ اگر تم سے گناہ ہو گیا ہے تو پھر بھی اللہ کے سامنے جھک جاؤ۔ اس سے کنارہ کشی نہ کرو۔ اللہ ستار العیوب اور غفار الذنوب ہے۔ دل کے یقین کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو۔ سرکش آدمی جا بھی کہاں سکتا ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی حاکم نہیں ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ وہ معاف کرنے اور مہربانی کرنے سے خوش ہوتا ہے۔

دیکھو! اگر تم نے معافی نہ مانگی اور اللہ سے منہ موڑ لیا تو تم باطل چیزوں کی پیروی کرنے لگو گے۔ شیطان تمہیں اس راستے پر لے آئے گا جس راستے پر دکھ، پریشانی اور عذاب کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

این در گنہ مادر گنہ نومیدی نیست
صد ہزار بار گر توبہ شکستی باز آ

حضرت ہارون علیہ السلام

”اللہ نے پستد کیا آدم کو اور نوح کو اور آل ابراہیم کو اور آل عمران کو سارے جہاں سے کہ اولاد تھے ایک دوسرے کی اور اللہ سنتا جانتا ہے۔“

(سورۃ آل عمران: ۳۳-۳۴)

عمران کا تعلق ابوالانبیاء حضرت ابراہیم کے دوسرے فرزند حضرت اسحاق کی نسل سے ہے۔ عمران کی زوجہ یوکیدہ (Jochebed) ایک پاک طنیت اور رفیع الشان خاتون تھیں۔ آپ کے بطن سے دو عظیم المرتبت اور جلیل القدر پیغمبر حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ دنیا میں تشریف لائے۔ حضرت ہارون بڑے اور حضرت موسیٰ چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت ہارون حضرت موسیٰ سے تین برس بڑے تھے۔ مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ نہایت منکسر المزاج، حلیم الطبع، بردبار، شیریں گفتار اور فصیح البیان تھے۔

نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ تمام عمر حضرت موسیٰ کے ساتھ رہے حضرت موسیٰ کے قدم بہ قدم دین حق کی تبلیغ میں سرگرم عمل رہے۔ توحید کے راستے میں شر کے نمائندوں کی طرف سے کھڑی کی گئی رکاوٹوں کو دور کرنے میں بھائی کا ساتھ دیتے تھے۔

مصر میں فرعون کی حکومت تھی۔ فرعون نہایت ظالم اور جابر حکمران تھا اور خود کو خدا کہلواتا تھا۔ اپنی مرضی سے جسے چاہتا سخت سے سخت سزا میں دیتا، جسے چاہتا موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ بنی اسرائیل مصر میں غلاموں سے بدتر زندگی گزارتے تھے۔ مصری ان سے ہر طرح کے کام کروا جتے۔ بنی اسرائیل ذلت کی روٹی کھانے پر مجبور تھے۔

حضرت موسیٰ اپنے اہل و عیال کے ہمراہ جب واپس مصر کی طرف روانہ ہوئے تو جبل طور کے قریب راستہ بھول گئے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب نبوت پر فائز کیا تھا، معجزات سے نوازا اور ہدایت کی کہ مصر جا کر فرعون کو اس کے ظلم و ستم سے باز آنے کی تلقین کریں اور اس سے کہو کہ خدائی کا دعویٰ کرنا چھوڑ دے اور بنی

اسرائیل کو غلامی سے آزاد کر دے۔ حضرت موسیٰ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی۔
 ”میرے پروردگار! میں تو ان کا ایک آدمی قتل کر چکا ہوں، ڈرتا ہوں کہ
 وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ اور میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح البیان ہے۔
 اسے میرے ساتھ مددگار کے طور پر بھیج تاکہ وہ میری تائید کرے، مجھے
 اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔“ (القصص: ۳۳-۳۴)

بارگاہ رب العالمین میں دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون کو منصبِ
 نبوت پر فائز کیا اور دین حق کی تبلیغ و ترویج کے سلسلے میں حضرت ہارون کو حضرت
 موسیٰ کا مددگار منتخب کیا۔

”ہم تیرے بھائی کے ذریعے سے تیرا ہاتھ مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو
 ایسی سطوت بخشیں گے کہ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ ہماری نشانیوں کے
 زور سے غلبہ تمہارا اور تمہارے پیروکاروں کا ہی ہوگا۔“ (سورۃ القصص: ۳۵)
 ”اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کو (موسیٰ کو) ان کا بھائی ہارون پیغمبر عطا
 کیا۔“ (سورۃ مریم: ۵۳)

”اور ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور ان کے بھائی ہارون کو وزیر بنا کر ان
 کے ساتھ کیا۔“ (سورۃ الفرقان: ۳۵)

حضرت موسیٰ مصر پہنچے اور حضرت ہارون سے ملاقات کی۔ دونوں بھائی
 فرعون کے دربار میں پہنچے اور فرعون سے کہا کہ خدائی دعویٰ سے تائب ہو کر اس خدا کی
 پرستش کرے جس نے آسمانوں، زمین اور ان کے درمیان جو کچھ موجود ہے تخلیق کیا
 ہے اور بنی اسرائیل پر ظلم و ستم بند کر کے انہیں آزاد کر دے۔ فرعون پیغام حق کو ماننے
 سے یکسر منکر ہو گیا اور کہنے لگا اگر تم نے مجھے خدا نہ مانا تو میں تمہیں قید کر دوں گا۔ اللہ
 کے پیغمبر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون فرعون کی باتوں سے مطلق مرعوب نہ ہوئے
 اور اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دہرایا۔ فرعون نے رسالتِ خداوندی کی نشانیاں طلب
 کیں۔ حضرت موسیٰ نے اللہ کی طرف سے عطا کردہ عصا اور پید بیضاء کے معجزات
 دکھائے۔ لیکن سیاہ دل فرعون ان واضح نشانیوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لایا اور کہنے لگا یہ تو
 محض سحر اور جادو ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کے ہاتھوں جادوگروں کی شکست کے باوجود فرعون اپنی سرکشی سے باز نہ آیا۔ اس نے بنی اسرائیل پر اور زیادہ ظلم کرنا شروع کر دیا اور بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم دے کر پورے مصر میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا۔ قہر خداوندی حرکت میں آیا اور اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا۔ تین سال مصر میں قحط سالی رہی بالآخر قوم حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کے پاس پہنچی اور معافی طلب کی۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ نے انہیں معاف کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔ دعا قبول ہوئی اور عذاب ختم ہو گیا لیکن فرعون اور اس کی قوم نافرمانی اور منافقت پر قائم رہی۔

”اور ہم نے پکڑ لیا فرعون والوں کو قحطوں میں اور میووں کے نقصان میں شاید وہ دھیان کریں۔ اور جب برا زمانہ آتا تو موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو اپنے لئے فال بد ٹھہراتے، حالانکہ درحقیقت ان کی فال بد تو اللہ کے پاس تھی۔ مگر ان میں سے اکثر بے علم تھے۔ انہوں نے موسیٰ سے کہا: ”جو کچھ تولائے گا ہمارے پاس نشانی کہ ہم پر اس کی وجہ سے جادو کرے سو ہم ہرگز تم پر ایمان نہ لائیں گے۔“ آخر کار ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور مٹی، سرسریاں پھیلائیں، مینڈک نکالے اور خون برسایا یہ سب نشانیاں الگ الگ کر کے دکھائیں، مگر پھر بھی وہ لوگ تکبر کرتے رہے اور تھے وہ لوگ گنہگار۔“ (سورۃ اعراف: ۱۳۰-۱۳۳)

سرکشی اور عذاب:

فرعون اور اس کی قوم کی سرکشی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی عذابوں میں مبتلا کیا۔ فرعون کی سرکشی پر حضرت موسیٰ نے حضرت ہارونؑ کو اپنا عصادیتے ہوئے اسے دریائے نیل پر مارنے کی ہدایت کی۔ دریا کا تمام پانی خون بن گیا۔ اس طرح ایک مرتبہ حضرت ہارونؑ نے عصا زمین پر مارا تو سارے ملک میں مینڈکوں کی بارش ہونے لگی۔ مینڈکوں کی اتنی تعداد ہو گئی کہ لوگوں کی زندگی اجیرن بن گئی۔ لیکن ہر بار لوگ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کے پاس آتے، معافیاں طلب کرتے اور ہر

بار حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون انہیں معاف کر دیتے۔ لیکن قوم پھر نافرمانیوں میں مبتلا ہو جاتی تھی۔

حضرت موسیٰ نے حکم الہی کے تحت اپنی قوم کو اللہ کا فیصلہ سنایا اور ہجرت کا حکم دیا۔

بنی اسرائیل جس دن مصر چھوڑ کر جا رہے تھے اس دن شہر میں ایک وباء پھوٹ پڑی جس سے قبطیوں (مصریوں) کی تمام پہلوئی کی اولادیں ہلاک ہو گئیں۔ وہ لوگ پریشانی میں اس قدر مبتلا ہو گئے کہ انہیں بنی اسرائیل کے جانے کی خبر اس وقت ہوئی جب وہ اس علاقے سے جا چکے تھے۔

بنی اسرائیل کا قافلہ حضرت ہارون کی قیادت میں مصر سے روانہ ہوا۔ حضرت موسیٰ قافلے کے گزرنے کے بعد مصر سے روانہ ہوئے۔

دوسرے روز فرعون اپنے لشکر کے ہمراہ قافلے کے تعاقب میں نکلا اور بحر قلزم کے ساحل پر فرعون کا لشکر قافلے کے قریب پہنچ گیا۔ حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے اپنا عصا سمندر میں مارا۔ سمندر میں صاف اور خشک راستے بن گئے۔ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کی قیادت میں اس راستے سے گزر گئے۔ فرعون بھی اپنے لشکر کے ہمراہ جب اس راستے سے گزرنے لگا تو بیچ سمندر میں دونوں کنارے آپس میں مل گئے اور فرعون اپنے لشکر سمیت غرق ہو گیا۔

فرعون کی غرقابی کے بعد بنی اسرائیل کا یہ قافلہ حارہ، ایلیم اور رفیدیم کے اطراف سے کوہ سینا کی طرف جانے لگا۔ ایک مقام پر انہیں مشرک اور بت پرست لوگ ملے۔ بنی اسرائیل نے جب انہیں باطل خدا کی پرستش کرتے دیکھا تو ان کے اندر کا ”بت“ دوبارہ زندہ ہو گیا۔ لیکن حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون ایک مرتبہ پھر قوم کو راہ راست پر لانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس موقع پر حضرت موسیٰ نے قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

”تم لوگ بڑی نادانی کی باتیں کرتے ہو۔ یہ لوگ جس طریقے کی پیروی کر رہے ہیں وہ تو برباد ہونے والا ہے اور جو عمل وہ کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہے۔ کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود تمہارے لئے تلاش کروں؟ حالانکہ وہ اللہ ہی ہے جس

نے تمہیں دنیا بھر کی قوموں پر فضیلت دی۔“

حضرت موسیٰ جب مشاہدہ کجلی ذات کے لئے کوہ طور پر گئے تو آپ نے حضرت ہارون کو اپنا قائم مقام اور نائب مقرر فرمایا۔ حضرت ہارون بنی اسرائیل کے تمام انتظامی امور سرانجام دیتے تبلیغ اور رشد و ہدایت کی ذمہ داریاں پوری فرماتے تھے۔

”موسیٰ نے چلتے وقت اپنے بھائی ہارون سے کہا! ”میرے پیچھے تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا اور ٹھیک کام کرتے رہنا اور بگاڑ پیدا کرنے والوں کے طریقے پر نہ چلنا۔“ (سورۃ اعراف: ۱۳۲)

سامری کی فتنہ انگیزی:

بنی اسرائیل کے قافلے میں شامل سامری نے فتنہ انگیزی کو فروغ دیا۔ اس نے سونے کے زیورات کو ڈھال کر ایک پتھر بنایا۔ اس سونے کے پتھرے کے بت کے اندر ایک پراسرار گھنٹی نصب کر دی جو خود بخود بجنے لگتی اور بیل کی آواز نکالتی۔ سامری نے بنی اسرائیل کے سامنے سونے کے پتھرے کو پیش کرتے ہوئے کہا! موسیٰ خدا کو تلاش کرنے پتہ نہیں کہاں گئے ہیں جبکہ تمہارا خدا تو یہ ہے۔ لہذا بنی اسرائیل نے پتھرے کی پرستش شروع کر دی۔ حضرت ہارون نے انہیں باطل عمل سے روکنے کی کوشش کی۔ آپ نے فرمایا کہ

” اس سے تمہاری آزمائش مقصود ہے۔ تمہارا پروردگار تو اللہ ہے۔ اس ہی کی پرستش کرو۔“ لیکن قوم بجائے اس کے کہ آپ کی بات مانتی آپ کی دشمن بن گئی۔

حضرت موسیٰ جب کوہ طور سے واپس آئے اور آپ کو بت پرستی کا علم ہوا تو جلال میں آگئے۔ اور بنی اسرائیل سے باز پرس کرنے لگے۔ لوگوں نے اپنی گمراہی کو سامری پر ڈال دیا۔ اور کہا کہ ہمیں سامری نے گمراہ کر دیا تھا۔ حضرت ہارون سے باز پرس کی اور ان کے سر اور واڑھی کے بال پکڑ کر پوچھا کہ تم تو حق آشنا تھے۔ اللہ کا عرفان تمہیں حاصل تھا۔ تم نے ایسا کیوں ہونے دیا۔ حضرت ہارون نے تمام صورت حال حضرت موسیٰ پر واضح کی۔ حضرت موسیٰ نے بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہو کر معافی

طلب کی۔

”اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر، تو سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔“ (سورۃ اعراف: ۱۵۱)

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ آپ اپنے ہمراہیوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ فلسطین کی طرف روانہ ہو جائیں۔ تو آپ نے قوم کو اللہ کا حکم سناتے ہوئے فلسطین کی طرف روانگی کا مشورہ سنایا۔ فلسطین کی سرحد سے کچھ پہلے بنی اسرائیل کے قافلے نے پڑاؤ ڈالا۔ حضرت موسیٰ نے بارہ افراد پر مشتمل ایک وفد فلسطین کی طرف وہاں کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے روانہ کیا۔ وفد نے واپس آ کر وہاں کے لوگوں کے متعلق بتایا کہ وہ بہت جنگجو اور بہادر ہیں ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن اس وفد کے اراکین میں شامل حضرت یوشع نے قوم کا حوصلہ بلند کرنے کے لئے کہا کہ اللہ کی مدد اور نصرت ہمارے ساتھ ہے۔ اس جہاد میں انشاء اللہ ہم فتحیاب ہوں گے۔ لیکن بنی اسرائیل نے بزودی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جہاد سے انکار کر دیا!

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر سزا کے طور پر اربابین چالیس سال کے لئے حرام کر دی اور فرمایا کہ تم اس عرصے میں دشت و صحرا میں بھٹکتے پھرو گے۔ اس عرصے میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون اپنی قوم کی اصلاح کا کام کرتے رہے اور انہیں ہدایت کا راستہ دکھاتے رہے۔ صحرا نوردی کے دوران بنی اسرائیل کا سامنا اموریوں، ادومیوں، عمالقہ، مدآب اور مدیانیوں سے بھی ہوا۔ ان اقوام سے مقابلوں اور صحرا نوردی نے بنی اسرائیل کو تقریباً تباہ و برباد کر دیا۔

اسرائیلی قافلے بھٹکتے ہوئے ادوم کی سرحد کے قریب تہہ کے میدان میں پہاڑ کی اس چوٹی کے قریب پہنچے جو ”ہور“ کے نام سے مشہور تھی تو حضرت ہارون کے انتقال کا وقت آ پہنچا۔ آپ حضرت موسیٰ کے ہمراہ کوہ ہور پر چڑھ گئے اور عبادت الہی میں مصروف ہو گئے اسی حالت میں آپ کی روح مستقل حضوری میں چلی گئی۔ آپ کی عمر ۱۲۳ برس ہوئی۔ آپ کے چار بیٹے تھے۔ دو عالم جوانی میں انتقال کر گئے اور دو آپ کی وفات کے وقت موجود تھے۔

”اور بنی اسرائیل کی ساری جماعت قارس سے روانہ ہو کر کوہِ ہور پہنچی اور خداوند نے کوہِ ہور پر جو ادم کی سرحد سے ملا ہوا تھا۔ موسیٰ اور ہارون سے کہا، ہارون اپنے لوگوں میں جا ملے گا کیونکہ وہ اس ملک میں جو میں نے بنی اسرائیل کو دیا ہے جا نہیں پائے گا۔“ (توراة)

”اور ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا، ان کو اور ان کی قوم کو کربِ عظیم سے نجات دی، انہیں نصرت بخشی جس کی وجہ سے وہ غالب رہے، ان کو نہایت واضح کتاب عطا کی، انہیں راہِ راست دکھائی اور بعد کی نسلوں میں ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔ سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں، درحقیقت وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔“ (سورۃ الصّٰفّٰت: ۱۱۳-۱۲۲)

حکمت:

ایمان کی دو صورتیں ہیں۔

☆ اقرار باللسان

☆ تصدیق بالقلب

بنی اسرائیل کے واقعے میں ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اگر ایمان صرف زبانی کلامی ہو تو آدمی کسی وقت بھی بھٹک سکتا ہے۔ لیکن اگر ایمان قلب میں اتر جائے اور اللہ تعالیٰ کا یقین پوری طرح حاصل ہو جائے تو انسان یقین کے راستے کو کبھی نہیں چھوڑتا۔ یقین کا مطلب ہے کہ انسان کے اندر انبیاء کرام کی طرز فکر منتقل ہو جائے اور اس کی روحانی فہم اتنی مضبوط اور مستحکم ہو جائے کہ وہ اللہ کی معرفت سوچنے لگے۔ ہمارے سامنے دو جماعتیں ہیں۔

(۱) راسخ فی العلم: اللہ! اس کے رسولوں پر ایمان لانے والے لوگ۔ لوگ جن کا ایمان ان کے قلوب میں داخل ہو گیا ہے۔

(۲) وہ لوگ جو ایمان تو لے آئے لیکن ایمان ان کے قلوب میں داخل نہیں ہوا۔ جن لوگوں کے دلوں میں ایمان کی شمع فیروزاں نہیں ہوئی وہ تذبذب کا شکار رہے اور صراطِ مستقیم سے بھٹکے رہے۔ اور جن لوگوں کے دل نبیوں کے انوار اور اللہ کی تجلی سے منور ہو گئے وہ دینِ مبین پر قائم رہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح یافتہ ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام

حضرت سلیمان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ”اُخْبَعَام“ (REHOBOAM) کے دور میں بنی اسرائیل کی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ بیت المقدس اور جنوبی فلسطین آل داؤد کے قبضہ میں تھا جبکہ شمالی فلسطین میں اسرائیل کے نام سے الگ ریاست قائم تھی۔ میلا (موجودہ لبنان) کے بت پرست بادشاہ کی بیٹی ایزابل (IEZEBEL) سے اسرائیل کے بادشاہ اخئی اب کی شادی کے بعد ملک میں فسق و فجور اور شرک و بت پرستی کا دور دورہ ہو گیا۔

قدیم زمانے کے سامی اقوام خصوصاً لبنان کی فینیقین قوم (PHOENICAN) کا سب سے بڑا دیوتا بعل بت تھا۔ اس کا قد سو فٹ تھا جو پورے کا پورا سونے کا بنا ہوا تھا۔ بعل کے چار منہ تھے۔ اس قوی ہیکل بت کی خدمت اور دیکھ بھال کے لئے چار سو خدام مامور تھے۔ اس بت کی عشقارات (ASHTORETH) نام کی ایک بیوی بھی تھی۔

اخئی اب نے اسرائیل کے صدر مقام سامریہ میں بعل کا مندر اور مذبح تعمیر کیا۔ سامریہ شہر بعلبک کے نام سے مشہور ہوا۔ جس کی وجہ تسمیہ یہی بت ہے۔ ”بک“ بکہ کا مخفف ہے جس کے معنی شہر کے ہیں اور بعلبک کا مطلب ہے ”☆ بعل دیوتا کا شہر“۔ بعل کی پرستش اور مشرکانہ عقائد کی طرف اخئی اب کا رجحان دیکھ کر اسرائیل کے شہروں میں اعلانیہ بعل کے نام پر قربانیاں کی جانے لگیں۔

بنی اسرائیل کی روایتی گمراہی اور بے دینی عروج پر تھی۔

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور رہنمائی کے لئے حضرت الیاس کو مبعوث کیا۔ آپ جلعاد کے رہنے والے تھے۔ حضرت الیاس حضرت ہارون کی اولاد میں سے تھے۔ بائبل نے حضرت الیاس کا تذکرہ ”ایلیاہ“ کے نام سے کیا ہے۔ حضرت الیاس نے بنی اسرائیل کو توحید کا درس دیا اور ان سے کہا کہ تم لوگ

☆ سامی اور عبرانی زبانوں میں بعل کے معنی مالک، سردار، حاکم اور رب کے آتے ہیں۔ اہل عرب شوہر کو بھی بعل کہتے ہیں۔

واحد اور یکتا ذات، قادر مطلق ہستی اللہ کو چھوڑ کر بعل کو پکارتے ہو۔ حالانکہ یہ نہ تو تمہاری حاجت روائی کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی قسم کا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ اس اللہ کی طرف لوٹ آؤ جو کہ نہ صرف تمہارا اور تمہارے باپ دادوں کا رب ہے بلکہ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے ان کا خالق اور مالک ہے۔

قوم گمراہی میں اس قدر مبتلا ہو گئی تھی کہ اس نے حضرت الیاس کی پر حکمت اور نور سے منور دعوتِ توحید پر کان نہ دھرا اور بدستور اپنی روش پر قائم رہی۔ آپ نے بادشاہِ وقت انخی اب کو دعوت دی اور احساس دلایا کہ وہ گناہوں سے باز آجائے، شرک و بت پرستی اور دیگر قبیح افعال سے توبہ کر لے اور اپنی رعایا کو بھی اس امر سے باز رکھے کیونکہ پوری قوم کا گناہ اس کے سر پر ہے۔ اگر وہ باز نہ آیا تو اللہ کے عتاب کا نشانہ بنے گا۔ پوری قوم خشک سالی کا شکار ہو جائے گی۔ لیکن انخی اب نے آپ کے پسند و نصائح کا ذرہ برابر اثر قبول نہیں کیا اور پیغامِ حق کو جھٹلاتا رہا۔

اندوہناک صورتحال:

تین سال سے زیادہ عرصہ تک اسرائیل میں بارش نہیں ہوئی اتنا شدید قحط پڑا کہ لوگ ایک ایک دانہ کو ترسنے لگے۔ خواتین، بچے، جوان اور بوڑھے سب بھوک سے ٹڈھال ہو گئے۔ اس اندوہناک صورتحال سے بادشاہ سوچنے پر مجبور ہوا اور انخی اب نے حضرت الیاس کو تلاش کر کے بلوایا اپنے رویے کی معافی مانگی اور بارش برسنے کے لئے دعا کی درخواست کی۔ بادشاہ کے مصاحبوں اور بعل کے پجاریوں نے اسے اپنی شکست سمجھا اور مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اللہ کے فرستادہ نبی حضرت الیاس نے تجویز پیش کی کہ تم اپنے معبود بعل کے نام پر قربانی دو میں بھی اللہ رب العزت کے نام کی قربانی دوں گا۔ جس کی قربانی قبول ہوگی اسی معبود سے بارش کے لئے التجا کی جائے گی۔ اس زمانے میں دستور یہ تھا کہ قربانی کا جانور ذبح کر کے ایک بلند مقام پر رکھ دیا جاتا تھا۔ قربانی قبول ہونے کی نشانی یہ تھی کہ غیب سے آگ نمودار ہو کر قربانی کے جانور کو جلادیتی تھی۔ جس کی قربانی قبول نہ ہوتی وہ ویسے ہی پڑی رہتی۔ اس طریقہ کے مطابق تقریباً نو سو ۹۰۰ افراد جو بعل دیوتا کے پجاری تھے کوہِ کرمل (CARMEL) پر جمع ہوئے۔ ایک طرف پیغمبر حق حضرت الیاس اکیلے کھڑے تھے

دوسری طرف باطل کے پیروکاروں کا جم غفیر تھا۔ جانور ذبح کر کے پہاڑ کی چوٹی پر رکھ دیئے گئے۔ نبی آگ نے حضرت الیاس کی قربانی کو جلا کر رکھ کر دیا۔

حضرت الیاس کی سچائی اور حقانیت اور خدائے واحد کی وحدانیت کی کھلی نشانی دیکھ کر بادشاہ کے اوپر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس نے حضرت الیاس سے معافی مانگی اور پجاریوں کے قتل کا حکم دے دیا۔ حضرت الیاس نے خشوع و خضوع سے اللہ کے حضور بارش کی دعا کی۔ دعا قبول ہوئی اور خوب بارش برسی۔ سارا ملک اٹھل پھل ہو گیا اور خوش حالی لوٹ آئی۔

جان کی دشمن ملکہ:

اخئی اب کی بت پرست ملکہ ایزاہل نے جب یہ دیکھا کہ اس کے شوہر نے بعل کے پجاریوں کو قتل کر دیا ہے تو وہ حضرت الیاس کی جان کی دشمن بن گئی۔ اس نے تہیہ کر لیا کہ پجاریوں کے قتل کا بدلہ لے گی۔ ملکہ ایزاہل نے کمالِ خباثت اور چالاکی سے سازش کی اور اپنی کامیابی کے لئے ماحول سازگار کیا۔ اخئی اب بھی بیوی کے بنے ہوئے جال میں پھنس کر گمراہ ہو گیا۔ بت پرستی پر آمادہ قوم نے ملکہ ایزاہل کا ساتھ دیا اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ حضرت الیاس کا ملک میں رہنا مشکل ہو گیا۔ حضرت الیاس ملک چھوڑ کر کوہ سینا کے دامن میں پناہ گزین ہو گئے۔

حضرت الیاس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا!

”بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کیا اور تیرے مذبحوں کو ڈھا دیا اور تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا۔ اور ایک میں ہی اکیلا بچا ہوں وہ میری جان لینے کے درپے ہیں۔“ (سلاطین ۱۹: ۱۰)

ملکہ ایزاہل کی بیٹی کی شادی بیت المقدس کی یہودی ریاست کے فرمانروا یہورام (JEHORAM) سے ہوئی تو مشرکانہ عقائد و روایات بیت المقدس میں بھی منتقل ہو گئے۔ حضرت الیاس نے یہورام کو خط لکھ کر تبلیغ کی کہ اپنے باپ دادوں کا راستہ نہ چھوڑے۔ اس کا انجام ہلاکت اور بربادی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

کتاب ۲۔ تاریخ (۱۲: ۲-۱۵) میں درج ہے۔

”سو دیکھ خداوند تیرے لوگوں کو تیری بیویوں کو اور تیرے سارے مال کو بڑی

آفتوں سے مارے گا۔ اور تو انتزیوں کے شدید مرض میں مبتلا ہو جائے گا تیری
انتزیاں روز بروز گھلتی چلی جائیں گی۔“
یہورام نے ہدایت اور نصیحت پر کوئی توجہ نہ دی اور بدستور اپنی روش پر قائم رہا۔ آخر کار
حضرت الیاسؑ کا کہا پورا ہوا۔ یہورام کی ریاست بیرونی حملہ آوروں نے تاراج
کر دی۔ اس کی بیویوں کو قید کر کے لے گئے اور وہ خود انتزیوں کے مرض میں مبتلا ہو کر
مر گیا۔

حضرت الیاسؑ صبر و استقامت کے ساتھ دین حق کی ترویج و اشاعت میں
مصروف رہے۔ اسرائیل میں ایزاہل کا بیٹا اقتدار میں آیا تو اس نے اپنی ماں کے
عقائد کو فروغ دیا۔ حضرت الیاسؑ نے اسے بھی صراطِ مستقیم پر چلنے کی دعوت دی۔ لیکن
یہ بھی آپ کے درپے آزار ہو گیا۔

حضرت الیاسؑ نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیل کسی بھی صورت راہِ راست پر آنے کے
لئے تیار نہیں ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی کہ یہ تیرے بندے ہیں، سخت گمراہی
میں پڑے ہوئے، تیرے نبی کی بات نہیں مانتے اب تیری مرضی ہے کہ تو انہیں
ہدایت دے یا ان پر عذاب نازل کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر عذاب نازل کیا۔ ایزاہل کے خاندان کا ہر فرد
ہلاک ہو گیا۔

توریت کے مطابق جب حضرت الیاسؑ کی قوم پر عذاب نازل کیا جا رہا تھا
تو انہیں آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔
قرآن حکیم میں ہے۔

”پس جنہوں نے الیاسؑ کو جھٹلایا۔ اور وہ بلاشبہ لائے جائیں گے پکڑے
ہوئے، بجز ان کے جو جن لئے گئے ہیں۔ اور ہم نے بعد کے لوگوں میں
الیاسؑ کا ذکر باقی رکھا۔ الیاسؑ پر سلام ہو۔ بلاشبہ ہم نیکو کاروں کو اسی ہی
طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے مومن بندوں میں سے
ہیں۔“ (سورۃ الصُّفٰت ۱۲۷-۱۳۲)



حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد آپؑ یروشلم کے ایک گاؤں بیت لحم میں رہتے تھے۔ آٹھ بھائیوں میں سب سے چھوٹے بھائی تھے۔ بھینٹ بکریاں چراتے تھے۔ رنگ انار کی طرح سرخ تھا۔ آنکھیں گول تھیں، چہرے پر ہلکی گھنٹی داڑھی تھی۔ قد چھوٹا تھا لیکن نہایت وجیہ تھے۔ بہادر اور طاقت ور تھے۔ جوانمردی کا یہ عالم تھا کہ شیر یا بھیر یا اگر بکریوں اور بھینٹوں پر حملہ آور ہوتا تو آپ اسے مار ڈالتے تھے۔ حضرت داؤد فلاخن [☆] چلانے میں ماہر تھے۔ فلاخن اور عصا ہر وقت ہاتھ میں رہتا تھا۔ فلاخن چلانے میں حضرت داؤد کی مہارت کا چرچہ عام تھا۔ فلاخن اتنی طاقت سے پھینکتے کہ جس چیز پر بھی گرتا تھا، ریزہ ریزہ ہو جاتی تھی۔ گفتگو نہایت شیریں تھی۔ مہذب اور باادب تھے۔ پورے علاقے میں آپ کی قدر و منزلت تھی۔ بانسری اور بربط بجانے میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

حضرت طالوت کے دربار تک آپ کی رسائی تھی۔ آپ نے عبرانی موسیقی، مصری اور بابلی مزامیر [☆] کو ترقی دیکرنے نئے آلات ایجاد کئے تھے۔ حضرت سموئیل کو عمر کے آخری حصے میں وحی کے ذریعے حضرت داؤد کی نبوت اور بادشاہت کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ حضرت سموئیل بیت لحم تشریف لائے اور حضرت داؤد سے ملاقات کر کے انہیں خیر و برکت کی دعا دی۔

پتھروں کی زبان:

ایک روز حضرت داؤد جنگل میں سے گزر رہے تھے کہ راستے میں پڑے ہوئے ایک پتھر نے مخاطب کر کے کہا!

”میں حجرِ موسیٰ ہوں، مجھے اٹھا لیجئے۔ میں وہی پتھر ہوں جس سے حضرت موسیٰ نے فلاں دشمن کو ہلاک کیا تھا۔“

آپ نے پتھر اٹھا کر اپنے تھیلے میں رکھ لیا۔ کچھ فاصلہ طے کیا تھا کہ ایک اور پتھر بولا!

☆۱ سنگریزوں سے بھری ہوئی تھیلیاں۔

☆۲ بانسریاں، مطربوں کے ہر قسم کے ساز۔

”میں حجر ہارون ہوں“۔ آپ نے اسے بھی اپنے تھیلے میں رکھ لیا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ایک پتھر اور ملا اس پتھر نے کہا!

”میں حجر داؤد ہوں۔ جو خدا کے نبی ہیں اور میرے ذریعے جالوت کو ماریں گے“۔ قدرت کا کرنا ایسا ہوا کہ تینوں پتھر تھیلے میں جا کر ایک ہو گئے۔

سپہ سالار جالوت:

حضرت طالوت اور جالوت کی کثیر التعداد فوج کا جب آنا سامنا ہوا تو فوج کا سپہ سالار جالوت زرہ اور خود پہن کر میدان میں اتر اور مبارزت کے لئے لکارا۔ جالوت کا قد چھ ہاتھ ۱☆ ایک بالشت تھا۔ جو زرہ پہنی ہوئی تھی اس کا وزن پانچ ہزار ۲☆ مثقال تھا۔ ٹانگوں پر پتیل کے سات ۳☆ یوش تھے۔ اور دونوں شانوں کے درمیان پتیل کی برجھی تھی۔ بھالے لوہے کی شہتیر کی مانند تھے اور نیزے کا پھل چھ سو مثقال لوہے کا تھا جسے ایک سپاہی جالوت کے آگے آگے لے کر چلتا تھا۔

میدان جنگ میں جالوت لکارا۔ آواز اتنی رعب دار تھی کہ میدان میں گونجار پیدا ہو گئی۔ جب مد مقابل کوئی نہیں آیا تو حضرت داؤد نے حضرت طالوت سے اجازت طلب کی اور میدان میں آگئے۔ آپ کے ہاتھ میں نہ تلوار تھی نہ برجھی۔ ایک ہاتھ میں بکریوں کو سنبھلانے کے لئے لٹھی تھی اور دوسرے ہاتھ میں فلاخن اور کندھے پر سنگریزوں سے بھرا ہوا تھیلا لٹک رہا تھا۔

نوعمر اور قد و قامت میں کم نوجوان کو دیکھ کر جالوت نے قہقہہ لگایا اور تمسخر

سے بولا!

۱☆ توراہ میں ۶ ہاتھ کا مطلب ۹ فٹ ایک بالشت ہے۔

۲☆ ایک مثقال برابر ہے ۲/۳ ماشہ۔ جبکہ ایک تولہ میں ۱۲ ماشہ ہوتے ہیں۔ اس حساب سے ۵۰۰۰ مثقال وزن ۱۸۷۵ تولے یا ۲۱۵۰ کلوگرام کے برابر ہے۔

۳☆ موزے۔ میوزیم میں پرانے زمانے کے بادشاہوں کے جنگی لباس جن میں پتیل کا سینہ بند، لوہے کا خود، چہرے کے سامنے زنجیریں اور پیر سے گھٹنوں تک پتیل کے موزے رکھے ہوئے ہیں۔ اس زمانے کے لوگوں کی قوت کا اندازہ یہ لباس دیکھنے سے ہوتا ہے۔ سروں وزن کے لباس پہن کر میدان میں داؤد شجاعت دیتے تھے۔

”کیا تو مجھے کتا سمجھ کر ڈنڈے سے بھگانے آیا ہے۔“

حضرت داؤد نے تھیلے میں سے پتھر نکالا اور فلاخن میں رکھ کر چالوت کی طرف پھینکا۔ فلاخن میں سے نکلا ہوا پتھر ماتھے کی ہڈی کو توڑ کر کھوپڑی میں کھس گیا۔ کبر و نخوت کا پتلا، دیوبیکل چالوت منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ حضرت داؤد آگے بڑھے اور اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا۔

فلسطینی فوج اپنے سردار کا کٹا ہوا سر دیکھ کر سراسیمہ ہو گئی۔ بنی اسرائیل کی فوج نے حواس باختہ دشمن پر حملہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر اسرائیلیوں کو فاتح قوم بنا دیا۔

اس شجاعت، بہادری اور جوانمردی کی وجہ سے حضرت داؤد کو بنی اسرائیل میں انتہائی مقبولیت حاصل ہوئی۔ حضرت طالوت نے اپنی بیٹی عیسیٰ کی شادی حضرت داؤد سے کر دی۔ اور ایک ہزار فوجی جوانوں کا دستہ آپ کی کمان میں دیدیا۔

”اے داؤد! ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں، سو تو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے اور خواہش کی پیروی نہ کر کہ تجھ کو بھٹکا دے اللہ کی راہ سے، جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کو سخت عذاب ہے کہ انھوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا۔“

(سورۃ ص: ۲۶)

جس وقت حضرت داؤد سردار مقرر ہوئے اس وقت آپ جزیرہ نما سینا کے جنوبی حصہ میں مقیم تھے۔ حضرت داؤد نے وہاں کے امیر نابال کو پیغام بھیجا کہ:

”جس خدانے تجھے وسائل اور مال و زر سے نوازا ہے اس کی راہ میں، اس کے دیئے ہوئے مال میں سے خرچ کر۔“ نابال نے پیغام لانے والوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ بری طرح پیش آیا۔

حضرت داؤد کو یہ بات ناگوار گزری اور آپ چار سو جوانوں کو ساتھ لے کر نابال کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔ نابال کی بیوی دانشمند عورت تھی۔ اس نے تحائف اور دعوت کا اہتمام کیا اور حضرت داؤد سے ملاقات کر کے اپنے شوہر کی غلطی کی معافی مانگی۔ جب نابال کی بیوی نے اپنے شوہر کو بتایا کہ اس نے حضرت داؤد سے معافی مانگ لی ہے تو نابال کو سکتہ ہو گیا اور وہ اسی حالت میں مر گیا۔

حضرت طالوت کی وفات کے بعد حضرت داؤد مقام نبوت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت داؤد ان نبیوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ ساتھ بادشاہی بھی عطا کی تھی۔
فکر و تدبیر اور علم و حکمت:

حضرت داؤد کی، شجاعت، علم و حکمت اور فکر و تدبیر سے بنی اسرائیل کا شمار جلد ہی دنیا کی مہذب اقوام میں ہونے لگا۔ بہت سے علاقے بنی اسرائیل کے زیر تسلط آ گئے اور ایک عالیشان سلطنت وجود میں آ گئی۔ حضرت داؤد نے شرعی حدود جاری کیں۔ کافروں اور مشرکوں سے جہاد کیا۔ بنی اسرائیل کے مختلف قبائل میں باہمی ربط و تعلق کو استوار کیا اور بندگان خدا کو نیکی کی تلقین کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کمال درجے کا فہم و ادراک اور عقل و دانش عطا فرمائی تھی۔

”اور ہم نے ان کی سلطنت کو مستحکم کیا اور ان کو حکمت عطا کی اور بات کا فیصلہ کرنا سکھایا۔“ (ص: ۲۰)

حضرت داؤد کے معمولات میں شامل تھا کہ آپ ایک روز روزہ رکھتے تھے اور ایک روز ناغہ کرتے تھے اور تہائی رات میں عبادت کے لئے اٹھتے تھے۔

حضرت داؤد کو زبور عطا ہوئی۔ زبور کے لغوی معنی ٹکڑے کے ہیں۔ یہ کتاب تورات کے اصول و قوانین پر مبنی ہے۔ زبور پانچ کتابوں پر مشتمل ہے ہر کتاب میں متعدد ”مرموز“ ہیں۔ ہر مرموز یا حصہ اللہ کریم کی حمد و ستائش، عاجزی اور دنیا و آخرت میں بھلائی اور اللہ کی پناہ مانگنے کی دعاؤں پر مشتمل ہے۔
زبور میں حضور ﷺ کی پیشن گوئی:

زبور کی بہت سی دعائیں اور آیتیں ایسی ہیں جن میں ایک عظیم ہستی اور ایک نجات دہندہ کی آمد کی پیشن گوئی کی گئی ہے۔ ان آیتوں میں اس عظیم ہستی کو کہیں صادق، کہیں سچائی، کہیں محمد اور کہیں نور کہا گیا ہے۔ بلاشبہ وہ ہستی حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے۔

”کیونکہ تو صادق کو برکت بخشے گا۔“

”خداوند! اسے اپنے کرم سے سپر کی طرح ڈھانک لے گا۔“ (زبور: ۵/۱۲)

”اور وہی صداقت سے جہاں کی عدالت کرے گا وہ راستی سے قوموں کا انصاف کرے گا۔“ (زبور: ۸/۹)

”تیرے نور کی بدولت ہم روشنی دیکھیں گے۔“

(زبور: ۹/۳۶)

”وہ تیری راستبازی کو نور کی طرح اور تیرے حق کو دوپہر کی طرح روشن کریگا۔“ (زبور: ۶/۳۷)

”صادق زمین کے وارث ہونگے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے صادق کے منہ سے دانائی نکلتی ہے اور اس کی زبان سے انصاف کی باتیں اور اس کے خدا کی شریعت اس کے دل میں ہے وہ اپنی روش پر پھسلے گا نہیں۔“

(زبور: ۳۷/۳۱-۲۹)

”اپنے نور اور اپنی سچائی کو بھیج وہی میری رہبری کریں۔ وہ مجھ کو تیرے کوہ مقدس اور تیرے مسکنوں تک پہنچائیں۔“

(زبور: ۳/۲۳)

”تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے اس لئے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لئے مبارک کیا۔ اے زبردست تو اپنی تلوار کو جو تیری حشمت و شوکت ہے اپنی کمر سے جمائل کر اور سچائی اور حلم اور صداقت کی خاطر اپنی شان و شوکت میں اقبال مندی سے سوار ہو اور تیرا داہنا ہاتھ لوگوں کی نظروں میں تجھے ذی احتشام کریگا تیرے تیر تیز ہیں وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگے ہیں امتیں تیرے سامنے زیر ہوتی ہیں۔“

(زبور: ۲۰/۵-۲)

”صحرا کے سوار کے لئے شاہراہ تیار کرو اس کا نام یاہ ہے اور تم اس کے حضور شادمان

ہو خدا اپنے مقدس مکان میں قیموں کا باپ اور بیواؤں کا داورس ہے خدا تنہا کو خاندان
بخشا ہے وہ قیدیوں کو آزاد کر کے اقبال مند کرتا ہے لیکن سرکش خشک زمین میں رہتے
ہیں اے خدا! جب تو اپنے لوگوں کے آگے آگے چلا جب تو بیابان میں سے
گذرا.....“ (زبور ۶۸/۷-۱۱)

”اس کے ایام میں صادق آبرو مند ہوں گے اور جب تک چاند قائم سے خوب امن
رہے گا اس کی سلطنت سمندر سے سمندر تک اور دریائے فرات سے زمین کی انتہا تک
بیابان کے رہنے والے اس کے آگے جھکیں گے اور اس کے دشمن خاک چائیں گے
ترسیس کے اور جزیروں کے بادشاہ نذریں گذارینگے سبا اور سبیا کے بادشاہ ہدیے
لائیں گے بلکہ سب بادشاہ اس کے سامنے سرنگوں ہوں گے کل قومیں اس کی مطیع
ہوں گی کیونکہ محتاج کے لئے جب وہ فریاد کرے گا اور غریب کو جس کا کوئی مددگار نہیں
چھڑائے گا وہ غریب اور محتاج پر ترس کھائے گا اور محتاجوں کی جان کو بچائے گا وہ فدویہ
دے کر ان کی جان کو ظلم اور جبر سے چھڑائے گا اور ان کا خون اس کی نظر میں بیش قیمت
ہوگا وہ جیتے رہیں گے اور سبا کا سونا اس کو دیا جائے گا لوگ برابر اس کے حق میں دعا
کریں گے وہ دن بھر اسے دعا دیں گے زمین میں پہاڑ کی چوٹیوں پر اناج کی افراط
ہوگی ان کا درخت لبنان کے درختوں کی طرح جھومے گا اور شہر والے زمین کی گھاس
کی مانند ہرے بھرے ہوں گے اس کا نام ہمیشہ قائم رہے گا جب تک سورج ہے اس کا
نام رہے گا۔“

(زبور ۷۲/۷-۱۷)

”مبارک ہیں وہ جو تیرے گھر میں رہتے ہیں وہ سدا تیری تعریف کریں گے مبارک
ہے وہ آدمی جس کی قوت تجھ سے ہے جس کے دل میں میون کی شاہراہیں ہیں وہ
وادی بکا سے گذر کر اسے چشموں کی جگہ بنا لیتے ہیں بلکہ پہلی بارش اسے برکتوں سے
معمور کر دیتی ہے وہ طاقت پر طاقت پاتے ہیں۔“

(زبور ۸۸/۷-۸)

”یہ آئندہ پشت کے لئے لکھا جائیگا اور ایک قوم پیدا ہوگی جو خداوند کی ستائش کرے

گی۔“

(زبور ۱۰۲/۱۸)

”اے خدا! میرے محمود! خاموش نہ رہ.....“

(زبور ۱۰۹/۱)

”راستبازوں کے لئے تاریکی میں نور چمکتا ہے وہ رحیم و کریم اور صادق ہے رحمدل اور قرض دینے والا آدمی سعادت مند ہے وہ اپنا کاروبار راستی سے کرے گا صادق کی یادگار ہمیشہ رہے گی

وہ بری خبر سے نہ ڈرے گا خداوند پر توکل کرنے سے اس کا دل قائم ہے اس کا دل برقرار ہے وہ ڈرنے کا نہیں یہاں تک کہ وہ اپنے مخالفوں کو دیکھے گا اس نے بانٹا اور محتاجوں کو دیا اس کی صداقت ہمیشہ قائم رہے گی اس کا سینگ عزت کے ساتھ بلند کیا جائیگا شریہ دیکھے گا اور کڑھے گا وہ دانت پیسے گا اور گھلے گا شریوں کی مراد نابدر ہوگی۔“

(زبور ۱۱۳/۱۰-N)

حضرت داؤد کے ساتھ پہاڑ اور چرند پرند حمد پڑھتے تھے:

حضرت داؤد بہت خوش الحان تھے۔ جب آپ لجن کے ساتھ زبور کی تلاوت کرتے تھے تو چلتا پانی ٹہر جاتا تھا۔ اڑتے ہوئے پرندے آپ کے قریب آکر بیٹھ جاتے تھے۔ پہاڑ اور چرند پرند آپ کے ساتھ اللہ کی حمد و ثنا اور تسبیح کرتے تھے۔

”ہم نے تابع کئے پہاڑ، اس کے ساتھ پاکی بولتے شام کو اور صبح

کو اور اڑتے جاندار جمع ہو کر، سب تھے اس کے آگے رجوع رہتے۔“

(سورۃ ص: ۱۹-۱۸)

حکمت:

آوازیں ہماری زندگی کا حصہ ہیں۔ آواز آپس میں رابطے کا ذریعہ اور معلومات کے تبادلے کا ایک طریقہ ہے۔ آواز کی بدولت ہم بہت ساری چیزوں کو جانتے ہیں اور بہت سی باتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ درختوں میں بھی ہونگی

چڑیوں کی چہکار، ہوا کی سائیں سائیں، کوؤں کا کائیں کائیں کرنا، کوئل کی کوک، بلبل کا ترانہ، پنگوڑے میں کھیلتے بچوں کی کلکاریاں، گلی میں پھرنے والے کی صدا، کارخانوں میں متحرک مشینوں کی گڑگڑاہٹ، ہوائی جہازوں کا شور اور لاتعداد دوسری آوازیں ہماری سماعت سے ٹکراتی رہتی ہیں۔ لیکن بہت سی آوازیں ایسی بھی ہیں جو ہمیں سنائی نہیں دیتیں۔ یہ آوازیں ہماری سماعت سے تو ٹکراتی ہیں مگر ہمارے کان انہیں نہیں سنتے ان آوازوں کی ویولینٹیج ہماری عام سماعت سے زیادہ یا کم ہوتا ہے۔

پچیدہ امراض کی تشخیص و علاج، صنعت و حرفت اور تحقیق و تلاش کے لئے الٹراساؤنڈ ویوز کا استعمال اب عام ہو گیا ہے۔ صدائے بازگشت کے اصول اور آواز کے ارتعاش کی بنیاد پر یہ لہریں کام کرتی ہیں۔ یہ مختلف حالتوں کے درمیان مادے میں امتیاز کر سکتی ہیں۔

سائنس نے انکشاف کیا ہے کہ انسان کی سماعت کا دائرہ، بیس ہرٹز (20 Hertz) سے بیس ہزار ہرٹز فریکوینسی تک محدود ہے۔ جبکہ ورائے صوت موجوں کی فریکوینسی بیس ہزار ہرٹز (Hertz) سے دو کروڑ ہرٹز (Hertz) تک ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہم ان آوازوں کو سن نہیں سکتے۔

موجوں کی دو بڑی اقسام ہیں۔ ایک وہ جن میں ذرات سکڑتے اور پھیلتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جو آگے بڑھتے ہوئے اوپر نیچے حرکت کرتی ہے۔ موجوں کی اقسام کی تقسیم فریکوینسی اور طول موج کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ موج مخصوص فاصلے کو اوپر نیچے حرکت کرتے ہوئے طے کرتی ہے۔ یہ اس کا طول موج کہلاتا ہے۔ طول موج میں ایک حرکت اوپر کی طرف ہوتی ہے اور ایک حرکت نیچے کی جانب ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ اوپر اور ایک مرتبہ نیچے، دونوں حرکتیں مل کر ایک چکر (cycle) پورا کرتی ہیں اور ایک سیکنڈ میں کسی موج کے جتنے سائیکل گزر جاتے ہیں وہ موج کی فریکوینسی کہلاتی ہے۔ طول موج زیادہ ہو تو فریکوینسی کم ہوتی ہے۔ جبکہ طول موج کم ہونے کی صورت میں فریکوینسی زیادہ ہوتی ہے۔

فریکوینسی اگر بہت بڑھ جائے تو لہریں یا موجیں شعاعیں بن جاتی ہیں۔ جو سیدھی چلتی ہیں۔ کم طول موج اور زیادہ فریکوینسی ہونے کی وجہ سے ان لہروں کی کسی

چیز میں سے گزر جانے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔

قرآن کریم میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز ہماری حمد و ثناء بیان کرتی ہے یعنی کائنات میں موجود ہر شے بولتی، سنتی اور ایک دوسرے کو پہچانتی ہے۔

”ساتوں آسمان اور زمین اور وہ ساری چیزیں اللہ کی عظمت بیان کر رہی ہیں جو آسمان اور زمین میں ہیں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کر رہی ہو، مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔“ (سورۃ بنی اسرائیل: ۴۴)

حضرت داؤد کے ہمراہ پرندوں اور پہاڑوں کے تسبیح کرنے کی توجیہ میں شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ قوی ہمت والا نفس جب کسی کیفیت سے بھر جاتا ہے تو اس کے قریب رہنے والے نفوس اور ان کی طبیعت میں بھی اس کی کیفیت سراپت کرتی ہے اور جب وہ کسی پتھر یا درخت سے وقت کے موافق کوئی معرفت سنتا ہے تو اس کی قوت دوسرے لوگوں میں بھی سراپت کرتی ہے اور پھر وہ بھی اسی طرح سنتے ہیں جس طرح اس نے سنا تھا۔

”اور ہم نے دی داؤد کو اپنی طرف سے بڑائی، اے پہاڑ و پڑھو اس کے ساتھ اور اڑتے پرندو۔ اور نرم کر دیا ہم نے اس کے آگے لوہا کہ بنائے کشادہ زر ہیں اور اندازے سے جوڑ کر کڑیاں، اور کرو تم سب سے کام بھلا میں جو کچھ کرتے ہو دیکھتا ہوں۔“ (سورۃ سبأ: ۱۰-۱۱)

۱۔ علم لدنی کے عالم قلندر بابا اولیاء کتاب تذکرہ تاج الدین بابا میں لکھتے ہیں:

یہ قانون بہت فکر سے ذہن نشین کرنا چاہئے کہ جس قدر خیالات ہمارے ذہن میں دور کرتے رہتے ہیں ان میں بہت زیادہ ہمارے معاملات سے غیر متعلق ہوتے ہیں ان کا تعلق قریب اور دور کی ایسی مخلوق سے ہوتا ہے جو کائنات میں کہیں نہ کہیں موجود ہیں اس مخلوق کے تصورات لہروں کے ذریعے ہم تک پہنچتے ہیں۔

انا کی لہروں کے بارے میں بھی چند باتیں فکر طلب ہیں سائنسدان روشنی کو زیادہ سے زیادہ تیز رفتار قرار دیتے ہیں لیکن وہ اتنی تیز رفتار نہیں ہے کہ زمانی و مکانی، فاصلوں کو منقطع کر دے البتہ انا کی لہریں لاتناہیت میں بیک وقت ہر جگہ موجود ہیں زمانی، مکانی فاصلے ان کی گرفت میں رہتے ہیں۔

۲۔ انسانوں کے درمیان ابتدائے آفرینش سے بات کرنے کا طریقہ رائج رہا ہے آوازوں کی لہریں سننے والوں کو مطلع کرتی رہتی ہیں دیکھا گیا ہے کہ گونگا آدمی اپنے ہونٹوں کی جنبش سے سب کچھ کہہ دیتا ہے۔ جانور آواز کے بغیر ایک دوسرے کو اپنا حال بتا دیتے ہیں۔ درخت بھی آپس میں گفتگو کرتے ہیں یہ گفتگو صرف آمنے سامنے کے درختوں میں ہی نہیں ہوتی بلکہ دور دراز ایسے درختوں میں بھی ہوتی ہے جو ہزاروں میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔ یہی قانون جمادات میں رائج ہے۔ کنکروں، پتھروں، چرند، پرند میں رائج ہے۔ مٹی کے ذرات میں بھی من و عن اس طرح تبادلہ خیال ہوتا ہے۔ حضرت داؤد کے ساتھ چرند پرند اور پہاڑ اللہ کی حمد بیان کرتے تھے اس میں بھی وہی قانون کارفرما ہے۔

۳۔ ساری کائنات میں ایک ہی شعور کارفرما ہے اس کے غیب و شہود کی ہر لہر دوسری لہر کے معنی سمجھتی ہے چاہے یہ دونوں لہریں کائنات کے دونوں کناروں پر واقع ہوں۔ تفکر اور مسلسل توجہ کے ساتھ ہم پیغمبرانہ طرز فکر حاصل کر کے اپنے سیارے اور دوسرے سیاروں کے احوال سے باخبر ہو سکتے ہیں۔ انا کی لہروں کا علم حاصل کر کے چرند، پرند، اشجار، پہاڑ اور کائنات میں بسنے والی ایک مخلوق یا بے شمار مخلوقات کی زبان سمجھ سکتے ہیں۔ اللہ کے لئے جدوجہد کرنے اور مستقل مزاجی کے ساتھ مسلسل توجہ دینے سے ”ذہن“ کائناتی لاشعور میں تحلیل ہو جاتا ہے۔

لوہے سے ایجادات کا ظہور:

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کو لوہے کے استعمال پر قدرت عطا فرمائی تھی اور آپ لوہے کو ہاتھوں کے ذریعے ڈھالنے پر ملکہ رکھتے تھے۔ آثار قدیمہ سے پتہ چلتا ہے کہ لوہے کا باقاعدہ استعمال پہلے ۱۰۰۰ ق م سے ۱۲۰۰ ق م میں ہوا اور یہ حضرت داؤد کے دور کا زمانہ ہے۔

آپ کے زمانے میں لوہے کو پگھلانے اور اس سے چیزیں تیار کرنے کے طریقے دریافت ہو چکے تھے لیکن وہ اتنے پیچیدہ تھے کہ ان سے تیار کی جانے والی اشیاء بہت قیمتی تصور کی جاتی تھیں۔ حضرت داؤد نے آہن سازی کے نئے طریقوں کو فروغ دیا جس کی بدولت لوہے کا استعمال عام ہو گیا اور اس تحقیق کی بدولت آپ کی قوم کو جنگوں

میں بھی برتری حاصل ہونے لگی۔ کیونکہ اس زمانے میں جنگ کے دوران حفاظت کا سب سے موثر ذریعہ زرہیں اور خود تھے۔ آپ نے آہن سازی کی صنعت کو عروج پر پہنچا دیا۔

موسیقی، ساز اور آواز میں خوبصورت آہنگ ہے۔ نئے نئے ساز تخلیق کرنا اس وقت ہی ممکن ہے جبکہ موسیقار ساز و آواز کے قوانین سے واقف اور ان پر عبور بھی رکھتا ہو۔ حضرت داؤد خوش الحان تھے اور آوازوں کے علم کے ماہر تھے۔ ان صلاحیتوں کی بناء پر آپ نے عبرانی موسیقی کو نئے زاویے دیئے اور اس کے اصول مدون کئے۔ ساتھ ہی آپ نے مصری اور بابلی مزامیر پر تجربات کئے اور نئے آلات موسیقی ایجاد کئے۔

حضرت داؤد ذاتی اخراجات کے لئے رقم بیت المال سے نہیں لیتے تھے۔ بلکہ لوہے کی زرہیں بنا کر انہیں فروخت کرتے تھے۔

حضرت داؤد کی فوج میں اوریاہ نامی ایک افسر تھا اس کی بیوی نہایت حسین و جمیل عورت تھی۔ حضرت داؤد نے اوریاہ سے خواہش ظاہر کی کہ وہ اسے طلاق دیدے تاکہ آپ اس سے شادی کر لیں۔ اللہ تعالیٰ نے واقعاتی اور تمثلاتی کردار پیش کر کے آپ کو صحیح فیصلے کی ترغیب دی۔

”پھر تمہیں کچھ خبر پہنچی ہے ان مقدمے والوں کی جو دیوار چڑھ کر اس کے بالا خانے میں گھس آئے تھے جب وہ داؤد کے پاس پہنچے تو وہ انہیں دیکھ کر خائف ہو گیا۔ انہوں نے کہا ”ڈریئے نہیں، ہم مقدمہ کے دو فریق ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے آپ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک حق کے ساتھ فیصلہ کر دیجئے، بے انصافی نہ کیجئے اور ہمیں سیدھی راہ بتائیے۔ یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے اس نے مجھ سے کہا کہ یہ ایک دنبی بھی میرے حوالے کر دے اور اس نے مجھے گفتگو میں دبا لیا۔“ داؤد نے جواب دیا، ”اس شخص نے اپنی دنبیوں کے ساتھ تیری دنبی ملا لینے کا مطالبہ کر کے یقیناً تجھ پر ظلم کیا اور واقعی یہ ہے کہ مل جل کر ساتھ رہنے والے لوگ اکثر ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں۔ بس وہی لوگ اس سے بچے ہوئے ہیں جو ایمان رکھتے اور عمل صالح

کرتے ہیں۔ اور ایسے لوگ کم ہی ہیں۔“ (یہ بات کہتے کہتے) داؤد سمجھ گیا کہ یہ تو ہم نے دراصل اس کی آزمائش کی ہے چنانچہ اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر گیا اور رجوع کر لیا۔ تب ہم نے اس کا وہ قصور معاف کیا اور یقیناً ہمارے ہاں اس کے لئے تقرب کا مقام اور بہتر انجام ہے۔“ (سورۃ ص: ۲۱-۲۵)

حضرت داؤد ذکرِ الہی میں مشغول تھے کہ اندر کی آنکھ نے دیکھا کہ بیت المقدس پر ملائکہ اتر رہے ہیں۔ بیت المقدس جالوت نے منہدم کر دیا تھا اور اس کا نام و نشان مٹ چکا تھا۔ آپ نے رب کریم کے حضور استدعا کی کہ بیت المقدس کی تعمیر کو ان کی نیکیوں میں سے ایک نیکی بنا دے۔

حضرت داؤد کے دور میں لوگوں نے سیچر کے دن کا احترام ترک کر دیا تھا۔ حضرت موسیٰ کی شریعت کے مطابق بنی اسرائیل کو سیچر کے احترام کی تاکید کی گئی تھی۔ انہیں حکم تھا کہ ہفتہ کا دن عبادت کے لئے مخصوص ہے اس روز شکار نہ کریں اور دنیاوی مشاغل ترک کر دیں۔ شہرایلہ میں آباد اسرائیلیوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جمعہ کے دن دریا کے کنارے بہت سے گڑھے کھود دیتے تھے اور نالیاں بنا کر دریا کا پانی گڑھوں میں جمع کر دیتے تھے۔ پانی کے ساتھ مچھلیاں بھی گڑھوں میں پہنچ جاتی تھیں اور وہ اتوار کی صبح مچھلیاں پکڑ لیتے تھے۔ حضرت داؤد نے انہیں اس عمل سے باز رہنے کی ہدایت کی لیکن بنی اسرائیل نے یہ وطیرہ ترک نہیں کیا۔ نافرمانی کی سزا کے طور پر ان کی شکلیں مسخ کر کے بندر بنا دیا گیا عقل و حواس تو قائم رہے لیکن قوتِ گویائی ختم ہو گئی۔ ان کے جسم سے بدبو کے بھکے اٹھنے لگے اور تین روز تک روتے روتے مر گئے۔ ان کی تعداد تقریباً ستر ہزار بتائی جاتی ہے۔

”اور جان چکے ہو کہ جنہوں نے تم میں زیادتی کی ہفتے کے دن میں، تو ہم نے کہا ہو جاؤ بندر پھٹکارے ہوئے۔“ (سورۃ البقرہ: ۶۵)

شاہ ولی اللہ کی تشریح:

حضرت شاہ ولی اللہ نے شکلیں مسخ ہونے کی تشریح اس طرح کی ہے کہ مچھلی فاسد المزاج اور بدبودار ہوتی ہے۔ اللہ کے حکم کے خلاف، نافرمانی کر کے جب بنی اسرائیل اس کو کھاتے رہے تو ان میں فسادِ مزاج سرایت کر گیا اور ان کے جسم مثالی

میں بگاڑ پیدا ہو گیا۔ (اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے بعد غذا حرام ہو گئی) حلال خوراک سے جو انرجی بنتی تھی اس میں تبدیلی آ گئی۔ یہ تبدیلی بڑھتے بڑھتے جب تکمیل کو پہنچ گئی تو ان کے جسموں پر بندروں کی طرح بال نکل آئے وہ بندر بن گئے اور ان پر ذلت و رسوائی مسلط ہو گئی۔

لیزر شعاعیں:

حضرت داؤد کے ہاتھوں میں ایسی توانائی تھی کہ ”لوہا“ ان کے ہاتھوں میں موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔ اور وہ بڑی آسانی سے لوہے کو ہاتھوں سے موڑ کر زرہ اور کڑیاں بنا لیتے تھے اور کڑیاں جوڑ کر زنجیر بن جاتی تھی۔

موجودہ دور سائنسی دور ہے اور اس دور میں شعور نے اتنی ترقی کر لی ہے کہ بڑے بڑے پیچیدہ معاملات کی تشریح آسان ہو گئی ہے۔

لیزر شعاع اور عام روشنی میں یہ فرق ہے کہ عام روشنی سات مختلف رنگوں سے مل کر بنی ہے لیکن لیزر رنگ شعاع ہے۔ عام روشنی کو منشور (Prism) میں سے گزارا جائے تو وہ سات مختلف رنگوں میں تقسیم ہو جاتی ہے لیکن لیزر شعاع منشور میں سے گزرنے کے بعد بھی اپنے ایک رنگ میں برقرار رہتی ہے۔ نیز یہ کہ لیزر شعاع کا پھیلاؤ کم ہوتا ہے مثلاً عام روشنی کی بیم ۱۰۰۰ فٹ دور کسی دیوار پر ڈالی جائے تو روشنی تقریباً ۲۰۰ فٹ علاقہ میں پھیل جائے گی اور اس کی طاقت کم ہو جائے گی جبکہ لیزر شعاع کا پھیلاؤ زیادہ سے زیادہ آدھ یا ایک فٹ ہوگا اور اس کی طاقت بھی برقرار رہے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عام روشنی میں شامل ہر رنگ کی لہر کا طول موج (Wave Length) مختلف ہوتا ہے۔

جب ایک لہر کا فراز دوسری لہر کے نشیب سے ٹکراتا ہے تو وہ ایک دوسرے کو رد کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ روشنی اپنے منبع سے اخراج کے بعد مختلف سمتوں میں سفر شروع کر دیتی ہے۔ جبکہ لیزر شعاع میں لہروں کے نشیب و فراز یکساں ہوتے ہیں اس لئے یہ ایک دوسرے میں پیوست اور متحد رہتی ہیں اور ایک سیدھ میں طویل فاصلہ طے کر لیتی ہیں اور ہمیشہ یکساں حالت میں رہتی ہیں۔

ہر شے کے مالیکیول ایک خاص فریکوئنسی سے حرکت کرتے ہیں۔ ان پر بجلی یا

حرارت وغیرہ اثر انداز ہو تو ہر ایٹم سے جداگانہ طور پر فوٹون کا اخراج ہوتا ہے اور دوسرے ایٹموں سے خارج ہونے والے فوٹون سے اس اخراج کا کوئی تعلق یا نسبت نہیں ہوتی چنانچہ روشنی کی شعاع جو کہ فوٹون پر مشتمل ہوتی ہے برقی مقناطیسی لہروں کا پیچیدہ آمیزہ بن جاتی ہے۔

لیزر کا اصول یہ ہے کہ فوٹون کا اخراج ہر ایٹم خود نہ کرے بلکہ اسے ایسے اخراج پر مجبور کیا جائے جس میں فوٹون ایک ہی سمت میں خارج ہوں اور ان سب کا فیز (نشیب و فراز) ایک ہی ہو۔ کسی ایٹم کو جب عام حالت میں توانائی فراہم کی جاتی ہے تو وہ بلند سطح پر چلا جاتا ہے۔

اس حالت کو براہیختہ حالت کہتے ہیں۔ ایٹم دوبارہ اپنی عام حالت میں آنا چاہتا ہے چنانچہ وہ توانائی جو اس نے جذب کی تھی روشنی کے چھوٹے چھوٹے پیکٹوں کی شکل میں خارج کرتا ہے۔ یہی پیکٹ فوٹون کہلاتے ہیں۔ اب اگر کوئی ایسا طریقہ استعمال کیا جائے جس کے ذریعہ یہ فوٹون ایک ہی سمت میں اور ایک ہی فیز میں حرکت کریں تو ہمیں طاقتور شعاع لیزر (Laser) حاصل ہو جائے گی۔

ہر مقناطیسی لہروں پر مشتمل لیزر شعاع اصل میں یک رنگی روشنی (Mono Chromatic Light) کی ایک انتہائی طاقتور صورت ہے جو کہ طیف (Spectrum) کے مرئی (Visible) حصے کے علاوہ بالا بنفشی (Ultra Violet) اور زیریں سرخ (Infra Red) حصہ میں بھی ہوتی ہے۔ مرکری اور سوڈیم سے خارج شدہ روشنی اس کی ایک قریبی مثال ہے۔

ٹھوس اشیاء کو کاٹنے اور ان میں سوراخ کرنے کے لئے جو لیزر استعمال ہوتی ہے وہ کاربن ڈائی آکسائیڈ لیزر کہلاتی ہے جو کہ کاربن ڈائی آکسائیڈ اور نائٹروجن کے باہم ملاپ سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ نہایت طاقتور اور شدت کی زیریں سرخ شعاعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ایسی لیزر کسی جسم میں داخل ہو کر اس کی اندرونی توانائی بڑھادیتی ہے نتیجتاً اس حصے کا درجہ حرارت لیزر کے ٹکراؤ کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے اور وہ بخارات بن کر اڑ جاتا ہے۔

لیزر پر جدید تحقیق اور نئے نئے طریقوں سے لیزر شعاع پیدا کرنے سے

زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں لیزر کا استعمال عام نہ ہو۔
تخلیق روشنی کے تانے بانے پر قائم ہے:

تخلیقی پروسس (Process) کے مطابق ہر فرد روشنی کے جال پر نقش ہے۔ یہ جال مفرد اور مرکب لہروں سے بنا ہوا ہے۔ ہر انسان میں مرکب لہروں کے ساتھ مفرد لہریں بھی موجود ہیں۔ اسمائے الہی کے علوم کے تحت مفرد لہروں کو کہیں بھی عارضی طور پر ذخیرہ کیا جاسکتا ہے۔ حضرت داؤد جب لوہے کی زرہیں، خود اور دوسری اشیاء بناتے تھے تو مفرد لہروں یعنی لیزر شعاعوں کو ہاتھوں میں سے گزار دیتے تھے اور ان کے ہاتھوں میں لوہا مولڈ ہو جاتا تھا اور وہ لوہے کو حسب منشاء موڑ لیتے تھے اور انگلیوں میں لیزر شعاعوں کو جمع کر کے سامانِ حرب تیار کر لیتے تھے۔ ترکی کے میوزیم کاپی توپ میں حضرت داؤد کے زمانے کی لوہے کی ہنڈیا رکھی ہوئی ہے۔ جو اس طرح بنائی گئی ہے جیسے کہ ہاتھ ہاتھ سے مٹی کی ہنڈیا بناتا ہے۔

کائنات کی ساخت دو رخوں پر کی گئی ہے۔ کائنات میں بے شمار مخلوقات ہیں۔ ان مخلوقات میں قابلِ تذکرہ مخلوقات فرشتے، جنات اور انسان ہیں۔ یہ تینوں مخلوقات ہماری زمین کی طرح ہر عالم اور ہر زمین پر موجود ہیں۔ ہماری زمین پر بے شمار گیسس بھی ہیں۔ ان گیسس کو روشنیاں فیڈ کرتی ہیں۔ روشنی لہروں کی صورت میں سفر کرتی ہے۔ فرشتوں اور جنات کی تخلیق میں مفرد لہریں اور انسان کی تخلیق میں مرکب لہریں کام کرتی ہیں۔ کپڑے کی مثال سے بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

کپڑا تانے بانے سے بنا جاتا ہے۔ تانے اور بانے کو شعاع یا لہر قرار دے دیا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ متحرک لکیریں (دھاگے کے تار) اگرچہ ایک دوسرے سے الگ ہیں مگر ایک دوسرے میں پیوست بھی ہیں۔ اسی طرح مرکب لہروں کے بجائے ایک سیدھی لہر (ایک دھاگہ) سے کپڑا بنا جائے اور اس کپڑے کے اوپر اعضاء کے نقوش سے تصویر بنائی جائے تو یہ تصویر فرشتے یا جنات کی تصویر ہوگی۔ اور اگر اس کپڑے پر بانے کی طرح ایک دوسری حرکت جو پہلی حرکت کے خلاف سمت میں جاری و ساری ہے آکر پیوست ہو جائے تو اس کپڑے کے اندر بہت سے نقوش و نگار

بن جائیں گے۔ یعنی تانے بانے یا مرکب لہروں پر نقش و نگار کا نام آدمی ہے اور یہی انسان کی دنیا ہے۔

مفرد لہر اور مرکب لہر:

ایک لہر یا حرکت مفرد جنات کی دنیا ہے اور دوسری لہر یا حرکت مرکب انسان کی دنیا ہے۔ مفرد لہر یا نسیم مفرد کا جسم مادی آنکھ سے نظر نہیں آتا البتہ مرکب لہر سے بنا ہوا مادی جسم نظر آتا ہے۔

مفرد لہر ہر شے میں سے گزر جاتی ہے۔ اگر انسان کے اوپر مفرد لہر کا غلبہ ہو جائے تو وہ ٹھوس دیوار میں سے گزر جاتا ہے۔ آسمانوں میں پرواز کرتا ہے۔ کسی شے کی ماہیت قلب کر سکتا ہے۔

فرشتوں کے لئے ہماری ٹھوس دنیا کوئی حیثیت نہیں رکھتی وہ ہوا کی طرح موٹی سے موٹی دیوار میں سے گزر جاتے ہیں۔ اسی طرح جنات بھی مادے کے ٹھوس پن سے متاثر نہیں ہوتے۔ جب لوہے کو بھٹی میں ڈال دیتے ہیں تو بھٹی میں آگ کی تیز تیز 1539 ڈگری سینٹی گریڈ لوہے کے نسیم مرکب کو نسیم مفرد سے مغلوب کر دیتی ہے۔ نسیم مرکب مغلوب ہونے سے چونکہ نسیم مفرد غالب ہو جاتا ہے اس لئے لوہا نرم ہو جاتا ہے۔

حضرت داؤد جب اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے علوم اور تفویض کردہ اختیارات سے ارادہ کرتے تھے تو لوہا ان کے ہاتھوں میں موم ہو جاتا تھا۔ یعنی ان کے ہاتھ میں دور کرنے والی نسیم مرکب کی لہریں نسیم مفرد میں منتقل ہو کر 1539 ڈگری سینٹی گریڈ ہو جاتی تھیں۔ اور جب ارادے کی تکمیل ہو جاتی تھی تو ہاتھوں میں دور کرنے والی غالب مفرد لہریں مرکب لہروں سے مغلوب ہو جاتی تھیں اور ان کے ہاتھ معمول کے مطابق کام کرتے تھے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت داؤد لیزر شعاعوں کی Equation سے واقف تھے اس لئے جب وہ لیزر شعاعوں کو استعمال کرتے تھے تو سخت لوہا نرم ہو جاتا تھا اور وہ اس سے زرہ، کڑیاں، زنجیریں اور خود (آہنی ٹوپی) بنا لیتے تھے۔



حضرت طالوت (Saul)

حضرت طالوت کا تعلق قبیلہ بن یمن سے تھا۔ جو بیت لحم کے قریب ایک وادی زیفام میں آباد تھا۔ نہایت وجیہہ اور قد آور تھے۔ غریب خاندان کے فرد تھے۔ حضرت طالوت کے والد قیس کے گدھے گم ہو گئے۔ آپ انہیں تلاش کرنے نکلے تو حضرت سمویل سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت سمویل نے انہیں سینے سے لگایا۔ خوب خاطر مدارات کی۔ سر پر مقدس تیل کی مالش کی، پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا!

”خداوند نے تجھے مسح کیا تاکہ تو اس کی میراث کا پیشوا ہو۔“

حضرت سمویل کے دو بیٹے تھے ایک کا نام جیوئیل (Joel) اور دوسرے کا نام ابیہ (Abiah) تھا۔ دونوں بیٹے قاضی کے اعلیٰ عہدے پر فائز تھے لیکن طمع اور ہوس نے انہیں راہِ راست سے دور کر دیا تھا وہ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کرتے تھے۔

کتاب سمویل کے پہلے باب میں ہے۔

”اس کے بیٹے اس کی راہ پہ نہ چلے، وہ نفع کے لالچ سے رشوت لیتے تھے اور انصاف کا خون کر دیتے تھے۔“

اس زمانے میں مصر اور فلسطین کے درمیان بحرِ روم پر آباد علاقہ میں سے جالوت نامی جابر و ظالم حکمران تھا جس نے آبادیوں پر قبضہ کر کے لوگوں کو غلام بنا لیا تھا۔ سرداروں اور معزز افراد کو گرفتار کر کے ساتھ لے گیا۔ جبکہ باقی مغلوب افراد پر خراج مقرر کر دیا۔

بنی اسرائیل کے سردار جمع ہو کر حضرت سمویل کے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ ان کے لئے بادشاہ کا تقرر کیا جائے۔ حضرت سمویل نے بنی اسرائیل کی سبب صفت طبیعت سے واقف تھے۔ آپ نے انہیں منع کیا لیکن جب لوگوں نے بہت زیادہ اصرار کیا تو آپ نے حضرت طالوت کو ان کا بادشاہ مقرر کر دیا۔ بنی اسرائیل نے اعتراض کیا کہ حضرت طالوت نادار اور غریب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ کبھی ان کے پاس جاہ و حشم نہیں رہا۔ ایسے شخص کو سرداری کا منصب نہیں دیا جاسکتا۔ حضرت

سموئیل نے کہا حضرت طالوت کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی ہے اور انہیں علم و حکمت سے نوازا ہے۔ انہیں طاقت عطا کی ہے۔
 وعدے سے انحراف:

”کیا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جس نے موسیٰ کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا کہ آپ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیں۔ تاکہ ہم خدا کی راہ میں جہاد کریں۔ پیغمبر نے کہا کہ اگر تم کو جہاد کا حکم دیا جائے تو عجب نہیں کہ تم لڑنے سے پہلو تہی کرو، وہ کہنے لگے کہ ہم خدا کی راہ میں کیوں نہ لڑیں گے جبکہ ہم وطن اور بال بچوں سے دور کر دیئے گئے ہیں لیکن جب ان کو جہاد کا حکم دیا گیا تو چند لوگوں کے سوا سب پھر گئے۔ اور خدا ظالموں سے خوب واقف ہے اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا کہ خدا نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا ہے، بولے کہ اسے ہم پر بادشاہی کا حق کیسے مل سکتا ہے۔ جبکہ ہم اس کی نسبت حکومت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور اسے مالی فراخی بھی عطا نہیں ہوئی۔ اس نے کہا! اللہ نے اسے تم پر یقیناً فضیلت دی ہے اور اسے علمی اور جسمانی لحاظ سے فراخی عطا کی ہے، اللہ جسے چاہے بادشاہی دے اور اللہ کشائش دینے والا اور بہت جاننے والا ہے۔“ (سورۃ البقرہ: ۲۴۶-۲۴۷)

”اور کہا ان کو ان کے نبی نے نشان اس سلطنت کا یہ ہے کہ آوے تم کو صندوق جس میں ہے دل جمعی تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ نیچی چیزیں جو چھوڑ گئے موسیٰ اور ہارون کی اولاد، اٹھا لاؤ اس کو فرشتے۔ اس میں نشانی پوری ہے تم کو اگر یقین رکھتے ہو۔“ (سورۃ البقرہ: ۲۴۸)

تابوت سکینہ:

تابوت سکینہ (جسے بنی اسرائیل عہد کا صندوق کہتے ہیں) میں توراہ کا اصل نسخہ محفوظ تھا۔ جسے حضرت موسیٰ نے خود لکھوایا تھا۔ اس کے علاوہ اس میں پتھر کی وہ تختیاں بھی تھیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو طور سینا میں عطا کی تھیں۔ تبرکات میں حضرت موسیٰ کا عصا، حضرت ہارون کا چیرہن اور آسمانی غذا ”من“ محفوظ تھی۔

عہد کا صندوق اشدود لے گئے۔ اشدودی قوم نے صندوق کو اپنے سب سے بڑے بت ”وجون“ کے مندر میں رکھ دیا۔ جب لوگ صبح عبادت کے لئے جمع

ہوئے تو دیکھا کہ ”وجون“ دیوتا منہ کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہے۔ یہ واقعہ روزانہ پیش آنے لگا۔ ایک دن پجاریوں نے دیکھا کہ دیوتا کا سر نہیں ہے اور اس کی انگلیاں کٹ کر گر گئیں ہیں لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ کچھ دنوں بعد شہر میں طاعون کی وبا پھیل گئی اور لوگ ہلاک ہونے لگے۔ پنڈت صلاح مشورے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ صندوق کو ”وجون دیوتا“ کے مندر سے ”جات“ شہر بھیج دیا جائے۔ وہاں بھی صندوق کے اثرات برقرار رہے۔ جات سے صندوق کو عقرون شہر منتقل کر دیا گیا۔ طاعون وہاں بھی پہنچ گیا۔ ہزاروں افراد مر گئے۔ مذہبی پیشوا جمع ہوئے اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ صندوق بنی اسرائیل کو واپس کر دینا چاہیے۔

صندوق کو نیل گاڑی میں رکھ کر بیلوں کو بنی اسرائیل کی طرف ہانک دیا۔ گاڑی حضرت یوشع کے کھیت میں آ کر کھڑی ہو گئی۔ سات ماہ دشمنوں کے قبضے میں رہنے کے بعد ”عہد کا صندوق“ بنی اسرائیل کو واپس مل گیا۔

فلسطین کی اشدودی قوم اور عمالقہ نے بنی اسرائیل کو پھر ایک بار تاراج کرنے کی تیاری کی۔ حضرت طالوٹ اس حملے کو ناکام بنانے کے لئے اپنی فوجیں لے کر آگے بڑھے۔

بنی اسرائیل طالوٹ کو بادشاہ تسلیم کر کے جہاد کے لئے تیار ہو گئے اور سترا اسی ہزار افراد کا لشکر جنگ کے لئے روانہ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوٹ کو حکم دیا کہ اپنے ہمراہیوں کے ایمان کی پختگی اور اولوالعزمی کی آزمائش کریں۔

حضرت طالوٹ نے فوج کو ہدایت کی کہ راستے میں موجود دریا پار کرتے ہوئے کوئی شخص چلو بھر پانی سے زیادہ نہیں پیئے۔ شدید تشنگی کے عالم میں بہت کم لوگوں نے اطاعت گزاری کی اور حکم کے مطابق چند گھونٹ پانی پیا۔ زیادہ تر لوگ نافرمانی کے مرتکب ہوئے۔ جن لوگوں نے پانی خوب پیا تھا ان کے ہونٹ سیاہ ہو گئے۔ پیاس اور زیادہ بڑ گئی جس کی وجہ سے ان کی حالت غیر ہو گئی۔ مختصر فوج دریا پار جمع ہوئی۔ جنگی تیاری اور حربی سامان دیکھا تو بنی اسرائیل نے تھکاوٹ کا عذر پیش کر کے جہاد سے انکار کر دیا۔ حضرت طالوٹ نے لشکر کی ہمت بندھائی اور انہیں آلات حرب اور ساز و سامان کی تعداد کے بجائے اللہ کی قدرت و قوت اور حاکمیت پر

یقین رکھنے کی تلقین کی۔

”پھر جب طالوت اپنی فوجوں کو لے کر نکلا تو اس نے کہا یقیناً ایک نہر کے ذریعے اللہ تمہارا امتحان لینے والا ہے۔ جو شخص اس میں سے پانی پی لے گا وہ میرا نہیں اور جو نہ پیئے گا وہ میرا ہے ہاں اگر کوئی چلو بھر پانی پی لے (تو مضائقہ نہیں) پھر چند ایک کے سوا سب نے پانی پی لیا پھر جب طالوت اور مومن لوگ جو اس کے ساتھ تھے نہر کے پار ہو گئے تو طالوت سے کہنے لگے کہ آج ہم میں جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اور جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ ان کو خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے کہنے لگے کہ بہت سی چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آچکی ہیں۔ اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“
(سورۃ البقرہ: ۲۴۹)

حضرت طالوت نے بارگاہِ الہی میں دعا کی:

”اے رب ہمارے! ہم پر صبر (قوت برداشت) نازل کر اور ہمیں ثابت قدمی عطا کر اور مدد کر ہماری اس کافر قوم پر۔“

(سورۃ البقرہ: ۲۵۰)

جالوت:

دشمن فوج کا سپہ سالار جالوت نہایت قد آور، مضبوط ڈیل ڈول کا آدمی تھا۔ جالوت جاہ و جلال کے ساتھ فوج میں سے نکل کر میدان میں آیا اور مبارزت طلب کی۔ اس کے قد و قامت اور جاہ و حشمت سے بنی اسرائیل متاثر ہو گئے۔ مقابلے کے لئے کوئی میدان میں نہ اترتا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت طالوت کی فوج میں شامل حضرت داؤد جو ابھی کم عمر نوجوان تھے، مقابلے کے لئے آگے بڑھے اور جالوت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دشمن کے حوصلے پست ہو گئے اور بنی اسرائیل کو اللہ نے فتح سے نوازا۔

”پھر شکست دی ان کو اللہ کے حکم سے اور مارا داؤد نے جالوت کو اور دی

اللہ نے اس کو سلطنت اور تدبیر اور سکھایا اس کو جو چاہا۔ (سورۃ البقرہ: ۲۵۱)

حضرت طالوت کے دور میں بنی اسرائیل نے متعدد فتوحات حاصل کیں اور ایک عظیم اسرائیلی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ حضرت طالوت ایک عرصے تک فرمانروا اور پیشوا کی حیثیت سے بنی اسرائیل کی معاشرتی، تہذیبی، تمدنی اور مذہبی اصلاح کرتے رہے اور تعلیمات موسوی کی تبلیغ، ترویج اور شریعت موسوی کے نفاذ کے لئے کوشاں رہے۔

تابوت سکینہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات تھے جو اشدودی قوم لے گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے عہد کا یہ صندوق بنی اسرائیل کو واپس دلانے کیلئے یہ تدبیر کی کہ ان کے سب سے بڑے بت کا سر ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا اور اس کی انگلیاں کٹ کر گئیں۔ علاقہ میں طاعون پھیل گیا۔ بالآخر اشدودی قوم نے تابوت سکینہ بنی اسرائیل کو واپس کر دیا۔ طاعون کیا ہے؟

طاعون ایک بیماری ہے جو بیکٹریا یا *Yersinia.pestis* کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ جراثیم چوہوں میں پایا جاتا ہے۔ ان چوہوں کے جسموں پر رہنے والی جوئیں اس کا باعث بنتی ہیں۔ جو انسان کو کاٹتی ہیں تو انسانی جسم میں جراثیم داخل ہو جاتے ہیں۔ چوہوں کا فضلہ، تھوک وغیرہ کے جراثیم انسانی غذا میں شامل ہونے یا زخم کے ذریعے خون میں شامل ہونے سے بھی یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ طاعون میں شدید بخار، سر میں درد، جسم میں اور جوڑوں میں شدید درد ہوتا ہے، دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔

طاعون پورے جسم میں تیزی سے پھیلتا ہے۔ گلے، بغل اور چڈوں کے غدود کچھوں کی صورت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ غدود بھرے ان کچھوں میں مواد پڑ جاتا ہے اور یہ پھوڑے کی طرح پھٹ جاتے ہیں۔ بلغم، معدے، آنتوں اور پیشاب میں خون آنے لگتا ہے۔ گردن توڑ بخار ہو جاتا ہے اور بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور آدمی مر جاتا ہے۔

طاعون میں نمونیا ہو جاتا ہے۔ ہاتھ، پاؤں، ہونٹ اور چہرہ نیلا پڑ جاتا ہے۔ سانس میں شدید کھٹن اور تکلیف ہوتی ہے۔ دریدوں اور شریانوں سے خون

رہنے لگتا ہے اور مریض دو یا پانچ دن میں مر جاتا ہے۔

کالے طاعون سے جلد پر سیاہ ابھرے ہوئے دھبے پڑ جاتے ہیں۔ پھر ان میں مواد پڑ جاتا ہے۔ اس جگہ کی جلد مردہ ہو کر جھڑ جاتی ہے۔

حضرت طالوٹ کے قصے میں جن باتوں کا بطور خاص ذکر ہوا ہے وہ یہ ہیں۔ صندوق جس میں موٹی اور ہارون کی نشانیاں ہیں فرشتے تم تک پہنچادیں گے۔

اشدودی قوم نے صندوق اپنے مندر میں رکھ دیا۔ رات کو وجون دیوتا منہ کے بل گر گیا۔ انہوں نے بت کو پھر کھڑا کر دیا۔ وجون دیوتا کا سر گردن سے الگ ہو گیا اور اس کی انگلیاں کٹ کر گر گئیں۔ شہر میں طاعون کی بیماری پھیل گئی۔

حضرت طالوٹ نے بنی اسرائیل سے کہا! مختصر اور چھوٹی جماعت ہونے کی وجہ سے خوف نہ کرو۔ اللہ نے بہت چھوٹی جماعتوں کو بڑی بڑی فوج پر فتح عطا کی ہے۔

حضرت طالوٹ نے جو غریب خاندان کے فرد تھے اپنی تدبیر، علم و حکمت اور اللہ کے فضل سے عظیم اسرائیلی سلطنت کی بنیاد رکھی اور طویل عرصے تک حکومت کی۔



حضرت عزیر علیہ السلام

بنی اسرائیل نے جب حضرت یرمیاہ کی تعلیمات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت یرمیاہ نے بنی اسرائیل کی غلامی کی پیشن گوئی کی۔ ~~حضرت~~ حضرت نے اذیتیں سہیں پر حملہ کیا۔ اس حملے میں بیت المقدس کو شدید نقصان پہنچا اور بنی اسرائیل کا مالی اور جانی بہت زیادہ نقصان ہوا۔ توراہ کے تمام نسخے جلا کر راکھ کر دیئے گئے۔ اسرائیلیوں کو قید کر کے بابل لے جایا گیا۔ ان قیدیوں میں کم سن حضرت عزیر بھی شامل تھے حضرت عزیر کی ابتدائی تربیت بابل میں ہوئی۔ حالت اسیری میں حضرت دانیال نے تربیت کی۔

بابل شہر

بخت نصر نے اسرائیلی اسیروں میں سے صاحب علم و دانش افراد کو شاہی دربار سے منسلک کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس کی نظر انتخاب چار افراد پر پڑی۔ حضرت دانیال، ضیاہ، میسائل اور حضرت عزیر۔ ان چاروں افراد کو کلدانی زبان سکھائی گئی۔ شاہی خلت دی گئی اور شاہی دسترخوان پر کھانے کا انتظام ہوا۔ لیکن شاہی غذا میں غیر شرعی اشیاء بھی شامل تھیں۔ لہذا ان لوگوں نے شاہی غذا کھانے سے انکار کر دیا۔ بخت نصر کو جب اس کا علم ہوا تو ان چاروں افراد کو دربار میں طلب کر کے ان سے گفتگو کی۔ حضرت عزیر نے اخلاق و آداب پر تقریر کی۔ بخت نصر حضرت عزیر کی قابلیت سے بے حد متاثر ہوا اور آپ کو بابل کا گورنر بنا دیا۔

وادی دجلہ و فرات مہذب و متمدن اور مقتدر اقوام کا مرکز رہی ہے۔ ان اقوام میں بابلی قوم بھی شامل ہے۔ بابل سلطنت بابلیہ کا دار الحکومت تھا۔ یہ شہر تمام اشوری شہروں سے زیادہ پر شکوہ اور قیدیم تھا۔ شہر کا حدود درجہ ۵۶ میل تھا۔ دیوار پناہ ۳۲۰ فٹ اونچی اور ۸۰ فٹ چوڑی تھی۔ اس طویل اور چوڑی دیوار میں (۱۰۰) سو

☆ بابلی زبان

☆ دروازے تھے۔ دیوار باہل تقریباً ۲۲۰ فٹ لمبی تھی۔ اس سے تقریباً ۳۸ فٹ باہر ۲۵ فٹ موٹی ایک اور دیوار تھی جس کے بعد ۱۲ فٹ چوڑی ایک اور دیوار تھی۔ اندرونی دو دیواروں کی درمیانی جگہ کو ملہ ڈال کر دیوار کے اوپر چوڑا راستہ بنا دیا گیا تھا۔ جس پر حفاظتی دستے گھوڑوں پر سوار شہر کی حفاظت کے لئے لشت پر رہتے تھے۔ اندرونی دیوار کے ساتھ ہر ۱۶۵ فٹ کے فاصلے پر ۲۷ فٹ اونچا حفاظتی مینار تھا۔ اس طرح کے کل ۳۶۰ مینار تھے۔

شہر کے مرکز سے ایک عظیم الشان شاہراہ شمال سے جنوب کی سمت جاتی تھی۔ یہ شاہراہ ۳۷ فٹ چوڑی تھی۔ اس کے دونوں کناروں پر ۲۳ موٹی موٹی اونچی دیواریں تھیں۔ جونہایت چمکدار، رنگین اور روغنی اینٹوں سے مزین تھیں۔ دیواروں کے ساتھ ساتھ ہر ۶۴ فٹ کے فاصلے پر نیلے پس منظر میں پتھر کے سرخ اور زرد ٹائل لگے ہوئے تھے۔ اینٹوں سے بنی ہوئی سڑک پر اسفالٹ بچھایا گیا تھا اور اس پر چونے کے پتھر کی بڑی بڑی سلیس رکھ دی گئی تھیں۔ ہر سل پر یہ الفاظ کندہ تھے۔

”بخت نصر بن بنو بلیہ بابل کے بادشاہ، نے یہ شاہراہ بابل بنائی ہے۔ ستاروں کی سلوں سے، پروردگار عظیم مردوک کے جلوس کے لئے، ہمارا آقا خداوند مردوک۔“

اس شاہراہ پر سے بابل کے بڑے دیوتا مردوک کے پروہتوں کا جلوس گزرتا تھا۔ بروہت کے ساتھ قربانی کے جانور ہوتے تھے۔ ڈھول بجاتے تھے، نفیریاں گیت گاتی تھیں اور ہزاروں پجاری پیچھے پیچھے چلتے تھے۔ یہ شاہراہ دفاعی نقطہء نظر سے بھی اہمیت کی حامل تھی۔ شاہراہ تفصیل شہر سے اندرونی قلعے کی طرف جاتی تھی۔ دشمن جو قلعے پر طوفان بن کر آتے تھے اسے ”راہ مقدس“ سے ہو کر وہاں پہنچنا پڑتا تھا۔ لیکن وہاں دشمن کو سڑک کی لمبائی کے ساتھ ساتھ گزرنے والی اونچی دیواروں کے باعث ایک پٹی کی صورت میں چلنا پڑتا۔ دیواروں کی چوٹیوں پر سے باہلی افواج تیروں کی بوچھاڑ کر کے آسانی حملہ آوروں کو ہلاک کر دیتی تھیں۔

☆ ان سب دروازوں پر تانبے کی پتھریاں چڑھی ہوئی تھیں دور سے دیکھنے پر گمان ہوتا تھا کہ نورا دروازہ تانبے کا بنا ہوا ہے۔

راہِ مقدس ”بابِ عشرتار“ تک جاتی تھی۔ عشرتار اہلِ بابل کی سب سے بڑی دیوی تھی۔ اس کے نام سے موسوم عظیم الشان دوہرا دروازہ تھا۔ اس دروازے کی آرائش سینکڑوں چمکدار اور رنگین سائڈوں اور دیگر جانوروں کی تصویروں سے کی گئی تھی۔

آبِ رسائی کا نظام

بابِ عشرتار سے کچھ فاصلے پر معلق باغات تھے۔ جو دنیا کے سات عجائبات میں سے ایک ہے۔ یہ باغات معلق نہیں تھے۔ چونکہ یہ محلات کی بہت اونچی چھتوں پر لگائے گئے تھے اس لئے نیچے سے دیکھنے والوں کو معلق نظر آتے تھے۔ بخت نصر نے یہ باغات اپنی نوجوان بیوی کے لئے بنوائے تھے۔

بخت نصر نے محل کی زمین میں منڈیروں کا ایک سلسلہ تعمیر کرایا تھا جو منزل بہ منزل ۳۵۰ فٹ بلندی تک چلا جاتا تھا۔ پیموں کے ذریعے حیرت انگیز نظامِ آبِ رسائی سے ان باغوں کو سبز و شاداب رکھنے کے لئے پانی لایا جاتا تھا۔

مقدس مینار

شہرِ بابل میں ایک بہت بڑا، بہت اونچا مینار بھی تھا۔ یہ مینار شہر کا مقدس ترین مقام شمار ہوتا تھا۔ مینار ایک بہت بڑے احاطے میں ایستادہ تھا۔ اس کے پاس چھوٹے چھوٹے معبد تھے۔ مینار ہر سمت میں ۲۸۸ فٹ اونچا تھا۔ اس مینار کی چوٹی پر ۲۸ فٹ اونچی ایک عبادت گاہ تھی جس میں مردوک دیوتا کا ایک بت اور دیگر جواہرات سے بنے ہوئے آرائشی سامان تھے۔ عبادت گاہ کی دیواروں پر سونے کی پتھریاں چڑھی تھیں۔ اور نیلے رنگ کی روغنی اینٹوں سے مرصع کیا گیا تھا۔ جب مینار کی چوٹی پر دھوپ پڑتی تھی تو پورا بابل منعکس ہونے والی روشنی سے جگمگا اٹھتا تھا۔

حضرت عزیر نے گورز بنتے ہی بت پرستی کی باطل رسم ختم کرنے کا اعلان کیا۔ بخت نصر کو جب علم ہوا تو آپ کو دربار میں بلا کر باز پرس کی۔ آپ نے فرمایا کہ عبادت کے لائق صرف ایک اللہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ جواب سن کر بخت نصر غضبناک ہو گیا اور حکم دیا کہ آپ کو آگ میں ڈال دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت حضرت عزیر کے ساتھ تھی لہذا آپ پر آگ کا کوئی اثر نہیں ہوا اور آپ آگ میں

سے زندہ سلامت نکل آئے۔ یہ دیکھ کر بخت نصر پکارا اٹھا، ”عزیز کا خدا مبارک ہو، جس نے اپنا فرشتہ بھیج کر رہائی بخشی۔ واقعی اس خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔“ حضرت عزیز کو ایک بار پھر بابل کا گورنر بنا دیا گیا۔

بیت المقدس کی تعمیر

حضرت عزیز نے ارض مقدس پہنچ کر بیت المقدس کی تعمیر کا آغاز کیا۔ شاہ فارس نے بیت المقدس کی تعمیر میں ہونے والے اخراجات پورے کئے۔ چونکہ توراہ کے تمام نسخے تلف کر دیے گئے تھے۔ اسرائیلی ۷۰ سال کی غلامی سے نجات پانے کے بعد توراہ کو دوبارہ مدون کرنے کے لئے حضرت عزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آسمان سے دو ”شہاب“ اترے اور حضرت عزیز کے سینے میں سما گئے اور آپ نے توراہ لکھوادی۔ بنی اسرائیل کے دلوں میں حضرت عزیز کی قدر و منزلت بہت زیادہ بڑھ گئی۔ رفتہ رفتہ لوگوں کی اس قدر و منزلت نے گمراہی کی شکل اختیار کر لی اور انہوں نے حضرت عزیز کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔

”اور یہودی کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی جو ان سے پہلے کفر میں مبتلا ہوئے تھے۔ خدا کی مار ان پر، یہ کہاں سے دھوکا کھا رہے ہیں۔“ (سورۃ توبہ: ۳۰)

حیات و ممات

ایک دفعہ کسی بستی میں سے حضرت عزیز کا گزر ہوا۔ بستی ویران پڑی تھی۔ اس کی تباہ حالی اور بربادی دیکھ کر آپ کے دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ اس تباہ حال بستی کو کس طرح دوبارہ آباد کریں گے؟ حضرت عزیز نے گدھے کو ایک درخت سے باندھا۔ کھانا سرہانے رکھا اور درخت کے سائے میں لیٹ گئے۔ نیند آ گئی اور سو گئے۔ اس ہی لمحے اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو حکم دیا کہ عزیز کی روح قبض کر لے۔ حضرت عزیز سو سال تک سوتے رہے۔ حکم ربی سے آپ کو دوبارہ زندہ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے پوچھا:

”اے عزیر! کتنی دیر تک سوتے رہے؟“ آپ نے جواب دیا ایک دن یا اس سے کچھ کم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

”نہیں تم سو سال تک مردہ پڑے رہے ہو اور اپنے گدھے اور کھانے کو دیکھو“ کھانا ویسا ہی تازہ تھا جیسا رکھا تھا لیکن گدھا مر چکا تھا اور اس کی ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت عزیر بہت حیران ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سامنے آپ کے گدھے کو دوبارہ زندہ کیا۔ آپ کی نظر جب بستی پر پڑی تو اور زیادہ حیران ہوئے کہ بستی پوری طرح آباد اور پر رونق شہر بن گئی تھی۔ آپ اللہ کی قدرتِ کاملہ دیکھ کر سجدے میں گر گئے اور کہا! یا اللہ! تو قادرِ مطلق ہے۔“

”اور کیا تم نے اس شخص کا حال نہ دیکھا، جس کا گزر ایک ایسی بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں پر اوندھی گری پڑی تھی۔ اس نے کہا یہ آبادی جو ہلاک ہو چکی ہے اسے اللہ دوبارہ کس طرح زندگی بخشے گا؟ اس پر اللہ نے اس کی روح قبض کر لی اور وہ سو برس تک مردہ پڑا رہا۔ پھر اللہ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی اور اس سے پوچھا، ”بتاؤ کتنی مدت پڑے رہے ہو؟“ اس نے کہا، ایک دن یا کچھ کم۔“ فرمایا! ”بلکہ تم سو برس اسی حالت میں رہے۔ اب ذرا اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ اس میں ذرا تغیر نہیں آیا ہے۔ اور پھر اپنے گدھے کو دیکھ (کہ وہ گل سڑ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا ہے)۔ اور یہ ہم نے اس لئے کیا ہے کہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے نشانی بنانا چاہتے ہیں۔ پھر دیکھو کہ ہڈیوں کے اس پنجر کو ہم کس طرح اٹھا کر گوشت پوست کس طرح اس پر چڑھاتے ہیں۔ پس جب اس کو ہماری قدرت کا مشاہدہ ہو گیا تو اس نے کہا میں یقین کرتا ہوں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (سورۃ البقرہ: ۲۵۹)

حکمت

تقریباً ہر گھر میں ڈیپ فریژز اور فرج موجود ہے۔ ہمیں اس بات کا مسلسل مشاہدہ ہے کہ چیزیں جب ٹھنڈی ہو کر منجمد ہو جاتی ہیں تو سڑتی نکلتی نہیں ہیں۔ مخصوص

گیسوں کو محفوظ رکھتی ہیں۔

جس طرح ہر تخلیق کا ہر فرد روشنی کے مفرد اور مرکب جال کے غلاف میں بند ہے۔ اسی طرح گیسوں پر بھی روشنی کے جال کا غلاف ہے۔ اور ہر گیس کی ماہیت اور مقدار کا تعین اسی روشنی کے غلاف سے ہوتا ہے۔ فرد کی حیات و ممات معین مقداروں پر قائم ہے۔ اس سارے نظام پر ایک اللہ حاکم ہے۔ زندگی کا ہر لمحہ اس کی حاکمیت کے تابع ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے برگزیدہ بندے حضرت عزیز پر حیات و ممات کے فلسفے کی حقیقت ظاہر کرے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت نے ان گیسوں کو یکجا کر دیا جس کے ذریعہ اشیاء ٹھنڈی ہو کر خراب نہیں ہوتیں۔

ہر شخص جانتا ہے کہ پہلے ایجاد کرنے کا خیال آتا ہے پھر مسلسل ریسرچ کے بعد ایجاد کا مظاہرہ ہوتا ہے ایسا ممکن نہیں کہ کوئی ایجاد خیال آئے بغیر اپنا مظاہرہ کر دے سائنس کی کوئی بھی ایجاد ہو پہلے سے عالم غیب میں موجود ہے۔

قانون یہ ہے کہ جب کسی ایک نقطے پر ذہن مرکوز ہو جاتا ہے تو اس نقطے میں مخفی خدو خال وجود کی شکل میں سامنے آ جاتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں کھانے کو دو طریقوں سے محفوظ کیا جاتا ہے۔

۱۔ کھانے کو فریز کیا جاتا ہے۔

۲۔ اس کو ویکيوم یعنی ہوا کے بغیر پیک کیا جاتا ہے جس سے کھانا گلنے سڑنے سے محفوظ رہتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ کھانوں کے سالموں کی حرکت تیز ہوتی ہے جبکہ فریزر میں درجہ حرارت کم ہونے کی وجہ سے سالموں کی حرکت کم ہو جاتی ہے مالیکولز کی حرکت تیز ہونے سے ہوا سے Contact بھی زیادہ ہوتا ہے۔ کم درجہ حرارت پر کیمیکل ایکشن کم ہوتا ہے اگر کسی بھی طریقہ سے سالموں کی حرکت کم یا بہت کم کر دی جائے جیسا کہ فریزر میں فری اون گیس کے ایکشن کی وجہ سے ہوتا ہے تو شے کے مالیکولز ایک دوسرے میں جذب ہو کر منجمد ہو جائیں گے اور شے میں Foreign Bodies داخل نہیں ہونگے۔

سائنس کی سائنس

وقت کا تعلق حرکت سے ہے اگر شے کی حرکت کو اس کی موجودہ حرکت سے سو گنا کم کر دیا جائے تو اس حرکت کی نسبت سے ٹائم گزرنے کی رفتار سو گنا کم ہو جائے گی مثلاً ہم ایک منٹ میں اٹھارہ مرتبہ سائنس لیتے ہیں اگر ایک منٹ میں ایک سائنس لیا جائے تو اٹھارہ سائنس لینے کیلئے اٹھارہ منٹ درکار ہونگے لہذا ایک منٹ میں اٹھارہ مرتبہ سائنس لینے میں وقت اٹھارہ گنا کم ہو جائے گا۔

حضرت عزیر نے ایک سو سال میں اندازاً اتنے سائنس لئے جتنے ایک دن میں لئے جاتے ہیں جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کتنے عرصہ سوئے تو انہوں نے کہا ایک دن یا اس سے کم۔

مثال: ایک دن میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں چوبیس گھنٹوں میں ایک آدمی چوبیس ہزار نو سو بیس سائنس لیتا ہے اس حساب سے اس نے سو سال سونے میں تقریباً نو ارب سائنس لئے یعنی ٹائم کی رفتار نو ارب گنا زیادہ ہو گئی۔ اس طرح کھانے کے مالیکولیوں کی حرکت بھی اتنی کم ہو گئی کہ وقت ٹہر گیا اور کھانا خراب نہیں ہوا۔ رہا گدھے کا معاملہ تو اس کے لئے وقت ایسے ہی گزرا جیسا کہ اور چیزوں کیلئے گزرتا ہے اور وہ سو سال میں مر کھپ کر ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا۔

ٹائم آپٹیمس کا قانون

ہمارے خیال میں اہرام یا Pyramids میں بھی وقت ٹہر جاتا ہے یا یوں کہیں کہ وہاں بھی مالیکولیوں کی حرکت تقریباً صفر ہو جاتی ہے اور ہزاروں سال تک اس میں رکھی ہوئی چیزیں خراب نہیں ہوتیں اور اس کی فضاء میں مراقبہ کرنے والے لوگ ٹائم اور آپٹیمس سے آزاد ہو کر لاشعور سے قریب ہو جاتے ہیں۔ وقت کی رفتار سے متعلق ایک اور مثال یہ ہے کہ ہم ٹی وی میں کرکٹ کا میچ دیکھتے ہیں۔ فرض کریں بالر جب گیند پھینکتا ہے تو بیٹس مین تک یہ گیند ایک سیکنڈ میں پہنچتی ہے ٹی وی والے جب اس کا ری پلے سلوموشن میں دکھاتے ہیں تو گیند کی حرکت کا دورانیہ پانچ سیکنڈ ہو جاتا ہے یعنی حرکت کم ہونے سے وقت میں اضافہ ہو گیا اسی طرح اگر ری پلے کو فاسٹ موشن کر دیا جائے تو وقت ایک سیکنڈ کے بجائے آدھا سیکنڈ یا اس سے بھی کم ہو جائے گا مختصراً یہ

کہ وقت کی اکائی کا تعلق رفتار سے ہے۔

مائیکروویو فریکوئنسی

دوسرے مثال مائیکروویو اوون کی ہے مائیکروویو اوون میں جب فریز کیا ہوا کھانا رکھا جاتا ہے تو کھانے کے مالیکیولز یا سالمے مائیکروویو فریکوئنسی پر حرکت کرتے ہیں یہ حرکت اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ جو کھانا چولہے پر پانچ منٹ میں گرم ہوتا ہے مائیکروویو اوون میں ایک منٹ میں گرم ہو جاتا ہے یعنی رفتار تیز ہونے سے پانچ منٹ کا وقفہ ایک منٹ میں تبدیل ہو گیا۔

سوال یہ ہے:

(۱) حضرت عزیز سو گئے اور سو سال تک سوتے رہے جب کہ اپنے احساس میں وہ ایک دن یا اس سے کچھ کم سوئے۔

(۲) حضرت عزیز کا گدھا مر گیا اور اس کے جسم پر وہ تمام تاثرات قائم ہو گئے جو کسی مردہ جسم پر ہوتے ہیں۔

۳) ناشتے دان میں کھانا سو سال تک محفوظ رہا۔ نہ وہ سڑا اور نہ وہ گلا؟

یہ تینوں واقعات ایک قطعہ زمین اور ایک عی فضا میں پیش آئے۔ یہ سب کس طرح ہوا؟

آکسیجن زندگی نہیں ہے!

زندگی کا دار و مدار جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے آکسیجن پر نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک گھر میں خاندان کے دس افراد ہیں۔ گھر کا مگن، گھر کا برآمدہ گھر کی فضا اور Open sky area بھی ایک ہے۔ ان دس آدمیوں میں سے ایک آدمی مر جاتا ہے۔ کیوں مر جاتا ہے؟ بتایا جاتا ہے کہ اس لئے مر جاتا ہے کہ آکسیجن ختم ہو گئی۔ اگر آکسیجن ختم ہو گئی تو باقی نو آدمی کیوں نہیں مرے؟ ایک آدمی کے لئے آکسیجن کے غبارے میں آکسیجن کیوں ختم ہو گئی؟ غبارے سے مراد گھر اور گھر میں مگن وغیرہ ہے۔

زندگی کا دار و مدار آکسیجن جلنے پر ہے اور آکسیجن کا جلنا تابع ہے کاربن کے۔ آکسیجن جب ناک یا حلق کی نالیوں کے ذریعے پھیپھڑوں میں جاتی ہے تب

پھیپھڑوں کے اندر اسفنجی نظام میں موجود کاربن آکسیجن کو جلاتا ہے۔ اور نتیجے میں کاربن ڈائی آکسائیڈ زندگی بن جاتا ہے۔ یعنی آکسیجن پر زندگی قائم نہیں ہے۔ آکسیجن زندگی کے لئے ایندھن بن رہی ہے۔

تمام آسمانی کتابوں کے مطابق کائنات کا ہر ذرہ شعور رکھتا ہے۔ شعور سے مراد یہ ہے کہ کائنات کے ہر ذرے میں عقل و فہم موجود ہے۔ وہ اپنی زندگی کی حفاظت کرتا ہے اور دوسروں کی زندگی میں جو اس کی ڈیوٹی ہے وہ پوری کرتا ہے۔ یوں سمجھئے کہ انسان ہو یا جانور ہو، درخت ہو، پودا ہو، کوئی ستارہ ہو یا کوئی سیارہ ہو وہ کاربن کا ہی بنا ہوا ہے۔ یعنی زندگی ہزاروں لاکھوں تہوں (پرت) سے بنی ہوئی ہے۔ آکسیجن کا کام زندگی کا ایندھن بننا ہے اور کاربن کا کام آکسیجن کو جلانا ہے۔

ہم روزمرہ کی زندگی میں دیکھتے ہیں کھانا بغیر فرج اور ڈیپ فریزر کے بھی خراب نہیں ہوتا۔ مثلاً سرد علاقہ آکس لینڈ کی کھلی کھلی فضا میں بھی کھانا خراب نہیں ہوتا۔ کیوں خراب نہیں ہوتا؟ اس لئے کہ کھانے کے مالیکیولز یا سالموں کی حرکت کم ہو جاتی ہے۔ گرم علاقوں میں فرج اور ڈیپ فریزر حرکت کو کم کرنے کا مصنوعی طریقہ ہے۔ آدمی جب سو جاتا ہے اور ۱۲ گھنٹے تک سوتا رہتا ہے تو بیدار ہونے کے بعد اسے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ ۱۲ گھنٹے تک سویا ہے۔ آدمی Coma میں چلا جاتا ہے۔ تین سال تک کوما میں پڑا رہتا ہے۔ جب اس کے حواس بحال ہوتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ میں چند گھنٹے سویا ہوں۔

”قرآن“ شعور اور لا شعور

قانون یہ ہے کہ آدمی شعور اور لا شعور میں رد و بدل ہو رہا ہے۔ جب وہ شعور میں ہوتا ہے تو اپنے اوپر زمان و مکان کی گرفت محسوس کرتا ہے اور جب وہ شعور سے نکل کر لا شعور میں ہوتا ہے تو ٹائم اور اسپیس کی گرفت سے آزاد ہو جاتا ہے۔ (آزاد نہیں ہوتا آزاد محسوس کرتا ہے۔)

”تو ہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔“

(سورۃ آل عمران: ۳)

”وہ رات کو دن سے ڈھانک دیتا ہے۔ دن جلد جلد رات کو ڈھونڈتا ہے۔“

(سورة الاعراف: ۵۳)

”رات کو دن سے ڈھانپتا ہے۔ دھیان کرنے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔“ (سورة رعد: ۳)

”یہ مدد اس لئے ہے کہ اللہ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔“ (سورة الحج: ۶۱)

”اللہ رات اور دن کو پھراتا رہتا ہے۔“ (سورة النور: ۳۳)

”اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو اوڑھنا اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو منتشر ہونے کا وقت مقرر کیا۔“ (سورة فرقان: ۶۲)

”کیا تو نے نہیں دیکھا؟ کہ اللہ دن میں رات اور رات میں دن داخل کرتا ہے۔“ (سورة لقمان: ۲۹)

”اور ان کے لئے ایک نشانی رات ہے کہ ہم اس سے (کھال کی طرح) دن کھینچتے ہیں۔ پھر ناگاہ وہ تاریکی میں آجاتے ہیں۔“ (سورة یسین: ۳۷)

”رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔“ (سورة الزمر: ۵)

”رات کی قسم جب وہ پیٹھ پھیرے اور صبح کی جب وہ روشن ہو۔“

(سورة مدثر: ۳۳)

”اور دن کی جب اس کو روشن کرے۔ اور رات کی جب اسے ڈھانپ لے۔“ (سورة الشمس: ۳)

انسان اور کائنات کی ہر مخلوق دو حالتوں میں رد و بدل ہو رہی ہے۔ یعنی ہر مخلوق حیات و ممات دو رخوں پر قائم ہے۔ ایک رات (آزاد حواس)۔ دوسرا رخ دن (مقید حواس)۔ زندگی کے یہ دو رخ ہمہ وقت متحرک رہتے ہیں۔ البتہ حواس کے وقفوں کے ساتھ آدمی Space میں تبدیلی محسوس کرتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی بیدار ہے اس کی زندگی جن Spaces سے گزر رہی ہے وہ الگ ہے۔ Space سے مراد یہ ہے کہ انسان جب دیکھتا ہے وہ بھی اسیس ہے جب سنتا ہے وہ بھی اسیس ہے۔ جب چلتا ہے وہ بھی اسیس ہے، جب سوچتا ہے وہ بھی اسیس ہے۔ یعنی کسی بھی طرح اسیس کے دائرہ کار سے کوئی مخلوق باہر نہیں آسکتی۔ اسیس پر زندگی کے لمحات گزرنا دائم

ہے۔ مثلاً ایک آدمی زمین پر پیدل چلتا ہے۔ چلنے سے پہلے وہ زمین پر کھڑا ہے۔ دونوں پیر برابر ہیں۔ جب وہ چلنا شروع کرتا ہے تو ایک پیر اٹھاتا ہے اور جیسے ہی زمین پر رکھتا ہے دوسرا پیر اٹھاتا ہے۔ ایک قدم اٹھانے کے بعد اس نے جب زمین پر پیر رکھا تو دونوں قدم کے درمیان کا فاصلہ جس کو بظاہر خلا کہا جاتا ہے وہ ٹائم ہے۔ اس کی وضاحت اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ ایک آدمی زمین پر دس قدم چلا۔ ایک قدم کا فاصلہ ایک سیکنڈ ہوا یعنی چلنے والے نے دس قدم اچیس طے کیا اور دس قدم اچیس طے کرنے میں دس سیکنڈ کا ٹائم لگا دیا۔

سو یا ہوا آدمی زمانیت میں سفر کرتا ہے۔

جب آدمی سوتا ہے تو چونکہ اس کا مادی وجود زمین پر حرکت نہیں کر رہا ہے اس لئے اس کی زندگی ٹائم میں گزر رہی ہے۔ چونکہ ایک، دو، چار، دس قدم اٹھے ہی نہیں ہیں اس لئے زمانیت (Time) کی پیمائش نہیں ہو سکتی۔ جب آدمی سوتا ہے تو زمانیت میں سفر کرتا ہے جب آدمی بیدار ہوتا ہے تو اچیس میں سفر کرتا ہے۔ زمانیت اس کے ساتھ سفر کرتی ہے۔

حضرت عزیزؒ جب سو گئے تو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق ان کے حواس زمانیت میں پیوست ہو گئے۔ چونکہ مادی وجود یعنی فزیکل باڈی میں کوئی چلت پھرت نہیں ہوئی اس لئے انہوں نے کہا کہ میں ایک دن سویا ہوں۔

گدھے کا معاملہ یہ ہے کہ عام حالات کے مطابق گدھے کے اندر آکسیجن جب گئی تو کاربن نے اس کو جلایا نہیں نتیجے میں اس کی موت واقع ہو گئی۔

کھانا خراب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کھانے کے مالیکیولز اور سالموں کو محفوظ کرنے کے لئے وہ جگہ جہاں کھانا رکھا ہوا تھا، ٹھنڈی لہروں کا علاقہ بن گیا۔ جیسے ایک بہت بڑے کمرے میں ایک چھوٹا سا فرج رکھ دیا جائے۔

اس عاجز بندے نے پیغمبران کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات کی جو حکمت بیان کی ہے وہ مرشد کریم حضور قلندر بابا اولیاء کا علمی تصرف ہے اور سچی بات یہ ہے کہ حقائق کا علم اللہ ہی جانتا ہے۔



حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا حضرت عیسیٰ کی والدہ حضرت مریم کے مربی اور سرپرست ہیں، بیت المقدس کی دیکھ بھال اور وہاں ہونے والی تقریبات کے انتظام و انصرام کے لئے بنی اسرائیل کے قبیلوں میں سے متقی اور راست باز شخصیات کا انتخاب کیا جاتا تھا حضرت زکریا زہد و تقویٰ کی بنا پر معزز اور جلیل القدر بزرگ شخص تھے۔ حضرت زکریا اللہ کے فرستادہ بنی تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”اور زکریا، اور یحییٰ، اور عیسیٰ اور الیاس یہ سب نیکو کاروں میں سے ہیں۔“

(سورۃ انعام۔ ۸)

کارپینٹر

حضرت زکریا اپنی معاش کے لئے بڑھئی کا کام کرتے تھے والدہ مریم (حنہ) کے یہاں جب بیٹی پیدا ہوئی تو انہوں نے اپنی منت کے مطابق مریم کو ہیکل کی نذر کر دیا اس مقدس لڑکی کی کفالت لینے کے لئے قرعہ اندازی کی گئی تو حضرت زکریا کا نام نکلا اور حضرت زکریا مقدس لڑکی مریم کے کفیل بن گئے۔ حضرت زکریا کی بیوی الیشع اور حضرت مریم کی والدہ حنہ دونوں حقیقی بہنیں تھیں اس رشتے سے حضرت زکریا حضرت مریم کے خالوتھے۔

حضرت زکریا کی عمر کم و بیش ۵۱ ایک سو بیس (۱۲۰) سال ہو چکی تھی اولاد تھے کیونکہ ان کی زوجہ بانجھ تھیں جب حضرت زکریا نے بی بی مریم کے حجرے میں بے موسم پھل دیکھے اور ان کو یہ معلوم ہوا کہ مریم پر خدا کا یہ فضل و انعام ہے تو ان کے دل میں شوق ہوا کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ جیسا عطا کرے۔

حضرت زکریا نے دعا کی:

”اے اللہ! مجھے پاک باطن اولاد عطا فرما تو حاجت مند کی دعا ضرور سنتا ہے۔“

☆ حضرت زکریا کی عمر میں اختلاف بیان کیا جاتا ہے ستر، نوے اور ایک سو بیس سال عمر بتائی گئی ہے، جبکہ ان کی زوجہ محترمہ کی عمر اٹھانوے (۹۸) سال بتائی جاتی ہے۔

ہر باپ کی طرح ان کی بھی خواہش تھی کہ میرے بعد کوئی میری وراثت کا حق پورا کرے اور بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے تبلیغ کرے، آپ کی دعا قبول ہوئی ایک روز آپ میکل میں عبادت کر رہے تھے کہ ایک فرشتہ ظاہر ہوا اور بشارت دی:

”تمہارے بیٹا پیدا ہوگا اور تم اس کا نام یحییٰ رکھنا۔“

یہ سن کر حضرت زکریا بہت خوش ہوئے اور تعجب کے ساتھ فرشتے سے پوچھا:

”یہ بشارت کس طرح پوری ہوگی؟۔“

فرشتے نے جواب دیا:

”میں یہی بتا سکتا ہوں کہ اللہ آپ کو اولاد نرینہ عطا کرے گا حالات کچھ بھی پیش آئیں اللہ کے لئے ہر کام آسان ہے، وہ قادر مطلق ہے۔“

حضرت زکریا نے دربار الہی میں عرض کیا:

”اے اللہ! ایسا کوئی نشان عطا کر جس سے معلوم ہو کہ بشارت پوری ہوگئی ہے۔“

تین روز کاروزہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”نشانی یہ ہے جب تم تین روز تک بات نہ کر سکو اور صرف اشاروں سے ہی اپنا مطلب ادا کر سکو تو سمجھ لینا کہ بشارت پوری ہوگئی ہے لیکن تم ان دنوں میں اللہ کی تسبیح پڑھتے رہنا۔“

چنانچہ جب وہ وقت آپہنچا تو زکریا خدا کی یاد میں اور زیادہ مشغول ہو گئے۔ حضرت زکریا نے اپنی امت کو بھی اشاروں سے یہ حکم دیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی عبادت کریں یہ بشارت بنی اسرائیل کے لئے خوشی کا باعث تھی کیونکہ علم و حکمت اور نبوت کے امین حضرت زکریا کے جانشین اور وارث کا دنیا میں ظہور ہونے والا تھا۔

”کاف، ہا، یا، عین، صاد (اے پیغمبر) تیرے پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر جو مہربانی کی تھی یہ اس کا بیان ہے جب ایسا ہوا تھا کہ زکریا نے چپکے چپکے اپنے پروردگار کو پکارا اس نے عرض کیا پروردگار! میرا جسم کمزور پڑ گیا ہے، میرے سر کے بال بڑھاپے سے بالکل سفید ہو گئے ہیں، خدایا

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے تیری جناب میں دعا کی ہو اور محروم رہا ہوں، مجھے اپنے مرنے کے بعد اپنے بھائی بندوں سے اندیشہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، پس تو اپنے خاص فضل سے مجھے ایک وارث بخش دے ایسا وارث جو میرا بھی وارث ہو اور خاندان یعقوب کا بھی اور پروردگار! اسے ایسا کر دیجو کہ پسندیدہ ہو (اس پر حکم ہوا) اے زکریا! ہم تجھے ایک لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری دیتے ہیں اس کا نام یحییٰ رکھا جائے اس سے پہلے ہم نے یہ نام کسی کا نہیں شہرایا ہے۔ (زکریا نے متعجب ہو کر کہا) پروردگار! میرے ہاں لڑکا کہاں سے ہوگا میری بیوی بانجھ ہو چکی ہے اور میرا بڑھا پانچ دور تک پہنچ چکا اللہ نے فرمایا ایسا ہی ہوگا تیرا پروردگار فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے مشکل نہیں میں نے اس سے پہلے خود تجھے پیدا کیا، حالانکہ تیری ہستی کا نام و نشان نہیں تھا۔ اس پر زکریا نے عرض کیا: اے اللہ! آپ ایک نشانی شہرا دیں۔ فرمایا: تیری نشانی یہ ہے کہ صبح و تندرست ہونے کے باوجود تین دن، رات لوگوں سے بات نہ کرے گا۔ پھر وہ حجرے سے نکلا اور لوگوں میں آیا اور اس نے ان سے اشارے سے کہا ”صبح شام خدا کی پاکی و جلال کی صدا میں بلند کرتے رہو۔“ (سورۃ مریم۔ ۲۱۱)

”اور اسی طرح زکریا کا جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا۔ خدایا! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو ہی بہتر وارث ہے۔ تو دیکھ ہم نے اس کی پکار سن لی۔ اسے یحییٰ عطا فرمایا اور اس کی بیوی کو اس کیلئے تندرست کر دیا، یہ تمام لوگ نیکی کی راہوں میں سرگرم تھے امید لگائے ہوئے اور ڈرے ہوئے دعائیں مانگتے تھے اور ہمارے آگے عجز و نیاز سے جھکے ہوئے تھے۔“

(سورۃ الانبیاء، ۸۹، ۹۰)

حجرے میں فرشتے کی آواز

”اسی وقت زکریا نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہا اے میرے پروردگار! مجھے اپنے فضل سے پاکیزہ اولاد عطا کر بلاشبہ تو دعا سننے والا ہے، پھر جب زکریا حجرے کے اندر نماز قائم کئے ہوئے تھا فرشتوں نے اس کو آواز دی

کہ اللہ تجھ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے جو شہادت دے گا اللہ کے ایک کلمہ کی اور صاحب مرتبہ ہوگا اور عورت کے پاس تک نہ جائے گا اور نیکوکاروں سے نبی ہوگا (زکریا نے کہا) پروردگار! میرا لڑکا کس طرح ہو گا، جب کہ میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے۔ فرمایا اللہ جو چاہے اسی طرح کرتا ہے، زکریا نے کہا۔ پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرر کیجئے۔ فرمایا یہ نشانی ہے کہ تو تین دن لوگوں سے اشارہ کے سوا بات نہ کرے گا اور اپنے رب کی یاد میں بہت زیادہ رہ اور صبح و شام تسبیح کر۔“ (سور آل عمران - ۴۱، ۴۸)

حضرت زکریا اللہ کے حکم کے مطابق اپنی قوم بنی اسرائیل کو راہ حق پر چلنے کی تلقین کرتے رہے آپ ان کی غلطیوں کی نشان دہی کرتے اور درست اور راست اعمال بتاتے لیکن بنی اسرائیل اپنی بد اعمالیوں میں حد سے تجاوز کر گئے تھے اور ان پر پند و نصائح کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کے برعکس وہ حضرت زکریا کی جان کے درپے ہو گئے۔ حضرت زکریا کو ہلاک کرنے کی منصوبہ بندی کرنے لگے۔ بادشاہ یہود ایوآس نے حکم دیا کہ آپ کو سنگسار کر دیا جائے ایک دن جب آپ بیت المقدس میں تھے، قربان گاہ کے نزدیک بنی اسرائیل نے آپ کو گھیر لیا اور سنگسار کر دیا۔

”وہ وقت قریب ہے جب تم پر ان کا وبال پڑنے والا ہے جن کو تم نے زکریا کے زمانے تک قتل کیا اور جب زکریا کو ہیکل اور قربان گاہ کے درمیان قتل کیا۔“ (انجیل برنا باس) حکمت:

بانجھ پن ایک مرض ہے جو مرد و خواتین دونوں میں پایا جاتا ہے، بانجھ پن کی دو اقسام ہیں

۱۔ پرائمری بانجھ پن۔

۲۔ سیکنڈری بانجھ پن۔

پرائمری بانجھ پن پیدائشی ہوتا ہے یعنی تمام تولیدی اعضا موجود ہوں مگر بلوغت نہ ہو، تولیدی اعضا کا مکمل نہ ہونے کا مطلب بچہ دانی میں کروموسومز داخل ہونے کا راستہ نہ ہو یا ثیوب بند ہو۔

سیکنڈری بانجھ پن TUBES کے رحم میں کسی قسم کا انفیکشن (ورم، تیزابیت، درد کے ساتھ بے قاعدگی، ایام نہ ہونا، زنا نہ ہارمونز ایسٹروجن، پروجسٹرون معمول کے مطابق نہ بننا، ذہنی ہیجان، OVA انڈوں کا نہ بننا، سنیا س (عمر رسیدہ ہو جانا) ہارمونز نہ بننے کی وجہ سے تمام تولیدی اعضاء سکڑ جاتے ہیں اور تولید کے قابل نہیں رہتے۔

حضرت زکریا کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

”دیکھو، ہم نے اس کی پکار سن لی۔ اسے (ایک فرزند) یحییٰ عطا کیا اور اس کی بیوی کو اس کے لئے تندرست کر دیا۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا کی دعا قبول کر کے حضرت زکریا کی زوجہ کے بانجھ پن کا علاج کر دیا۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جیسا چاہے کر دیتا ہے۔

تصرف کا قانون

تصرف کا قانون یہ ہے کہ جب ایک ہی خیال پر توجہ مرکوز ہو جائے اور یقین کی تکمیل ہو جائے تو ”چاہنا“ یا ”ارادہ“ مظاہری صورت میں جلوہ گر ہو جاتا ہے فرد میں اگر شک کی بجائے یقین کا رخ غالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی دعاؤں کو ضرور قبول فرماتا ہے۔ انبیاء کرام کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ اللہ پر ہر حال اور حال میں یقین رکھتے ہیں حضرت زکریا نے جب اپنے وارث کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا لی تو اللہ تعالیٰ نے یحییٰ کی بشارت دی اور فرمایا:

”اس کی نشانی یہ ہے کہ تو تندرست ہونے کے باوجود اس دن تک بول نہیں سکے گا اور تو اللہ کی زیادہ سے زیادہ تسبیح کر۔“

جب یہ نشان ظاہر ہوا تو حضرت زکریا نے اور زیادہ عبادت شروع کر دی اور اپنے حواریوں سے بھی فرمایا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی پاکی بیان کریں اور دعائیں مانگیں۔

چار ہزار تین سو بیس منٹ

تین دن، رات یعنی چار ہزار تین سو بیس منٹ تک خاموشی میں حضرت زکریا کا ذہن اس طرف متوجہ رہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا عطا کریں گے اس کا مطلب یہ ہوا کہ چار ہزار تین سو منٹ تک ان کا ذہن یقین کے ساتھ یہ بات دہراتا رہا کہ میں باپ بننے والا

ہوں اس خیال کی تکرار اور عبادت سے آپ کے بوڑھے جسم میں حرارت پیدا ہوگئی اور معطل تولیدی نظام بحال ہو گیا۔

ہم جب کوئی کام تسلسل کے ساتھ کرتے ہیں تو ہمیں اس میں کامیابی اس لئے ہوتی ہے کہ یقین بجائے خود ایک بہت بڑی توانائی ہے۔ ہر انسان کے اندر روح کام کرتی ہے روح نہ ہو تو جسم کی کوئی حیثیت برقرار نہیں رہتی۔ روح اللہ کا امر رب ہے یقین کی تکمیل کے ساتھ جب ذہن ایک نقطہ پر قائم ہو جاتا ہے تو بندے کے اندر امر رب حرکت کرتا ہے اور بندے کے ارادے میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے قانون کے مطابق اس پر عمل درآمد ہو جاتا ہے۔



حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ حضرت زکریا ان کے بیٹے تھے۔ حضرت یحییٰ کا نام خود اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا اس سے پہلے یہ نام کسی کا نہیں رکھا گیا۔

”اے زکریا! ہم بے شک تم کو بشارت دیتے ہیں ایک فرزند کی اس کا نام یحییٰ ہوگا کہ اس سے قبل ہم نے کسی کے لئے یہ نام نہیں سہرایا۔“

(سورۃ مریم۔ ۷)

بشارت

حضرت یحییٰ زہد و عبادت میں بے مثال تھے، آپ نے شادی نہیں کی اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو بچپن ہی میں علم و حکمت سے نوازا دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کے سپرد یہ کام کیا کہ تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ کی آمد کی بشارت دیں اور رشد و ہدایت کے لئے حضرت عیسیٰ کا تعارف کرائیں۔

”پس زکریا جس وقت حجرے میں نماز ادا کر رہا تھا تو فرشتے نے اس کو پکارا۔ اے زکریا! اللہ تعالیٰ تجھ کو (ایک فرزند) یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو اللہ کے حکم سے ﴿عیسیٰ﴾ کی بشارت دے گا اور وہ اللہ کے اور اس کے بندوں کی نظر میں برگزیدہ اور گناہوں سے بے لوث اور نیکو کاروں میں سے نبی ہوگا۔“ (آل عمران۔ ۳۹)

”اے یحییٰ! کتاب الہی کے پیچھے مضبوطی کے ساتھ لگ جا۔ چنانچہ وہ ابھی لڑکا ہی تھا کہ ہم نے اسے علم و فضیلت بخش دی۔ نیز اپنے خاص فضل سے دل کی نرمی اور نفس کی پاکی عطا فرمائی۔ وہ پرہیزگار اور ماں باپ کا خدمت گزار تھا۔ سخت گیر اور نافرمان نہ تھا۔ اس پر سلام ہو جس دن پیدا ہوا اور جس دن

☆ حضرت یحییٰ حضرت عیسیٰ سے عمر میں چھ ماہ بڑے تھے اور حضرت یحییٰ رشتہ میں حضرت عیسیٰ کے ماموں تھے۔ حضرت یحییٰ کی والدہ اپنی بھانجی حضرت بی بی مریم سے ملیں تو انہوں نے کہا کہ میں حاملہ ہوں۔ حضرت بی بی مریم نے بتایا کہ میں بھی امید سے ہوں۔ حضرت یحییٰ کی والدہ نے کہا ”اے مریم! مجھے لگتا ہے کہ میرے پیٹ کا بچہ تیرے پیٹ کے بچے کو سجدہ کرتا ہے۔“

مرا اور جس دن پھر زندہ کیا جائے گا۔“ (سورہ مریم۔ ۱۵-۱۲)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا کو پانچ باتوں کا خصوصیت کے ساتھ حکم فرمایا کہ وہ خود بھی عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی تلقین کریں“

اللہ کے حکم کی تعمیل میں حضرت یحییٰ سے کچھ تاخیر ہو گئی۔ تب حضرت عیسیٰ نے فرمایا۔ میرے بھائی! اگر تم مناسب سمجھو تو میں بنی اسرائیل کو دین حق کی تبلیغ کروں جن کے لئے تم کسی وجہ سے تاخیر کر رہے ہو۔ حضرت یحییٰ نے فرمایا۔ بھائی! میں اگر تم کو اجازت دے دوں اور خود تعمیل نہ کروں تو مجھے خوف ہے کہ مجھ پر کوئی عذاب نہ آجائے اس لئے میں اللہ کا پیغام دینے کے لئے بڑھتا ہوں۔

پانچ احکام

حضرت یحییٰ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس میں جمع کیا۔ جب مسجد بھر گئی تو وعظ فرمایا لوگو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ میں خود بھی ان پر عمل کروں اور تم کو بھی عمل کی تلقین کروں۔ وہ پانچ احکام یہ ہیں۔

۱۔ پہلا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ کیونکہ مشرک کی مثال اس غلام جیسی ہے جس کو اس کے مالک نے اپنے روپیہ سے خریدا مگر غلام نے یہ و طیرہ بنا لیا کہ جو کچھ کما تا وہ مالک کے بجائے دوسرے شخص کو دے دیتا ہے۔ کیا کوئی شخص یہ پسند کرے گا کہ اس کا غلام پیسہ ۹۰ جب اللہ نے تم کو پیدا کیا ہے تو وہی تم کو رزق دیتا ہے تم بھی صرف اسکی عبادت کرو اور ہی کو اسکا شریک نہ بہراؤ۔

۲۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ تم خشوع و خضوع اور یکسوئی کے ساتھ نماز قائم کرو۔ کیونکہ جب تم نماز میں کسی دوسری جانب متوجہ نہ ہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جانب متوجہ رہے گا۔

۳۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ روزہ رکھو۔ کیونکہ روزہ دار کی مثال اس شخص جیسی ہے جو ایک جماعت میں بیٹھا ہو اور اسکے پاس مشک کی تھلی ہو۔ چنانچہ مشک اسکو اور اسکے رفقاء کو اپنی خوشبو سے مست کرتا ہے۔

۴۔ چوتھا حکم یہ ہے کہ مال میں سے صدقہ نکالا کرو کیونکہ صدقہ کرنے والے کی مثال

اس شخص کی سی ہے جسکو اس کے دشمنوں نے اچانک آ پکڑا ہو اور اس کے ہاتھوں کو گردن سے باندھ کر مقتل کی طرف لے چلے ہوں اور اس ناامیدی کی حالت میں وہ یہ کہے کیا یہ ممکن ہے کہ میں مال دے کر اپنی جان چھڑا لوں؟ اور اثبات میں جواب پا کر اپنی جان کے بدلے سب دھن دولت قربان کر دے۔

۵۔ اور پانچواں حکم یہ ہے کہ دن رات میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہا کرو کیونکہ ایسے شخص کی مثال اس شخص کی سی ہے جو دشمن سے بھاگ رہا ہو اور دشمن تیزی کے ساتھ اس کا تعاقب کر رہا ہو اور بھاگ کر وہ کسی مضبوط قلعہ میں پناہ گزین ہو کر دشمن سے محفوظ ہو جائے۔ بلاشبہ انسان کے ازلی دشمن شیطان کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جانا مستحکم قلعہ میں محفوظ ہو جانا ہے۔

حضرت یحییٰ کی زندگی کا بڑا حصہ صحرا میں بسر ہوا وہ جنگلوں میں گوشہ نشین رہتے تھے جنگل میں ہی اللہ کا کلام ان پر نازل ہوا اور دریائے یردن کے نواح میں دین الہی کی تبلیغ شروع کر دی اور لوگوں کو حضرت عیسیٰ کے ظہور کی بشارت دینے لگے۔

”اس وقت خدا کا کلام بیابان میں زکریا کے بیٹے (یوحنا) یحییٰ پر اتر اور وہ یردن کے سارے گرد و نواح میں جا کر گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کے پتھر کی منادی کرنے لگا۔“ (لوقا کی انجیل۔ جلد ۲۔ ص ۵۲)

گر یہ وزاری

حضرت یحییٰ پر اللہ تعالیٰ کی خشیت اس درجہ تھی کہ وہ اکثر روتے رہتے تھے، زیادہ رونے کی وجہ سے ان کے رخساروں پر آنسوؤں کے نشان بن گئے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت زکریا آپ کو تلاش کرتے ہوئے جنگل میں پہنچ گئے۔ بیٹے سے کہا:

”بیٹا! ہم تیری یاد میں مضطرب ہو کر تجھے تلاش کر رہے ہیں اور تو یہاں آہ و گریہ میں مشغول ہے۔“

حضرت یحییٰ نے جواب دیا:

”ابا جان! آپ نے مجھے بتایا تھا کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک ایسا لٹق و دق میدان ہے جو اللہ کی خشیت میں آنسو بہائے بغیر طے نہیں ہوتا اور جنت تک رسائی نہیں ہوتی۔“

مشرق کے بادشاہ ہداد بن حدار نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں۔ کچھ عرصہ بعد اس نے چاہا کہ رجوع کر لے حضرت یحییٰ سے فتویٰ طلب کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

”اب یہ تجھ پر حرام ہے۔“

ملکہ کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور حضرت یحییٰ کے قتل کے درپے ہو گئی۔ حضرت یحییٰ جب مسجد حبرون میں نماز میں مشغول تھے تو ان کو قتل کروادیا گیا اور چینی کے طشت میں ان کا سر مبارک عورت کے سامنے لایا گیا۔ مگر سر اس حالت میں بھی یہی کہتا رہا کہ تو بادشاہ کے لئے حلال نہیں ہے۔

اسی حالت میں اللہ کا عذاب آیا اور اس عورت کو زمین نے نگل لیا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت یحییٰ کا خون فوارے کی طرح جسم مبارک سے برابر نکلتا رہا یہاں تک کہ بخت نصر نے دمشق کو فتح کر کے اس پر ستر ہزار اسرائیلیوں کا خون نہ بہا دیا۔

”جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں اور جو لوگ ان کو انصاف کرنے کا حکم دیتے ہیں تو تو ان کو دردناک عذاب کی وعید دے دو۔ (آل عمران - ۲۱)



حضرت یوشع علیہ السلام

قرآن میں حضرت یوشع کا نام مذکور نہیں ہے البتہ قرآن پاک میں دو جگہ حضرت موسیٰ کے ایک نوجوان رفیق سفر کا تذکرہ موجود ہے۔ حدیث شریف کے مطابق اس نوجوان رفیق سفر کا نام ”یوشع“ ہے۔ اہل کتاب کا ان کے نبی ہونے پر اتفاق ہے، حضرت یوشع حضرت یوسف کی نسل میں سے تھے، قبیلے کے سردار تھے۔ حضرت موسیٰ کے بعد ان کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔ حضرت موسیٰ نے اپنی زندگی میں اہم ترین خدمات ان کے سپرد کر دی تھیں، کنعان میں ظلم و ستم روار کھنے والے جابر، سفاک اور مشرک اقوام کے حالات معلوم کرنے کے لئے حضرت موسیٰ نے اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے سرداروں کو بھیجا تو حضرت یوشع اور ان کے ساتھی حضرت کالب اس وفد کے رکن تھے اور جب حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو مشرکوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا تو بنی اسرائیل نے خوف زدہ ہو کر انکار کر دیا، حضرت یوشع نے اس وقت بنی اسرائیل کو ہمت دلائی اور جرات و جواں مردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جہاد کرنے کی تلقین کی۔

”کہا دو مردوں نے! ڈرنے والوں میں سے، خدا کی نوازش تھی ان دو پر داخل

ہو جاؤ ان پر حملہ کر کے دروازے میں اور جب تم اس میں داخل ہو گے تو

تم غالب اور فتح مند ہو گے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر یقین رکھتے ہو۔“

(سورۃ مائدہ۔ ۲۳)

حضرت موسیٰ حضرت خضر سے ملاقات کے لئے جب مجمع البحرین تشریف لے گئے تھے اس وقت بھی حضرت یوشع ان کے ساتھ تھے۔ قرآن حکیم میں اس سفر کا احوال تفصیلاً بیان ہوا ہے۔

”اور جب کہا موسیٰ نے اپنے جواں کو میں نہ ہٹوں گا جب تک نہ پہنچوں دو

دریا کے ملاپ تک، یا چلتا جاؤں قرنوں، پھر جب پہنچے دونوں دو دریا کے

ملاپ تک بھول گئے اپنی مچھلی پھر اس نے اپنی راہ لی دریا میں سرنگ بنا کر

پھر جب آگے چلے کہا موسیٰ نے اپنے جواں کو، لا ہمارے پاس ہمارا

کھانا ہم نے پائی ہے اپنے اس سفر میں تکلیف۔ بولا، وہ دیکھا تو نے جب

ہم نے جگہ پکڑی اس پتھر کے پاس، سو میں بھول گیا مچھلی اور جھکو بھلایا
 شیطان ہی نے کہ اس کا ذکر ہو اور وہ کرگئی اپنی راہ دریا میں، عجب طرح
 کہا یہی ہے جو ہم چاہتے تھے، پھر وہ اٹنے پھرے اپنے پیر پہچانتے پھر
 پایا ایک بندہ ہمارے بندوں میں سے جس کو دی تھی ہم نے مہر اپنے پاس
 سے اور سکھایا تھا اپنے پاس سے ایک علم۔ علم لدنی۔“

(سورۃ کہف۔ ۶۰، ۶۵)

حضرت موسیٰ کے بعد ہدایت اور رہنمائی کے لئے حضرت یوشع کا انتخاب حضرت موسیٰ
 کی حیات ہی میں ہو گیا تھا۔ حضرت موسیٰ کو حضرت یوشع کی نبوت کی بشارت دے
 دی گئی تھی۔ کتاب گیتی باب ۲۷ میں ہے:

”خداوند نے موسیٰ سے کہا! یوشع پر اپنا ہاتھ رکھ کیونکہ اس شخص میں روح ہے
 اور الیعز رکابن (حضرت ہارون کے فرزند) اور ساری جماعت کے آگے
 کھڑا کر کے ان کی آنکھوں کے سامنے اسے وصیت کر اور اپنے رعب و
 داب سے اسے بہرہ ور کنوے تاکہ بنی اسرائیل کی ساری جماعت اس کی
 فرمانبرداری کرے۔“

عمالِقہ کی شکست

جب بنی اسرائیل سینا کے بیابان میں مقیم تھے اور عمالِقہ کے طاقت ور اور زور آور لوگوں
 سے پہلی بار مقابلہ ہوا تو حضرت موسیٰ نے آپ ہی کو بنی اسرائیل کا سردار اور سپہ سالار
 مقرر کر کے بھیجا اور خود حضرت ہارون کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر اپنا عصا ہاتھ میں اٹھا
 کر کھڑے ہو گئے تھے، اس جنگ میں حضرت یوشع نے عمالِقہ کو شکست سے دوچار
 کر دیا، وفات سے کچھ عرصہ پیشتر حضرت موسیٰ کو حکم ہوا کہ حضرت یوشع کے ہمراہ خیمہ
 اجتماع میں آجائیں اس وقت تجلی الہی نمودار ہوئی اور بنی اسرائیل کے مستقبل کی پیشن
 گوئی کی گئی اور تعلیمات موسوی کی آخری ہدایات دی گئیں۔ تورات کے مطابق
 ہدایت کے آخر میں حضرت یوشع سے براہ راست خطاب ہوا:

”ندن کے بیٹے یوشع کو ہدایت کی اور کہا تو مضبوط ہو جا اور حوصلہ رکھ کیونکہ تو
 بنی اسرائیل کو اس ملک میں لے جائے گا جس کی قسم میں نے ان سے

کھائی تھی اور میں تیرے ساتھ رہوں گا۔“ (استثنا، باب ۳۱)
 یہ وہ دور تھا جب مشرک اور ظالم سفاک قومیں ارض مقدس کو پامال کرتی رہتی تھیں اب
 بنی اسرائیل کی سزا کی مدت گزر چکی تھی مشیت الہی تھی کہ بنی اسرائیل کی جلا وطنی ختم کر
 کے ارض مقدس میں انہیں داخل کر دیا جائے، حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کا لشکر تیار
 کیا مگر جنگ سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا، حضرت یوشع پر وحی نازل ہوئی۔
 ”میرا بندہ موسیٰ مر گیا سو اب تو اٹھ اور ان سب لوگوں کو ساتھ لے کر اس
 یرون کے پار اس ملک میں جا جسے میں بنی اسرائیل کو دیتا ہوں۔“

(کتاب یوشع۔ باب ۱۰)

حضرت یوشع نے بنی اسرائیل کو خدا کا پیغام سنایا اور بنی اسرائیل کا لشکر سینا سے نکل کر
 ارض مقدس کی طرف بڑھا۔ کنعان اور بیت المقدس فتح کر لیا۔

”عہد کا صندوق“ تابوت سیکینہ اس جنگ میں بنی اسرائیل کے ساتھ تھا۔

”اور کہا ان کو ان کے نبی نے، نشان اس کی سلطنت کا یہ ہے کہ آوے تم کو

صندوق جس میں ہے دل جمعی تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی

چیزیں جو چھوڑ گئے موسیٰ اور ہارون کی اولاد اٹھالادیں اس کو فرشتے

اس میں نشانی پوری ہے تم کو، اگر یقین رکھتے ہو۔“ (البقرہ۔ ۲۴۸)

یہ صندوق کیکر کی لکڑی کا بنا ہوا تھا اس کی لمبائی ڈھائی ہاتھ اور چوڑائی واونچائی ڈیڑھ

ڈیڑھ ہاتھ تھی، اس کے اندر اور باہر سونے کے پترے لگے ہوئے تھے اور صندوق

اٹھانے کے لئے سونے کے چار کنڈے لگے ہوئے تھے، صندوق میں زریں جزدان

میں لپٹی ہوئی تورات رکھی ہوئی تھی، بنی اسرائیل پر جب من و سلوئی نازل ہوا تو

حضرت موسیٰ نے یادگار کے لئے ایک مرتبان میں من بھروا کر اس صندوق میں

رکھوا دیا تھا۔ حضرت ہارون کی وفات کے بعد ان کا پیر ہن اور حضرت موسیٰ کی وفات

کے بعد ان کا عصا اور چند دوسرے تبرکات اس صندوق میں رکھ دیئے گئے تھے۔

آواز کی فریکوئنسی

حضرت یوشع کو حکم ہوا کہ سات دن تک اس عہد کے صندوق کے ساتھ فصیل کے گرد

روزانہ چکر لگائیں اور گشت کے دوران مینڈھے کے سینگوں کے سات زسنگھے بجائے

جائیں ساتویں روز جب گشت مکمل ہونے پر زسنگھے بجائے گئے اور لشکر نے با آواز بلند نعرہ لگایا تو فصیل گر گئی اور لشکر شہر میں داخل ہو گیا۔

فتح سے قبل بنی اسرائیل کو ہدایت کی گئی تھی کہ شہر میں توبہ استغفار کرتے ہوئے داخل ہوں مگر انہوں نے روگردانی کی اور فاتحانہ نعروں اور متکبرانہ آوازیں نکالتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے اللہ تعالیٰ کے قانون نے انہیں پکڑ لیا اور عذاب نازل ہوا۔

(تورات کتاب خروج باب ۲۵)

”اور جب انہیں حکم ہوا کہ بسو اس شہر میں اور کھاؤ اس میں جہاں سے چاہو اور کہو کہ ہم گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں اور داخل ہو دو روزے میں سجدہ کرتے تو بخشیں ہم تمہاری تقصیریں آگے اور بہت دینگے نیکی والوں کو سو بدل لیا ہے بے انصافوں نے ان میں سے اور لفظ سو اس کے جو کہہ دیا تھا پھر بھیجا ہم نے ان پر عذاب آسمانوں سے بدلہ ان کے ظلم کا۔“

(سورۃ اعراف۔ ۱۶۱، ۱۶۲)

پتھروں کی بارش

بنی اسرائیل مسلسل فتوحات حاصل کرتے ہوئے جب جبعون کی ریاست میں داخل ہوئے تو یروشلم کے حکمران نے چار دوسری ریاستوں کے ساتھ مل کر متحدہ فوج تشکیل دی اور جبعون کا محاصرہ کر لیا تا کہ بنی اسرائیل کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کا قلع قمع کیا جاسکے شدید خون ریزی کے بعد متحدہ فوج کو شکست ہوئی، شکست خوردہ فوج جب میدان چھوڑ کر بھاگی تو آسمان سے اولوں اور پتھروں کی بارش ہوئی جس سے باقی ماندہ فوج بھی ہلاک ہو گئی۔ حضرت یوشع نے فرمایا:

”اے سورج! تو جبعون پر، اور اے چاند! وادی ابالون میں جا شہر اور

سورج شہر گیا اور چاند تھم گیا یہاں تک کہ انتقام پورا ہو گیا۔“

(تورات کتاب باب۔ ۱۰)

کفر و الحاد کی فوجوں سے برسرِ پیکار رہتے ہوئے حضرت یوشع نے اکتیس (۳۱) حکمرانوں کو شکست دی، حکم الہی کے تحت حضرت یوشع نے بنی اسرائیل کے قبائل میں فلسطین کی علاقائی تقسیم کی اور انتظامی امور کے لئے ہزار ہزار سو اور دس دس پر ایک

ایک سردار اور منصب دار مقرر کیا اور بنی اسرائیل کے مقدمات کے فیصلوں اور اختلافات کے حل کے لئے قاضیوں کو مقرر کیا۔

خطبہ

وفات سے قبل آپ نے سکم (SHECHEM) کے مقام پر بنی اسرائیل کو جمع کیا اور آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا:

”قدیم ایام میں تمہارے آباؤ اجداد حضرت ابراہیمؑ، نوح اور تارح دریائے فرات کے پار کیدیوں کے دور میں دور دراز ملک میں رہتے تھے، جہاں شرک اور بت پرستی عام تھی اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کی رہبری کی ان کو کنعان کے ملک میں لایا اور ان کی نسل پھولی، پھلی پھر جب بنی اسرائیل مصر میں غلامی کی ذلت آمیز زندگی بسر کر رہے تھے تو حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ مبعوث ہوئے اور تمہیں غلامی سے نجات ملی، فلسطین کے حکمرانوں سے تمہارا مقابلہ ہوا اور اللہ نے تمہیں طاقتور قوموں پر فتح عنایت کی اور وہ ملک جس پر تم نے محنت نہیں کی وہ شہر جن کو تم نے بنایا نہیں تم کو عنایت کے تم ان میں بستے ہو اور ان کے باغوں کے پھل کھاتے ہو جن کو تم نے نہیں لگایا پس اب تم نیک نیتی اور صداقت سے اللہ کی پرستش کرو اور ان باطل دیوتاؤں کو رد کر دو جن کی پرستش تمہارے باپ، دادا دریا کے پار اور مصر میں کرتے تھے اور اپنے دلوں کو پیغمبرانہ طرز فکر کے مطابق اللہ کی عبادت میں مشغول رکھو۔“

لوگوں نے حضرت یوشع سے اللہ وعدہ لاشریک کی پرستش کا وعدہ کیا اور حضرت یوشع نے ان کیلئے سکم میں آئین اور قانون بنایا۔ حضرت یوشع ایک سو دس برس (۱۱۰) اس دنیا میں رہے۔ (انا اللہ وانا الیہ راجعون)

حکمت:

اسی حکم کے مطابق جب حضرت یوشع نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھ دن تک عہد کے صندوق کے ساتھ فصیل کے گرد چکر لائے اور مینڈھے کے سینگ کے زسنگھے بجائے اور لشکر نے بلند آواز سے نعرہ لگایا تو فصیل گر گئی۔

عہد کے صندوق میں جزدان میں تورات رکھی ہوئی تھی، ایک مرتبان میں من بھرا ہوا تھا، حضرت ہارونؑ کا کرنا اور حضرت موسیٰ کا عصا رکھا ہوا تھا، عہد قدیم سے یہ دستور

چلا آرہا ہے کہ بزرگوں کا لباس، بزرگوں کی چیزیں، لاشی، عصا، جانماز اور ٹوپی وغیرہ گھروں میں محفوظ کر لیتے تھے تاکہ ان چیزوں کی برکت حاصل ہوتی رہے کیونکہ یہ چیزیں ان کے استعمال میں رہ چکی ہیں ان قدسی نفس حضرات کے رسمہ کی روشنیاں بھی ان کے اندر جذب ہوتی ہیں جب ان چیزوں پر ذہن مرکوز کیا جاتا ہے تو ذہن میں ان کا تاثر قائم ہوتا ہے اور اس تاثر کی وجہ سے دماغ میں یقین کا پیٹرن بن جاتا ہے۔

سائنسی تجربات

سائنسی تحقیق اور تجربات و مشاہدات یہ ہیں۔

اسکول کی گھنٹی بجتی ہے اور اس آواز کو سن کر بچے اسمبلی کی طرف چل پڑتے ہیں، پیتل کے (گھنٹے) پر لکڑی کا ہتھوڑا مارنے سے آواز پیدا ہوتی ہے جب لکڑی کا ہتھوڑا گھنٹہ پر پڑتا ہے تو گھنٹے میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے یہ ارتعاش گھنٹے کے پاس والی ہوا میں ایک دباؤ کی کیفیت پیدا کرتا ہے ارتعاش کے کم زیادہ ہونے سے ہوا کا دباؤ بھی کم زیادہ ہوتا ہے یا ہوا میں لہریں پیدا ہوتی ہیں جیسے کہ تالاب میں کنگر مارنے سے پانی میں لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ ہوا کے دباؤ کی لہریں جب ہمارے کان کے پردے سے ٹکرائی ہیں تو اس میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے جس کو ہم سنتے ہیں۔

آوازیں کئی قسم کی ہوتی ہیں مثلاً میوزک انسان میں سرور کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے، شور کی آوازیں کدورت اور ناپسندیدگی کا احساس پیدا کرتی ہیں، ہم بات کرتے ہیں تو وہ بھی بامعنی کیفیت رکھتی ہیں اور ہم مخاطب کا مدعا سمجھ سکتے ہیں آواز یا ارتعاش مختلف فریکوئنسیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔

آج کل آواز کی لہروں سے مختلف قسم کے کام لئے جا رہے ہیں جیسے پہلے X-rays کے ذریعے انسانی جسم میں مختلف قسم کی بیماریوں کا کھوج لگایا جاتا تھا اب چونکہ یہ معلوم ہو گیا ہے کہ X-rays ہمارے لئے نقصان دہ ہیں اسلئے اب وہی کام الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے کیا جاتا ہے، حاملہ عورتوں کے رحم میں بچوں کی نشوونما کا اندازہ بھی الٹرا ساؤنڈ سے ہی لگایا جاتا ہے، الٹرا ساؤنڈ سے اب آپریشن بھی ہونے لگے ہیں، جیسے موتیا کا آپریشن، گردوں میں پتھری کو توڑنے کے لئے بھی الٹرا ساؤنڈ کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ لیزر شعاعوں سے بہت سے آپریشن بھی کئے جاتے ہیں الٹرا ساؤنڈ کے

ذریعے کھیتوں میں سے پرندوں کو دور بھگایا جاسکتا ہے، غلہ کے گوداموں میں سے چوہوں کو بھگایا جاسکتا ہے۔ بازار میں ایسے آلات بھی دستیاب ہیں جو چھسروں کو بھگا دیتے ہیں۔

عام حالات میں آواز بہت دور تک سفر نہیں کر سکتی ہے، اس لئے اس کو دور تک پہنچانے کے لئے ٹیلی فون، ریڈیو، ٹی وی اور اس قسم کے دوسرے آلات استعمال کئے جاتے ہیں اب تو آواز کو ریکارڈ کرنے کا بھی بندوبست ہو گیا ہے آپ جہاں کہیں بھی ہوں اپنی آواز کو ریکارڈ کر کے کسی عزیز کو پیغام پہنچا سکتے ہیں، دنیا بھر میں ایسی آبرو ویریاں قائم ہو چکی ہیں جو دور دراز کہکشاؤں میں ہونے والے دھماکوں کو سن سکتی ہیں، نئے ستاروں کو وجود میں آتے ہوئے دیکھ سکتی ہیں یا ستاروں کی تباہی کا مشاہدہ کر سکتی ہیں۔

سائنسدانوں نے ایسے تجربات بھی کئے ہیں جن سے پتہ چلا ہے کہ بعض قسم کی موسیقی سے گائیں زیادہ دودھ دینے لگتی ہیں، فصلیں بہتر ہو جاتی ہیں، بعض تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ درخت بھی موسیقی کو پسند اور ناپسند کرتے ہیں، پھلی کا شکار کرنے میں الٹرا ساؤنڈ لہروں کا استعمال کیا جا رہا ہے، زیر زمین تیل کی تلاش کے لئے بھی الٹرا ساؤنڈ استعمال کیا جاتا ہے، اس لئے زمین کی سطح پر ایک جگہ دھماکہ کیا جاتا ہے اور مختلف آلات لگا کر اس کی بازگشت ریکارڈ کی جاتی ہے اس سے زمین کے اندر تیل کے ذخائر کے اوپر Shell کی شکل اور فاصلہ معلوم ہو جاتا ہے، اگر تیل کے ذخائر کے شیل کی موجودگی کا پتہ لگ جاتا ہے تو اس کے لئے DRILLING کی جاتی ہے، سمندر کی اندرونی سطح کے نقشے بنانے، آب دوزوں کا پتہ لگانے اور مچھلیوں کی موجودگی کا پتہ چلانے کے لئے الٹرا ساؤنڈ لہروں کو استعمال کیا جا رہا ہے۔

ایسے بم بنائے جا رہے ہیں کہ ان سے نکلنے والی لہروں کی آواز کی شدت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اس کے آس پاس رہنے والے تمام جاندار بشمول انسان ہلاک ہو جاتے ہیں، توپوں کی آواز کی لہروں سے دشمن کی سمت اور فاصلہ کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔

ہیروشیما پر گرائے جانے والے ایٹم بم کے دھماکے کی آواز اتنی شدید تھی کہ لاکھوں افراد ہلاک ہو گئے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے اور پہاڑ کا کچھ حصہ دھوئیں میں تبدیل ہو گیا، عمارتیں دھماکہ کی شدت سے تباہ ہو گئیں اور پل ٹوٹ گئے۔

حضرت یوشیو کے لشکر نے چھ دن تک سات زنگھے بیک آواز بجائے اور ”عہد کے صندوق“ کے ساتھ فصیل کے گرد چھ دن تک چکر لگاتے رہے اور اس کے بعد اجتماعی طور پر نعرہ اٹھایا تو اس اجتماعی آواز کی واہریشن ایٹم بم کے برابر ہو گئی، چونکہ عہد کے صندوق میں تبرکات محفوظ تھے ان تبرکات میں ذخیرہ شدہ روشنیوں کی توانائی نے بھی لشکر کی طاقت میں اضافہ کیا، جس کے نتیجے میں فصیل گر گئی۔



حضرت ایسح علیہ السلام

دو سو بیس سال میں تیس بادشاہ

مصر سے ہجرت کر کے اسرائیلی قبائل جب فلسطین میں آباد ہوئے۔ تو ان کی سلطنتیں قائم ہوتی چلی گئیں۔ جغرافیائی اعتبار سے فلسطین دو عظیم ایشان سلطنتوں میں تقسیم ہو گیا۔ جنوبی سلطنت یہوداہ اور شمالی سلطنت اسرائیل کے نام سے موسوم ہوئی۔ اسرائیلی حکومت ۲۲۰ سال تک قائم رہی۔ ۲۲۰ سال میں ۳۰ بادشاہوں نے حکومت کی۔

حضرت ایسح کی شخصیت انتہائی پرکشش، پروقار اور بارعب تھی۔ اعلیٰ لباس زیب تن کرتے تھے۔ بال کٹے ہوئے اور سنورے ہوئے رہتے تھے۔ ہاتھ میں عموماً عصا ہوتا تھا۔ طبیعت میں سادگی اور بے نیازی تھی۔ ذریعہ معاش کھیتی باڑی تھا۔ دن بھر کھیتوں میں بل چلاتے اور راتوں کو عبادت الہی میں مصروف رہتے تھے۔

جبل حوراب

حضرت ایسح حضرت الیاس کے وصال کے بعد منصب نبوت پر فائز ہوئے۔

روایت کے مطابق ایک مرتبہ حضرت الیاس جبل حوراب کے ایک غار میں عبادت کرنے کے بعد دمشق واپس جا رہے تھے کہ ایبل حوراب کے ایک کھیت میں حضرت ایسح کو بل چلاتے دیکھا۔ آپ حضرت ایسح کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی چادر حضرت ایسح کے کندھوں پر ڈال دی حضرت ایسح گھربار، کھیتی باڑی اور بستی چھوڑ کر حضرت الیاس کے ساتھ رہنے لگے۔ حضرت ایسح حضرت الیاس کی تربیت میں سات سال رہے۔ سات سال کے بعد واپس اپنے گاؤں تشریف لے آئے اور خدمتِ خلق اور تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے۔ آپ وعظ و نصیحت کے ذریعے لوگوں میں وحدانیت کا پرچار کرتے تھے۔ دین حق کی تبلیغ و ترویج کے سلسلے میں قریہ قریہ، گاؤں گاؤں، شہر شہر پھرتے رہتے تھے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ

”اور اسماعیل اور اسمعٰل اور لوط اور ان سب کو ہم نے دنیا والوں پر
 فضیلت عطا فرمائی۔ (سورۃ انعام: ۸۶)
 ”اور ذکر کرو اسماعیل اور اسمعٰل اور ذوالکفلن کا، ان میں سے ہر ایک
 تھا خوبی والا۔“ (سورۃ ص: ۴۸)

معجزات

حضرت اسمعٰل کی ذات سے صادر ہونے والے بے شمار معجزات ہیں۔
 توراہ کتاب سلاطین ۲ میں آپ کے معجزات اور آپ کی پیشگوئیاں اس طرح بیان
 ہوئی ہیں۔

ایک روز اہل اربجانے حضرت اسمعٰل سے چشمے کے کھارے پانی کی شکایت
 کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک نئے پالے میں نمک ڈال کر لے آؤ۔ لوگ پیالے میں
 نمک ڈال کر لے آئے۔ آپ نے کھارے پانی کے چشمے میں یہ پانی ڈال دیا اور دعا
 فرمائی۔ چشمے کا پانی شیریں ہو گیا۔

ایک دفعہ ایک عورت حضرت اسمعٰل کی خدمت میں گریہ و زاری کرتی ہوئی
 آئی۔ اس نے بتایا کہ شوہر کے انتقال کے بعد قرض خواہ قرض ادا نہ کرنے کی صورت
 میں میرے دونوں بیٹوں کو غلام بنانا چاہتے ہیں۔

حضرت اسمعٰل نے فرمایا! ”گھر میں کچھ ہے؟“
 عورت نے کہا! ”ایک پیالہ تیل کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔“

آپ نے فرمایا! ”پڑوسیوں سے خالی برتن ادھار لے کر ان برتنوں میں تیل
 اٹیلنا شروع کر دو۔ جب تمام برتن بھر جائیں تو انہیں بیچ کر قرض ادا کرو اور جو باقی
 بچے اس سے گزراوقات کرو۔“

عورت نے حسب ارشاد عمل کیا۔ تیل میں اتنی برکت ہوئی کہ پڑوس کے
 تمام برتن بھر گئے اور اس نے قرض ادا کر دیا۔

حضرت اسمعٰل جب شونیم (SHUNEM) پر مقیم تھے تو ایک دولت مند
 خاتون روزانہ آپ کی دعوت کرتی۔ اس نے آپ کے آرام کی خاطر اپنے گھر سے
 متصل ایک کمرہ بھی بنوا دیا۔ حضرت اسمعٰل جب بھی شونیم آتے اس کے گھر میں قیام

فرماتے۔ ایک روز حضرت ایسح نے اپنے خادم جیجازی کے ذریعے اس عورت کو بلوایا اور فرمایا!

”اس خدمت کا کیا صلہ چاہتی ہو؟“
عورت نے کہا! ”میرے پاس سب کچھ موجود ہے۔ لیکن اولاد کی نعمت سے محروم ہوں۔“

حضرت ایسح نے اس کے حق میں دعا کی اور فرمایا:

”آئندہ موسم بہار میں تیری گود بھر جائے گی۔“

حضرت ایسح کی دعا قبول ہوئی اور اللہ نے اس عورت کو بیٹے کی نعمت سے نوازا۔ وہ بچہ جب لڑکپن میں داخل ہوا تو ایک روز باپ کے ساتھ کھیت پر کام کرنے گیا۔ کام کرتے ہوئے اچانک اس کے سر میں شدید درد ہوا۔ درد اس قدر شدید تھا کہ اس کی تاب نہ لا کر مر گیا۔ ماں مردہ بچے کو حضرت ایسح کے کمرے میں لٹا کر آپ کی تلاش میں نکل گئی۔ آپ اس وقت کوہِ کرمل پر مقیم تھے۔ قدموں میں گر کر خاتون دھاڑیں مار مار کر رونے لگی اور بیٹے کے انتقال کی خبر سنائی۔ آپ نے اپنے دوست کو اپنا عصا دیا اور کہا یہ عصا لے جا اور مردہ لڑکے کے منہ پر رکھ دے۔

دوست نے حسب ہدایت عمل کیا۔ لیکن مردہ جسم میں جنبش نہیں ہوئی۔ حضرت ایسح خود لڑکے کے پاس تشریف لے گئے۔ کمرہ بند کر کے بارگاہِ الہی میں دعا کی۔ لڑکے کے جسم میں حرکت ہوئی اور اے سات چھینکیں آئی اور وہ زندہ ہو کر بیٹھ گیا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت ایسح شونیم (SHUNEM) سے جلجال (GILGOL) تشریف لے گئے۔ جلجال ان دنوں قحط میں تھا۔ آپ نے اپنے دوست سے کہا کہ اہل جلجال کے لئے لپسی ☆ پکاؤ۔ کچھ لوگ کھیت سے سبزیاں توڑ لائے۔ ان میں اندرائن ☆ بھی شامل تھیں۔ جو کسی نے غلطی سے کھانے میں شامل

☆ موٹے آٹے کا پتلا حلوہ۔

☆ خربوزے کی شکل کا ایک پھل جو دیکھے میں خوب صورت اور ذائقے میں انتہائی تلخ اور زہریلا ہوتا

ہے۔

کر دیا تھا۔ جب لوگ کھانا کھانے بیٹھے تو انہیں کھانا زہریلا ہونے کا احساس ہوا۔
حضرت اسیع نے تھوڑا سا آٹا منگوایا اور اسے دیگ میں ڈال دیا۔ کھانے کی کڑواہٹ
اور زہریلا پن ختم ہو گیا اور لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

ایک مرتبہ بعل سلیسہ سے ایک شخص آپ کی خدمت میں جو کی روٹیاں اور
کچھ اناج لے کر آیا۔ آپ نے دوست سے فرمایا کہ اسے لوگوں میں تقسیم کر دے۔
چونکہ لوگ زیادہ تھے اور روٹیاں اور اناج کم تھا اس نے پوچھا! ”کیا اتنی کم روٹیاں
اور اناج سو آدمیوں کے سامنے رکھ دوں؟“

آپ نے فرمایا! ”یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس تھوڑے سے اناج سے سو آدمی
کھائیں گے اور پھر بھی باقی بچے گا۔“ آپ کے ارشاد کے مطابق اس میں اتنی برکت
ہوئی کہ لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔

شاہِ ارام (بادشاہِ دمشق) کے لشکر کا سردار نعمان ایک عرصے سے برص کے
مرض میں مبتلا تھا۔ نعمان کی کنیز نے حضرت اسیع کا تذکرہ کیا۔ اس زمانے میں
حضرت اسیع سامریہ میں تھے۔ نعمان چند لوگوں کے ہمراہ حضرت اسیع کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے دوست سے کہا کہ ”اس سے کہو کہ وہ دریائے یردن
میں سات مرتبہ غوطہ لگائے۔“ نعمان کو آپ کی باتوں کا یقین نہیں آیا اور وہ ناراض ہو کر
واپس جانے لگا۔ لیکن اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے مشورہ دیا کہ حضرت اسیع
کی ہدایت پر عمل کر کے دیکھ لینا چاہئے۔ نعمان نے دریائے یردن میں سات بار غوطہ
لگایا۔ جب وہ باہر آیا تو برص (سفید داغ) کا مرض ختم ہو گیا تھا۔ نعمان آپ کی
خدمت میں پیش بہا تحائف لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے تحائف قبول کرنے سے انکار
کر دیا۔ لیکن جیازی نے لالچ کی بنا پر آپ کی اجازت کے بغیر تحائف قبول کر لئے۔
حضرت اسیع کے استفسار پر جیازی نے جھوٹ بولا۔ جس پر آپ نے اس کو اور اس کی
نسل کو برص کی بددعا دی۔ جیازی اسی وقت برص میں مبتلا ہو گیا۔

ایک دفعہ کچھ لوگوں نے حضرت اسیع سے رہائشی پریشانی کی وجہ سے یردن جانے
کی اجازت مانگی آپ نے اجازت دیدی۔ لوگ آپ کو بھی ساتھ لے جانے پر
مصر ہوئے۔ لہذا آپ بھی ان کے ساتھ تشریف لے گئے۔ یردن پہنچ کر مکان کی تعمیر

کے سلسلے میں کچھ لوگ لکڑیاں کاٹنے جنگل کی طرف چلے گئے۔ لکڑیاں کاٹتے ہوئے ایک شخص کی کلہاڑی دریا میں گر گئی۔ وہ التجا کرتا ہوا حضرت ایسح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا، ”کلہاڑی کس جگہ گری ہے؟“ اس شخص نے جگہ کی نشاندہی کی آپ نے درخت کی ایک ٹہنی کاٹ کر ڈال دی۔ کلہاڑی تہہ آب سے سطح آب پر آگئی۔

فرشتوں کی فوج

دمشق اور اسرائیل کی جنگ میں آپ شاہ اسرائیل کو شاہ آرام (دمشق) کے عسکری منصوبہ بندی سے آگاہ کرتے تھے۔ اسرائیلی افواج آپ کی ہدایت اور رہنمائی سے فتحیاب ہو جاتی تھیں۔ جب ایسا متعدد بار ہونے لگا تو شاہ آرام کے دل میں خدشہ لاحق ہوا کہ اس کی فوج میں شاہ اسرائیل کا جاسوس موجود ہے۔ اس نے امراء اور عمائدین کو بلا کر اپنے خدشے کا اظہار کیا۔ ان میں سے کسی نے کہا!

”نہیں میرے مالک! اے بادشاہ! بلکہ ایسح جو اسرائیل میں نبی ہے تیری

ان باتوں کو جو تو اپنی خلوت گاہ میں کہتا ہے شاہ اسرائیل کو بتا دیتا ہے۔“

شاہ آرام نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا اور ایک عظیم الشان لشکر اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے روانہ کیا۔ لشکر نے راتوں رات شہر کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت ایسح کا دوست جب صبح اٹھ کر باہر نکلا تو شہر کے اطراف ارامی لشکر کو دیکھ کر پریشانی کے عالم میں حضرت ایسح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا!

”خوف نہ کر کیونکہ ہمارے ساتھ والے ان کے ساتھ والوں سے زیادہ

ہیں۔“ (۲-سلاطین)

یہ کہہ کر آپ نے بارگاہ الہی میں دعا کی ”اے خداوند اس کی آنکھیں کھول

دے تاکہ وہ دیکھ سکے۔“ (۲-سلاطین)

دعا قبول ہوئی اور دوست کی باطنی نظر کھل گئی۔ اس نے دیکھا کہ حضرت

ایسح کے اردگرد فرشتوں کی فوج گھوڑوں اور رتھوں میں سوار ہے۔ ارامی لشکر جب

حضرت ایسح کی طرف بڑھا تو آپ نے فرمایا! ”اندھے ہو جاؤ“۔ ارامی فوج اندھی

ہو گئی۔ آپ اندھی فوج کو لئے سامریہ چلے آئے اور وہاں دعا کی اور ارامی فوج کی

بینائی واپس آگئی۔ شاہ اسرائیل نے حضرت الیسع سے ارامی فوج پر حملے کی اجازت چاہی۔ لیکن آپ نے کمال مہربانی اور شفقت سے اس کو منع کر دیا اور فرمایا!

”تو ان کو نہ مار۔ کیا تو ان کو مار دیتا ہے جو تیرے اسیر ہو جاتے ہیں؟
تو ان کے آگے روٹی اور پانی رکھتا کہ وہ کھائیں پیئیں اور اپنے آقا
کے پاس واپس جائیں۔“ (۲۔ سلاطین)

شاہ اسرائیل نے حسب ارشاد عمل کیا اور ارامی فوج کو کھلا پلا کر واپس جانے کی اجازت دیدی۔

اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصے کے بعد بادشاہ بن ہدو (شاہ ارام) نے اپنی تمام تر عسکری قوت مجتمع کر کے سامریہ کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ اس قدر طویل اور سخت تھا کہ سامریہ میں قحط پڑ گیا۔

چاندی کے اسی سکے

قحط کے اس دور میں گدھے کا سر چاندی کے اسی سکوں میں بکنے لگا۔ یہاں تک کہ بھوک کی شدت نے لوگوں کو آدم خوری پر مجبور کر دیا۔ کتاب ۲۔ سلاطین باب ۶ میں قحط کے اس دور کا ایک واقعہ مذکور ہے۔

”اور جب شاہ اسرائیل دیدار پر جا رہا تھا تو ایک عورت نے اس کی دہائی دی اور کہا کہ اے میرے مالک! اے بادشاہ مدد کر۔ بادشاہ نے کہا کہ اگر خداوند ہی تیری مدد نہ کرے تو میں کہاں سے تیری مدد کروں؟

پھر بادشاہ نے اس سے کہا تجھے کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا اس عورت نے مجھ سے کہا کہ اپنا بیٹا دے دے تاکہ ہم آج کے دن اسے کھائیں اور جو میرا بیٹا ہے اسے ہم کل کھائیں گے۔ سو میرے بیٹے کو اس نے پکایا اور اسے کھا لیا اور دوسرے دن میں نے اس سے کہا اپنا بیٹا لانا کہ ہم اسے کھائیں لیکن اس نے اپنا بیٹا چھپا دیا۔“

بادشاہ نے عورت کی دلدوز باتیں سن کر اپنے کپڑے پھاڑ دیئے۔ اس نے یہ سوچ کر کہ ایک نبی کے ہوتے ہوئے لوگ آدم خوری پر مجبور ہو جائیں شدت دیوانگی میں کہا!

”اگر آج ساقط کے بیٹے الیسع کا سر اس کے تن پر رہ جائے تو خدا مجھ سے

ایسا یا اس سے زیادہ کرے۔“ (۲- سلاطین)

بادشاہ نے ایک قاصد حضرت الیسع کے پاس روانہ کیا۔ آپ اس وقت اپنے گھر میں چند لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس سے پہلے کہ قاصد آپ کے پاس آتا آپ نے لوگوں سے فرمایا!

”تم دیکھتے ہو کہ اس قاتل زادہ نے میرا سراڑا دینے کو ایک آدمی بھیجا ہے؟ سو دیکھو جب وہ قاصد آئے تو دروازہ بند کر لینا اور مضبوطی سے دروازے کو اس کے مقابل پکڑے رہنا۔ کیا اس کے پیچھے پیچھے اس کے آقا کے پاؤں کی آہٹ نہیں؟“

ابھی وہ یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ قاصد آپ کے پاس آ پہنچا۔ حضرت الیسع نے قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا! ”تم خداوند کی بات سنو۔ خداوند یوں فرماتا ہے کہ کل اسی وقت سامریہ کے پھانک پر ایک مشقال میں ایک پیانہ میدہ اور ایک ہی مشقال میں دو پیانے جو (Barley) بکے گا۔“

قاصد کو آپ کی باتوں پر یقین نہیں آیا اور اس نے بے یقینی سے کہا!

”اگر خداوند آسمان میں کھڑکیاں بھی لگا دے تو بھی یہ بات پوری نہیں ہو سکتی؟“

آپ نے فرمایا!

”سن! تو اسے اپنی آنکھوں سے دیکھے گا پر اس میں سے کچھ کھانے نہ پائے گا۔“

دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے ارامی لشکر کو غیب سے ایک بڑی فوج کی آواز سنوائی۔ ارامی لشکر یہ سمجھے کہ شاہ اسرائیل کی مدد کے لئے حتی اور مصری فوج آ گئی ہے۔ لہذا ارامی لشکر جیسے تیسے کر کے چھاوٹی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ میدان جنگ کی طرف سے چار کوڑھیوں کا گزر ہوا تو وہ اندر گھس گئے اور خوب کھایا پیا۔ کھانے پینے کے بعد انہیں خیال آیا کہ اس کی اطلاع بادشاہ کو دینی چاہئے۔ انہوں نے بادشاہ تک یہ خبر پہنچا دی۔ بادشاہ نے تصدیق کے لئے ہرکارے بھیجے۔ انہوں نے واپس آ کر تصدیق کی۔ بادشاہ نے اسی قاصد کو جسے حضرت الیسع کے پاس بھیجا تھا شہر کے

پھاٹک پر مقرر کیا اور ہدایت کی کہ لوگوں کو آرامی لشکر گاہ کی طرف قطار بنا کر جانے دیا جائے۔ لیکن ایک عرصے سے بھوک اور افلاس میں مبتلا لوگ قطار توڑ کر لشکر گاہ کی طرف چڑھ دوڑے۔ اس دھکم پیل میں قاصد زمین پر گر گیا اور لوگوں کے پیروں تلے کچل کر مر گیا۔ حضرت اسیح کی پیشن گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور اس قاصد نے ایک مشقال میں ایک پیانہ میدہ اور ایک مشقال میں دو پیانے جو بکتے ہوئے دیکھا لیکن وہ کچھ نہ کھاسکا اور بھوک سے مر گیا۔

دعا کی درخواست

اسرائیلی بادشاہ یوآس (جیہوش) نے آپ سے اپنی حکومت کی سلامتی اور دشمنوں (ارامیوں) پر فتح اور غلبہ حاصل کرنے کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے یوآس کو ہدایت کی کہ وہ مشرق کی سمت تیر چلائے۔ یوآس نے حسب حکم عمل کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تیر، آرام پر فتح پانے کا ہے۔ پھر آپ نے یوآس کو حکم دیا کہ تیروں کو زمین پر مار۔ یوآس تین بار زمین پر تیر مار کر رک گیا آپ نے یوآس سے فرمایا!

”تجھے پانچ یا چھ بار مارنا چاہئے تھا۔ تب تو ارامیوں کو اتنا مارتا کہ ان

کو نابود کر دیتا۔ لیکن اب تو ارامیوں کو تین بار شکست دے گا۔“

مسلل کوشش و محنت کے باوجود اور حضرت اسیح کی ذات سے صادر

ہونے والے بے شمار معجزات کے مشاہدے کے بعد بھی جب آپ کی قوم راہ راست پر نہ آئی اور نافرمانی اور سرکشی پر بصد رہی تو آپ نے بارگاہ الہی میں استدعا کی کہ میں اب اس قوم کے درمیان رہنا نہیں چاہتا۔ اے اللہ مجھے دائمی حضوری فرما۔ دعا قبول ہوئی اور آپ عالم بقاء میں تشریف لے گئے۔ حضرت اسیح اپنے آبائی گاؤں اہیل محلہ میں مدفون ہیں۔

حکمت:

آدمی اگر نہ چاہے اور اللہ کا باغی بن جائے تو اللہ ایسے لوگوں کے قلوب پر مہر لگا دیتا ہے اور کانوں کو سیل کر دیتا ہے اور آنکھوں پر دہیز پر وہ ڈال دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ قدرت کی نشانیاں دیکھ کر بھی وحدہ لا شریک کی وحدانیت پر ایمان نہیں لائے۔ حضرت اسیح نبی کی ذات سے بے شمار معجزات کا ظہور ہوا۔ لیکن اس کے

باوجود قوم سرکشی اور نافرمانی کرتی رہی اور اللہ کی نعمتوں کو جھٹلاتی رہی۔ قوم نے اتنا زیادہ خود کو جتلائے عصیان کر لیا تھا کہ محبت و مشفق نبی کو اللہ سے دعا کرنی پڑی کہ اب وہ اس قوم میں رہنا نہیں چاہتے۔ قوم نے سعادتِ ازلی کو شقاوت میں تبدیل کر لیا تھا۔ سچ ہے کہ شیطان آدمی کے خون کے ساتھ دوڑتا ہے۔



حضرت ذوالکفل علیہ السلام

ذوالکفل کا لفظی ترجمہ ”صاحب نصیب“ ہے۔ قرآن کی دو سورتوں ”ص“ اور ”انبیاء“ میں حضرت ذوالکفل کا ذکر آیا ہے۔

”اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل سب صبر کرنے والے تھے ہم نے انہیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لیا۔ یقیناً وہ نیک بندوں میں سے تھے۔“ (سورۃ الانبیاء: ۸۵)

”اور یاد کرو اسماعیل، اسمع اور ذوالکفل کے واقعات اور یہ سب نیکو کار تھے۔“ (سورۃ ص: ۴۸)

حضرت اسمع بہت بوڑھے ہو گئے تو آپ نے بنی اسرائیل کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا کہ میں اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں۔ اور میں اس شخص کو مقرر کروں گا جو مجھ سے تین باتوں کا عہد کرے گا۔ اول یہ کہ دن بھر روزہ رکھے گا، دوم شب بیداری کرے گا اور خدا کی عبادت کرے گا، سوم کبھی بھی غصہ نہیں کرے گا۔ آپ کی تینوں شرائط سننے کے بعد مجمع میں سے صرف ایک شخص کھڑا ہوا۔ اس نے کہا میں حاضر ہوں اس کے بعد حضرت اسمع نے محفل برخاست کر دی۔ دوسرے دن آپ نے پھر لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی تینوں شرائط دہرائیں اس دن بھی وہی شخص کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس شخص سے کہا کہ اچھی طرح سوچ لو کہ تم شرائط کی پابندی کر سکو گے یا نہیں۔ اس نے اقرار کیا۔ آپ نے اس روز بھی محفل برخاست کر دی اور تیسرے روز پھر لوگوں کو جمع کیا اور تیسری بار بھی وہی شخص کھڑا ہوا۔ تب آپ نے اسے اپنے جانشین کے طور پر منتخب کر لیا۔ وہ شخص حضرت ذوالکفل تھے۔

مفلوک الحال شیطان

حضرت ذوالکفل کا معمول تھا کہ دن رات میں صرف تھوڑی دیر کے لئے دوپہر میں سوتے تھے۔ غصہ سے ہمیشہ اجتناب کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ شیطان ہر وقت آپ کی تاک میں لگا رہتا تھا۔ ایک دن وہ مفلوک الحال بوڑھے کی صورت میں دروازے پر پہنچ گیا۔ یہ آپ کے سونے کا وقت تھا۔ شیطان نے دستک دی تو آپ باہر تشریف لے آئے۔ ابلیس نے آپ سے کہا کہ میری قوم نے مجھ پر ظلم کر رکھا ہے۔ اور داستان ظلم کو اتنا طویل کر دیا کہ سونے کا وقت ختم ہو گیا۔ آپ نے اس سے کہا کہ

اب تم جاؤ شام کو آنا لیکن ابلیس شام کو تو آیا نہیں بلکہ دوسرے دن عین قیلولہ کے وقت آ گیا۔ اور آپ کو باتوں میں الجھا لیا اس روز بھی سونے کا وقت ختم ہو گیا۔ آپ نے اسے پھر شام کے وقت بلوایا۔ مگر وہ تیسرے روز بھی قیلولہ کے وقت آ گیا۔ حضرت ذوالکفل نے اپنے بیگم سے کہا کہ اب کوئی بھی آئے مجھے جگانا نہیں۔ چنانچہ جب ابلیس نے دستک دی تو اہل خانہ نے منع کر دیا۔ ابلیس نے مکاری سے کام لیا اور کہا کہ مجھے حضرت نے وقت دیا ہے اور ایک نہایت ضروری بات کرنی ہے۔ لیکن آپ کی بیگم نے منع کر دیا۔ جب بات نہ بنی تو شیطان اپنی ابلیسی قوتوں سے حضرت ذوالکفل کے کمرے میں آ گیا۔ آپ بیدار ہو گئے اور اس کو کمرے میں دیکھ کر آپ نے پوچھا تو ابلیس ہی ہے نا۔ ابلیس نے کہا ہاں میں اور میری ذریت آپ پر قابو نہ پاسکی۔ میں نے چاہا کہ آپ کو طیش و لادوں اور اس عہد میں ناکام بنا دوں جو آپ نے حضرت ابراہیم سے کیا تھا لیکن میں کامیاب نہیں ہوا۔

حکمت:

اس واقعہ میں یہ سبق ملتا ہے کہ شیطان ہمارا ہر حال میں دشمن ہے۔ وہ نبیوں کے تعاقب میں بھی رہتا ہے اور انہیں بھی بہکانے کی تدبیریں کرتا ہے۔ حضرت ذوالکفل تھوڑی سی دیر کے لئے سوتے تھے۔ شیطان نے سوچا کہ اگر ان کی نیند خراب کر دی جائے تو ان کے اعصاب میں اضمحلال پیدا ہو جائیگا اور وہ اپنے عہد کو برقرار نہیں رکھ سکیں گے اور جب اس کا بس نہ چلا تو ابلیسی قوت سے ان کے کمرے میں گھس گیا۔ شیطان کی تدبیر اور اس کا مکر خود اس کے لئے ذلت اور رسوائی کا سبب بن گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست کی حفاظت فرمائی۔

تین شرائط پر تفکر کرنے سے یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ:

- (۱) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ روزہ کی جزا میں خود ہوں یعنی روزہ رکھنے والے کے حواس اتنے نفیس اور لطیف ہو جاتے ہیں کہ وہ بحکم الہی تجلی ذات کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔
- (۲) شب بیدار بندے قرب الہی سے سرشار ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ منزل شریف میں اللہ کی طرف رجوع کرنے اور قرآن پاک کی تلاوت کا حکم دیا ہے۔

”اے کپڑے میں لپٹنے والے قیام کر رات کو مگر کسی رات آدمی رات یا اس سے کم کر دے تھوڑا یا زیادہ کرائن پر اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف۔“
(سورۃ منزل ۱-۳)

۳) رب کائنات کا ارشاد ہے۔
جو لوگ غصہ نہیں کرتے اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اللہ ایسے احسان کرنے والے بندوں سے محبت کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غصہ کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔



حضرت ذوالقرنین علیہ السلام

یا جوج ماجوج

”اور اے محمد! یہ لوگ تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں ان سے کہو میں اس کا کچھ حال تم کو سنا تا ہوں۔ ہم نے اسے زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب و وسائل بخشے تھے، اس نے پہلے (مغرب کی طرف ایک مہم کا) سر و سامان کیا، حتیٰ کہ جب وہ غروب آفتاب کی حد تک پہنچ گیا تو اس نے سورج کو ایک کالے پانی میں ڈوبتے دیکھا اور وہاں اسے ایک قوم ملی، ہم نے کہا اے ذوالقرنین! تجھے یہ قدرت بھی حاصل ہے کہ تو ان کو تکلیف پہنچائے اور یہ بھی کہ ان کے ساتھ نیک رویہ اختیار کرے۔ اس نے کہا جو ان میں سے ظلم کرنے کا ہم اس کو سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف پلٹا یا جائے گا اور وہ اسے اور زیادہ سخت عذاب دے گا اور جو ان میں سے ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اس کے لئے اچھی جزا ہے اور ہم اس کو نرم احکام دیں گے۔ پھر اس نے (ایک دوسری مہم کی) تیاری کی یہاں تک کہ طلوع آفتاب کی حد تک جا پہنچا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جس کے لئے دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان ہم نے نہیں کیا ہے یہ حال تھا ان کا اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا اسے ہم جانتے تھے پھر اس نے (ایک اور مہم کا) سامان کیا یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اسے ان کے پاس ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین! یا جوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں تو کیا ہم تجھے کوئی ٹیکس اس کام کے لئے دیں کہ تو ان کے اور ہمارے درمیان ایک بند تعمیر کر دے۔ اس نے کہا جو کچھ میرے رب نے مجھے دے رکھا ہے وہ بہت ہے تم بس محنت سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بند بنا دیتا ہوں مجھے لو سے کی چادریں لا دو آخر جب دونوں پہاڑوں کے درمیان وادی کو اس نے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا کہ اب آگ دہکاؤ حتیٰ کہ جب (یہ آہنی دیوار) بالکل آگ کی طرح سرخ ہو گئی تو اس نے کہا لاؤ اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا (یہ بند ایسا تھا کہ) یا جوج، ماجوج اس پر چڑھ کر بھی نہ آسکتے تھے اور اس میں نقب لگانا ان کے لئے اور بھی مشکل تھا

ذوالقرنین نے کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے مگر جب میرے رب کے وعدہ کا وقت آئے گا تو وہ اس کو پیوند خاک کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے۔ اور اس روز ہم لوگوں کو چھوڑ دیں گے کہ (سمندر کی موجوں کی طرح) ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہونگے اور صور پھونکا جائے گا اور ہم ان سب انسانوں کو ایک ساتھ جمع کریں گے اور وہ دن ہوگا جب ہم جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے، ان کافروں کے سامنے جو میری نصیحت کی طرف سے اندھے بنے ہوئے تھے اور کچھ سننے کیلئے تیار ہی نہ تھے تو کیا یہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنا لیں۔ ہم نے ایسے کافروں کی ضیافت کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے۔

اے محمد ﷺ! ان سے کہو کہ ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام اور نامراد لوگ کون ہیں۔ وہ کہ جن کی دنیا کی زندگی کی ساری جدوجہد راہ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا۔ اس لئے ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔ قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن (تول) نہ دیں گے ان کی جزا جہنم ہے اس کے بدلے جو انہوں نے کیا اور اس مذاق کی پاداش میں جو میری آیات اور میرے رسولوں کے ساتھ کرتے تھے۔ البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے ان کی میزبانی کیلئے فردوس کے باغ ہونگے جن میں وہ ہمیشہ رہینگے اور کبھی اس جگہ سے نکل کر کہیں جانے کو ان کا جی نہ چاہے گا۔

اے محمد! کہو کہ اگر سمندر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے روشنائی بن جائے تو وہ ختم ہو جائے مگر میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں، بلکہ اگر اتنی ہی روشنائی ہم اور لے آئیں تو وہ بھی کم پڑ جائے۔

اے محمد! کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا اللہ بس ایک ہی اللہ ہے۔ پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ

کرے۔“ (سورۃ کہف - ۸۳ - ۱۱۰)

ذوالقرنین مفسرین کی نظر میں

ذوالقرنین کے لفظی معنی ہیں ”دو سینگوں والا“ مفسرین ذوالقرنین کے نام کی کئی طرح تشریح کرتے ہیں۔

۱۔ ذوالقرنین اس لئے کہا گیا کہ وہ دو مملکتوں روم اور فارس کا حکمران تھا اور ”قرن“ جس کے معنی ”سینگ“ کے ہیں بطور استعارہ طاقت و حکومت کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

۲۔ وہ فتوحات کرتا ہوا اقصائے مشرق و مغرب تک پہنچا اور دونوں خطوں پر بہت سے ممالک پر قابض و مسلط ہوا۔ (امام زہری)

۳۔ اس کے سر میں دونوں جانب سینگ کے مشابہ غدود ابھرے ہوئے تھے۔

(وہب بن منبہ)

۴۔ اس کی زلفیں دراز تھیں اور وہ بالوں کی چوٹی گوندھ کر دونوں کاندھوں پر ڈالے رکھتا تھا۔ (حسن بھری)

۵۔ اس نے ایک جابر بادشاہ اور قوم کو توحید کی دعوت دی بادشاہ نے غضب ناک ہو کر اس کے سر کے ایک جانب سخت چوٹ لگائی جس سے وہ مر گیا اس کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر تبلیغ کا فرض انجام دیا پھر قوم نے دوسری طرف چوٹ مار کر شہید کر دیا اس ضرب کی وجہ سے اس کے سر پر دو نشان بن گئے جس کی وجہ سے ذوالقرنین کا لقب دیا گیا۔ (حضرت علیؓ)

۶۔ وہ نجیب الطرفین تھا اسلئے والدین کی نجابت کو قرنین کے ساتھ تشبیہ دی گئی۔

۷۔ اس نے اس قدر طویل عمر پائی کہ انسانی دنیا کے دو قرن (صدیوں) تک زندہ رہا۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب نبوت کا اعلان کیا تو یہودیوں نے آپ کو آزمانے کیلئے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس تین سوالات بھیجے یہودی یہ جاننا چاہتے تھے کہ اگر حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں تو ”امی“ ہونے کے باوجود وحی الہی کے ذریعے اس شخص کے واقعات بتادیں گے۔

ذوالقرنین نے بنی اسرائیل کو بابل کی غلامی سے نجات دلانی اور ان کے مقدس مقام یروشلم (بیت المقدس) کو دوبارہ آباد کیا ان امور کی بناء پر یہودی ذوالقرنین کو نجات دہندہ، مسیح اللہ اور ”خدا کا چرواہا“ کہتے ہیں۔ یہود نے کہا ہم کو اس نبی کا حال بتائیے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے تورات میں صرف ایک ہی جگہ کیا ہے نبی اکرم ﷺ نے دریافت کیا ”وہ کون ہے؟“ یہود نے جواب دیا ”ذوالقرنین“۔
قرآن کریم میں ہے

”اور اے محمد ﷺ یہ لوگ تم سے ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں ان سے کہو میں اس کا کچھ حال تم کو سناتا ہوں۔ ہم نے اسے زمین میں اقتدار عطا کر رکھا تھا اور اسے ہر قسم کے اسباب و وسائل بخشے تھے، اس نے پہلے (مغرب کی طرف ایک مہم کا) سرو سامان کیا، حتیٰ کہ جب وہ غروب آفتاب کی حد تک پہنچ گیا تو اس نے سورج کو ایک کالے پانی میں ڈوبتے دیکھا۔ (سورہ کہف- ۸۳، ۸۶)

خوس (ذوالقرنین) اگرچہ ایشیا کو چک فتح کرتا چلا گیا لیکن عوام پر ظلم نہیں کیا اور نہ ہی ان کو وطن بدر کیا۔ خوس کے حسن سلوک اور عدل و انصاف کی وجہ سے لوگوں کو یہ محسوس ہی نہیں ہوا کہ یہاں کوئی انقلاب آیا ہے۔

خوس نے اپنی فوج کو حکم دے دیا کہ دشمن کی فوج کے سوا اور کسی انسان پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے اور دشمن کی فوج میں سے جو کوئی نیزہ جھکا دے اسے قتل نہ کیا جائے۔

عوام کی فلاح و بہبود

اس کا عقیدہ تھا کہ ”زرو جو اہرات“ بادشاہوں کے ذاتی عیش و آرام کے لئے نہیں ہیں بلکہ یہ خزانے اسلئے ہیں کہ بادشاہ رفاہ عام کے کام کرے۔ مشرق بعید کی ریاست باختر (بیکٹریا) میں وحشی اور صحرائشین قبائل آباد تھے، یہ قوم اخلاقی اقدار سے بے بہرہ اور متمدن زندگی سے غیر مانوس تھی، طلوع آفتاب کے ساتھ جوں جوں دھوپ پھیلتی وحشی قوم میں تو انانی آجاتی تھی اور آفتاب کے ڈھلنے کے ساتھ وہ کمزور اور لاغر ہو جاتے تھے، سورج غروب ہو جانے کے بعد ایسا لگتا تھا کہ ان کے جسم کی جان نکل گئی ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

”پھر اس نے (ایک دوسری مہم کی) تیاری کی یہاں تک کہ طلوع آفتاب کی

حد تک جا پہنچا۔ وہاں اس نے دیکھا کہ سورج ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا ہے جس کیلئے دھوپ سے بچنے کا کوئی سامان ہم نے نہیں کیا ہے یہ حال تھا ان کا۔“
(سورہ کہف۔ ۹۰)

یاجوج، ماجوج کے بارے میں طرح طرح کی قیاسی کہانیاں مشہور ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ جہاں زمین کی حد ختم ہوتی ہے وہاں پہاڑوں کی ایک جانب یاجوج، ماجوج کی قوم آباد ہے اور دوسری جانب ایک عابد و زاہد قوم آباد ہے اس قوم میں بڑے دانا اور حکیم بھی موجود ہیں، یہ پہاڑ اتنے بلند تھے کہ ان کو عبور کرنا مشکل تھا۔ پہاڑیوں کے درمیان کچھ حصہ میدانی تھا اس راستے سے یاجوج، ماجوج آ کر نیک لوگوں پر حملہ آور ہوتے رہتے تھے اور لوٹ مار کر کے واپس چلے جاتے تھے۔ ذوالقرنین نے بستی کے نیک لوگوں کو نصیحت کی اور انہیں اللہ کے احکامات سنائے ان لوگوں نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یاجوج، ماجوج کے ظلم و ستم کی شکایت کی اور بادشاہ سے مدد کے خواستگار ہوئے۔ بادشاہ نے یاجوج، ماجوج کے بارے میں دریافت کیا تو اسے بتایا ایک پہاڑ پر یاجوج اور اس کی اولاد، دوسرے پہاڑ پر ماجوج اور اس کی اولاد رہتے ہیں۔

یاجوج، ماجوج یا فٹ بن نوح کی اولاد میں سے ہیں یہ دونوں اور ان کے اہل خانہ طوفان نوح کے بعد بچ گئے تھے۔ یاجوج، ماجوج کے بارے میں من گھڑت باتوں میں ایک ناقابل قبول بات یہ ہے کہ اس قوم کے بعض افراد دراز قد ہیں، بعض افراد کے قد تین فٹ اور بعض افراد کے قد ایک بالشت (بالشتی) کے برابر ہیں بعض افراد کے کان اتنے بڑے ہیں کہ زمین پر لٹکے رہتے ہیں جب سوتے ہیں تو یہ اپنا ایک کان زمین پر بچھا لیتے ہیں اور دوسرا کان اوڑھ لیتے ہیں۔

یہ قوم تہذیب و تمدن اور اخلاقی اقدار سے نا آشنا ہے رہن سہن جانوروں کی طرح ہے۔ ان کے کھیتوں میں صرف تل کی کاشت ہوتی ہے دوسری کوئی چیز نہیں اگتی تل ہی ان کی غذا ہے وہ لوگ UNCIVILIZED ہیں، خدا کو نہ جانتے ہیں نہ مانتے ہیں۔

یاجوج، ماجوج کے بارے میں ظلم و ستم کی داستان سن کر سکندر ذوالقرنین نے ان دو پہاڑوں کے درمیان دیوار بنانے کے احکامات جاری کر دیے چنانچہ لوہے کی

بڑی بڑی شہنشاہیں جوڑ کر ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر انہیں دونوں پہاڑوں کی VALLEY میں رکھ دیا گیا اور لوہے کی چادروں کو آگ سے سرخ کر کے ان پر سیسہ پگھلا کر ڈال دیا یوں ایک عظیم الشان دیوار جسے سد سکندری کا نام دیا گیا تیار ہو گئی۔

”پھر اس نے (ایک اور مہم کا) سامان کیا یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو اسے ان کے پاس ایک قوم ملی جو مشکل ہی سے کوئی بات سمجھتی تھی۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین! یا جوج اور ماجوج اس سرزمین میں فساد پھیلاتے ہیں کیا ہم تجھے کوئی ٹیکس اس کام کے لئے دیں کہ تو ان کے اور ہمارے درمیان ایک بند تعمیر کر دے۔ اس نے کہا جو کچھ میرے رب نے مجھے دے رکھا ہے وہ بہت ہے تم بس محنت سے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان بند بنا دیتا ہوں مجھے لوہے کی چادریں لا دو۔ آخر جب دونوں پہاڑوں کے درمیان وادی (ویلی) کو اس نے پاٹ دیا تو لوگوں سے کہا کہ اب آگ دہکاؤ حتیٰ کہ جب (یہ آہنی دیوار) بالکل آگ کی طرح سرخ ہو گئی تو اس نے کہا لاؤ اب میں پگھلا ہوا تانبا انڈیلوں گا۔“

(سورہ کہف - ۹۲، ۹۶)

بخت نصر

سکندر ذوالقرنین سے پچاس برس قبل بابل میں بخت نصر حکومت کرتا تھا۔ بابلی قوم بتوں کو پوجتی تھی بخت نصر کو سب سے بڑا دیوتا سمجھا جاتا تھا اسے حق تھا کہ وہ جس حکومت کو چاہے قہر و غضب کا شکار بنا کر اس کے باشندوں کو عذاب میں مبتلا کر دے بخت نصر نے یروشلم پر تین مرتبہ حملہ کیا اور فلسطین کو تباہ و برباد کر کے رعایا کو موشیوں کی طرح ہنکا کر بابل لے گیا۔

بابل کی حکومت آشوری حکومت کی تباہی کے بعد اور بھی زیادہ مضبوط سلطنت ہو گئی تھی، قرب و جوار کی طاقتوں میں کسی کو بھی یہ جرات نہیں تھی کہ وہ اس جابر حکومت کے قہر و جبر کا مقابلہ کر سکے۔ بیت المقدس فتح ہونے کے کچھ عرصہ بعد

بخت نصر مر گیا۔ ناپوئی دس، بخت نصر کا جائشین مقرر ہوا لیکن اس نے ایک شخص بیل شاہ زار کو امور سلطنت سونپ دیئے۔ بیل شاہ زار ایک عیاش اور ظالم آدمی تھا بخت نصر کی طرح بہادر اور جری نہیں تھا، بنی اسرائیل کے قیدیوں میں سے حضرت دانیال نے اپنی حکیمانہ فراست سے بابلی دربار کو اس درجہ مسخر کر لیا تھا کہ وہ حکومت کے مشیر خاص سمجھے جاتے تھے۔ حضرت دانیال نے بیل شاہ زار کو بار بار اس کے مظالم اور پر عیش زندگی کے خلاف تنبیہ کی مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا آخر کار انہوں نے حکومت کے معاملات سے کنارہ کشی کر لی۔

بیل شاہ زار نے اپنی ملکہ کے اکسانے پر حکم دیا کہ یروشلم سے جو بیگل کے مقدس ظروف بنو کدزار لوٹ کر لایا تھا وہ لائے جائیں اور ان میں شراب پلائی جائے یہ جشن جاری تھا کہ کسی غیبی ہاتھ نے بادشاہ کے سامنے دیوار پر ایک نوشتہ لکھ دیا۔

بادشاہ نے دیکھا تو اس کا چہرہ وحشت ناک ہو گیا دیوار پر لکھا تھا

”منے منے ثقیل او فیر سین“

بادشاہ نے نجومیوں کو بلا کر اس تحریر کا مطلب پوچھا لیکن کوئی مطلب نہ بتا سکا، ملکہ کے مشورہ سے حضرت دانیال کو بلوایا گیا۔ حضرت دانیال نے نوشتہ کا مطلب بتایا کہ

”خدا نے تیری مملکت کا حساب پورا کیا اور اسے ختم کر دیا، تو ترازو میں تولایا اور کم نکلا، تیری مملکت پارہ پارہ ہوئی اور مادیوں اور فارسیوں کو دے دی گئی۔“

اہل بابل عرصہ سے بیل شاہ زار کے مظالم سے چھٹکارا پانے کی تجویزیں سوچ رہے تھے، بعض سرداروں نے مشورہ کیا کہ قریب کی زبردست طاقت ایران سے مدد حاصل کی جائے اور ایران کے عادل فرماں روا سے یہ عرض کیا جائے کہ وہ ہم کو بیل زار کے مظالم سے نجات دلانے اور اس کو یہ اطمینان دلایا جائے کہ اہل بابل ہر طرح اس کی مدد کریں گے۔ مشرقی مہم میں مصر و خورس کے پاس بابلی سرداروں کا ایک وفد پہنچا خورس نے ان کا خیر مقدم کیا اور ان کو اطمینان دلایا کہ وہ اپنی اس مہم سے فارغ ہو کر بابل ضرور آئے گا اور ان کو بیل شاہ زار کے مظالم سے نجات دلانے گا۔ خورس جب اپنی مہم سے فارغ ہو گیا تو حسب وعدہ اس نے بابل پر حملہ کر دیا۔

اس عہد میں بابل سے زیادہ ناقابل تسخیر کوئی مقام نہیں تھا شہر پناہ اس درجہ تہہ در تہہ موٹی اور مضبوط تھی کہ کوئی فاتح اس کی تسخیر کی جرات نہیں کرتا تھا لیکن بابل کی رعایا خورس کی گردیدہ تھی جب خورس بابل میں داخل ہوا تو بابل کا گورنر گوب ریاس اس کے ہمراہ تھا، گوب ریاس نے دریا میں نہر کاٹ کر اس کا بہاؤ دوسری جانب کر دیا اور دریا کی جانب سے فوج شہر میں داخل ہو گئی اور خورس کے وہاں پہنچتے ہی شہر فتح ہو گیا اور نبیل شاہ زار مارا گیا۔

دارا

دارا نے اپنے دور حکومت میں اہم تاریخی کام یہ کیا کہ پہاڑوں کی مضبوط چٹانوں پر کتبے نقش کرادیئے جو اس کے اور خورس کے عہد زریں کو ظاہر کرتے ہیں ان کتبوں پر ایسی تفصیلات دی گئی ہیں جن سے دارا کے مذہب و عقیدہ اور طریق حکومت پر روشنی پڑتی ہے۔

”خداے برتراہور موزدہ ہے۔ اسی نے زمین پیدا کی، اسی نے آسمان بنایا، اسی نے انسان کی سعادت بنائی اور وہی ہے جس نے دارا کو بہتوں کا تنہا حکمراں اور آئین ساز بنایا۔“

”اے انسان! اہور موزدہ کا تیرے لئے حکم ہے کہ برائی کا دھیان

نہ کر، صراط مستقیم کو نہ چھوڑ، گناہ سے بچتا رہ۔“

ان تاریخی کتبوں سے یہ بخوبی واضح ہوتا ہے کہ دارا اور اس کے پیشرو خورس کا مذہب ایران کے قدیم مذہب ’ہمنا‘ ’مواگوش‘ سے مختلف تھا دارا جس ہستی کو اہور موزدہ کہہ کر پکارتا ہے اور جو اس کے رصاف بیان کرتا ہے اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ دارا اور اس کا پیشرو (ذوالقرنین) ”دین حق“ پر تھے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔

”ذوالقرنین نہ نبی تھے اور نہ فرشتہ وہ ایک انسان تھے جنہوں نے اللہ

تعالیٰ کو محبوب رکھا پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو محبوب رکھا۔“

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔

”ذوالقرنین نیک اور صالح بادشاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعمال

ہمنا مجوسی مذہب

کو پسند فرمایا اور اپنی کتاب میں اس کی تعریف فرمائی وہ فاتح
اور کامیاب بادشاہ تھا۔“

حکمت

سکندر ذوالقرنین ایک عظیم فاتح تھا۔ توحید اور آخرت پر ایمان رکھتا
تھا۔ عدل و انصاف کرنے والا فیاض حکمران تھا۔ ذوالقرنین ایرانی فرماں روا تھا اس کا
عروج ۵۳۵ قبل مسیح کے قریب شروع ہوا۔ اس نے چند سالوں میں میں میڈیا
☆ اور لیڈیا ☆ کی سلطنتوں کو فتح کرنے کے بعد ۵۳۹ ق م میں بابل کو بھی فتح کر لیا
جس کے بعد کوئی طاقت اس کے راستے میں مزاحم نہیں رہی اس کی فتوحات کا سلسلہ
سندھ اور صغد ☆ سے لیکر ایک طرف مصر اور لیبیا تک اور دوسری طرف تھریس اور
مقدونیا تک وسیع ہو گیا اور شمال میں اس کی سلطنت قفقاز ☆ اور خوارزم تک پھیل گئی
اس وقت کی پوری مہذب دنیا پر اس کی حکمرانی تھی۔

ذوالقرنین کی فتوحات مغرب میں ایشیائے کوچک اور شام کے تمام ساحل
اور مشرق میں باختر (بلخ) تک وسیع ہوئیں۔ یاجوج، ماجوج، کاشیا کے پہاڑی
علاقوں کے قبائل ہیں، کاشیا بحر خزر ☆ اور بحر اسود کے درمیان واقع ہے۔

سکندر ذوالقرنین مختلف ممالک فتح کرتا ہوا مشرق کی جانب ایسے علاقے
میں پہنچ گیا جہاں مہذب دنیا کی سرحد ختم ہو گئی تھی اور آگے ایسی وحشی قوموں کا علاقہ
تھا جو عمارت بنانا تو درکنار خیمے بنانا بھی نہیں جانتی تھی، سخت وحشی ہونے کے سبب نہ
کوئی ان کی زبان سمجھتا تھا اور نہ وہ کسی اور کی زبان سے واقف تھے۔

ذوالقرنین کے عدل کی تعریف اس کے دشمنوں نے بھی کی بابل اس بات
پر شاہد ہے کہ وہ ایک خدا پرست اور خدا ترس بادشاہ تھا جس نے بنی اسرائیل کو ان کی
خدا پرستی ہی کی بناء پر بابل کی اسیری سے رہا کروایا اور اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت
کے لئے بیت المقدس میں دوبارہ ہیكل سلیمان کی تعمیر کا حکم دیا یا جوج ماجوج کے شر
سے بچنے کیلئے دیوار تعمیر ہونے کے بعد ذوالقرنین نے کہا!

☆ الببال ☆ ایشیائے کوچک ☆ موجودہ ترکستان ☆ کاشیا ☆ کیسپین

”اگرچہ میں نے اپنی بساط کے مطابق دیوار کو نہایت مضبوط بنا دیا ہے مگر یہ لازوال نہیں ہے جب تک اللہ چاہے گا یہ قائم رہے گی اور جب اس کی عمر ختم ہو جائے گی تو اس کو پارہ پارہ ہونے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اللہ کے علاوہ ہر چیز کے لئے فنا ہے۔“

اس واقعہ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ذوالقرنین جس کی عظمت کا حال سنایا گیا ہے محض ایک فاتح نہیں تھا بلکہ توحید اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ عدل و انصاف اور فیاضی کے اصولوں کا حامل تھا، ذوالقرنین اپنی رعایا کا ہمدرد اور ان کی دیکھ بھال کرنے والا بادشاہ تھا اس میں دوسرے بادشاہوں کی طرح کبر و نخوت اور غرور نہیں تھا۔
حضرات۔

اہل تکوین قوموں کو عروج بخشنے کیلئے اور ذلت و رسوائی سے بچنے کیلئے اللہ کے دئے ہوئے اختیارات سے ترغیبی پروگرام بناتے ہیں۔ یہ پروگرام ملائکہ ارضی انسپائر کرتے رہتے ہیں۔

جنوری ۱۹۶۰ میں ایک مجلس میں حضور قلندر بابا اولیاء نے فرمایا
”چینی قوم کے لئے فرشتے ایک لاکھ ترغیبی پروگرام انسپائر کرتے ہیں
یہ ایک ایسی محبت الوطن قوم ہے کہ ایک پروگرام بھی رد نہیں کرتی سب
کا سب انسپائریشن قبول کر لیتی ہے۔“

چین کے قبائل یا جوج، ماجوج کی ذریت ہیں ایک وقت آئے گا کہ چین پوری دنیا پر حکمراں ہو جائے گا ٹیکنالوجی اور اقتصادی ترقی کی بناء پر اقوام عالم چین کے زیر تصرف آجائے گی۔



حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت داؤد نے اپنا پایہ تخت جبرون سے منتقل کر کے یروشلم کو دارالخلافہ بنایا۔ حضرت سلیمان یروشلم میں پیدا ہوئے۔

”اور داؤد کو ہم نے سلیمان عطا کیا۔ بہترین بندہ، کثرت سے

اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا۔“ (ص۔ ۳۰)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”حضرت سلیمان کی والدہ نے آپ کو یہ نصیحت فرمائی:

”بیٹا! رات بھر سوتے نہ رہا کرو اس لئے کہ رات کے اکثر حصے کو نیند میں

گزارنا انسان کو قیامت کے دن اعمال خیر سے محتاج بنا دیتا ہے۔“

حضرت سلیمان حضرت یعقوب کے واسطے سے حضرت ابراہیم کی نسل میں سے ہیں

”اور ہم نے اس کو بخشے اسحاق اور یعقوب، ہم نے ہر ایک کو ہدایت دی

اس سے پہلے اور اس ابراہیم کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو ہدایت

دی۔“ (سورہ انعام۔ ۹۵)

پرندوں کی بولیاں

حضرت داؤد کی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو بھی بعض خصوصیات اور

امتیازات سے نوازا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو یہ خصوصیت

تھی کہ وہ چند پرند کی بولیاں جانتے تھے۔

”اور بے شک ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم دیا اور ان دونوں نے کہا حمد تو اللہ

ہی کے لئے زیبا ہے جس نے اپنے بہت سے مومن بندوں پر ہم کو فضیلت

دی اور سلیمان داؤد کا وارث ہوا اور اس نے کہا اے لوگوں! ہم کو

پرندوں کی بولیوں والا علم دیا گیا ہے اور ہم کو ہر چیز بخشنی گئی ہے، بے شک

یہ کھلا ہوا فضل ہے۔“ (سورہ نمل۔ ۱۵)

حضرت داؤد کے اوزی بیٹے تھے۔ حضرت سلیمان کے ایک بھائی ابوسلوم نے جس کا

اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا جوڑ توڑ کر کے باپ کے خلاف بغاوت کر دی، بغاوت اس

زور و شور کی تھی کہ حضرت داؤد کو یروشلم چھوڑنا پڑا، باپ بیٹے کی فوجیں آمنے سامنے

آگئیں گھسان کارن پڑا، کشتوں کے پتے لگ گئے، لاشوں کا ڈھیر لگ گیا اور باپ

بٹے کی اس جنگ میں ابو سلوم مارا گیا، بغاوت ختم ہونے کے بعد حضرت داؤد دوبارہ
یروشلم واپس آگئے۔ حضرت داؤد کی عمر کے آخری حصے میں دوسرے بٹے ادویر نے
تخت شاہی حاصل کرنے کیلئے فوج کشی کر دی، ان دو بغاوتوں کے بعد حضرت داؤد
نے وزیر اعظم اور اراکین سلطنت کے مشورہ سے حضرت سلیمان کی تخت نشینی کا اعلان
کر دیا۔ حکمران ہونے کے بعد حضرت سلیمان نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا۔

وراثت

علم و حکمت، ہدایت و نبوت اور سلطنت و بادشاہت حضرت سلیمان کو وراثت میں ملی،
حضرت سلیمان کو اللہ تعالیٰ نے فہم و دانش، علم و حکمت، اصابت رائے اور قوت فیصلہ
کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ قرآن حکیم میں آپ کے لڑکپن کا ایک
واقعہ مذکور ہے۔

”اور اسی نعمت سے ہم نے داؤد و سلیمان کو سرفراز کیا، یاد کرو وہ وقت جب
دونوں ایک کھیت کے مقدمے کا فیصلہ کر رہے تھے، جس میں رات کو دوسرے
لوگوں کی بکریاں پھیل گئی تھیں اور ہم ان کی عدالت خود دیکھ رہے تھے، اس
وقت ہم نے سلیمان کو صحیح فیصلہ INSPIRE کیا، حالانکہ حکمت اور
علم ہم نے دونوں ہی کو عطا کیا تھا۔“ (سورۃ انبیاء: ۷۷-۷۹)

عدالت

یک شخص کی بکریوں نے کھیت میں کھڑی فصل کو چر لیا اور حضرت داؤد کی عدالت میں
مقدمہ پیش ہوا، کھیت کے مالک نے بکریوں کے مالک پر تاوان کی ادائیگی کا دعویٰ
کر دیا۔ حضرت داؤد نے فیصلہ سنایا کہ فصل کی مالیت چونکہ بکریوں کی قیمت کے برابر
ہے اس لئے بکریاں بطور تاوان کھیت کے مالک کو دے دی جائیں، حضرت سلیمان
نے اپنے والد محترم بننے عرض کیا:

”ابا جی اس فیصلے پر عمل درآمد کرنے سے ایک فریق کا فائدہ ہوگا اور دوسرا
فریق اپنی عمر بھر کی پونجی سے محروم ہو جائے گا، مناسب یہ ہے کہ بکریوں
کا مالک کھیت میں اہل چلائے، گوڈی کرے، پانی دے، دیکھ بھال کرے، اور
جب کھیتی پک کر تیار ہو جائے تو پوری فصل کھیت کے مالک کو دے دی جائے

اس دوران بکریاں کھیت کے مالک کے پاس رہیں وہی بکریوں کا دودھ استعمال کرے، اون کو اپنے کام میں لائے یعنی بکریوں پر اسے ہر قسم کا تصرف حاصل ہو اور جب بکریوں کا مالک فصل دے دے تو اسے بکریاں واپس کر دی جائیں۔“

تو مولود بچہ

دو عورتیں حضرت سلیمان کے سامنے پیش ہوئیں، مقدمہ یہ تھا کہ دونوں عورتیں ایک مولود بچے کی دعویدار تھیں۔ ایک نے بتایا کہ چند دن کے وقفے سے ہم دونوں کے بطن سے لڑکے پیدا ہوئے دوسری عورت کے بچے کو بھیڑیا لے گیا اس عورت نے ایک منصوبہ کے تحت میرے بچے کو اٹھا لیا اور مشہور یہ کر دیا کہ بھیڑیا میرے بچے کو لے گیا ہے۔ حضرت سلیمان نے دونوں عورتوں کا موقف سننے کے بعد جلا دیکھ کر دیا کہ تلوار سے بچے کے دو ٹکڑے کر دے اور بچہ دونوں عورتوں میں آدھا آدھا تقسیم کر دیا جائے یہ عجیب و غریب فیصلہ سننے کے بعد بچے کی اصل ماں تڑپ اٹھی بے قراری کے عالم میں اس نے رو کر کہا ”نہیں نہیں یہ بچہ اسی عورت کا ہے اسے دے دیا جائے۔“ حضرت سلیمان نے ماتا کے جذبے سے سرشار اصلی ماں کو اس کا بچہ دلا دیا۔

حضرت داؤد کے انتقال کے بعد عنان حکومت حضرت سلیمان نے سنبھال لی اور دانش و حکمت، عدل و انصاف اور رعایا کی خیر خواہی اور قانون کی بالادستی کے ساتھ چالیس سال حکومت کی۔ سازشوں اور شورشوں کو ختم کر کے ملک میں امن و امان قائم کیا حضرت سلیمان کی حسن تدبیر، بہترین حکمت عملی اللہ کی مخلوق کی خدمت کے جذبے اور عوام الناس کی فلاح و بہبود کے لئے عملی اقدامات کی بدولت لوگ آسودہ حال ہو گئے، ملک میں خوشحالی آگئی، لوگوں کا معیار زندگی بڑھ گیا، اندھیرے گھر روشن ہو گئے، بھوکے پیٹ شکم سیر ہو گئے۔

مصر سے فرات تک

حضرت سلیمان کی حکومت مصر سے فرات تک تھی یہ دور درخشاں دور تسلیم کیا جاتا ہے اس دور میں انکی قوم کو جو عروج و استحکام، جاہ و جلال حاصل ہوا اس کی مثال دنیا کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی۔ حضرت سلیمان کی نبوت کے خصوصی امتیازات میں سے

ایک امتیاز یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے لئے مسخر کر دیا تھا۔
 ”اور مسخر کر دیا سلیمان کے لئے تیز و تند ہوا کو کہ اس کے حکم سے زمین پر چلتی
 تھی، جس کو ہم نے برکت دی تھی اور ہم ہر شے کے جاننے والے ہیں۔“

(سورۃ انبیاء: ۸۱)

”اور سلیمان کے لئے مسخر کر دیا ہوا کو صبح کو ایک مہینے کی مسافت (طے کرائی) اور شام کو
 ایک مہینے کی مسافت۔“ (سورۃ سباء: ۱۲)

”اور مسخر کر دیا ہم نے اس (سلیمان) کے لئے ہوا کہ چلتی ہے وہ اس کے

حکم سے نرمی کے ساتھ جہاں وہ پہنچنا چاہے۔“ (سورۃ ص: ۳۶)

حضرت سلیمان جب چاہتے تو صبح کو ایک مہینہ کی مسافت اور شام کو ایک مہینہ کی
 مسافت کے برابر سفر کرتے تھے۔

سمندر کی بیڑہ

حضرت سلیمان سمندر میں بحری بیڑے کے لئے راستے مقرر کرنے والے پہلے
 انسان ہیں۔ تجارتی ذرائع نقل و حمل کے لئے بحری بیڑہ اس زمانے میں سب سے
 مضبوط اور طاقت ور نظام تھا، جہازوں کو بہترین انجینئر چلاتے تھے، ایک FLEET
 کا نام ”ترسیسی بیڑہ“ تھا، ترسیسی بیڑہ بحر روم کی بندرگاہ سے مغربی ممالک کی طرف
 جاتا تھا اور اس کا ایک سفر تین سال میں پورا ہوتا تھا۔ اس میں سونا، چاندی، ہانگی
 دانت، مویشی، بھیڑ، بکریاں اور دوسرے قسم کا سامان ہوتا تھا۔

ہوا کی تسخیر

قرآن حکیم نے حضرت سلیمان کے متعلق تین باتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان کیلئے ”ہوا“ کو مسخر کر دیا تھا۔

۲۔ ”ہوا“ ان کے تابع فرمان تھی۔ شدید اور تیز تند طوفان بھی ان کے حکم سے رک
 جاتے تھے۔

۳۔ سبک خرام ہوا کو جب حکم دیا جاتا تھا تو وہ تیز رفتار ہو جاتی تھی، سفر کے وقت حضرت
 سلیمان کی رفتار صبح یا شام اتنی ہوتی تھی کہ جتنا سفر دو مہینوں میں پورا ہوتا ہے۔
 وہ ایک صبح یا ایک شام میں طے ہو جاتا تھا۔

تانبہ کی کانیں

کم وبیش پچاس میل کے رقبے میں تانبے کی کانیں تھیں، تانبہ پگھلانے کے لئے ہزاروں بھٹیاں تھیں، لاکھوں مزدور کام کرتے تھے، تانبے کو پگھلانے کے بعد مزید صاف کرنے کے لئے فیکٹریاں بنائی گئی تھیں، ان کارخانوں میں خام تانبا اور خام لوہا آتا تھا جہاں Raw material بنتا تھا، بیس میٹر گہرائی کے ڈریڑھ سو سے زیادہ پالی کے تالاب اور کنویں تھے، ملک کا سب سے بڑا ایکسپورٹ آئٹم تانبہ اور لوہا تھا، زرمبادلہ میں ملک خود کفیل تھا۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا۔“ (سورۃ سبأ۔ ۱۲)

حضرت سلیمان کے لشکر میں، جنات، انسان، چرند و پرند سب کے الگ الگ دستے تھے ہر جاندار شے شجر و حجر اور ہوا آپ کے تابع تھی، سمندروں کی تہہ سے موتی اور مونگا جنات نکالتے تھے، عظیم الشان عمارتیں بنانے پر جنات کی ڈیوٹی لگی ہوئی تھی، جنات اور انسان تانبے کے بے مثل ظروف بناتے تھے۔ حضرت سلیمان کو یہ اختیار حاصل تھا کہ جس طرح چاہتے ان سے کام لیتے تھے۔

حضرت سلیمان کا محل

حضرت سلیمان کا محل سونے، چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا دیواروں پر سونے چاندی کی چمکی کاری تھی، چھتیں زرد اور یاقوت سے مزین تھیں، تخت شاہی زرد، سچے موتی، لعل اور فیروزہ سے مرصع تھا، تخت کے چاروں کونوں پر ایسے درخت تراشے گئے تھے جن کی شاخیں ٹرانسپیرنٹ TRANSPARENT تھیں، شاخوں میں رنگ برنگ بھلیاں دوڑتی تھیں ہر شاخ پر گھونسلے بنائے گئے تھے اور گھونسلوں میں پرندے بٹھائے گئے تھے، دربار میں عود کی لکڑیاں سلگتی رہتی تھیں (2002 میں عود کی لکڑی پانچ لاکھ ساٹھ ہزار روپے کلو ہے) مشک و عنبر AIR FRESHNER کے طور پر استعمال ہوتے تھے، شاہی تخت اونچائی پر تھا، تخت کے نیچے دائیں بائیں کرسیاں چمکی ہوئی تھیں جن پر انسان اور جنات میں سے اکابرین مملکت اور ان کے معاونین بیٹھتے تھے حضرت سلیمان تاج شاہی سر پر رکھ کر جلوہ افروز ہوتے تھے تو درختوں کی شاخوں پر بیٹھے ہوئے پرندے اپنے پر کھول دیتے تھے اور ان کے پروں میں سے مشک و عنبر کی

مہلک آتی تھی، زرد جواہرات سے مرصع رنگوں سے آراستہ مورقص کرتے تھے۔
چھاؤنیاں تعمیر کی گئیں تھیں اور بہت سارے نئے شہر بسائے گئے تھے یہوشلم کی شہر پناہ
آپ کے دور حکومت میں بنائی گئی تھی۔

مسجد اقصیٰ

حضرت داؤدؑ کی وصیت کے مطابق حضرت سلیمان نے ارادہ فرمایا کہ مسجد کے چہار
جانب ایک عظیم الشان شہر آباد کیا جائے اور مسجد کی تعمیر بھی از سر نو کی جائے، ان کی
خواہش تھی کہ مسجد اور شہر کو بیش قیمت پتھروں سے بنوائیں انہوں نے دور دراز علاقوں
سے حسین اور بڑے بڑے پتھر منگوائے اور یہ خدمت انہوں نے جنات سے لی چنانچہ
جنات دور دور سے خوبصورت اور بڑے بڑے پتھر جمع کر کے لاتے تھے اور بیت
المقدس کی تعمیر کا کام کرتے تھے۔ بیس بیس ہاتھ لبا چوڑا اور اونچا چوترہ بنا کر اس پر
عہد صندوق رکھا گیا تھا، پوری عمارت ساڑھے سات سال میں مکمل ہوئی۔

”اس کے لئے بنائے جو وہ چاہتا، اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے
بڑے حوضوں کے برابر لگن اور دیگیں اے آل داؤد! شکر کرو اور میرے بندوں
میں کم ہیں شکر والے۔ (سورۃ سبأ: ۱۳)

لنگر کے لئے حوض جتنے بڑے کڑھاؤ تھے، جن میں کھانا پکاتا تھا۔

جنات نے حضرت سلیمانؑ کے لئے بیت المقدس کے علاوہ اور بھی تعمیرات کیں اور
بعض ایسی چیزیں بھی بنائیں جو اس زمانے کے لحاظ سے عجیب و غریب سمجھی جاتی تھیں
قرآن کریم میں ہے کہ:

اور تابع کئے شیطان کتنے جو اس کے لئے سمندر میں غوطہ لگاتے تھے
(یعنی سمندر سے بیش قیمت چیزیں نکالتے تھے) اور اس کے علاوہ بہت
سے کام انجام دئے اور ہم ان کیلئے نگران اور مہربان تھے۔“

(سورہ انبیاء: ۸۲)

”اور جنات میں سے وہ تھے جو اس کے سامنے خدمت انجام دیتے تھے اس کے
پروردگار کے حکم سے اور جو کوئی ان میں سے ہمارے حکم کے خلاف کجروی
کرے ہم اس کو دوزخ کا عذاب چکھائیں گے، وہ اس کیلئے بناتے تھے جو کچھ

وہ چاہتا تھا، قلعوں کی تعمیر، ہتھیار اور تھانہ اور بڑے بڑے لگن جو حوضوں کی مانند تھے اور بڑی بڑی دھیمیں جو اپنی بڑائی کی وجہ سے ایک جگہ جمی رہیں۔ اے آل داؤد! شکرگزاری کے کام کرو اور میرے بندوں میں سے بہت کم شکر گزار ہیں۔“ (سورۃ سبا: ۱۱، ۱۳)

”اور اکٹھے کئے گئے سلیمان کے لئے اس کے لشکر جنات میں سے، انسانوں میں سے، جانوروں میں سے اور وہ درجہ بہ درجہ کھڑے کئے جاتے ہیں۔“ (سورۃ نمل: ۱۷)

تیس ہزار مزدور

مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں تیس ہزار مزدوروں نے کام کیا۔ برآمدے، بارہ دریاں، دیواریں، صنوبر کی لکڑی سے بنائی گئیں۔ چندن کی لکڑی سے طولاً عرضاً بیس بیس ہاتھ لمبا، چوڑا اور اونچا چبوتر ا بنا کر اس پر عہد صندوق رکھا گیا، ہزاروں افراد پہاڑوں سے پتھر کاٹنے پر معبور تھے ایک لاکھ سنگ تراش پتھروں کو خوبصورت ڈیزائینوں میں تراشتے تھے، ہزاروں ہاتھی اور اونٹ پتھر ڈھونے میں استعمال ہوئے لعل و یاقوت، زبرجد، فیروزہ اور دیگر قیمتی پتھر اور موتی سمندوں کی تہہ سے نکال کر لانے کے لئے بہت سارے جنات کی ڈیوٹی تھی، سات سو چوراسی گز طویل اور چار سو پچپن گز عریض مسجد میں چھ سو چوراسی مرصع ستون بنائے گئے تھے چار ہزار قندیلیں روشن کی جاتی تھیں۔ سات سو تراش صغائی کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔

حضرت سلیمان کو جانوروں کی بولی کا فہم عطا فرمایا گیا تھا آپ ایک مرتبہ جن وانس اور حیوانات کے عظیم الشان لشکر کے جلوس میں کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے بے شمار مخلوق کے باوجود لشکر میں کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ اپنے درجے اور مرتبے کے خلاف آگے پیچھے ہو کر بے ترتیبی کا مرتکب ہو سکے، لشکر کے سب فرمانبردار افراد حضرت سلیمان کی عظمت اور ہیبت سے اپنے اپنے قرینہ سے فوج در فوج چل رہے تھے۔

ملکہ چیونٹی کی ذہانت

لشکر ایسی وادی میں پہنچا جو چیونٹیوں کا مسکن تھا، چیونٹیوں کی ملکہ شاہ مور نے کثیر اور

عظیم الشان لشکر کو دیکھ کر اپنی رعایا چیونٹیوں کو حکم دیا کہ۔

”تم فوراً اپنے اپنے بلوں میں ہنس جاؤ سلیمان اور ان کے لشکر کو کیا معلوم کہ تم اس کثرت سے وادی کی زمین پر رینگ رہی ہو، نہیں معلوم ان کے گھوڑوں اور لشکر کے قدموں کے نیچے آ کر تم میں سے کتنی چیونٹیاں بے خبری میں روندی جائیں۔“

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

”اور بے شک ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم بخشا اور ان دونوں نے کہا تعریف ہے اللہ کیلئے جس نے ہم کو بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی اور داؤد کا وارث سلیمان ہوا، اس نے کہا اے لوگوں! ہمیں پرندوں کی بولیوں کا علم دیا گیا ہے اور ہمارے لئے ہر شے مہیا کر دی گئی ہے بے شک یہ کھلا ہوا فضل ہے اور جمع ہوا لشکر سلیمان کے لئے جن وانس، پرندوں کا اور وہ درجہ بہ درجہ ایک نظم و ضبط کے ساتھ آگے پیچھے چل رہے تھے یہاں تک کہ وادی نمل میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیوں! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں روند ڈالیں، چیونٹی کی یہ بات سن کر سلیمان ہنس پڑے اور کہا، اے پروردگار! مجھے توفیق دے میں تیرا شکر ادا کر سکوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام کیا ہے اور یہ کہ میں نیک عمل کروں جو تیرے نزدیک پسندیدہ ہے اور مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔“ (سورہ النمل۔ ۱۶، ۱۹)

حضرت سلیمان نے اس چیونٹی کو اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور پوچھا:

”بتا تیری سلطنت بڑی اور وسیع ہے یا میری سلطنت بڑی ہے؟“

چیونٹی نے کہا:

”کس کی سلطنت پر عظمت ہے یہ اللہ کو معلوم ہے مگر اس وقت میرا تخت سلیمان کا ہاتھ ہے۔“

ہد ہد پرندہ

ایک مرتبہ حضرت سلیمان کا دربار پورے جاہ و حشم کے ساتھ منعقد تھا حضرت سلیمان

نے ہدہ کو غیر حاضر دیکھ کر فرمایا:

”میں ہدہ کو موجود نہیں پاتا کیا وہ واقعی غیر حاضر ہے؟ اگر اس کی غیر حاضری

بے وجہ ہے تو میں اس کو سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا یا پھر وہ اپنی غیر

حاضری کی کوئی معقول وجہ بتائے۔“

ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ہدہ حاضر ہو گیا اور حضرت سلیمانؑ کی باز پرس پر اس

نے کہا:

”میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جس کی اطلاع آپ کو نہیں ہے وہ یہ ہے کہ

یمن کے علاقہ میں سبا کی ملکہ رہتی ہے اور خدا نے اسے سب کچھ دے رکھا

ہے اس کی سلطنت اپنی فوجوں کے اعتبار سے عظیم الشان ہے، ملکہ اور

اسکی قوم آفتاب پرست ہیں، شیطان نے انہیں گمراہ کر دیا ہے اور وہ اللہ

وحدہ لاشریک کی پرستش نہیں کرتے۔“

سبا کا دار الخلافہ قارب تھا اس علاقہ کے لوگ چشموں پر بند باندھ کر آب پاشی کیلئے

استعمال کرتے تھے، دار الحکومت میں سب سے بڑا بند ”سد قارب“ کے نام سے مشہور

تھا، جس کے دونوں طرف پھلوں اور خوشبودار پھولوں کے سرسبز و شاداب باغات تھے

سبا کی قوم تجارت پیشہ اور مالدار قوم تھی، سبا والے مشرک اور بت پرست تھے، سورج

کو سب سے بڑا یوتا مانتے تھے۔

ہدہ نے اپنی غیر حاضری کی وجہ بیان کی تو حضرت سلیمانؑ نے کہا

”تیرے سچ اور جھوٹ کا امتحان ابھی ہو جائیگا، اگر تو سچا ہے تو میرا یہ خط لے جا

اور اس کو سبا والوں تک پہنچا دے اور انتظار کر کہ وہ اس کے متعلق کیا گفتگو

کرتے ہیں۔“

ہدہ جب خط لے کر پہنچا تو ملکہ سبا آفتاب پرستی کے لئے جا رہی تھی ہدہ نے راستہ ہی

میں یہ خط ملکہ سبا کے سامنے ڈال دیا، ملکہ نے اٹھا کر خط پڑھا اور درباریوں سے کہا

ابھی میرے پاس ایک مکتوب آیا ہے جس میں درج ہے۔

”یہ خط سلیمان کی جانب سے ہے اور اللہ کے نام سے شروع ہے جو بڑا

مہربان اور رحم والا ہے، تم کو ہم سے سرکشی اور سر بلندی کا اظہار نہ کرنا

چاہئے اور تم میرے پاس اللہ کی فرمانبرداری کو آؤ۔“

ملکہ سبائے خط کی عبارت پڑھ کر کہا۔

”اے میرے اراکین سلطنت! تم جانتے ہو کہ میں سلطنت کے اہم امور

میں تمہارے مشورہ کے بغیر اقدام نہیں کرتی اس لئے اب تم مشورہ دو کہ

مجھے کیا کرنا چاہئے؟“

ارائین حکومت نے عرض کیا۔

”جہاں تک مرعوب ہونے کا تعلق ہے اس کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کیونکہ

ہم زبردست طاقت اور جنگی قوت کے مالک ہیں رہا مشورہ کا معاملہ تو آپ جو

چاہیں فیصلہ کریں ہم آپ کے فرمانبردار ہیں۔“

ملکہ سبائے کہا:

”جس عجیب طریقہ سے سلیمان کا پیغام ہم تک پہنچا ہے وہ ہمیں متوجہ کرتا

ہے کہ سلیمان کے معاملے میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہئے، میرا ارادہ

ہے کہ چند قاصد روانہ کر دوں اور وہ سلیمان کے لئے عمدہ اور بیش قیمت

تحائف لے جائیں۔“

ملکہ سب کے قاصد تحائف لے کر حضرت سلیمان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

حضرت سلیمان نے فرمایا:

”تم اپنے تحائف واپس لے جاؤ اور اپنی ملکہ سے کہو کہ اگر اس نے میرے

پیغام کو قبول نہیں کیا تو میں عظیم الشان لشکر کے ساتھ سبائوں تک پہنچوں

گا اور تم اس کی مدافعت اور مقابلہ سے عاجز رہو گے۔“

قاصد نے واپس آ کر ملکہ سب کے سامنے صورتحال بیان کر دی اور حضرت سلیمان کی

عظمت و شوکت کا جو منظر دیکھا تھا حرف بہ حرف کہہ سنایا اور بتایا کہ ان کی حکومت

صرف انسانوں پر ہی نہیں بلکہ جنات اور حیوانات بھی ان کے تابع اور فرمانبردار ہیں۔

ملکہ نے احوال سن کے طے کر لیا کہ حضرت سلیمان کے سامنے فرمانبردار بن کر حاضر

ہو، چنانچہ وہ سفر پر روانہ ہو گئی۔

ٹائم اسپیس فارمولا

حضرت سلیمان کو معلوم ہو گیا کہ ملکہ سبا حاضر خدمت ہو رہی ہے۔ آپ نے اپنے درباریوں کو مخاطب کر کے کہا۔

”میں چاہتا ہوں کہ ملکہ سبا کے یہاں پہنچنے سے پہلے اس کا شاہی تخت اس دربار میں موجود ہو۔“

ایک عفريت نے جو جنات میں سے تھا کہا،

”اس سے پہلے کہ آپ دوبارہ درخواست کریں میں تخت لاسکتا ہوں“

جن کا دعویٰ سن کر ایک ہذا انسان نے کہا:

”اس سے پہلے کہ آپ کی پلک جھپکے میں ملکہ کا شاہی تخت آپ کی خدمت میں

پیش کر سکتا ہوں میرے پاس اللہ کی کتاب کا علم ہے۔“

حضرت سلیمان کی پلک جھپکی تو دیکھا کہ دربار میں ملکہ سبا کا تخت موجود ہے، شاہی دربار میں رکھے ہوئے تخت میں حضرت سلیمان نے تبدیلی کرنے کا حکم صادر فرمایا حضرت سلیمان نے کہا کہ:

”میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ ملکہ سبا یہ دیکھ کر حقیقت کی راہ پاتی ہے یا نہیں۔“

جب ملکہ سبا حضرت سلیمان کی خدمت میں باریاب ہوئی تو اس سے پوچھا گیا کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ ملکہ سبا نے جواب دیا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہی ہے، ملکہ سبا نے اس کے ساتھ ہی کہا:

”مجھ کو آپ کی بے نظیر اور عظیم المثال قوت کا پہلے سے علم ہو چکا ہے

اس لئے میں مطیع اور فرمانبردار بن کر حاضر خدمت ہوئی ہوں اور اب تخت

کا یہ محیر العقول معاملہ تو آپ کی لامتناہی طاقت کا مظاہرہ ہے اور ہماری

اطاعت کے لئے تازیانہ اس لئے ہم آپ سے فرمانبرداری کا اظہار

کرتے ہیں۔“

☆ تاریخ میں اس صاحب علم الکتاب کا نام آصف بن برخیا بتایا گیا ہے۔

جنات انجینئروں

حضرت سلیمان نے جنات اور انسان انجینئروں سے ایک عالیشان محل تعمیر کروایا جو آگینوں کی چمک، رنگوں کی دمک اور عجیب و غریب دستکاری کی وجہ سے بے مثال تھا اس میں داخل ہونے کے لئے صحن سے گزرنا پڑتا تھا، صحن کی جگہ ایک بڑا حوض کھدوا کر پانی سے لبریز کر دیا گیا، حوض میں پانی پر شفاف آگینوں اور بلوروں کے ٹکڑوں سے ایسا نفیس فرش بنوایا کہ دیکھنے والے کی نگاہ دھوکہ کھا کر یقین کر لیتی تھی کہ صحن میں شفاف پانی بہ رہا ہے۔

ملکہ سبا قصر شاہی میں قیام کے لئے محل کے سامنے پہنچی تو دیکھا شفاف پانی بہ رہا ہے، پانی میں اترنے کے لئے کپڑوں کو پنڈلی سے اوپر اٹھایا تو حضرت سلیمان نے فرمایا: ”یہ پانی نہیں ہے سارا محل اور اس کا خوبصورت صحن چمکتے ہوئے آگینوں سے بنا گیا ہے۔“

شرم سے ملکہ کی آنکھیں جھک گئیں اس کے لاشعور میں چھپی ہوئی نخوت اور بڑائی نے ندامت سے سر جھکا لیا، ملکہ نے نادم اور شرمسار ہو کر بارگاہ الہی میں اقرار کیا: ”اے پروردگار! ما سوائے اللہ کی پرستش کر کے میں نے اپنے نفس پر بہت بڑا ظلم کیا ہے مگر اب سلیمان کے ساتھ ہو کر صرف ایک خدا پر ایمان لائی ہوں جو تمام کائنات کا پروردگار ہے۔“

حضرت سلیمان عظیم الشان بادشاہ اور جلیل القدر پیغمبر تھے، پیغمبرانہ اوصاف کی جھلک ہر عمل میں نمایاں تھی، کسی شے اور اپنے درمیان کوئی رشتہ نہیں رکھتے تھے بلکہ ہر شے کو اللہ کی معرفت جانتے تھے۔

اسم اعظم

حضرت سلیمان علیہ السلام اس کے باوجود کہ جلیل القدر نبی اور عظیم الشان سلطنت کے فرمانروا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو متعدد آزمائشوں سے گزارا ایک مرتبہ آپ قضائے حاجت کے لئے باہر گئے اور اپنی انگوٹھی جس میں ”اسم اعظم“ کندہ تھا کنیز کے حوالے کر گئے اس دوران دیوؤں کا بادشاہ حمودیس وہاں آ گیا اور کنیز سے انگوٹھی چھین کر تخت شاہی پر بیٹھ گیا انگوٹھی امور سلطنت کے لئے مہر تھی جو احکامات پر لگائی

جاتی تھی۔ حضرت سلیمان سے سب کچھ چھن گیا اور آپ جنگل کی طرف نکل گئے۔ ایک روز حضرت سلیمان نے بھوک کی شدت محسوس کرتے ہوئے ایک گھر کے دروازے پر دستک دی، گھر سے خاتون کی آواز آئی کون ہے؟ حضرت سلیمان نے جواب دیا، میں ہوں جس کی دعوت کرنا لازمی ہے۔ خاتون نے کہا میں اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں کسی غیر محرم مرد کی دعوت نہیں کر سکتی، البتہ میرے باغ میں چلے جاؤ۔ حضرت سلیمان ایک باغ میں چلے گئے اور ایک درخت کے نیچے سو گئے ایک ناگ ان کے قریب آ کر پہرا دینے لگا، خاتون کا شوہر جب باغ میں آیا تو یہ منظر دیکھ کر پریشان ہو گیا، اس نے بیوی سے دریافت کیا یہ شخص کون ہے؟ اور یہاں کیوں سو رہا ہے؟ بیوی نے کہا یہ کوئی مسافر ہے گھر پر دستک دی تھی میں نے کہا میرا شوہر گھر پر نہیں ہے تم باغ میں چلے جاؤ، حضرت سلیمان سو کر اٹھے تو ناگ وہاں سے چلا گیا خاتون کا شوہر حضرت سلیمان سے بہت متاثر ہوا، آپ کی خوب خاطر مدارات کیں اور اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کی پیش کش کی۔ حضرت سلیمان نے اس شخص کی پیش کش کو قبول کر لیا، تین روز قیام کرنے کے بعد وہاں سے کہیں اور روانہ ہو گئے۔

حمود لیس قوم جنات میں سے تھا حضرت سلیمان کی شکل و صورت اختیار کر کے تخت پر قابض تھا اس کی حرکتوں سے لوگوں کو شک گزرا کہ یہ حضرت سلیمان نہیں ہیں، شک دور کرنے کے لئے معاون حکومت نے بادشاہ سے تورات پڑھ کر سنانے کے لئے کہا، حمود لیس تورات نہ پڑھ سکا لوگوں نے تورات پڑھنا شروع کر دی حمود لیس کلام الہی سن کر وہاں سے غائب ہو گیا اور انگوٹھی دریا میں پھینک دی۔

مچھلی میں انگوٹھی

ایک روز حضرت سلیمان نے دریا کے کنارے کچھ لوگوں کو مچھلی پکڑتے دیکھا آپ بھی ایک شخص کے ساتھ مچھلیاں پکڑنے لگے ایک مچھلی ان کے جال میں بھی آگئی گھر آ کر حضرت سلیمان نے بیوی سے مچھلی پکانے کے لئے کہا، مچھلی کا شکم چاک کیا گیا تو اس میں سے انگوٹھی نکل آئی اس طرح چھینا ہوا تخت آپ کو واپس مل گیا۔

حضرت سلیمان کا دسترخوان نہایت وسیع تھا آپ کے لنگر خانے میں ہر وقت خلقت کا ہجوم رہتا تھا۔ آپ مخلوق کو کھانا کھلا کر بہت خوش ہوتے تھے ایک روز آپ کو خیال آیا

کہا اللہ کی مخلوق کی دعوت کرنی چاہیے، حضرت سلیمان نے اللہ سے درخواست کی:
 ”اے رب العالمین! میں تیری مخلوق کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔“
 اللہ نے کہا:

”اے سلیمان! روزی دینا میرا کام ہے تم ایک وقت بھی مخلوق کو نہیں کھلا
 سکو گے۔“

حضرت سلیمان نے کہا:

”خداوند جو کچھ میرے پاس ہے وہ بھی تو تیرا عطا کردہ ہے اور اسی میں
 سے میں تیری مخلوق کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش کو قبول فرمایا۔

حضرت سلیمان نے زمین کے وسیع و غریب رقبہ پر اس دعوت کا اہتمام کیا اور جنات کو
 جنگل میں نہایت صاف اور شفاف فرش بچھانے اور مشرق سے مغرب تک اشیائے
 خورد و نوش لا کر جمع کرنے کے احکامات دیئے، ہوا کو حکم دیا کہ وہ فرش زمین کو اٹھا کر
 ہوا میں معلق کر دے تاکہ ہر مخلوق اس دعوت میں شریک ہو سکے۔

سات لاکھ دیکھیں

بتایا جاتا ہے کہ سات لاکھ دیکھوں میں کھانا تیار ہو گیا تو ایک مچھلی نے دریا سے سر باہر
 نکال کر حضرت سلیمان سے کہا:

”مجھے آج حکم ہوا ہے کہ آپ کی دعوت طعام میں شرکت کروں، مجھے کھانا کھلائیے۔“

حضرت سلیمان نے کہا: ”کھانا حاضر ہے۔“

سات لاکھ دیکھوں میں پکایا ہوا کھانا ایک مچھلی کھا گئی کھانا کھانے کے بعد مچھلی بولی

”میرا پیٹ ابھی نہیں بھرا، میں نے ایک لقمہ کھایا ہے

اللہ تعالیٰ مجھے ایسے تین لقمے روزانہ کھلاتا ہے۔“

حضرت سلیمان نے سر بسجود ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا:

”بلاشبہ تمام مخلوق کو روزی دینا صرف اللہ ہی کا کام ہے۔“

سورہ ”ص“ میں حضرت سلیمان کی ایک آزمائش اور اس کے بعد آپ کی دعا کا
 تذکرہ ہے۔

”اور ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پھر انہوں نے خدا کی طرف رجوع کیا اور دعا کی کہ اے پروردگار! میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی بادشاہت عطا فرما کہ میرے بعد ایسی بادشاہت کسی کی نہ ہو بے شک تو بڑا عطا کرنے والا ہے۔“ (ص-۳۵)

مفسرین نے اس آیت کی تشریح میں فرمایا ہے:

حضرت سلیمان ایک مرتبہ سخت علیل ہو گئے اور ان کی حالت اس درجہ نازک ہو گئی کہ جب تخت پر لٹایا گیا تو لگتا تھا کہ جسم میں روح نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت عطا فرمائی جب وہ تندرست ہو گئے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے مغفرت طلب کی اور اپنی بے چارگی کا اظہار کیا اور دعا کی کہ

”اے اللہ! مجھے لائانی حکومت عطا فرما۔“

اس آزمائش کا مقصد یہ تھا کہ حضرت سلیمان عین الیقین کے درجہ سے سمجھ لیں کہ شان و شوکت، اقتدار اور موت و حیات سب اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ حضرت سلیمان ایک اولوالعزم رسول کی طرح اللہ کے سامنے جھک جائیں اور خشوع خضوع کے ساتھ اللہ سے مغفرت طلب کریں۔

دیمک

قرآن پاک نے حضرت سلیمان کی وفات کا جو واقعہ بیان کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت سلیمان کے حکم سے جنات ایک عظیم الشان عمارت بنانے میں مصروف تھے کہ حضرت سلیمان کو پیغام اجل آپہنچا مگر اجنبہ کو ان کی موت کی خبر نہ ہوئی اور وہ اپنے کاموں میں مصروف رہے دیمک نے ان کی لائچی کو چاٹ کر اس تو ازن کو خراب کر دیا جس پر حضرت سلیمان ٹیک لگائے کھڑے تھے اور لائچی ٹوٹنے سے حضرت سلیمان گر گئے اس وقت جنات کو معلوم ہوا کہ حضرت سلیمان کا انتقال ہو چکا ہے

”اور جب ہم نے اس (سلیمان) کی موت کا فیصلہ کر دیا تو ان (جنوں) کو

اس کی صورت کی کسی نے اطلاع نہیں دی مگر دیمک نے کہ جو سلیمان کی لائچی چاٹ رہی تھی اور جب سلیمان لائچی کے تو ازن خراب ہونے کی وجہ سے گر پڑا تو جنات پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ غیب کا علم رکھتے ہوتے تو اس

تخت مصیبت میں مبتلا نہ رہتے۔“ (سورۃ سباء۔ ۱۴)

ہاروت و ماروت

بنی اسرائیل نے اپنی الہامی کتابوں میں تحریف کر دی تھی اور اپنی دنیاوی اغراض کی خاطر اس میں ہر طرح کا رد و بدل کر دیا تھا چنانچہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کے معاملہ میں اس قدر جسارت اختیار کی کہ ان کی نبوت و رسالت سے بھی انکار کر کے ان پر طرح طرح کے الزامات اور بیہودہ بہتان لگائے ان میں سے ایک الزام حضرت سلیمان پر یہ بھی لگایا کہ وہ جادو کرتے تھے اور اسی کے زور پر بادشاہ تھے اور جادو کے ذریعے جن وانس، طیور اور ہڈا کو مسخر کئے ہوئے تھے۔

یہ بھی مشہور تھا کہ جنات غیب کا علم جانتے ہیں، چنانچہ جب حضرت سلیمان کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے شیطین کے ان تمام نوشتوں کو حاصل کر کے اپنے تخت کے نیچے دفن کر دیا تاکہ جن وانس کسی کی بھی وہاں تک رسائی نہ ہو اور یہ فرمان جاری کر دیا کہ جو شخص سحر کرے گا یا جنوں کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھے گا تو اس کی سزا گردن زنی ہے۔

مدفون نوشتے

حضرت سلیمان کا انتقال ہو گیا تو شیطین نے ان مدفون نوشتوں کو نکال لیا اور بنی اسرائیل میں یہ عقیدہ پیدا کر دیا کہ جادو کا یہ علم حضرت سلیمان کا علم ہے اور وہ اسی قوت سے جن وانس، وحوش و طیور اور ہوا پر حکومت کرتے تھے اور اس طرح جادو پھر بنی اسرائیل میں رائج ہو گیا۔

”اور جب انکے پاس اللہ کی طرف سے رسول آیا جو تصدیق کر رہا تھا ان الہامی کتابوں کی جو ان کے پاس ہیں تو جو لوگ کتاب دیئے گئے تھے انہوں نے کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور آپ کے متعلق ایسے ہو گئے گویا وہ جانتے ہی نہیں اور انہوں نے سلیمان کے زمانے میں اس چیز کی پیروی اختیار کر لی تھی جو شیطین پڑھتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا لیکن شیطین نے کفر کیا تھا کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور وہ جو بابل میں ہاروت و ماروت دو فرشتوں پر نازل کیا گیا

اور جس کو وہ دونوں جب کسی کو سکھاتے تھے تو یہ کہہ کر سکھاتے تھے کہ ہم تمہارے لئے سخت آزمائش ہیں لہذا تم کفر نہ کرنا مگر وہ ان دونوں سے بھی ایسی بات سیکھے کہ جسکے ذریعے سے زن و شو کے درمیان تفریق پیدا ہو جائے حالانکہ وہ اس کے ذریعہ سے خدا کی مرضی کے بغیر کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے وہ ایسی شے دیکھتے ہیں جو ان کو نقصان پہنچانے والی ہے اور ان کو ہرگز نفع نہیں دے گی اور بلاشبہ وہ جانتے ہیں کہ جس شخص نے اس شے کو خرید اس کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور ضرور وہ شے بہت بری ہے جس کے عیوض میں انہوں نے اپنی جان فروخت کر ڈالی کاش کہ وہ سمجھتے اور وہ کام نہ کرتے جس کا نتیجہ برا ہے۔“

(سورۃ بقرہ: ۱۰۱، ۱۰۳)

ہاروت اور ماروت دو فرشتے آسمان سے نازل کئے گئے اور انہوں نے بنی اسرائیل کو تورات سے ماخوذ اسماء و صفات الہی کے اسرار کا ایسا علم سکھایا جو ”سحر“ کے مقابلے میں ممتاز اور سحر کے ناپاک اثرات سے پاک تھا۔ جب وہ فرشتے بنی اسرائیل کو علم سکھاتے تو ان کو نصیحت کرتے کہ

”اب جب کہ تم پر اصل حقیقت منکشف ہو گئی ہے اور تم نے حق و باطل کا مشاہدہ کر لیا ہے تو اب کتاب اللہ کے علم کو نہ چھوڑنا، تم جادو کی طرف رجوع کرو گے تو بلاشبہ کافر ہو جاؤ گے کیونکہ خدا کی محبت تم پر تمام ہو گئی ہے۔ یاد رکھو ہمارا وجود تمہارے لئے ایک آزمائش ہے دیکھنا یہ ہے کہ ہماری تعلیم کے بعد تم شیاطین کے تابع ”جادو“ کے شیدائی رہتے ہو یا اس سے زیادہ زبردست ”کتاب اللہ“ کے علم کی پیروی کرتے ہو۔“

لیکن بنی اسرائیل نے ان پاک ”علوی علوم“ کو ناجائز اور من مانی خواہشات کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

فطرت اور جبلت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ جبلت میں ہمارا دوسری نوعوں مثلاً بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، کتے، بلی یا سانپ، کبوتر، فاخندہ وغیرہ کے ساتھ ذہنی

اشتراک ہے اور فطرت میں ہم اپنا ایک الگ مقام رکھتے ہیں اور یہ مقام ہمیں ایک ہستی نے جو تمام نوعوں سے ماوراء سے اور جو تمام افراد کائنات پر فضیلت رکھتی ہے، عطا کیا ہے۔ اور یہ عطا ایک فاضل عقل یا تفکر ہے۔ کوئی ذی فہم اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ حیوانات میں عقل و شعور نہیں ہے۔ بعض معاملات میں جانور انسان سے زیادہ باشعور اور عقلمند ہیں۔

زمین پر ایسے چوپائے بھی موجود ہیں جن میں مستقبل بنی کی صلاحیت ہوتی ہے پہلی کتے اور کئی دوسری قسم کے جانوروں کو آنے والی مصیبتوں اور زلزلوں کا پہلے سے ہی پتہ چل جاتا ہے انسان کی سماعتی صلاحیت (hearing power) نسبتاً انتہائی محدود ہے، انسان ایک ہزار چکر فی سیکنڈ یا اس سے زیادہ چکر کی آواز کی لہروں کو محسوس کر سکتا ہے لیکن بیس ہزار چکر فی سیکنڈ یا اس سے زیادہ چکر کی آواز کی لہروں کو انسانی کان سن نہیں سکتے اس کے برعکس کتے، بلیاں اور لومڑیاں ساٹھ ہزار چکر فی سیکنڈ کی آوازیں سن سکتے ہیں، چوہے، چمگادڑ، وہیل اور ڈولفن ایک لاکھ چکر فی سیکنڈ کی آوازیں سن سکتے ہیں۔

مدہم ارتعاش

مچھلیاں بھی سمندر میں انتہائی مدہم ارتعاش کو محسوس کر لیتی ہیں۔ انسان میں دیکھنے کی حد RANGE بہت کم ہوتی ہے جب کہ شہد کی مکھی ماورائے بنفشی شعاعیں ULTRAVIOLET RAYS دیکھ سکتی ہیں۔ انسان کے مقابلے میں شاہین کی آنکھ کسی چیز کو آٹھ گنا بڑا دیکھتی ہے۔

حضرت بابا تاج الدین ناگپوری رحمت اللہ علیہ کے نواسے اور قلندر شعور کے بانی قلند بابا اولیاء اپنی کتاب ”تذکرہ تاج الدین بابا“ میں شیر کی عقیدت کے عنوان سے ایک واقعہ کی علمی توجیہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ایک دن بابا تاج الدینؒ واکی شریف کے جنگل (بھارت) میں چند لوگوں کے ساتھ پہاڑ پر چڑھتے چلے گئے نانا مسکرا کر کہنے لگے؛ ”میاں! جس کو شیر کا ڈر ہو وہ چلا جائے میں تو یہاں ذرا سی دیر آرام کروں گا خیال ہے کہ شیر ضرور آئے گا جتنی دیر قیام کرے اس کی مرضی تم لوگ جاؤ کھاؤ پیو اور مزے کرو۔“

بعض لوگ ادھر ادھر چھپ گئے اور زیادہ تر چلے گئے گرمی کا موسم تھا درختوں کا سایہ اور ٹھنڈی ہوا خمار کا طوفان اٹھا رہی تھی، نانا اب دبیز گھاس پر لیٹ چکے تھے، آنکھیں بند تھیں فضا میں بالکل سناٹا چھایا ہوا تھا چند منٹ گزرے تھے کہ جنگل بھانک محسوس ہونے لگا اس کے بعد بھی کچھ وقفہ ایسے گزر گیا جیسے شدید انتظار ہو یہ انتظار کسی سادھو، کسی جوگی، کسی اوتار، کسی ولی یا کسی انسان کا نہیں تھا، بلکہ ایک درندہ کا تھا جو کم از کم میرے ذہن میں قدم بہ قدم حرکت کر رہا تھا، یکا یک نانا کی طرف نگاہیں متوجہ ہو گئیں ان کی پیروں کی طرف ایک طویل القامت شیر ڈھلان سے اوپر چڑھ رہا تھا بڑی آہستہ خرابی سے، بڑے ادب کے ساتھ۔

شیر نیم وا آنکھوں سے نانا تاج الدین کی طرف دیکھ رہا تھا ذرا دیر میں وہ پیروں کے بالکل قریب آ گیا، نانا گہری نیند میں بے خبر تھے شیر زبان سے تلوے چھو رہا تھا، چند منٹ بعد اس کی آنکھیں مستانہ واری سے بند ہو گئیں اس نے اپنا سر زمین پر رکھ دیا نانا تاج الدین ابھی تک سو رہے تھے شیر نے اب ذرا ہمت کر کے تلوے چاٹنا شروع کر دئے۔

اس حرکت سے نانا کی آنکھ کھل گئی اٹھ کر بیٹھ گئے شیر کے سر پر ہاتھ پھیرا کہنے لگے ”تو آ گیا۔ اب تیری صحت بالکل ٹھیک ہے، میں تجھے تندرست دیکھ کر بہت خوش ہوا اچھا اب جا۔“

شیر نے بڑی ممنونیت سے دم ہلائی اور چلا گیا۔

حضرت قلندر بابا اولیاء فرماتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ پر بہت غور کیا یہ بات کسی کو معلوم نہیں کہ شیر پہلے کبھی نانا کے پاس آیا تھا مجبوراً اس امر کا یقین کرنا پڑتا ہے کہ نانا اور شیر پہلے ہی سے ذہنی طور پر روشناس تھے۔ روشناسی کا طریقہ ایک ہی ہو سکتا ہے، انا کی جو لہریں نانا، در پیر کے درمیان رد و بدل ہوتی تھیں وہ آپس کی ملاقات کا لہریں لہریں لامتناہیت میں بیک وقت ہر جگہ موجود ہیں ان لہروں کے لئے زمانی مکانی فاصلے موجود ہی نہیں ہیں روشنی کی لہریں جن فاصلوں کو کم کرتی ہیں۔ انا کی لہریں ان ہی فاصلوں کو بجائے خود موجود نہیں جانتیں۔ ان لہروں کے ذریعے انسان نباتات، حیوانات، جمادات سب تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ کائنات کا پھیلاؤ لہروں کے اوپر قائم ہے جو شخص لہروں کے نظام اور لہروں کے پھیلاؤ سے جتنا واقف ہو جاتا ہے اسی مناسبت سے اسے ماورائی دنیا کا ادراک ہو جاتا ہے۔

باعث بنتی تھی اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جانوروں میں بھی کشف ہوتا ہے اور اس معاملے میں انسان اور دوسری مخلوق یکساں ہیں۔

درج بالا مثال ثابت کرتی ہے کہ حیوانات عقل و شعور رکھتے ہیں ان میں زندگی گزارنے کی قدریں انسان کی معاشرتی زندگی سے کافی حد تک مماثلت رکھتی ہیں، چیونٹی جیسی انتہائی چھوٹی مخلوق کی عقل کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جس میں ایک چیونٹی نے حضرت سلیمان کے لشکر کی دعوت کی تھی اور حضرت سلیمان جیسے جلیل القدر پیغمبر اور عظیم بادشاہ سے دانشمندانہ گفتگو کی تھی، چیونٹی جیسی ننھی مخلوق کا اپنا ایک طرز معاشرت ہے اس ننھے سے کیڑے میں وہ تمام نظام موجود ہے جو انسان کی زندگی میں داخل ہے۔ چیونٹیوں کا خاندان ہزاروں افراد پر مشتمل ہوتا ہے اس میں مختلف شکل اور رنگ و روپ کی چیونٹیاں ہوتی ہیں پورے خاندان میں ایک ملکہ ہوتی ہے، پوری آبادی میں اس کا حکم چلتا ہے اور ہر رکن اس کے حکم کا پابند ہوتا ہے آبادی میں فنکار چیونٹیاں بھی ہوتی ہیں، انجینئر بھی ہوتی ہیں، باہر باغبانی بھی ہوتی ہیں اور چیونٹیوں کی فوج بھی ہوتی ہے ان میں ایثار و قربانی کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے، درزی، سائنسدان اور ٹائم آپیس سے آزاد چیونٹیاں بھی اپنے فرائض مکمل طور پر انجام دیتی ہیں یہ ننھی سی مخلوق اس قدر نظم و ضبط اور تعاون سے کس طرح کام کرتی ہے نظم و ضبط اور تعاون باہمی سے رہنے کا طریقہ اس مخلوق کو قدرت سکھاتی ہے۔

علم الکتاب

قرآن اور دیگر آسمانی صحائف میں اللہ نے حضرت سلیمان کے واقعہ میں صرف کہانی بیان نہیں کی کہ کہانیاں سنا کر ہمیں مرعوب کرے۔ اللہ ہمیں کیوں مرعوب کرے گا ہماری حیثیت اور حقیقت ہی کیا ہے، اللہ کے علوم لاقتنا ہی ہیں۔ اللہ کی منشاء یہ ہے کہ ہم لوگوں کو آگے بڑھتا دیکھ کر خود بھی قدم بڑھائیں۔ اس قصہ کا منشاء یہ ہے کہ ہم بھی ہدایت کی راہ اختیار کریں، اللہ نے اس ضمن میں جنات کا تذکرہ بھی کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ جنات انسانوں کے زیر اثر آسکتے ہیں اگر اس علم کو آسمانی کتاب میں تلاش کریں جس کو علم الکتاب کہا گیا ہے تو یقیناً وہ علم انہیں مل جائے گا جو انسان کو نہ

صرف جنات پر بلکہ پوری کائنات پر فوقیت دیتا ہے۔

حضرت سلیمان اور ملکہ سبا کے واقعہ میں ایک پرندے ہد ہد کی دانشمندی کا تذکرہ ہے ہد ہد کا دیر سے آنا اور ملکہ سبا سے متعلق اطلاع دینا اور یہ بتانا کہ وہ اور اس کی قوم آفتاب پرست ہے اور ہد ہد کا پیغام لے کر جانا۔ یہ سب باتیں نکات سے خالی نہیں ہیں ان باتوں میں اللہ کی حکمت پوشیدہ ہے۔

ہد ہد ایک مشہور پرندہ ہے جس کے جسم پر مختلف رنگ کی دھاریاں ہوتی ہیں اس کے سر پر تاج ہوتا ہے، ہد ہد زمین کے نیچے پانی کو اس طرح دیکھ لیتا ہے جس طرح انسان گلاس کے اندر پانی کو دیکھ لیتا ہے۔

حضرت سلیمان کے دربار میں ہد ہد کھوجی تھا اس کی ڈیوٹی پانی تلاش کرنا تھا۔

حضرت سلیمان کا لشکر

لشکر میں لشکر تقسیم کرنے کیلئے حضرت سلیمان روزانہ پانچ ہزار اونٹنیاں پانچ ہزار بیل اور بیس ہزار بکریاں ذبح کرواتے تھے۔

حضرت سلیمان نے حج کے ارکان مکمل کرنے کے بعد اپنی قوم کے سرداروں سے فرمایا:

”یہی وہ جگہ ہے جہاں ﷺ نبی پیدا ہوئے ان کا رعب و دبدبہ دور دراز کے علاقوں تک پھیل جائے گا، رشتے داروں اور اجنبی لوگوں کو برابر برابر کے حقوق دیں گے، انہیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کچھ نقصان نہ دے گی۔“

لوگوں نے سوال کیا اللہ کے نبی کس دین پر ہونگے؟

حضرت سلیمان نے فرمایا

”دین حنیف پر۔ وہ بڑا خوش نصیب ہوگا جو ان کے زمانے کو پائے گا اور ان

پر ایمان لائے گا، لہذا جو یہاں موجود ہیں وہ غیر حاضر لوگوں تک میری

یہ بات پہنچادیں وہ انبیاء کے سردار خاتم النبیین ﷺ ہونگے۔“

جب علاقہ کی سیر کیلئے ہد ہد نے ہوا میں پرواز کی اور اتنی اونچی اڑان اڑا کہ لگتا تھا ہد ہد اور آسمان قریب ہو گئے ہیں ہد ہد نے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت اور ہرا بھرا باغ

ہے، باغ کی کشش نے ہد ہد کو اپنی طرف کھینچ لیا اور باغ میں ایک ہرے بھرے درخت کی شاخ پر جا بیٹھا وہاں ایک یمنی ہد ہد پہلے سے موجود تھا دونوں میں بات چیت ہوئی۔ یمنی ہد ہد نے حضرت سلیمانؑ کے ہد ہد یغفور کو بتایا:

”میں اسی ملک کا باشندہ ہوں یہ باغ ملکہ بلقیس کا ہے، ملکہ بلقیس کی حکومت میں بہت سے امراء ہیں اور ملکہ کی فوج میں بارہ ہزار سپہ سالار ہیں۔ میرے ہم جنس دوست آپ کہاں سے آئے ہیں؟ چلو میرے ساتھ میں تمہیں ملکہ بلقیس کا محل دکھاؤں تاکہ تمہیں اس کی شان و شوکت کا اندازہ ہو جائے۔“

یغفور نے کہا:

”میرے دوست میں حضرت سلیمانؑ نبی کے دربار میں ملازم ہوں میری ڈیوٹی یہ ہے کہ میں پانی فراہم کروں حضرت سلیمانؑ کو پانی کی ضرورت پڑی تو مجھے تلاش کرینگے اور وہ مجھے نہیں پائیں گے تو ناراض ہونگے۔“

یمنی ہد ہد نے کہا:

”اگر تم ملکہ بلقیس کی خبر اپنے آقا کو دو گے تو وہ خوش ہو جائیں گے۔“

ہد ہد یغفور ملکہ بلقیس کی سلطنت اور وہاں کے حالات کا پتہ لگانے یمنی ہد ہد کے ساتھ چلا گیا اور وہاں سے رخصت ہو کر عصر کے وقت اپنے ڈیوٹی پر واپس آ گیا۔

جب حضرت سلیمانؑ نے پانی کے لئے ہد ہد کو نہ پایا تو فرمایا:

”میں ہد ہد کو موجود نہیں پاتا کیا وہ واقعی غیر حاضر ہے؟ اگر اس کی غیر حاضری

بے وجہ ہے تو میں اس کو سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا یا پھر وہ اپنی غیر

حاضری کی کوئی معقول وجہ بتائے۔“

عقاب

حضرت سلیمانؑ نے پرندوں کے نگران عقاب کو حکم دیا کہ کہیں سے بھی لا کر ہد ہد کو میرے سامنے پیش کر۔ عقاب نے اتنی بلندی پر پرواز کی کہ اسے دنیا ایسی نظر آنے لگی جیسے آدی کے ہاتھ میں پیالہ نظر آتا ہے۔ عقاب کو ہد ہد یمن کی طرف سے آتا ہوا دکھائی دیا عقاب نے جھپٹ کر اسے پکڑنا چاہا، ہد ہد نے احتجاج کیا اور عرض

کیا کہ:

”اللہ کے واسطے مجھ پر رحم کرو اور میرے ساتھ برائی کا ارادہ نہ رکھو۔“

عقاب نے کہا:

”کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ کے نبی نے قسم کھائی ہے کہ تجھے سخت سے سخت

سزا دیں گے یا تجھے ذبح کر ڈالیں گے۔“

ہد ہد نے یہ سن کر کہا:

”کیا اس کے علاوہ بھی کچھ فرمایا ہے اللہ کے نبی نے؟۔“

عقاب نے کہا:

”ہاں یہ فرمایا ہے کہ اگر اپنی غیر حاضری کی کوئی کھلی دلیل پیش کر دے تو

معاف کر دیں گے۔“

ہد ہد نے کہا: ”تب تو میری جان بخشی ممکن ہے۔“ ☆

حکمت

۱۔ حضرت سلیمانؑ جو انسان تھے انسانوں، جنات، پرندوں، چرندوں اور درندوں پر حکومت کرتے تھے۔

۲۔ ان میں کوئی سرکشی کی ہمت نہیں کر سکتا تھا اگر وہ سرکشی کرتا تو اسے سزا دی جاتی تھی جیسا کہ حضرت سلیمانؑ نے ہد ہد کے لئے کہا۔

۳۔ باوجود اتنے بڑے لشکر کے جس میں جنات، انسان، پرندے وغیرہ شامل تھے، اللہ انہیں اس تمام لشکر کی شکم سیری کے لئے رزق فراہم کرتا تھا۔

۴۔ حضرت سلیمانؑ کے قصے میں اس طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ پرندے شعور رکھتے ہیں لہذا ہد ہد پرندہ کی عقل و شعور انسان کو فہم و فراست فراہم کرتی ہے کہ پیغامات کی ترسیل کا کام انسانوں کی طرح حیوانات سے بھی لیا جاسکتا ہے۔

☆ حضرت سلیمانؑ پرندوں کو ان کے مناسب حال سزا دیا کرتے تھے کہا جاتا ہے کہ سزا یہ تھی کہ پرندے کو دھوپ میں ڈال دیتے تھے، یا چیونٹیوں کو کھانے کے لئے دے دیتے تھے، بعض کو پتھروں میں قید کر دیتے تھے۔ قصور دار پرندے کو اس کے قبیلے سے جدا کر دیتے تھے اور دوسرے پرندے اس کا بایکاٹ کر دیتے تھے سزا کی مدت پوری ہونے کے بعد اسے آزاد کر دیا جاتا تھا۔

اس قصے میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے لشکر میں ایک ایسا جن بھی تھا جو ایک یا دو ساعت میں ملکہ سبا کا تخت یمن سے بیت المقدس لاسکتا تھا، یمن اور بیت المقدس کا فاصلہ تقریباً ڈیڑھ ہزار میل ہے۔

اس قصے سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے علم کے سلسلے میں انسان کی رسائی جنات سے بہت زیادہ ہے کیونکہ وہ ”کتاب کا علم“ رکھتا ہے ایسا ہی انسان ملکہ کا تخت ایک آن میں حضرت سلیمانؑ کے دربار میں لے آیا اللہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ آسمانی کتابوں میں وہ علم موجود ہے جس سے نوع انسانی ہر طرح کا استفادہ کر سکتی ہے اس میں نبی ہونے کی کوئی شرط نہیں بلکہ ہر بندے کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے کہ کتاب کا علم (علم الاسماء) سیکھ کر بندہ ایسی مسند پر براجمان ہو جاتا ہے جہاں اسے کائنات میں تصرف کرنے کی صلاحیت ودیعت کر دی جاتی ہے اور زمان و مکان اس کے لئے مسخر ہو جاتے ہیں۔ وہ بندہ ٹائم کی نفی کر سکتا ہے اور اسپیس اس کے حکم سے سمٹ جاتی

تفکر

اس صلاحیت کو کوئی بندہ ٹھکرا دے اور سمجھے کہ میری کیا حقیقت ہے کہ میں اس علم کو سمجھ سکوں تو یہ غلط ہے اس لئے کہ اللہ نے حضرت سلیمانؑ کے قصے میں بندے کا تذکرہ کر کے یہ صلاحیت عام کر دی ہے، بشرطیکہ وہ تفکر سے کام لے اور اسے تلاش کرے۔

ٹائم لیس کا قانون بیان کر کے پیغمبروں کی فضیلت کو کم کرنا ہرگز ہمارا منشاء نہیں ہے، پیغمبر اللہ تعالیٰ کے منتخب اور نوع انسانی کا جو ہر ہوتے ہیں اور نوع انسانی کے تمام علوم کا مخزن و منبع بھی اللہ کے فرستادہ پیغمبر ہیں۔

بتانا یہ مقصود ہے کہ نوع انسانی کا ہر فرد پیغمبروں کے علم سے استفادہ کر کے ماورائی دنیا میں تصرف کر سکتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا تذکرہ کر کے ایجادات کا بنیادی قانون بیان کیا ہے۔

”ہم نے سلیمان و داؤد کو ایک علم دیا جو اللہ کی طرف سے انسا پر ہوا ہے۔“

انسا پر ہونا خواہ وہ سن کر ہو یا منظر دیکھ کر ہو بہر صورت اللہ کی طرف سے ہوتا ہے چنانچہ

اللہ کے پیغمبروں پر وحی کے ذریعے علم کا نزول ہوتا تھا اس لئے اللہ کی طرف سے ذہن میں کوئی خیال آتا ہے تو وہ اللہ ہی کا علم ہوتا ہے مختلف سائنسی ایجادات مثلاً ہوائی جہاز، ٹیلیفون، وائرلیس، ٹی وی، کمپیوٹر، مہلک ہتھیار، لیزر شعاعوں کی دریافت بھی اسی وقت ممکن ہوئی جب لوگوں کو اللہ کی طرف سے نئی نئی ایجادات و اختراعات کا علم انسپائر کیا گیا اس لئے کہ علم کے بغیر کسی شے کا وجود ممکن نہیں۔ اللہ کا قانون یہ ہے کہ انسان اپنی صلاحیتوں کے ساتھ تن، من، دھن سے کسی چیز کی تلاش میں لگ جائے اور اسے زندگی کا مقصد قرار دے دے تو وہ چیز اسے حاصل ہو جاتی ہے یہ اللہ کی سنت ہے پہلے بھی جاری تھی، اب بھی جاری ہے اور آئندہ بھی جاری رہے گی۔



حضرت حزقیل علیہ السلام

عربی میں حزقیل کا ترجمہ ”قدرت اللہ“ ہے۔

حضرت حزقیل بنی اسرائیل میں ”ابن العجوز“ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ابن العجوز کے معنی ”بڑھیا کے بیٹے“ کے ہیں۔ کم عمری میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ جب نبوت سے سرفراز کئے گئے اس وقت آپ کی والدہ بہت ضعیف ہو چکی تھیں۔

حضرت حزقیل کو جب مبعوث کیا گیا تو سرکشی اور نافرمانی عام تھی۔ کبر و نخوت، فخر و گھمنڈ اور احساس برتری نے لوگوں کے ذہنوں کو زنگ لگا دیا تھا۔ مفاد پرستی، اقربا پروری، جھوٹ، کینہ، بغض، حسد اور منافقت ان کا اوڑھنا بچھونا ہو گیا تھا۔ بے حیائی اور بدکاری پر فخر کرتے تھے۔ بے انصافی کر کے عقلی تاویلات پیش کرتے تھے۔ ظلم و جبر کر کے خوش ہوتے تھے۔ باپ دادا کے رسم و رواج ”مذہب“ بن گئے تھے۔ تفرقہ بن گئے تھے۔ مذہب کے ٹھیکہ داروں نے اجارہ داریاں قائم کر لی تھیں۔ قوم اتنے فرقوں میں بٹ گئی تھی کہ ان کا شمار ممکن نہیں رہا تھا۔ توحید کی جگہ شرک و بت پرستی نے لے لی تھی۔ ان کے کانوں اور دلوں پر مہر لگ گئی تھی۔ آنکھوں پر دیز پردہ پڑ گیا تھا اور اللہ کے تصور سے ذہن خالی ہو گیا تھا۔

حضرت حزقیل نے ایسے نامساعد حالات میں توحید کا پرچار کیا۔ دین کی حقیقی روح سے قوم کو آگاہ کیا۔ سچائی اور راست بازی کی تعلیم دی اور لوگوں کو برے کاموں سے بچنے کی تلقین کی۔ صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی ہدایت کی۔ حضرت حزقیل نے قوم کو مخاطب کر کے فرمایا!

”گناہوں سے باز آ جاؤ۔ اور حق کا راستہ اپناؤ۔ ورنہ خدا کا قہر تم پر نازل ہوگا۔“

وعظ و نصیحت اور تبلیغ کا لوگوں پر مطلق اثر نہیں ہوا اور قوم بدستور اپنی روش پر قائم رہی۔ لوگوں نے مذاق اڑایا اور حیلے بہانوں سے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ جب حضرت حزقیل نے دیکھا کہ قوم کسی بھی طرح راہِ راست پر آنے کیلئے تیار نہیں ہے اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق قوم کو آنے

والے عذاب اور ہولناک تباہی سے آگاہ کیا۔

صحیفہ حزقیل۔ باب۔ ۷۔ میں حضرت حزقیل کی پیشن گوئی موجود ہے۔ جو شاہ یہودہ کے زمانے میں حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

”خداوندِ خدا یوں فرماتا ہے کہ ملک خون ریزی کے گناہوں سے پرے اور شہرِ ظلم سے بھرا ہوا ہے۔ پس میں غیر قوموں میں سے بدترین کو لاؤنگا۔ وہ ان کے گھر کے مالک ہونگے اور میں زبردستوں کا گھمنڈ مٹا دوں گا اور ان کے مقدس مقام ناپاک کئے جائیں گے۔ ہلاکت آئے گی۔ وہ سلامتی کو ڈھونڈیں گے۔ پر نہ پائیں گے۔ بلائیں نازل ہونگی تب وہ نبی کی بشارت کی تلاش کریں گے۔ لیکن شریعت کا بن سے اور مصلحت بزرگوں سے جاتی رہے گی۔ اور رعیت کے ہاتھ کانپیں گے۔ میں ان کی روش کے مطابق ان سے سلوک کروں گا اور ان کے اعمال کے مطابق ان کا فتویٰ دوں گا تاکہ وہ جانیں کہ خداوند میں ہوں۔“ (صحیفہ حزقیل۔ باب: ۷)

بنو کد نصر بادشاہ

۵۵۰ قبل مسیح میں بنو کد نصر بادشاہ نے پوری قوت سے بیت المقدس پر حملہ کیا۔ یہود خوفزدہ ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ سات سال تک محاصرہ جاری رہا۔ اس دوران شہر میں رسد ختم ہو گئی، سخت قحط پڑا اور با پھیل گئی۔ بالآخر مجبور ہو کر ایک رات لوگ شہر سے نکل کر بھاگے۔ مگر بنو کد نصر کی فوجوں نے تعاقب کر کے ان کو قتل کر دیا۔ پورا یروشلم خاک و خون میں لت پت ہو گیا۔ بیت المقدس کو شدید نقصان پہنچا۔ شاہ یہودہ گرفتار ہو گیا۔ بنو کد نصر نے اس کے بیٹوں کو اس کے سامنے ذبح کروا دیا۔ شاہ یہودہ کی آنکھیں نکال دی گئیں اور زنجیروں میں جکڑ کر اسے بابل لے جایا گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک بہت بڑی جماعت نے دین کی سر بلندی کے لئے جہاد سے انکار کیا اور موت کے خوف سے بھاگ کر ایک دور دراز وادی میں پناہ گزیں ہو گئے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند آئی اور موت ان پر غالب آ گئی۔

حضرت حزقیل جب اس آبادی سے گزرے تو انہیں بہت افسوس ہوا اور

اللہ تعالیٰ کے حضور ان مردہ لوگوں کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر حزقیل کی دعا قبول کی اور ان لوگوں کو دوبارہ زندہ کر دیا۔

”تو نے نہ دیکھے وہ لوگ جو نکلے اپنے گھروں سے موت کے ڈر سے اور وہ ہزاروں تھے۔ پھر کہا اللہ نے ان کو مر جاؤ۔ پھر ان کو زندگی دی۔ اللہ تو فضل رکھتا ہے لوگوں پر۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے“۔ (سورۃ البقرہ: ۲۴۳)

حضرت حزقیل نے انجیل برناباس میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی بشارت دی ہے۔

حضرت حزقیل نے عمر کا آخری حصہ بابل میں گزارا اور وہیں انتقال فرمایا۔ آپ کی قبر مبارک دجلہ کے قریب ہے۔

حکمت:

بغض و عناد، حسد، طمع، لالچ، حلال و حرام کی تمیز کئے بغیر، دنیا کا حصول، فخر و مباہات، گھمنڈ اور غرور، نا انصافی، حق تلفی، خون ریزی، نئی نئی لاعلاج بیماریاں، عدم تحفظ، خوف، دہشت گردی، علمائے امت میں اختلاف، دین کی بے حرمتی، مساجد میں قتل، والدین کی نافرمانی، رشوت، چور بازاری، ملاوٹ اور بے حیائی کو دیکھا جائے تو موجودہ دور پہلے دور سے زیادہ گناہ آلود ہے۔ اب پیغمبر نہیں آئے گا۔ جو عذاب سے ڈرائے لیکن اللہ کا نظام مکمل اور مربوط نظام ہے۔ اللہ کی سنت میں تبدیلی ہوتی ہے نہ تعطل واقع ہوتا ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ شافع المذنبین ہیں اور رحمت اللعالمین ہیں لیکن اللہ کے رسول ﷺ اللہ کے نظام پر عمل کرتے ہیں۔ اس وقت مذاہب عالم کا جو حال ہے اور اسلام کی تاویلات کر کے جس طرح بے حرمتی کی جا رہی ہے یہ اللہ کی ناراضگی کو کھلے عام دعوت دینا ہے۔ علمائے کرام، مذہبی پیشواؤں، دانشوروں اور اولی الباب حضرات و خواتین کی ذمہ داری ہے کہ پہلے خود اپنی اصلاح کریں اور پھر اپنے کنبہ قبیلے کو، پھر قوم کو اور پھر نوع انسانی کو متوجہ کریں کہ تاریخ ہمیشہ خود کو دہراتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمارے اوپر عذاب الہی آ جائے اور ہم کچھ بھی نہ کر سکیں۔

استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔

حضرت لقمان علیہ السلام

نصیحت

”اور ہم نے لقمان کو عقلمندی دی کہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو کوئی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے۔ اور جو کوئی ناشکری کرتا ہے تو اللہ تو بے نیاز اور حمید ہے۔ اور لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ بلاشبہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔

اے میرے پیارے بیٹے! چاہے کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو اور وہ کسی چٹان میں یا آسمانوں میں کہیں بھی ہو اللہ اسے ضرور اپنے سامنے حاضر کرے گا۔ بے شک اللہ ہر چھپی سے چھپی چیز کو دیکھنے والا ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

”اے میرے پیارے بیٹے! نماز قائم کر اور اچھی باتوں کا حکم دے اور بری باتوں سے روک دے اور جو کچھ مصیبت تجھ پر پڑے سب کو جھیل بے شک ہمت کے کام یہی ہیں اور دیکھ لوگوں کے سامنے اپنے گال کو مت پھلانا اور زمین پر اترا کر مت چلنا۔ بے شک اللہ کو اترا نے والے اور خود اپنی بڑائی جتانے والے لوگ پسند نہیں ہیں اور اعتدال کی چال چلنا اور آواز کو نیچا رکھنا۔ بلاشبہ سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔“ (سورۃ لقمان: ۱۳-۱۹)

حضرت لقمانؑ پیغمبرانہ صفات کے حامل ایک صاحبِ حکمت اور برگزیدہ بندے تھے۔ آپ کے نام سے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ”سورۃ لقمان“ نازل کی ہے۔ تاریخ میں آپ کی شخصیت اور زمانے کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض مورخین کے مطابق حضرت لقمانؑ کا تعلق قوم عاد سے تھا اور آپ یمن کے بادشاہ تھے۔ لیکن اکثریت کی رائے میں آپ حبشی نسل تھے اور سوڈان کے ایک قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ حضرت داؤد کے ہم عصر تھے اور قاضی کے منصب پر فائز تھے۔ شواہد ملتے ہیں کہ ”صحیفہ لقمان“ کے نام سے آپ کے احوال کا ایک مجموعہ حضور ﷺ کے زمانے میں موجود تھا۔

قرآن حکیم نے حضرت لقمانؑ کو موحد اور حکیم قرار دیا ہے۔

”اور ہم نے لقمان کو حکمت دی کہ وہ اللہ کا شکر گزار ہو۔“

(سورۃ لقمان: ۱۲)

اور ہم نے انسان کو تاکید کر دی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اس کی ماں نے مصیبت پر مصیبت جھیل کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور پھر کہیں دو برس میں جا کر دودھ چھوٹا۔ لہذا تو میرا شکر ادا کر اور اپنے ماں باپ کا بھی۔ آخر لوٹ کر میرے ہی پاس تو آنا ہے۔ اور ہاں اگر تیرے ماں باپ یہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے حالانکہ تیرے پاس کسی کے شریک ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو ہرگز ان کا کہنا نہ ماننا۔ البتہ دنیاوی حقوق میں ان کا ساتھ دیتے رہنا اور راستہ انہی لوگوں کا اختیار کرنا جن کا رخ میری طرف ہو کیونکہ آخر کار تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر تم جو کچھ کرتے تھے میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔

حضرت لقمان کی تعلیمات:

حضرت لقمان کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ،

”اے بیٹا! جب کسی صحبت میں جاؤ تو لوگوں کو سلام کر کے بیٹھ جاؤ۔ اگر وہ لوگ خدا کے ذکر میں مشغول ہوں تو ٹھہر جاؤ۔ اور اگر کسی اور کے ذکر میں مصروف ہوں تو ان کی صحبت چھوڑ دو۔ اور دامن جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہو۔“

”اے بیٹا! برے لوگوں سے پناہ مانگتے رہو۔ اور جو اچھے ہیں ان سے بھی ڈرتے رہو۔ دنیا میں نہ پھنسو اور اپنے دل کو اس میں نہ لگاؤ۔ کیونکہ تم دنیا کے لئے نہیں پیدا کئے گئے۔“

اے بیٹا! جو کوئی دوسروں پر رحم کرتا ہے، خود اس پر بھی رحم کیا جاتا ہے۔ جو خاموش رہتا ہے، امن میں رہتا ہے۔ جو اچھی بات کہتا ہے، اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ جو شخص جھوٹ بولتا ہے، گنہگار ہے۔ جو زبان اپنے قابو میں نہیں رکھتا، ندامت اٹھاتا ہے۔ اے بیٹا! برگزیدہ علماء کی صحبت میں گھٹنوں کے بل جاؤ۔ اور ان کی خدمت میں خاموش بیٹھ کر کان لگاؤ۔ اس لئے کہ علماء کے نور سے دل اس طرح زندہ ہو جاتا ہے جس طرح مردہ زمین آسمان کے مینے سے ہو جاتی ہے۔“ قرآن کریم میں ارشاد

”ہے اور اے رسول وہ وقت یاد کیجئے کہ جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اللہ کا شریک کسی کو مت بناؤ کیونکہ شرک بڑا سخت گناہ ہے۔ اور اے رسول اس وقت کے آنے سے پہلے جو خدا کی طرف سے نل نہیں سکتا۔ اپنا منہ صحیح دین پر قائم رکھنا۔ اس روز سب لوگ الگ الگ ہو جائیں گے۔ اور ہم آپ سے پہلے لقمان کو حکمت دے چکے ہیں۔ اور ہم نے اس سے کہا کہ اللہ کا شکر ادا کرو۔ اور جو کوئی شکر ادا کرے گا اپنے ہی بھلے کے لئے کرے گا۔ اور جو کوئی ناشکری کرے تو اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے خوبیوں والا ہے اور ہم نے آدمی کو ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔“

شکر کا مطلب ”استعمال“ ہے

حضرت لقمان کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم نبوت سے سرفراز کیا تھا۔ حضرت لقمان ایک ہزار برس پورے کر کے اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت لقمان کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جڑی بوٹیوں میں خاصیت کا علم عطا کیا تھا۔ اور جڑی بوٹیاں انہیں اپنی اپنی خاصیت سے آگاہ کرتی تھیں۔ حضرت لقمان نے علم طب کی تدوین کی۔ دواؤں کی خاصیت اور ان کے استعمال کے طریقے بتائے۔ حضرت لقمان کے قصے سے اس بات کا علم حاصل ہوتا ہے کہ شکر کا مطلب استعمال ہے اگر حضرت لقمان حکمت و دانائی کو استعمال نہ کرتے اور لوگوں تک علم منتقل نہ کرتے اور صرف زبان سے یا اللہ تیرا شکر یا اللہ تیرا شکر کرتے رہتے تو شکر کا تقاضا پورا نہ ہوتا۔

مثال: اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین لباس عطا فرمائیں اور آپ اسے الماری میں سجا کر رکھ دیں، زیب تن نہ کریں تو شکر کا مفہوم پورا نہیں ہوگا۔ لباس کو پہنیں، آرام پائیں، خوش ہوں اور اللہ کا شکر ادا کریں۔ یہی شکر ہے۔

حضرت خضر:

حضرت لقمان سے کسی نے قرض لیا۔ بہت دنوں کے بعد اس شخص نے حضرت لقمان کو پیغام بھجوایا کہ مجھے کاروبار زندگی سے فرصت نہیں ہے اور کوئی معتبر آدمی ملتا نہیں ہے۔ گزارش ہے کہ صاحب زادے کو بھیج دیجئے تاکہ میں قرض واپس کر دوں۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو قرض وصول کرنے کے لئے بھیج دیا۔ جاتے

وقت بیٹے کو تین نصیحتیں کیں۔ فرمایا کہ پہلی منزل پر راستے میں ایک بڑا درخت ہے اس کے نیچے نہ سونا۔

دوسری منزل میں ایک بہت بڑا شہر آئے گا اس میں قیام نہ کرنا۔ شہر میں کھانے پینے کے بعد جنگل میں چلے جانا۔ تیسری بات یہ یاد رکھنا کہ جس شخص سے قرض وصول کرنا ہے اس کے گھر نہ ٹھہرنا۔ البتہ راستے میں کوئی راستے سے واقف اور تجربہ کار بندہ ملے اور ہماری نصیحت کے خلاف تمہیں کوئی ہدایت دے تو تم اس پر عمل کرنا۔

حضرت لقمان کے بیٹے نے ابھی تھوڑا سا راستہ طے کیا تھا کہ راستے میں ایک بوڑھا مسافر ملا پوچھا!

”میاں صاحبزادے کہاں جا رہے ہو؟“

حضرت لقمان کے بیٹے نے بتایا کہ ”میں اپنے والد کا قرض وصول کرنے جا رہا ہوں۔“ بڑے میاں بولے! ”مجھے بھی اسی شہر میں جانا ہے۔ اچھا ہوا کہ ہمارا تمہارا ساتھ ہو گیا۔“

جب پہلی منزل آئی تو بڑے صاحب نے کہا!

”اس درخت کے نیچے رہینگے تاکہ شبنم سے محفوظ رہیں۔“

لڑکا بولا، ”محترم بزرگ! مجھے اس درخت کے نیچے ٹھہرنے کو والد صاحب نے منع کیا تھا۔“ بڑے صاحب نے پوچھا!

”کچھ اور بھی کہا تھا۔“

لڑکے نے کہا، ”جی ہاں! والد صاحب نے کہا تھا کہ اگر کوئی اس راہ کا واقعہ ملے تو اس کی بات پر عمل کرنا۔“

بڑے میاں بولے کہ ”ہم اس راستے سے خوب واقف ہیں تم ہمارا کہنا مانو۔“

بابائے سجادہ رنگین کن گرت پیرمغاں گوید

کہ سالک بے خبر نہ بود راہ رسم و منزلہا

غرض دونوں نے درخت کے نیچے بسیرا کیا۔ آدھی رات گئے ایک سانپ درخت پر سے اترا۔ بڑے میاں نے سانپ کو مار کر ڈھال سے ڈھانپ دیا۔ جب صبح ہوئی تو لڑکے کے دل میں وسوسہ آیا کہ ”ابا جی نے خواہ مخواہ منع کیا تھا۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں

ہوا۔ میں تو خوب آرام سے سویا ہوں۔“

یہ خیال روشن ضمیر بڑے صاحب نے محسوس کر لیا اور صاحبزادے سے کہا! ڈھال اٹھاؤ۔“

ڈھال کے نیچے مرا ہوا سانپ پڑا تھا۔ لڑکے کے دماغ میں والد کی طرف سے جو سوسہ آیا تھا اس کی اصلاح ہو گئی اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

بڑے میاں نے لڑکے سے کہا، ”صاحبزادے! سانپ کا سر کاٹ کر اپنے پاس رکھ لو۔“ اس نے سانپ کا سر کاٹ کر اپنے تھیلے میں رکھ لیا۔ دوسرے دن یہ دونوں ایک بڑے شہر میں پہنچے۔ بڑے میاں نے فرمایا!

”رات کو اسی شہر میں قیام کریں گے۔“

اور دونوں ایک مسافر خانے میں جا ٹھہرے۔ اس شہر کا یہ عجیب دستور تھا کہ جب کوئی جوان مسافر شہر میں آ جاتا تو بادشاہ اس سے اپنی بیٹی کی شادی کر دیتا تھا اور صبح کے وقت اس کی لاش ملتی تھی۔ الغرض بادشاہ کو جب خبر پہنچی تو اس نے نوجوان مسافر کو طلب کیا۔ لڑکا جب دلہن کے پاس جانے لگا تو پیرانا نے فرمایا کہ،

”پہلے اس سانپ کے سر کو جو تمہارے پاس ہے آگ میں رکھ کر اپنی بیوی کو

دھونی دینا۔“

لڑکے نے ایسا ہی کیا اور زندہ رہا۔ بات دراصل یہ تھی کہ عورت کے رحم میں ایک زہریلا پھوڑا تھا یہ ایسا مرض تھا کہ جب اس کے پاس کوئی مرد جاتا تھا تو زہر چڑھ جاتا تھا اور دولہا مر جاتا تھا۔ اس دھونی کی تاثیر سے مرض ختم ہو گیا اور صبح کو لڑکا زندہ سلامت محل سے باہر آیا۔

کچھ دنوں بعد وہ دونوں اس شہر سے روانہ ہوئے اور اس بستی میں پہنچ گئے جہاں مقروض کا گھر۔ نابزرگ نے فرمایا،

”بھائی! اس کے گھر میں ہی ٹھہریں گے۔“

چنانچہ رات کو وہیں قیام کیا۔ میزبان کی نیت میں پہلے ہی فتور تھا۔ اس نے سوچا ”دونوں کو قتل کر دیا جائے تاکہ قرض کا روپیہ واپس نہ کرنا پڑے۔“

میزبان نے مہمانوں سے پوچھا، ”صاحبو! اندر سو گے یا باہر صحن میں؟“

بڑے صاحب بولے۔ ”گرمی سے ہم باہر سوئیں گے۔“
 چنانچہ دونوں صحن میں لیٹ گئے۔ گھر کے اندر کمرے میں صاحب خانہ کے
 دولٹ کے سوئے ہوئے تھے۔ جب آدھی رات ہوئی تو بڑے میاں نے حضرت لقمان
 کے بیٹے کو جگایا اور بولے۔ ”سردی ہوگئی ہے اندر چلو۔“
 دونوں اندر کمرے میں گئے اور میزبان کے لڑکوں کو جگا کر کہا۔
 ”بھائی! ہمیں باہر سردی لگتی ہے۔ تم ہماری جگہ جالیٹو۔ ہم یہاں سو جائیں
 گے۔“

جب تین پہر رات گزر گئی اور ہر طرف نیند کا پہرہ ہو گیا۔ تو مالک مکان آیا
 اور باہر سوئے ہوئے اپنے دونوں لڑکوں کو قتل کر دیا۔ صبح ہوئی تو اس نے دیکھا کہ اس
 کے دونوں بیٹے مردہ پڑے ہیں۔ اسے نہایت صدمہ ہوا مگر چپ ہو گیا اور دل پر پتھر کی
 سل رکھ لی۔

چار ونا چار مہمانوں کو روپیہ دے کر رخصت کر دیا۔ واپسی میں جب اس
 مقام پر پہنچے جہاں بڑے صاحب سے ملاقات ہوئی تھی تو بزرگوار نے کہا،
 ”بیٹا! خدا حافظ! اب ہم جاتے ہیں۔ اپنے والد سے ہمارا سلام کہنا۔“
 لڑکے نے پوچھا، ”میرے اچھے بزرگ! آپ کا نام کیا ہے؟“
 بزرگ نے فرمایا! ”تمہارے ابا ہمارا نام جانتے ہیں۔“
 بیٹا جب باپ کی خدمت میں پہنچا اور سفر کی روداد سنا کر اپنے والد سے
 سوال کیا! ”وہ بزرگ کون تھے؟“ تو حضرت لقمان نے کہا!
 ”وہ بزرگ حضرت خضرؑ تھے۔“



حضرت عیسیٰ علیہ السلام

فلسطین کی سرزمین پر عمران نامی ایک عابد اور زاہد شخص تھے۔ زہد و عبادت کی وجہ سے نماز کی امامت بھی ان کے سپرد تھی۔ ان کی بیوی حنہ بہت پارسا اور عابدہ تھیں اپنی نیکی کی وجہ سے دونوں بنی اسرائیل میں بہت زیادہ محبوب و مقبول تھے۔

عمران حضرت سلیمان کی اولاد میں سے ہیں اور حنہ فاقو بن قبیل بھی حضرت داؤد کی نسل میں سے ہیں عمران کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ دونوں میاں بیوی کو اولاد کی شدید خواہش تھی۔

ایک مرتبہ حنہ اپنے گھر کے صحن میں چہل قدمی کر رہی تھیں دیکھا کہ ایک پرندہ اپنے بچے کو کھانا کھلا رہا ہے یہ دیکھ کر مامتا کے جذبات سے دل بھر آیا اور بارگاہ الہی میں ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

”اے میرے پیارے اللہ! مجھے اولاد عطا کرنا کہ وہ ہم دونوں کی آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنے۔“

دل سے نکلی ہوئی دعا قبول ہوئی حنہ نے چند روز کے بعد محسوس کیا کہ وہ ماں بننے والی ہیں، انہیں دلی مسرت ہوئی اور جذبہ تشکر سے انہوں نے نذرمان لی کہ جو بچہ پیدا ہوگا اس کو مسجد اقصیٰ کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔

حنہ کے شوہر عمران

ماں بننے سے پہلے حنہ کے شوہر عمران کا انتقال ہو گیا، بعد میں لڑکی پیدا ہوئی حنہ کے لئے یہ لڑکی بھی لڑکے سے کم نہ تھی مگر یہ احساس دامن گیر ہو گیا کہ میں نے جو نذرمانی ہے وہ پوری نہیں ہو سکے گی۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ بتا کر خوش کر دیا کہ:

”ہم نے تیری لڑکی کو قبول کیا اور اس لڑکی کی وجہ سے تمہارا خاندان معزز اور مبارک قرار پایا۔“

حنہ نے لڑکی کا نام ”مریم“ رکھا سریانی زبان میں مریم کے معنی خادمہ کے ہیں۔

”بے شک اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو (اپنے

اپنے زمانے میں جہاں والوں پر بزرگی عطا فرمائی) اور اللہ سننے والا، جاننے والا ہے، (وہ وقت یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے کہا خدایا میں نے نذرمان لی ہے کہ میرے پیٹ میں جو ہے وہ تیری راہ میں آزاد ہے، پس تو اس کو میری جانب سے قبول فرما بے شک تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ پھر جب اس نے جنا تو کہنے لگی میرے اللہ! لڑکی پیدا ہوئی ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا ہے اور لڑکا اور لڑکی یکساں نہیں ہیں اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان الرجیم کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پس مریم کو اس کے پروردگار نے بہت اچھی طرح قبول فرمایا اور اس کی نشوونما اچھے طریقہ پر کی اور زکریا کو اس کا نگرہا بنا دیا۔“

(سورہ آل عمران ۳۳، ۳۷)

حضرت مریم جب سن شعور کو پہنچیں تو یہ معاملہ درپیش ہوا کہ مقدس ہیکل کی یہ امانت کس کے سپرد کی جائے ہر ایک نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس مقدس امانت کا کفیل مجھے بنایا جائے حضرت زکریا حضرت مریم کی خالہ کے شوہر تھے اور مقدس ہیکل کے معزز کاہن اور نبی بھی تھے، اس لئے یہ سعید امانت ان کے سپرد کر دی گئی۔ حضرت زکریا نے حضرت مریم کے لئے ہیکل کے قریب ایک حجرہ مخصوص کر دیا تاکہ وہ دن میں عبادت الہی میں مصروف رہیں اور جب رات ہوتی تو وہ اپنے گھر لے جاتے تھے۔ مریم عبادت میں مصروف رہتیں ان کے سپرد ہیکل کی جو خدمت کی گئی تھی اسے بھی نہایت احسن طریقہ پر پورا کرتی تھیں۔

بے گمان رزق

حضرت زکریا، مریم کی ضروری نگہداشت کے سلسلہ میں کبھی کبھی حجرے میں تشریف لے جایا کرتے تھے ان کو یہ بات عجیب نظر آتی تھی کہ مریم کے پاس اکثر بے موسم کا تازہ پھل موجود ہوتے تھے۔ ایک روز انہوں نے دریافت کیا:

”مریم! تیرے پاس یہ بے موسم کے پھل کہاں سے آتے ہیں؟“

بی بی مریم نے کہا:

”میرے اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق پہنچاتا ہے۔“
 حضرت زکریا سمجھ گئے کہ اللہ کے ہاں مریم کا خاص مرتبہ ہے، ساتھ ہی بے موسم تازہ پھلوں کے واقعہ نے دل میں یہ تمنا پیدا کر دی کہ جس اللہ نے اپنی قدرت سے بے موسم پھل پیدا کر دیئے ہیں وہ میرے بڑھاپے اور بیوی سے بچتا بچھ ہونے کے باوجود مجھے بیٹا ضرور عطا کرے گا۔ یہ سوچ کر انہوں نے خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہ ربانی میں دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

”اور اسکی کفالت زکریا نے کی۔ جب اس کے پاس زکریا داخل ہوتے تو اس کے پاس کھانے کی چیزیں رکھی پاتے۔ زکریا نے کہا اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آئے؟ مریم نے کہا یہ اللہ کے پاس سے آئے ہیں بلاشبہ اللہ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق دیتا ہے۔“ (سورہ آل عمران۔ ۳۷)

برگزیدہ عورت

حضرت بی بی مریم اپنے مقدس مشاغل کے ساتھ پاک زندگی بسر کرتی رہیں، حضرت زکریا ان کے زہد و تقویٰ سے بے حد متاثر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عظمت اور جلالت کا درجہ اور زیادہ بلند کیا اور فرشتوں کے ذریعے ان کو بارگاہ الہی میں برگزیدہ ہونے کی بشارت سنائی گئی۔

”جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بلاشبہ اللہ نے تجھ کو بزرگی دی اور پاک کیا اور دنیا کی عورتوں پر تجھ کو برگزیدہ کیا اے مریم! اپنے پروردگار کے سامنے جھک جا اور سجدہ ریز ہو جا اور نماز قائم کرنے والوں کے ساتھ نماز ادا کر۔“

(سورہ آل عمران۔ ۴۲، ۴۳)

حضرت عیسیٰ ان چند اولوالعزم، جلیل القدر اور مقدس رسولوں میں سے ہیں جن کی آمد کی بشارت متعدد انبیاء کرام نے دی ہے۔

”اور موسیٰ نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا اور شعیر (ساعیر) سے ان پر طلوع

ہوا اور قاران کے پہاڑوں سے جلوہ گر ہوا۔“ (باب ۳۳۔ آیت ۲۰)

حضرت سعیا نبی کے صحیفہ میں ہے۔

”دیکھ میں اپنا پیغمبر تیرے آگے بھیجتا ہوں جو تیری راہ تیار کرے گا، بیابان

میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو، اس کے راستے
سیدھے بناؤ۔“

متی کی انجیل

متی کی انجیل میں ہے۔

جب یسوع بیت لحم میں پیدا ہوا تو دیکھا کہ کئی مجوسی یہ کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا
بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟ یہ سن کر ہیرودیس کا بادشاہ اور اس کے ساتھ یروشلم
کے سب لوگ گھبرائے اور اس نے قوم کے سب سردار، کاہنوں اور فقہیوں کو جمع کر
کے ان سے پوچھا کہ مسیح کی پیدائش کہاں ہونی چاہئے؟ انہوں نے ان سے کہا کہ
یہودیہ کے بیت لحم میں کیونکہ نبی (یسعیہا علیہ السلام) کی معرفت یوں لکھا گیا ہے۔
”اے بیت لحم یہوداہ کے علاقہ! تو یہوداہ کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا
نہیں کیونکہ تجھ میں ایک سردار نکلے گا جو میری امت بنی اسرائیل کی گلہ بانی
کرے گا۔“

قرآن نے بھی حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ کے واقعہ کو حضرت عیسیٰ کی بعثت کی تمہید
قرار دیا ہے اور حکمیٰ کو حضرت عیسیٰ کا مبشر اور صناد بتایا ہے۔

”پس فرشتوں نے اس کو اس وقت پکارا جبکہ وہ حجرے میں کھڑا
ہو نماز پڑھ رہا تھا۔ بیشک اللہ تعالیٰ تجھ کو یحییٰ کی بشارت دیتا
ہے جو گواہی دے گا اللہ کے ایک حکم کی۔“

(سورہ آل عمران - ۳۹)

خدا کا فرشتہ

عابدہ وزاہدہ اور عفت مآب مریم اپنے حجرے میں عبادت میں مشغول رہتیں، ضرورت
کے بغیر باہر نہیں نکلتی تھیں۔

ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ کے مشرقی جانب لوگوں سے دور کسی ضرورت سے ایک گوشے
میں تنہا بیٹھی تھیں کہ اچانک خدا کا فرشتہ انسانی شکل میں ظاہر ہوا حضرت مریم نے
ایک اجنبی شخص کو اس طرح بے حجاب سامنے دیکھا تو گھبرا گئیں اور فرمانے لگیں۔
”اگر تجھ کو کچھ بھی خدا کا خوف ہے تو میں خدائے رحمان کا واسطہ دے

کرتجھ سے پناہ چاہتی ہوں۔“

فرشتہ نے کہا:

”مریم! خوف نہ کھائیں انسان نہیں بلکہ خدا کی طرف سے بھیجا گیا فرشتہ

ہوں اور تجھ کو بیٹے کی بشارت دینے آیا ہوں۔“

مریم نے یہ سنا تو ازراہ تعجب فرمانے لگیں:

”میرے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ مجھے آج تک کسی بھی شخص نے ہاتھ

نہیں لگایا ہے، اس لئے کہ نہ تو میں نے نکاح کیا ہے اور نہ میں زانیہ ہوں۔“

ارشتہ نے جواب دیا:

”میں تو تیرے پروردگار کا قاصد ہوں، اس نے مجھ سے اسی طرح کہا ہے

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میں اسلئے کروں گا کہ تجھ کو اور تیرے لڑکے کو کائنات

کے لئے اپنی قدرت کے صلہ کے اعجاز کا ”نشان“ بنا دوں اور لڑکا میری

جانب سے ”رحمتہ“ ثابت ہوگا اور میرا یہ فیصلہ اٹل ہے۔ مریم! اللہ تعالیٰ تجھ

کو ایک ایسے لڑکے کی بشارت دیتا ہے جو اس کا کلمہ ہوگا اس کا لقب مسیح اور

نام عیسیٰ ہوگا اور وہ دنیا و آخرت میں باوجاہت اور صاحب عظمت رہے گا

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے نشان کے طور

پر بحالت شیرخوارگی لوگوں سے باتیں کرے گا اور سن کہولت (بڑھاپے

کے ابتدائی دور) بھی پائے گا تا کہ کائنات کی رشد و ہدایت کی خدمت

کی تکمیل کرے اور یہ سب کچھ اسلئے ضرور ہو کر رہے گا کہ اللہ کا قانون یہ

ہے کہ جب وہ کسی شے کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو اس کا محض یہ ارادہ اور حکم

کہ ”ہو جا“ اس شے کو ظہور میں لے آتا ہے۔ لہذا یہ یونہی ہو کر رہے گا اور

اللہ تعالیٰ اس کو اپنی کتاب عطا کرے گا، اس کو حکمت سکھائے گا، اور اس کو

بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے نبی اور پیغمبر بنائے گا۔“

”رآن حکیم نے ان واقعات کا معجزانہ اسلوب بیان کیا ہے:

(وہ وقت قابل ذکر ہے) جب فرشتوں نے مریم سے کہا۔ اے مریم! اللہ

تعالیٰ تجھ کو اپنے کلمہ کی بشارت دیتا ہے اس کا پورا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم

ہوگا وہ دنیا اور آخرت میں صاحب و جاہت اور ہمارے مقررین میں سے ہوگا اور وہ (ماں کی) گود میں اور کہولت کے زمانے میں لوگوں سے کلام کریگا اور وہ نیکو کاروں میں سے ہوگا۔ مریم نے کہا: میرے لڑکا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ فرشتہ نے کہا، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اسی طرح پیدا کر دیتا ہے، وہ جب کسی شے کے لئے حکم کرتا ہے تو بس کہہ دیتا ہے ”ہو جا“ اور وہ ہو جاتی ہے اور اللہ اس کو کتاب و حکمت اور تورات و انجیل کا علم عطا کرے گا اور وہ بنی اسرائیل کی جانب اللہ کا رسول ہوگا۔“ (آل عمران - ۴۲، ۴۹)

”اور اے پیغمبر! کتاب میں مریم کا واقعہ ذکر کرو اس وقت کا ذکر جب وہ ایک جگہ پورب کی طرف تھی اپنے آدمیوں سے الگ ہوئی پھر اس نے لوگوں کی طرف سے پردہ کر لیا پس ہم نے اس کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ ایک بھلے چنگے آدمی کے روپ میں نمایاں ہو گیا، مریم اسے دیکھ کر گھبرا گئی اور بولی اگر تو نیک آدمی ہے تو میں خدائے رحمان کے نام پر تجھ سے پناہ مانگتی ہوں۔ فرشتے نے کہا میں تیرے پروردگار کا فرستادہ ہوں اور اس لئے نمودار ہوا ہوں کہ تجھے ایک پاک فرزند دے دوں مریم بولی، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے لڑکا ہو حالانکہ کسی مرد نے مجھے چھوا نہیں اور نہ میں بدچلن ہوں فرشتہ نے کہا، ہوگا ایسا ہی تیرے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ میرے لئے کچھ مشکل نہیں وہ کہتا ہے کہ یہ اس لئے ہوگا کہ اس کو لوگوں کے لئے ایک نشان بنا دوں اور میری رحمت کا اس میں ظہور ہو اور یہ ایسی بات ہے جس کا ہونا طے ہو چکا ہے۔“ (سورۃ مریم - ۱۶، ۲۱)

بشری تقاضے کے تحت مریم پر اضطراری کیفیت طاری ہو گئی اس کیفیت نے اس وقت شدت اختیار کر لی جب انہوں نے دیکھا کہ مدت حمل ختم ہو کر ولادت کا وقت قریب آ گیا ہے انہوں نے سوچا کہ لوگوں کو حقیقت حال کا علم نہیں ہے، ولادت کا مرحلہ یہاں پیش آیا تو بہت بدنامی ہوگی اس لئے مناسب یہ ہے کہ کہیں دور چلی جاؤں۔ یہ سوچ کو وہ یروشلم سے تقریباً نو میل کوہ سراہ (ساعیر) کے ایک نیلے پر چلی گئیں۔ جو

اب بیت الحم کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں پہنچ کر چند روز بعد دروزہ شروع ہوا تو تکلیف و اضطراب کی حالت میں کھجور کے ایک درخت کے تنے کے سہارے بیٹھ گئیں اور بعد میں پیش آنے والے حالات کا اندازہ کر کے انتہائی دکھ سے کہنے لگیں:

”کاش کہ میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور لوگ میری ہستی فراموش کر چکے

ہوتے۔“

مریم غمگین نہ ہو

تب نخلستان کے نشیب سے خدا کے فرشتے نے پھر پکارا:

”مریم! غمگین نہ ہو تیرے پروردگار نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کر دیا

ہے اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا، تیرے اوپر تازہ کھجوریں ٹپک پڑیں

گی پس تو کھا اور پی اور اپنی آنکھیں بچے کے نظارے سے ٹھنڈی کر پھر اگر

کوئی آدمی نظر آئے تو اس سے کہہ دے کہ میں نے رحمان کیلئے روزے کی

نذرمانی ہے اسلئے آج میں کسی سے نہ بولوں گی۔“ (سورہ مریم۔ ۲۳، ۲۶)

تنہائی اور تکلیف میں پیش آنے والے حالات سے حضرت مریم پر جو خوف طاری

ہو گیا تھا فرشتے کی تسلی آمیز پکار سے راحت میں بدل گیا، تاہم یہ خیال بے چین کئے

ہوئے تھا کہ اگرچہ خاندان والے اور قوم میری عصمت و پاکدامنی پر یقین رکھتے ہیں

پھر بھی اس حیرت کو کس طرح مٹایا جاسکے گا باپ کے بغیر یہ بچہ پیدا ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعے مریم کے پاس پھر یہ پیغام بھیجا کہ:

”جب تو اپنی قوم میں پہنچے اور وہ تجھ سے اس معاملہ کے متعلق سوالات کریں

تو جواب نہ دینا بلکہ اشارے سے بتا دینا کہ میں روزے سے ہوں، اسلئے

آج کسی سے بات نہیں کر سکتی، جو کچھ دریافت کرتا ہے اس بچے سے پوچھ

لو۔ تیرا پروردگار قدرت کاملہ کا نشان ظاہر کر کے ان کی حیرت کو دور

اور قلوب کو مطمئن کر دیگا۔“

حضرت مریم وحی الہی کے ان پیغامات پر مطمئن ہو کر بچہ کو گود میں لے کر بیت المقدس

کی طرف روانہ ہوئیں، جب شہر پہنچیں تو لوگوں نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر

چاروں طرف سے گھیر لیا اور کہنے لگے:

”مریم یہ کیا تو نے بھاری تہمت کا کام کر لیا۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بد چلن تھی پھر تو یہ کیا کر بیٹھی ہے۔“
 مریم نے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لڑکے کی طرف اشارہ کیا
 ”جو کچھ پوچھنا ہے اس سے معلوم کر لو میں تو آج روزہ سے ہوں۔“

لوگوں نے نہایت تعجب کے ساتھ کہا

”ہم کس طرح اس شیر خوار بچے سے پوچھ سکتے ہیں جو ابھی ماں کی گود میں ہے؟۔“
 مگر بچہ فوراً بول اٹھا:

”میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے اور اس

نے مجھے مبارک بنایا خواہ میں کسی حال اور جگہ پر ہوں اور اس نے مجھے نماز

اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک زندہ ہوں میرا یہی شعار ہوگا اور میرے

پروردگار نے مجھ کو میری ماں کا خدمت گزار بنایا، خود سر اور نافرمان نہیں

بنایا اور پھر اس کی جانب سے مجھ کو سلامتی کا پیغام ہے جس دن کہ میں پیدا

ہوا اور جس دن میں مردنکا اور جس دن کہ پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا۔“

قرآن پاک میں ان تفصیلات کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے

”اور اس عورت کا معاملہ جس نے اپنی پاکدامنی کو قائم رکھا پھر ہم

نے اس میں اپنی روح کو پھونک دیا اور اس کو اس کے لڑکے کو جہاں والوں

کے لئے نشان ٹہرایا۔“ (سورۃ انبیاء۔ ۹۱)

”اور عمران کی بیٹی مریم جس نے اپنی عصمت کو برقرار رکھا پس ہم نے

اس میں اپنی روح کو پھونک دیا۔“ (سورۃ مریم۔ ۱۲)

”پھر اس ہونے والے فرزند کا حمل ٹہر گیا وہ لوگوں سے الگ ہو کر دور چلی گئی

پھر اسے دروزہ کھجور کے ایک درخت کے نیچے لے گیا اس نے کہا کاش میں

اس سے پہلے مرچکی ہوتی۔ میری ہستی کو لوگ یک دم بھول گئے ہوتے

اس وقت اسے نیچے سے فرشتہ پکارا، تمکین نہ ہو تیرے پروردگار نے تیرے تلے

نہر جاری کر دی ہے اور کھجور کے درخت کا تنا پکڑ کے اپنی طرف ہلاتا رہ اور

پکے ہوئے پھلوں کے خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے، کھاپی آنکھیں ٹھنڈی کر پھر

اگر کوئی آدمی نظر آئے کہہ دے میں نے خدائے رحمان کے حضور روزے کی منت مانگ رکھی ہے، میں آج کسی آدمی سے بات چیت نہیں کر سکتی، پھر ایسا ہوا کہ وہ لڑکے کو ساتھ لے کر اپنی قوم کے پاس آئی لڑکا اس کی گود میں تھا لوگ بول اٹھے مریم تو نے عجیب ہی بات کر دکھائی اور بڑی تہمت کا کام کر گزری۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا، نہ تیری ماں بد چلن تھی، اس پر مریم نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا۔ بھلا اس سے ہم کیا بات کریں جو ابھی گود میں بیٹھنے والا شیر خوار بچہ ہے۔ مگر لڑکا بول اٹھا، میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور اس نے مجھے بابرکت بنایا خواہ میں کسی حال اور جگہ پر ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک زندہ ہوں میرا یہی شعار ہوگا اور میرے پروردگار نے مجھ کو میری ماں کا فرمانبردار بنایا، خود سر اور نافرمان نہیں بنایا اور پھر اس کی جانب سے مجھ کو سلامتی کا پیغام ہے جس دن کہ میں پیدا ہوا اور جس دن میں مرونگا اور جس دن کہ پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا۔“

(سورہ مریم۔ ۲۲، ۳۳)

بنی اسرائیل نے جب ایک شیر خوار بچے سے یہ حکیمانہ کلام سنا تو وہ حیرت زدہ ہو گئے۔ انہیں یقین آ گیا کہ مریم ہر قسم کی برائی سے پاک ہیں اور بچے کی پیدائش یقیناً منجانب اللہ ایک ”نشان“ ہے۔ حضرت عیسیٰ کے معجزانہ ولادت کے چرچے ہونے لگے جو لوگ راست باز تھے انہوں نے اس کے وجود کو بابرکت سمجھا شری اور فسادی لوگوں نے اس کی ہستی کو فال بد سمجھا اور بغض و حسد کے شعلوں نے اندر ہی اندر ان کو کھانا شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ اپنی نگرانی میں اس مقدس بچے کی تربیت اور حفاظت کرتا رہا تا کہ اس کے ذریعے بنی اسرائیل کے مردہ قلوب کو حیات تازہ بخشے اور ان کی روحانیت کے شجر خشک کو ایک بار پھر بار آور اور باثمر بنائے۔

”اور ہم نے عیسیٰ بن مریم اور اس کی ماں کو نشان بنا دیا اور ان دونوں کا ایک بلند مقام پر ٹھکانہ بنایا جو سکونت کے قابل اور چشمے والا ہے۔“ (سورہ مومنون۔ ۵۰)

نیا ستارہ

حضرت عیسیٰ کی ولادت کے وقت بہت سے ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے لوگوں نے ان کی آمد کی خوشخبری سنی۔ جب حضرت عیسیٰ کی ولادت ہوئی تو اس شب پارس کے بادشاہ نے آسمان پر ایک نیا ستارہ روشن دیکھا، بادشاہ نے درباری نجومیوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ اس ستارے کا طلوع کسی عظیم الشان ہستی کی پیدائش کی خبر دیتا ہے، جو ملک شام میں پیدا ہوئی ہے، بادشاہ نے خوشبوؤں کے عمدہ تحائف دے کر ایک وفد ملک شام روانہ کیا تاکہ وہ اس بچے کی ولادت سے متعلق حالات واقعات معلوم کرے۔ وفد نے شام پہنچ کر تفتیش شروع کی یہودیوں سے کہا ہم کو اس بچے کی ولادت کا حال سناؤ جو مستقبل قریب میں روحانیت کا بادشاہ ہوگا۔ یہود نے اہل فارس کی زبان سے یہ کلمات سنے تو اپنے بادشاہ ہیرو دیس کو خبر کی۔ بادشاہ نے وفد کو اپنے دربار میں بلایا اور آنے کا مقصد پوچھا، ان کی زبانی واقعہ سن کر بادشاہ بہت گھبرایا اور پھر انہیں اجازت دے دی کہ وہ اس بچے کے متعلق مزید معلومات حاصل کر لیں۔ پارسیوں کا وفد بیت المقدس پہنچا جب حضرت یسوع کو دیکھا تو اپنے رسم و رواج کے مطابق ان کو سجدہ تعظیم کیا پھر مختلف قسم کی خوشبوؤں میں ان پر نثار کیں، چند روز قیام کیا، قیام کے دوران وفد کے بعض افراد نے خواب میں دیکھا کہ ہیرو دیس اس بچے کا دشمن ثابت ہوگا۔ اس لئے اس کے پاس نہ جاؤ اور بیت اللحم سے فارس چلے جاؤ وفد فارس کا ارادہ کر کے وفد کے ارکان حضرت مریم کے پاس آئے اور اپنا خواب سناتے ہوئے کہا:

”معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہودیہ کے بادشاہ ہیرو دیس کی نیت خراب ہے وہ اس مقدس بچے کا دشمن بن جائے گا بہتر یہی ہے کہ تم بادشاہ کی دسترس سے باہر چلی جاؤ۔“

حضرت مریم یسوع مسیح کو لے کر اپنے عزیزوں کے پاس مصر آگئیں اور وہاں سے ناصرہ چلی گئیں جب حضرت عیسیٰ تیرہ سال کے ہوئے تو ان کو لے کر دوبارہ بیت المقدس واپس آگئیں۔

بخاری شریف

بخاری کی حدیث معراج میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:
 ”میری ملاقات حضرت عیسیٰ سے ہوئی تو میں نے ان کو میانہ قد، سرخ و
 سپید پایا، بدن اتنا صاف شفاف تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی حمام سے نہا کر
 آئے ہیں۔“

حضرت مسیح کی بعثت سے پہلے کے لوگ شرکانہ رسم و عقائد کو جزو مذہب بنا چکے تھے،
 جھوٹ، فریب، بغض و حسد جیسی بد اخلاقیوں کو عملاً اخلاق کریمانہ کی حیثیت دے رکھی
 تھی اس پر شرمسار ہونے کے بجائے ان پر فخر کرتے تھے، اپنی ہی قوم کے ہادیوں اور
 پیغمبروں کو قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کیا، یہودیوں کے علماء نے عوام سے نذر اور
 بھینٹ وصول کرنے کی خاطر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کے لئے تورات میں
 تحریف کی۔

بغاوت

نب بغاوت و سرکشی انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کی آغوش بھر دی۔
 ”اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد ہم
 پیغمبر بھیجتے رہے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو واضح معجزے دے
 کر بھیجا اور ہم نے اس کی روح پاک کو (جبرائیل) کے ذریعے قوت و تائید
 عطا کی۔ کیا جب تمہارے پاس پیغمبر ایسے احکام لے کر آیا جن پر عمل کرنے
 کو تمہارا دل نہیں چاہتا تو تم نے غرور کو شیوہ (نہیں) بنا لیا؟ پس (پیغمبر کی)
 ایک جماعت کو جھٹلاتے ہو تو ایک جماعت کو قتل کر دیتے ہو اور کہتے ہو کہ
 ہمارے دل (قبول حق کیلئے) غلاف میں ہیں (یہ نہیں) بلکہ ان کے کفر
 کرنے پر خدا نے ان کو ملعون کر دیا ہے، پس بہت تھوڑے سے ہیں
 جو ایمان لائے ہیں۔“ (سورۃ بقرہ۔ ۸۷، ۸۸)

”اور میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو میرے سامنے ہے اور
 (اسی لئے آیا ہوں) تاکہ تمہارے لئے بعض وہ چیزیں حلال کر دوں جو
 تم پر حرام کر دی گئیں تمہیں اور میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی

نشانی لے کر آیا ہوں، پس اللہ کا خوف کرو اور میری پیروی کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا پروردگار ہے، پس اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھی راہ ہے، پس جب عیسیٰ نے ان سے کفر محسوس کیا تو فرمایا اللہ کے لئے کون میرا مددگار ہے؟ تو شاگردوں نے جواب دیا ہم اللہ کے (دین کے) مددگار۔“

(سورۃ آل عمران - ۵۰، ۵۲)

مخلص اور وفادار حواریوں کی جماعت صادق الایمان اور راسخ الاعتقاد تھی۔ مگر سادہ لوح غرباء پر مشتمل تھی انہوں نے سادگی اور سادہ دلی کے ساتھ عرض کیا:

”اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، جس کا ثبوت آپ کی ذات اقدس ہے، اللہ

تعالیٰ یہ بھی قدرت رکھتا ہے کہ ہمارے لئے غیب سے ایک دسترخوان

نازل کر دے تاکہ ہم روزی کمانے کی فکر سے آزاد ہو جائیں اور اطمینان

قلب کے ساتھ دین حق کی دعوت و تبلیغ میں مصروف رہیں۔“

حضرت عیسیٰ نے انہیں نصیحت کی

”بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اپنے آرام کے لئے اللہ

تعالیٰ کو آزمانا صحیح نہیں ہے، یہ خیال دل سے نکال دو۔“

حواریوں نے کہا:

اللہ تعالیٰ کو آزمانا ہمارا مقصد نہیں ہے ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں خوان کو

اللہ تعالیٰ کا تحفہ سمجھ کر زندگی کا سہارا بنالیں اس طرح ہمارا اللہ پر یقین راسخ

ہو جائے گا اور ہم تمہارے پیغام کی تصدیق کرنے والے ہو جائیں گے۔“

حضرت عیسیٰ نے ان کا بڑھتا ہوا اصرار دیکھ کر بارگاہ الہی میں دعا کی:

”اے خدا! تو ان کے سوال کو پورا کر آسمان سے ایسا ماندہ (دسترخوان

نعمت) نازل فرما کہ وہ ہمارے لئے تیرے غضب کا مظہر ثابت نہ ہو بلکہ

ہمارے اول و آخر سب کے لئے خوشی کی یادگار بن جائے اور تیرا ”نشان“

کہلائے اور اس کے ذریعے ہمیں غیبی رزق سے شاد کام کر دے، ہے

بے شک تو ہی رزق رساں ہے۔“

خوانِ نعمت

اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی:

”تمہاری دعا قبول سے میں ”خوانِ نعمت“ ضرور اتاروں گا لیکن یہ واضح نشانی دیکھنے کے بعد اگر کسی نے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کی تو پھر ان کو ایسا ہولناک عذاب دوں گا جو کسی انسان کو نہیں دیا جائے گا۔“

”اور دیکھو جب ایسا ہوا تھا کہ حواریوں نے کہا تھا اے عیسیٰ بن مریم! کیا تمہارا پروردگار ایسا کر سکتا ہے کہ آسمان سے ہم پر ایک خوان اتارے، عیسیٰ نے کہا خدا سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو تو۔ انہوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل آرام پائیں اور ہم جان لیں کہ تو نے ہمیں سچ بتایا تھا اور اس پر ہم گواہ ہو جائیں۔ اس پر عیسیٰ بن مریم نے دعا کی، اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے ایک خوان بھیج دے کہ اس کا آنا ہمارے لئے اور ہمارے اگلے اور پچھلوں سب کے لئے عید قرار پائے جو تیری طرف سے ایک نشانی ہو، ہمیں روزی دے تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے اللہ نے فرمایا میں تمہارے لئے خوان بھیجوں گا لیکن جو شخص اس کے بعد بھی انکار کرے گا تو میں اسے عذاب دوں گا، ایسا عذاب کہ دنیا میں کسی آدمی کو ویسا عذاب نہیں دیا جائے گا۔“

(سورۃ مائدہ - ۱۱۲، ۱۱۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی دعا قبول فرمائی، لوگوں نے دیکھا کہ فرشتے آسمان سے خوان لے کر زمین پر اترے، حضرت عیسیٰ نے دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی، پھر خوان کھولا تو اس میں تلی ہوئی مچھلیاں، تازہ پھل اور روٹیاں تھیں، خوان کھلتے ہی ایسی نفیس خوشبو مہکی کہ جس نے سب کو مست کر دیا۔ حضرت عیسیٰ نے لوگوں کو کھانے کی دعوت دی، لوگوں نے کہا آپ ابتدا کریں آپ نے فرمایا یہ میرے لئے نہیں ہے تمہاری طلب پر نازل ہوا ہے یہ سن کر سب پریشان ہو گئے کہ کھانا کھانے کا نہ جانے کیا نتیجہ نکلے آپ نے یہ دیکھ کر اشد فرمایا کہ:

”اچھا۔ فقراء، مساکین، معذوروں، اور مریضوں کو بلاؤ یہ ان کا حق ہے۔“

ہزاروں لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا مگر ان میں کوئی لمبی نہیں آئی۔

بتایا جاتا ہے کہ غریب نے کھانا کھایا تو وہ غنی ہو گیا، نابینا نے کھایا تو وہ بینا ہو گیا، مریض نے کھایا تو صحت مند ہو گیا۔ رات کے وقت کھانا واپس آسمان پر چلا گیا، جو لوگ خوانِ نعمت سے محروم ہو گئے تھے وہ افسوس کرنے لگے کہنے لگے ہم بہشت کی نعمتوں سے محروم رہے۔ خدا کے حکم سے دوسرے دن پھر ”خوانِ نعمت“ لوگوں کے لئے آیا، کثیر تعداد میں لوگوں نے کھایا، جس کو جو ذائقہ پسند تھا وہ اسے محسوس ہوا، چالیس دن تک یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔

براہِ راست آسمان سے آنے والے کھانے کے لئے شرط تھی کہ اس کو صرف، فقیر، مسکین اور مریض کھائیں دولت مند اور صحت مند افراد کے لئے ممانعت تھی، چند روز کے بعد اس حکم کی خلاف ورزی شروع ہو گئی تو یہ حکم آیا کہ سب لوگ اس کو کھائیں لیکن دوسرے دن کے لئے بچا کر نہ رکھیں کچھ عرصہ بعد لوگوں نے اس حکم کو فراموش کر دیا اور خلاف ورزی شروع کر دی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آسمان سے خوانِ آنا بند ہو گیا، سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے خلاف ورزی کرنے والوں کی شکلیں خنزیر اور بندروں کی ہو گئیں۔

حضرت عیسیٰ لوگوں کو اللہ کی آیات کے ذریعہ دینِ حق کی تعلیم دیتے رہے، اللہ اور اللہ کی وحدانیت پر ایمان، انبیاء و رسول کی تصدیق، آخرت پر ایمان، ملائکہ پر ایمان، قضاء و قدر پر ایمان، خدا کے رسولوں اور کتابوں پر ایمان، اخلاقِ حسنہ کو اپنانے اور برائیوں سے پرہیز، عبادت کرنے کی ترغیب، دنیا میں انہماک سے پرہیز اور اللہ کی مخلوق سے محبت کی تلقین کرتے رہے۔ مگر صدیوں سے بغاوت ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی لوگوں نے حضرت عیسیٰ اور ان کے حواریوں کی مخالفت کو اپنا شعار بنا لیا۔ دنیاوی جاہ و جلال کے لحاظ سے کمزور اور ناتواں لوگوں کا طبقہ اگر اخلاص و دیانت کے ساتھ حق کی آواز پر لبیک کہتا تو بنی اسرائیل کا سرکش اور مغرور حلقہ اللہ کے پیغمبر کی گستاخی کرتا، توہین، تذلیل و تکذیب کا مظاہرہ کرتا۔

حضرت عیسیٰ نے شادی نہیں کی اور نہ رہنے کے لئے گھر بنایا، شہر شہر، گاؤں، گاؤں اللہ کا پیغام لوگوں کو سناتے اور دینِ حق کی دعوت دیتے رہے، رات ہوتی تو زمین پر سو

جاتے آپ کی ذات اور پاکیزہ طبیعت سے اللہ کی مخلوق روحانی تسکین اور جسمانی شفاء پاتی تھی آپ جس جگہ سے گزرتے لوگوں کا ہجوم ہو جاتا اور آپ سے والہانہ عقیدت اور محبت کا اظہار کرتے۔

حضرت عیسیٰ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو مخالفین نے حسد کی نگاہ سے دیکھا، سرداروں، فقیہوں، دانشوروں نے پیغمبر خدا کے خلاف سازشیں شروع کر دیں ان کو بھائی نہیں دیتا تھا کہ کس طرح ان کو راستے سے ہٹائیں، بلا آخر یہ طے پایا کہ بادشاہ وقت سے شکایت کر کے ان کو تختہء دار پر چڑھا دیا جائے۔

”عالی جاہ! یہ شخص نہ صرف ہمارے لئے بلکہ حکومت کیلئے بھی خطرہ بنا جا رہا ہے اگر فوری طور پر اس کے خلاف کارروائی نہ کی گئی تو ہمارے آباؤ اجداد کا دین باقی نہیں رہے گا۔ اندیشہ ہے کہ آپ کا اقتدار بھی باقی نہیں رہے گا، اس شخص نے عجیب و غریب شعبدے دکھا کر عوام کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے وہ عوام کو اپنے ساتھ ملا کر بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا چاہتا ہے، اس نے لوگوں کے شعور پر غلبہ حاصل کر لیا ہے ان کی عقل ختم کر دی ہے اور دین میں تحریف کر رہا ہے، اس فتنہ کا فوری تدارک نہ کیا گیا تو ملک ہاتھ سے نکل جائے گا۔“

کافی بحث و مباحثہ کے بعد پلاطیس نے اجازت دے دی کہ وہ حضرت عیسیٰ کو گرفتار کر کے شاہی دربار میں پیش کریں، سردار، فقیہ اور کاہن ☆ یہ فرمان حاصل کر کے بہت خوش ہوئے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دی طے کہ کسی خاص وقت کا انتظار کیا جائے اور حضرت عیسیٰ کو ایسے وقت گرفتار کیا جائے جب وہ تنہا ہوں تاکہ ہم عوام کے غیض و غضب سے محفوظ رہیں۔

سب ایمان لے آئیں گے

”پس سرداروں، ہوں اور فقیہوں نے صدر عدالت کے لوگوں کو جمع کر کے کہا، یہ آدمی معجزے دکھاتا ہے اگر ہم اسے یونہی چھوڑ دیں تو سب اس پر ایمان لے آئیں گے اور رومی آکر ہمارے ملک پر قبضہ کر لیں گے اور ان میں سے کا نفا نام کے ایک شخص نے جو اس سال کاہنوں کا سردار تھا ان سے کہا، تم نہیں جانتے

☆ مذہبی دانشور

اور نہ ذپے ہو کہ تمہارے لئے یہ بہتر ہے کی ایک آدمی امت کے واسطے مرے
 نہ کہ ساری قوم ہلاک ہو۔“ (انجیل یوحنا۔ باب ۱۱۔ آیت ۵۱، ۵۲)
 دو دن بعد عید الفطر تھی اور سردار، کاہن اور فقیہہ موقع کی تلاش میں تھے کہ عیسیٰ کو
 مکر و فریب کے کسی جال میں قید کر کے قتل کر دیں کیونکہ ان کے دلوں میں ڈرتھا کہ عیسیٰ
 کو پکڑنے سے بلوہ ہو جائیگا۔ حضرت عیسیٰ نے جب یہود کے کفر و انکار اور ویشہ
 دوانیوں کو محسوس کیا تو ایک جگہ اپنے حواریوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا:

”بنی اسرائیل کے سرداروں اور کاہنوں کی مخالفانہ سرگرمیاں تم سے چھپی
 ہوئی نہیں ہیں، اب کڑی آزمائش اور سخت امتحان کا وقت ہے تم میں سے کون
 ہے جو اس سیلاب کے سامنے سینہ سپر ہو کر خدا کیلئے قربانی دے؟ حواریوں
 نے حضرت عیسیٰ کا یہ ارشاد سن کر صداقت اور ایمان کے ساتھ جواب دیا
 ہم ہیں اللہ کے مددگار، خدائے واحد کے پرستار آپ گواہ رہیں کہ ہم پوری
 طرح وفا شعار رہیں بارگاہ الہی میں اپنی اس اطاعت پر استقامت کیلئے
 یوں دست بہ دعا ہیں، اے پروردگار! ہم تیری اتاری ہوئی کتاب پر ایمان
 لائے اور صدق دل کے ساتھ تیرے پیغمبر کے پیرو ہیں، خدایا! تو ہم کو
 صداقت و حقانیت کے فداکاروں کی فہرست میں لکھ لے۔“

اپنے ساتھیوں کی طرف سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد حضرت عیسیٰ منتظر رہے کہ
 مخالفین کی سرگرمیاں کیا رخ اختیار کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کیا فیصلہ صادر کرتے ہیں۔
 ”اور انہوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ سب سے بہتر خفیہ
 تدبیر کرنے والا ہے۔“

(سورۃ آل عمران۔ ۵۴)

بالآخر وہ وقت آ گیا بنی اسرائیل کے سرداروں، کاہنوں اور فقیہوں نے حضرت عیسیٰ
 کو مکان میں بند کر کے محاصرہ کر لیا۔ اس نازک گھڑی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو
 بشارت دی

”عیسیٰ! خوف نہ کر تیری مدت پوری کی جائے گی اور میں تجھ کو اپنی
 جانب اٹھالوں گا اور ان کافروں سے ہر طرح تجھ کو پاک رکھوں گا اور

تیرے پیروؤں کو ان کافروں پر ہمیشہ غالب رکھوں گا۔ جب اللہ نے حضرت عیسیٰ سے کہا! اے عیسیٰ بلاشبہ میں تیری مدت پوری کروں گا اور تجھ کو اپنی جانب اٹھالینے والا ہوں اور تجھ کو کافروں سے پاک رکھنے والا ہوں اور جو تیری پیروی کریں گے ان کو تیرے منکروں پر قیامت تک کیلئے غالب رکھنے والا ہوں۔ پھر میری جانب ہی لوٹنا ہے۔ پھر میں ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جنکے بارے میں تم جھگڑ رہے ہو۔ (سورۃ آل عمران۔ ۵۵)

قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھا

”اور اپنے اس قول پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم پیغمبر خدا کو قتل کر دیا حالانکہ انہوں نے نہ اسکو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ اصل معاملہ ان پر مشتبہ ہو کر رہ گیا۔ اور جو لوگ اسکے قتل کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں بلاشبہ وہ اس کی جانب شک میں پڑے ہوئے ہیں، ان کے پاس حقیقت حال کے بارے میں گمان کی پیروی کے سوا علم کی روشنی نہیں ہے اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ انکو اللہ نے اپنی جانب اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔“ (سورۃ النساء۔ ۱۵۷، ۱۵۸)

نبی اور رسول کی بعثت کا مقصد رشد و ہدایت، خیر اور فلاح ہے۔ نبی اور رسول یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ اصلاح احوال میں ان کا عمل دخل ہے وہ بر ملا اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ من جانب اللہ ہے۔ انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے سپرد کردہ فرائض کو دلیل و برہان کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں، ہر نبی اور رسول اس فرض کو پورا کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے اسے منتخب اور مامور کیا ہے۔

معجزہ اس لئے صادر ہوتا ہے کہ لوگوں کے لئے اللہ کی ”حکمت“ سند بن جائے، ہر معجزہ کے پس پردہ نوع انسانی کے لئے اللہ کی ربوبیت، حاکمیت، اور قدرتِ کاملہ کا ظہور ہوتا ہے۔

”اے پیغمبر! جو تم پر نازل کیا گیا ہے تم اس کو پورا پورا پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو منصب رسالت کو ادا نہ کیا۔“ (سورۃ مائدہ۔ ۶۷)

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں اور رسولوں کی تائید و تقویت کے لئے معجزات عطا کئے ہیں۔

پیغمبروں نے بالوضاحت یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم اللہ کی جانب سے فقط نذیر مبین بشیرو نذیر اور ”رسول و نبی“ ہیں کسی پیغمبر نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ کائنات میں تغیرات پر مامور ہیں ہر پیغمبر ہی نے کہا ہے کہ اللہ کے عطا کردہ اختیارات سے وہ ایسا کر سکتے ہیں مگر اس وقت جب اللہ چاہے۔

معجزہ

حضرت داؤد اور سلیمانؑ کو جانوروں کی بولیوں کا علم، ہوا کی تسخیر، جنات پر تصرف کے معجزے دئے گئے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو نو کھلے نشان عطا کئے گئے، جن سے دو نشان عصا اور ید بیضا بڑے نشان ہیں اور بحر قلزم میں فرعون کا غرق ہونا اور بنی اسرائیل کا نجات پانا ایک عظیم نشان ہے۔ حضرت ابراہیمؑ پر آسمان سے باتیں کرتے ہوئے آگ کے شعلوں کو سلامتی کی ٹھنڈ بنایا۔ قوم صالح کے لئے ”اونٹنی“ کو نشان بنایا۔ حضرت ہودؑ اور حضرت نوحؑ سے ان کی قوموں نے عذاب طلب کیا اور بہت سمجھانے پر بھی جب انکا اصرار قائم رہا تو پیغمبروں نے عذاب الہی کی پیشن گوئی کی جو پوری ہوئی حضرت عیسیٰؑ کو مختلف نشان دئے گئے ان معجزوں کی تفصیل قرآن حکیم میں بیان ہوئی ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عملی معجزہ قرآن عطا کیا جس کی مثال قیامت تک کوئی پیش نہیں کر سکے گا، غزوہ بدر کے موقع پر فرشتوں کا نزول اور ان کے ذریعے مسلمانوں کی مدد اور فتح اور ”و ما رمیت اذ رمیت ولكن اللہ رمی“ کے اعلان سے اس معجزے کا اعلان فرمایا جس نے بدر کے میدان میں مٹھی بھر خاک کو ایک ہزار دشمنوں کی آنکھوں کا آزار بنا دیا اور حضرت محمد ﷺ کو ”شق القمر“ کو معجزہ عطا فرمایا۔

سونے کا مکان

”اور انہوں نے کہا۔ ہم اس وقت ہرگز تیری بات نہیں مانیں گے کہ تو ہمارے لئے زمین سے چشمہ ابال دے یا تیرے واسطے کھجوروں کا اور انگوروں کا باغ ہو اور تو اس کے درمیان زمین پھاڑ کر نہریں بہا دے یا تو جیسا گمان کرتا ہے ہمارے اوپر آسمان گرا دے۔ یا تو اللہ اور اسکے فرشتوں کو

(ہمارے) مقابل لائے۔ یا تیرے واسطے ایک سونے کا مکان ہو اور
یا تو چڑھ جائے آسمان پر اور ہم تیرے چڑھ جانے کو بھی بجز اس وقت تک
نہیں تسلیم کریں گے تا وقتیکہ تو ہمارے پاس کتاب لیکر نہ آئے کہ اس کو
ہم پڑھیں (اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے پاکی ہے میرے پروردگار کیلئے
میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان ہوں، خدا کا پیغامبر ہوں۔“

(سورۃ بنی اسرائیل: ۹۰-۹۳)

”اور اگر کھول دیں ہم ان پر آسمان کا ایک دروازہ اور یہ اس پر چڑھنے لگیں
تب بھی ضرور یہی کہیں گے کہ اسکے سوا کچھ نہیں ہے۔ ہماری نظر بندی کر دی
گئی ہے۔ بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔“ (سورۃ الحجر: ۱۳-۱۵)
”اور اگر یہ ہر قسم کے نشان بھی دیکھ لیں تب بھی (خدا اور تعصب کی بناء پر)
ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ (سورۃ الانعام: ۲۵)

پیغمبر کو اسکے زمانے کے مطابق ایسے معجزات و نشانات عطا کئے گئے ہیں جو اس دور کے
مناسب حال ہوں۔ مثلاً حضرت ابراہیم کے زمانے میں علم نجوم (ASTRONOMY)
اور علم کیمیا (CHEMISTRY) کا بہت زور تھا۔ انکی قوم کو اکب و نجوم کے اثرات کو
ذاتی اثرات سمجھتے اور انکی پرستش کرتے تھے ان کا سب سے بڑا دیوتا ”شمس سورج“
تھا کیونکہ وہ روشنی اور حرارت دونوں کا حامل تھا۔ ان کی نگاہ میں یہی دونوں چیزیں
کائنات کی بقاء و فلاح کے لئے اصل اصول تھیں، لوگ آگ کو سورج کا مظہر مان کر
اس کی پرستش کرتے تھے، بادشاہ اور قوم کے عام افراد نے بت پرستی کے خلاف
حضرت ابراہیم کے دلائل و برہان سے لاجواب ہو کر انہیں دکھتی ہوئی آگ میں پھینک
دیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو گل و گلزار بنا دیا۔

حضرت موسیٰ کے زمانے میں علوم و فنون اور سحر MAGIC قوم میں رائج تھا۔ فن سحر
میں کمال درجہ انہیں حاصل تھا۔ اسی لئے زمانہ کے مطابق حضرت موسیٰ کو تورات کے
ساتھ ”یدر بیضا“ اور ”عصا“ جیسے معجزات دئے گئے تھے، حضرت موسیٰ نے سحر کے
سامنے جب اللہ کے علم کا مظاہرہ کیا تو جادو گر پکارا ٹھے بلاشبہ یہ سحر نہیں ہے یہ تو انسانی
طاقت سے بالاتر علمی مظاہرہ ہے۔

حضرت عیسیٰ کا دور علم طب کا دور تھا (MEDICAL SCIENCE) علم طبیعیات (PHYSICS) کا بہت شور تھا، بڑے بڑے ممالک میں یونان کی حکمت کا غلبہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو رشد و ہدایت کیلئے منتخب کیا تو ایک جانب ان کو حکمت اور انجیل سے نوازا اور دوسری طرف ایسے معجزات عطا کر دئے جو اس زمانے کے ارباب دانش کے لئے دلیل بن جائیں تاکہ انہیں حق قبول کرنے میں کوئی اعتراض نہ ہو اور انکار کرنے کی کوئی راہ باقی نہ رہے۔

”اور خدا سکھاتا ہے اس (عیسیٰ) کو کتاب حکمت، تورات اور انجیل اور وہ رسول ہے بنی اسرائیل کی جانب (وہ کہتا ہے) کہ بے شک میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے ”نشان“ لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک دیتا ہوں اور وہ خدا کے حکم سے زندہ پرند بن جاتا ہے اور پیدائشی اندھے کو بینا کر دیتا ہوں اور سپید داغ کے جذام کو اچھا کر دیتا ہوں اور خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور تم کو بتا دیتا ہوں جو تم کھا کر آتے ہو اور جو تم گھر میں ذخیرہ رکھ آئے ہو سو اگر تم حقیقی ایمان رکھتے ہو تو بلاشبہ ان امور میں پوری نشانی ہے اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں تاکہ بعض ان چیزوں کو جو تم پر حرام ہو گئی ہیں میں تمہارے لئے حلال کر دوں تمہارے لئے پروردگار ہی کے پاس سے ”نشان“ لایا ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو، میری اطاعت کرو بلاشبہ اللہ ہی میرا اور تمہارا مددگار ہے سو اس کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے۔“

(سورۃ آل عمران - ۴۸، ۵۱)

پیدائشی اندھے

”اور (اے عیسیٰ ابن مریم! تو میری اس نعمت کو پا کر) جبکہ تو میرے حکم سے گارے سے پرند کی شکل بنا دیتا اور پھر اس میں پھونک دیتا اور وہ میرے حکم سے زندہ پرند بن جاتا تھا اور جبکہ تم میرے حکم سے پیدائشی اندھے کو بینا اور سپید داغ کے کوڑھ کو اچھا کر دیتا تھا اور جبکہ تو میرے حکم سے مردہ کو

زندہ کر کے قبر سے نکالتا تھا۔“ (سورہ مائدہ ۱۱۰)
 ”اور جب وہ ان کے پاس کھلے نشان لے کر آیا تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا
 بوجادو ہے۔“

(سورہ الصفت - ۶)

قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ کے چار معجزات کا تذکرہ ہے:
 ۱۔ وہ خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

۲۔ پیدائشی اندھے کو بینا اور جذامی کو تندرست کرتے تھے۔

۳۔ مٹی سے پرندے بنا کر اس میں پھونک دیتے تھے اور خدا کے حکم سے اس میں
 زندگی دوڑ جاتی تھی۔

۴۔ حضرت عیسیٰ یہ بھی بتا دیا کرتے تھے کہ کس نے کیا کھایا اور خرچ کیا اور کیا گھر میں
 ذخیرہ محفوظ رکھا ہے۔

حضرت عیسیٰ نے منجاب اللہ نبی ہونے کے ثبوت کے لئے معجزات دکھائے تو لوگوں
 نے درخواست کی کہ آپ ایک چمگادڑ پیدا کریں آپ نے مٹی سے چمگادڑ بنائی اور اس
 میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگی، چمگادڑ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اڑنے والے
 پرندوں میں بہت اکل اور عجیب تر ہے، اور قدرت پر دلالت کرنے میں اور دوسرے
 پرندوں سے ممتاز ہے کیونکہ وہ بغیر پروں کے اڑتی ہے، چمگادڑ کے دانت ہوتے
 ہیں، چمگادڑ ہنستی ہے بچے دیتی ہے اور اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔

حضرت عیسیٰ کے زمانے میں طب اپنے عروج پر تھی بڑے بڑے حکماء و طبیب ہر قسم
 کے علاج پر دسترس رکھتے تھے، مگر وہ برص کا علاج نہیں کر سکتے تھے، جلنے پھرنے سے
 معذور ہزاروں مریض حضرت عیسیٰ کے پاس آتے تھے اور حضرت عیسیٰ ان کے پاس
 چلے جاتے تو تمام مریض صحت مند ہو جاتے تھے۔

تین دن کے بعد قبر میں مردہ زندہ ہو گیا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ نے چار افراد کو زندہ کیا ایک عازر
 نام کا شخص تھا جو آپ کا وفادار تھا جب وہ بیمار ہوا اور اس کی حالت نازک ہو گئی تو اس
 کی بہن نے آپ کو اطلاع بھجوائی اس کا گھر تین روز کی مسافت پر تھا جب آپ اس

کے گھر پہنچے تو عازر کو مرے ہوئے تین دن ہو گئے تھے آپ نے اس کی بہن سے کہا مجھے اس کی قبر پر لے چل، قبر پر جا کر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی عازر زندہ ہو کر قبر سے باہر آ گیا ایک مدت تک وہ زندہ رہا اس نے شادی کی اور اولاد کی خوشیاں دیکھیں۔ ایک مرتبہ جنازہ آپ کے سامنے سے جا رہا تھا یہ ایک بیوہ بڑھیا کے بیٹے کا جنازہ تھا بڑھیا نے آپ سے رورو کر فریاد کی کہ

”میرا ایک ہی بیٹا تھا آپ اللہ کے نبی ہیں میرے بیٹے کو زندہ کر دیں۔“

آپ نے لڑکے کے لئے دعا کی تو لڑکا زندہ ہو گیا۔

ایک لڑکی کا انتقال ہو گیا حضرت عیسیٰ نے اس کے لئے دعا کی اور وہ زندہ ہو گئی۔

سام بن نوح جن کی وفات کو ہزاروں سال گزر چکے تھے لوگوں نے حضرت عیسیٰ سے کہا ان کو زندہ کریں آپ لوگوں کی نشاندہی پر ان کی قبر پر پہنچے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی سام نے سنا تو وہ خوف زدہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں یہ گمان ہوا کہ قیامت آگئی ہے اس خوف سے ان کے سر کے آدمے بال سفید ہو گئے پھر وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے انہوں نے حضرت عیسیٰ سے درخواست کی کہ دوبارہ انہیں سکرات موت کی تکلیف نہ ہو تھوڑی دیر بعد سام بن نوح کا انتقال ہو گیا۔

اللہ کا ایڈمنسٹریشن

حضرت عیسیٰ اللہ تعالیٰ کے ان مقرب ترین ہستیوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بادشاہی کے نظام تکوین (ADMINISTRATION) میں شامل ہیں۔ حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں:

”مگر جو کوئی اس پانی میں سے پئے گا جو میں اسے دوں گا وہ ابد تک پیاسا نہ ہوگا

بلکہ جو پانی میں اسے دوں گا وہ اس میں ایک چشمہ بن جائے گا جو ہمیشہ جاری

رہے گا۔“ (انجیل مقدس۔ یوحنا۔ باب۔ ۴۔ آیت ۱۵)

اس فرمان پر تفکر کیا جائے تو عقدہ کشائی ہوتی ہے خدا کی بادشاہی میں پانی اصل جز ہے کائنات کے تمام اجزائے ترکیبی، تمام عناصر اور تخلیق کے تمام مراحل پانی کے اوپر قائم ہیں۔ پانی کائنات کے ذرے ذرے کو حیات نو عطا کرتا ہے، آسمانی کتابوں اور قرآن حکیم میں تخلیق کائنات کے ضمن میں بار بار پانی اور مٹی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

”اور زمین میں پاس پاس کئی قطعہ ہیں اور انگور کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت جن میں دو شاخے ہیں اور دو شاخے نہیں۔ حالانکہ سب کو ایک پانی دیا جاتا ہے۔ اور ہم بعض پھلوں کو بعض پر ترجیح دے دیتے ہیں بیشک جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں ان کیلئے ان باتوں میں نشانیاں موجود ہیں۔“

(سورہ رعد۔ ۴)

”وہی ہے جو ڈرانے اور امید دلانے کے لئے (بجلی کی) چمک تم کو دکھاتا ہے اور بوجھل بادلوں کو ابھارتا ہے اور گرج اس کی تعریف کے ساتھ اسکی پاکیزگی بیان کرتی ہے اور سب فرشتے اس سے خوف زدہ ہیں۔ اور وہی آسمان سے بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے ان پر گرا دیتا ہے اور یہ خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ سخت عذاب والا ہے۔“

(سورہ رعد۔ ۱۲)

اللہ مثالیں بیان کرتا ہے

”اسی نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر (اپنی سمائی کے) قدر نالے بہہ نکلے پھر جھاگ جو اوپر آگیا اس کو ریلے نے اٹھا لیا اور یہ جو زیور یا دوسرے ساز و سامان کیلئے (دھاتیں) آگ میں تپاتے ہیں اس میں بھی اسی طرح کا جھاگ (کھوٹ) ملا ہوتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ حق و باطل کی مثال بیان فرما دیتا ہے۔ تو جھاگ تو رائیگاں جاتا ہے اور وہ جو لوگوں کیلئے مفید ہے وہ زمین میں شہر رہتا ہے۔ یوں اللہ مثالیں بیان کرتا ہے۔“

(سورہ رعد۔ ۱۷)

”اور ہم ہی ہواؤں کو چلاتے ہیں۔ جو بادلوں کو پانی سے باردار کر دیتی ہیں پھر ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں۔ پھر ہم وہ پانی تم لوگوں کو پلاتے ہیں اور تم لوگوں نے اس کو جمع کر کے نہیں رکھا تھا۔“

(سورہ حجر۔ ۲۲)

”اور وہ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ جس میں تمہارے پینے کا بھی ہے اور اس ہی سے درخت ہیں، جن میں مویشی چراتے ہو۔“

قدرت کی نشانیاں

”اور اسی طرح کھجور اور انگور کے پھلوں سے کہ تم اس کی شراب بناتے ہو اور عمدہ روزی (سمجھتے) ہو جو لوگ عقل رکھتے ہیں ان کے لئے ان باتوں میں خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔“ (سورہ نحل۔ ۶۷)

”اور ہم ہی نے اندازے کے مطابق آسمان سے پانی اتارا اور پھر اس کو زمین میں شہرائے رکھا اور ہم اس کے (اڑا) لے جانے پر بھی قادر ہیں اور اس کے ذریعے سے ہم نے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کر دیئے۔ تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے (پیدا کئے) ان میں سے بہت سے تم کھاتے ہو۔“ (سورہ مومنون۔ ۱۸)

”اور ایک درخت جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے اور کھانے والوں کے لئے روغن اور سالن لے کر اگتا ہے۔“ (سورہ مومنون۔ ۲۰)

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادل کو ہانکتا ہے۔ پھر اس کو آپس میں جوڑتا ہے پھر ان کو تہہ بہ تہہ رکھتا ہے پھر تو بادل کے بیچ میں سے مینہ کو نکلتا ہوا دیکھتا ہے اور آسمانوں میں جو پہاڑ ہیں اولے برساتا ہے۔ تو پھر (وہ اولے) جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے اور جسے چاہتا ہے روک لیتا ہے، بادل کی بجلی کی چمک گویا آنکھوں کو اچک لے جاتی ہے۔“

(سورہ نور۔ ۲۳)

”بھلا آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ اور آسمانوں سے تم لوگوں کیلئے پانی برسایا پھر پانی کے ذریعے سے ہم نے خوشنما باغ اگائے، تمہارے بس کی بات تو نہ تھی کہ تم اس کے درختوں کو اگا سکو کیا خدا کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ یہ لوگ یونہی کج روی کر رہے ہیں۔“ (سورہ نمل۔ ۶۰)

”اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادلوں کو ابھارتی ہیں پھر خدا جس طرح چاہتا ہے بادل کو آسمان میں پھیلاتا ہے اور ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ بادل کے بیچ سے مینہ نکلا چلا آتا ہے پھر خدا اپنے بندوں

میں سے جس پر چاہتا ہے برسا دیتا ہے۔ تو بس وہ لوگ خوشیاں منانے لگ جاتے ہیں۔ باوجود کہ باران (رحمت) کے نازل ہونے سے پہلے یہ لوگ (بارش) سے ناامید تھے۔“ (سورہ روم۔ ۴۶)

رنگ رنگ پہاڑ

”اور اس (زمین) میں ہر قسم کے جانور پھیلا دئے اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر زمین میں ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگائیں۔“ (سورہ روم۔ ۴۸)

”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم پانی کو خشک زمین کی طرف چلاتے ہیں پھر پانی کے ذریعے سے کھیتی کو نکالتے ہیں جس میں ان کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور یہ آپ بھی تو کیا دیکھتے نہیں ہیں؟“ (سورہ سجدہ۔ ۲۷)

”کیا تو نے نظر نہیں کی کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس کے ذریعے سے ہم نے گونا گوں پھل نکالے اور اسی طرح پہاڑوں میں مختلف رنگوں کے کچھ طبقے ہیں، سفید، سرخ اور کالے سیاہ۔“ (سورہ فاطر۔ ۲۷)

”کیا تو نے نظر نہیں کی اللہ نے آسمانوں سے پانی اتارا پھر زمین میں اس کے چشمے بہائے پھر وہی اس کے ذریعے سے رنگ رنگ کی کھیتی نکالتا ہے پھر یہ زوروں پر آتی ہے پھر تو اس کو دیکھتا ہے کہ زرد پڑ گئی پھر خدا اس کو چورا چورا کر ڈالتا ہے، بیشک اس میں عقل مندوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔“

(سورہ زمر۔ ۲۱)

سمندر میں پردہ

”اس نے دو سمندر بنائے جو آپس میں ملتے ہیں دونوں کے درمیان ایک پردہ رہتا ہے کہ اس سے (ایک دوسرے کی طرف) بڑھ نہیں سکتے۔“

(سورہ رحمان۔ ۱۹)

”اور تم پر آسمان سے موسلا دھار مینہ برسایا۔“ (سورہ نوح۔ ۱۱)

”اور مال اور دولت اور لڑکوں سے تمہاری مدد کرتا ہے اور تمہارے لئے باغ اور نہریں بنا دیتا ہے۔“ (سورہ نوح۔ ۱۲)

”اور اس میں اونچے اونچے اٹل پہاڑ بنا دئے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا۔“

(سورہ مرسلت - ۲۷)

”اور ہم ہی نے بادلوں سے زور کا پانی برسایا۔“ (سورہ نبا - ۱۴)
”تاکہ ہم اس کے ذریعے سے غلہ اور ہر طرح کی رویدگی نکالیں۔“

(سورہ نبا - ۱۵)

”اور گھنے گھنے باغ زمین سے نکالے۔“ (سورہ نبا - ۱۶)

”اور اسی نے اس سے اس کو پانی اور چارہ نکالا۔“ (سورہ نازعات - ۳۱)

”پس ان کو چاہئے کہ وہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے۔“ (سورہ عبس - ۲۴)

”ہم (ہی نے) اوپر سے پانی برسایا۔ یہ ہم ہی نے زمین کو پھاڑ کر چیرا۔“

(سورہ عبس - ۲۵)

”پھر ہم نے اس میں سے غلہ اگایا اور انگور اور ترکاریاں ہم نے اگائیں اور

زیتون اور کھجوریں۔“ (سورہ عبس - ۲۷)

”اور گھنے گھنے باغ۔ اور میوے اور چارہ۔“ (سورہ عبس - ۳۰)

”یہ سب کچھ تمہارا اور تمہارے چوپایوں کے فائدہ کے لئے ہے۔“

(سورہ عبس - ۳۲)

”اور اس زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلا دئے اور ہم نے آسمان سے پانی

برسایا۔ پھر زمین میں ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگائیں۔“ (سورہ لقمان - ۱۰)

نور کا چشمہ

حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں:

”میں اللہ تعالیٰ کی قربت اور محبت سے اس قدر مالا مال ہوں کہ میری ذات نور کا

چشمہ بن گئی ہے۔“

کائنات میں کروڑوں کہکشائیں

”اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی۔ اس نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک

طاق، جس میں ایک چراغ، چراغ شیشے میں ہمیشہ جیسے تارہ جھلمل کرتا،

تیل جلتا ہے اس میں برکت والے درخت کا اور وہ درخت زیتون ہے۔ نہ

سورج نکلنے کی طرف اور نہ ڈوبنے کی طرف لگتا ہے کہ اس کا تیل بھڑک اٹھے،

ابھی نہ لگی ہے اس کو آگ نور علی نور۔ اللہ رہنمائی کرتا ہے اپنے نور کی جس کو چاہے اور اللہ مثالوں سے لوگوں کو سمجھاتا ہے اور ہر شے اللہ کے علم میں ہے۔“ (سورہ النور۔ ۳۵)

تین روحانی علوم

روحانی علوم کی تقسیم تین باب پر مشتمل ہے۔ ایک باب انفرادی زندگی کے اعمال و حرکات اور زندگی کی ساخت اور تخلیقی فارمولوں کے اوپر مشتمل ہے۔ دوسرا باب نوعی تخلیقی فارمولوں پر مشتمل ہے اور تیسرا باب خالق اکبر اللہ وحدہ لا شریک کا تعارف ہے۔ انسان یا کائنات میں موجود کوئی بھی نوع یا کسی بھی نوع کا کوئی فرد زندگی گزارنے کیلئے دو رخوں کا محتاج ہے۔ ایک رخ کو ہم بیداری اور دوسرے رخ کو خواب کہتے ہیں۔ بیداری اور خواب دونوں کا تذکرہ قرآن پاک میں لیل و نہار کے نام سے کیا گیا ہے۔ قرآن پاک کی ان آیات میں تفکر کیا جائے جن میں لیل و نہار کا تذکرہ آیا ہے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حواس ایک ہیں۔ حواس میں صرف رد و بدل ہوتا رہتا ہے یہی حواس جب رات کے پیٹرن میں داخل ہوتے ہیں تو خواب بن جاتے ہیں اور یہی حواس جب دن کے پیٹرن میں داخل ہوتے ہیں تو بیداری بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہم رات کو دن میں داخل کرتے ہیں اور رات کو دن میں سے نکال لیتے ہیں

ہم رات کو دن پر سے ادھیڑ لیتے ہیں اور دن کو رات پر سے ادھیڑ لیتے ہیں۔“

منہوم یہ ہے کہ انسانی حواس یکے بعد دیگرے رات دن میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ دن میں داخل ہوتے ہیں تو حواس پابند ہو جاتے ہیں اور رات میں داخل ہوتے ہیں تو حواس کے اوپر پابندی نہیں رہتی۔ جب ہم علم غیب یا غیب کی دنیا کا تذکرہ کرتے ہیں تو دراصل رات کے حواس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

”ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور چالیس راتوں میں پورا کیا۔“

غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کوہ طور پر چالیس دن اور چالیس راتیں مقیم رہے ایسا نہیں ہوا کہ رات کو کوہ طور پر چلے جاتے ہوں اور دن کو نیچے اتر آتے ہوں۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ چالیس دن اور چالیس رات حضرت موسیٰ رات کے حواس میں رہے۔

”پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔“

غیب کا انکشاف

اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اوپر غیب کی دنیا کا انکشاف رات کے حواس میں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قربت رات کے حواس میں عطا فرمائی۔ ہر علم اس کی حیثیت اکتسابی ہو یا حضوری ہو تفکر پر قائم ہے جیسے جیسے تحقیق و تلاش کا دائرہ وسیع ہوتا رہتا ہے نئے نئے فلسفے وجود میں آتے رہتے ہیں۔ سائنس کی ترقی میں یہی عمل کار فرما ہے۔ ہر دانشور تفکر کے ذریعے کسی نتیجہ پر پہنچتا ہے جس کی تقلید کرتے ہوئے اس کے بعد آنے والے دانشور اس علم کی سطح کو پھیلانے میں مصروف ہو جاتے ہیں، جیسے جیسے تشریحات کو ذہن قبول کرتا ہے یا ان ترغیبات اور تشبیہات سے شعور آشنا ہوتا ہے شعور گہرائی میں سفر کرنے لگتا ہے، قرآن پاک نے نوع انسانی کو مثالیں دے کر علوم سیکھنے کی طرف متوجہ کیا ہے۔

ہر علم کی تعریف یہ ہے کہ اس کی دو سطحیں ہیں ایک ظاہری اور باطنی۔ ہر علم ورق کی طرح ہے۔ ورق کے دو صفحے ہوتے ہیں۔ علم حضوری کے شعبے بھی ورق کی طرح ہیں پہلا صفحہ تجلی کا عکس ہے دوسرے صفحے پر رموز و مصلحتیں نقش ہیں۔ تیسرے صفحے پر رموز اور اسرار کی تشریحات ہیں۔ چوتھے صفحے پر کائناتی نقوش ہیں پانچوں صفحے پر احکامات کا ریکارڈ ہے چھٹے صفحے پر اعمال کی تفصیلات ہیں۔

ساری کائنات بشمول تجلی لوح محفوظ عرش و کرسی عالم ارواح، سماوات برزخ، عالم ناسوت اعراف، حشر نثر، یوم حساب، جنت و دوزخ، ابد اور ابد الابد کا علم تین اوراق میں محفوظ ہے اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ان اوراق کا علم منتقل کر دیتے ہیں تو بندہ احکام الہی کے تحت مخصوص بندہ بن جاتا ہے۔

کلوننگ

حضرت خضرؑ کی صف میں تکوینی امور کے حامل بندوں میں سے ایک مقرب بندے

حضرت تاج الدین بابا ہیں حضرت تاج الدین بابا ناگ پوری کے نواسے حضور قلندر بابا اولیا کہتے ہیں

حالت استغراق میں نانا کی آنکھیں کچھ جھکی رہتی تھیں حیات خان اکثر ان کی نیم باز آنکھیں عجیب ذوق و شوق سے دیکھتا تھا۔

ایک مرتبہ استغراق کی حالت میں حیات خان نے مہاراجہ رگھو راؤ کو بلایا اور کہنے لگا اس پتے کو دیکھو، مہاراجہ نے دیکھا کہ جس پتے کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اس میں سے ٹانگیں، چہرے کے خدو خال اور چھوٹی چھوٹی آنکھیں رونما ہو رہی تھیں، یہ پتہ تقریباً تین انچ لمبا ہوگا، یکا یک میری نظر برابر والے پتے پر جا پڑی اس میں بھی ویسا ہی تغیر ہو رہا تھا، یہ دونوں پتے ایک دوسرے کے پیچھے چلنے لگے ایک دو منٹ میں ان کے خدو خال اتنے بدلے کہ پتے کی کوئی شبابہت ان میں باقی نہیں تھی وہ درخت کے تنے کی طرف جارہے تھے اور نانا تاج الدین کی نیم وا آنکھیں ان پر جمی ہوئی تھیں جب نانا سے اس کی علمی توجیہ معلوم کی تو فرمایا:

”درخت کے اندر زندگی کے سارے ٹکڑے جڑے ہوئے ہیں دیکھنا، سنا، سمجھنا، جنبش کرنا یہ سب ٹکڑے اس درخت کے اندر جھانکنے سے نظر آتے ہیں، اس کے ہر پتے میں سچ سچ کامنہ، سچ سچ کے ہاتھ پیر ہیں، فرق اتنا ہے کہ جب تک پتہ دوسری زندگی سے ٹکراتا نہیں اس کے اندر عام لوگ یہ نیرنگ نہیں دیکھ سکتے اور جب کوئی پتہ میری زندگی سے گلے ملتا ہے تو جیتا جاگتا کیڑا بن جاتا ہے یہ سمجھ کہ آنکھ سے بھی گلے ملتے ہیں۔ یاد رکھ، زندگی سے زندگی بنتی ہے اور زندگی، زندگی میں سمائی ہے۔“

حضرت تاج الدین بابا نے فرمایا:

”جب کوئی پتہ میری زندگی سے گلے ملتا ہے تو جیتا جاگتا کیڑا بن جاتا ہے۔“

میں کلوننگ کا فارمولا بیان کیا ہے، یہ بات انہوں نے قلندر بابا اولیاء کے مشاہدے کے مطابق ۱۹۱۶ء میں کہی تھی۔

سائنسدانوں نے کلوننگ کے بارے میں کیا سی (۸۱) سال بعد ۱۹۹۳ء میں انکشاف کیا۔ سائنس کی تحقیق کے مطابق علوم تین عنوانات پر قائم ہیں۔

(PHYSICS)

۱۔ طبیعیات

(PSYCHOLOGY)

۲۔ نفسیات

(PARAPSYCHOLOGY)

۳۔ ما بعد النفسیات (لا شعور) اور ما بعد النفسیات (لا شعور) سائنس نے یہ جان لیا ہے کہ عنصر چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا ہو اس کے اوپر روشنیوں کا غلاف ہوتا ہے اس انعکاس کو سائنس AURA کہتی ہے۔

زندہ کرنے کا علم

ہر وجود کے اوپر روشنیوں سے بنا ہوا مرکب یا مفرد ایک جال ہوتا ہے۔ موت واقع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ روشنیوں کا غلاف (جسم مثالی) مادی وجود سے اپنا رشتہ منقطع کر لیتا ہے۔ ہر وجود پر ایک اور وجود غالب رہتا ہے اور اس غالب جسم کو روشنی یا نور (cosmic rays) فیڈ کرتا ہے۔ سائنسٹ ابھی تک اس کا ادراک نہیں کر سکے کہ کاسمک ریز کا سورس کیا ہے؟ ہم جب کسی چیز کے بارے میں علم حاصل کر لیتے ہیں تو ایجاد عمل میں آجاتی ہے روشنیوں کا غلاف (جسم مثالی) کیا ہے؟ اس کا پورا علم حاصل ہونے کے بعد اللہ کے عطا کردہ اختیارات سے جسم مثالی کو دوبارہ مردہ شے پر غالب کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی علم حضرت عیسیٰؑ کو سکھایا تھا عناصر سے کسی شے کی شکل بنائی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ روشنیوں کے لئے ایک بنیاد فراہم ہوگئی ہے، عناصر سے بنی ہوئی چیز، چمکاؤ یا مردہ جسم پر حضرت عیسیٰؑ روشنیوں کا غلاف ڈھانپ دیتے تھے جیسے ہی روشنیوں کے غلاف میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے نور چھا جاتا تھا تو مردہ چیز زندہ ہو جاتی تھی۔ آدی یا کوئی بھی مخلوق مرتی ہے تو قانون کے مطابق مادی جسم کے اوپر روشنیوں کے مرکب جال میں نور کا پھیلاؤ مادی وجود پر نہیں رہتا نتیجہ میں مادی جسم میں زندگی باقی نہیں رہتی۔

حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم اور اختیار عطا فرمایا تھا کہ جب وہ کسی مردہ شے کے اندر روح منتقل کر دیتے تھے تو مردہ زندہ ہو جاتا تھا اور جب مٹی اور پانی سے خود ساختہ چیز یا کو جسم مرکب (روشنیوں کے غلاف) میں بند کر دیتے تھے تو چیز یا میں زندگی دوڑ جاتی تھی اور چیز یا اڑ جاتی تھی۔

”اور خدا سکھاتا ہے اس (عیسیٰ) کو کتاب حکمت تورات اور انجیل اور وہ رسول ہے بنی اسرائیل کی جانب (وہ کہتا ہے) کہ بیشک میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی جانب سے نشان لے کر آیا ہوں وہ یہ کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی شکل بناتا ہوں پھر اس میں پھونک دیتا ہوں اور وہ خدا کے حکم سے زندہ پرند بن جاتا ہے اور پیدائشی اندھے کو بینا کر دیتا ہوں اور سپید داغ کے جذام کو اچھا کر دیتا ہوں اور خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور تم کو بتا دیتا ہوں جو تم کھا آتے ہو اور جو تم گھر میں ذخیرہ رکھ آئے ہو، سواگر تم حقیقی ایمان رکھتے ہو تو بلاشبہ ان امور میں (میری صداقت اور من جانب اللہ ہونے کے لئے) نشان ہے، اور میں تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو میرے سامنے ہے اور (اس لئے بھیجا گیا ہوں) تاکہ بعض ان چیزوں کو جو تم پر حرام ہو گئی ہیں میں تمہارے لئے حلال کر دوں، تمہارے لئے پروردگار کے پاس سے ”نشان“ لایا ہوں پس تم اللہ سے ڈرو، اور میری اطاعت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے سو اس کی عبادت کرو یہ ہی سیدھی راہ ہے۔“ (سورہ آل عمران - ۴۸، ۵۱)

چار آبشاریں

تکوینی امور کے واقف کار اہل باطن حضرات فرماتے ہیں کہ دنیا میں ہر مخلوق کے دو وجود ہیں۔

۱۔ جسمانی وجود

۲۔ روشنیوں اور نور کا وجود

تانے بانے کی طرح بڑا ہوئی مرکب لہروں میں روشنی بہتی رہتی ہے اور یہی روشنی پورے اعضاء میں تحریک پیدا کرتی ہے نور اور روشنی کی تحریکات ہی مادی اجسام کی زندگی ہیں روشنی کا بہاؤ اگر مادی اعضاء میں منتقل نہ ہو تو موت واقع ہو جاتی ہے۔ نور اور روشنی کو برقرار رکھنے کے لئے چار نورانی آبشاریں ہیں جو حجاب محمود، حجاب عظمت، حجاب کبریا اور عرش سے مسلسل نزول کرتی ہیں۔

”تم اللہ کا انکار کس طرح کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا

پھر وہ تمہیں مارے گا پھر (دوبارہ) زندہ کرے گا۔“ (سورہ بقرہ۔ ۲۸)
 ”اور وہ زندہ کو مرد سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالنے والا ہے۔“

(سورہ انعام۔ ۹۶)

ہر وجود دو رخنوں مذکر اور مونث سے بنتا ہے تخلیقی قانون کے تحت ہر رخ کے دو رخ ہوتے ہیں اور ہر ایک رخ کے الگ الگ دو رخ ہیں دونوں رخنوں میں خلیات (CELLS) ہوتے ہیں ان ہی خلیوں سے جنس اور جنسی کشش کے جذبات پیدا ہوتے ہیں مرد کے جنسی خلیات جب عورت کے جنسی خلیات سے ملاپ کرتے ہیں اور ایک دوسرے میں جذب ہوتے ہیں تو تخلیق عمل میں آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے معجزے کا تذکرہ کر کے تخلیق کا فارمولا بیان کیا ہے انسان کی زندگی روح کے تابع ہے۔ آدم زاد کے اندر جب تک روح ہے مٹی کا وجود ہے، روح نہیں ہے تو مٹی کا وجود باقی نہیں رہتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کے اندر اپنی روح پھونکی اس کے اندر حواس متحرک ہو گئے۔

”اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا۔“ (سورہ مومنون۔ ۱۲)

”اس نے جو چیز بنائی خوب ہی بنائی اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر نچوڑ سے جو ایک حقیر پانی ہے اس کی نسل چلائی پھر اس کو درست کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے۔“

(سورہ سجدہ: ۷)

”بیشک ہم نے ان کو لیس دار مٹی سے بنایا۔“ (سورہ الصافات: ۱۱)

”جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا پھر

جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں ایک جان تو تم گر پڑو اس کے

آگے سجدہ میں۔“ (سورہ ص: ۷۱، ۷۲)

”اس نے انسان کو پڑی کی طرح بھتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔“ (سورہ رحمن: ۱۴)

”اور اللہ نے اگایا تم کو زمین سے جما کر۔“ (سورہ نوح: ۱۷)

”عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی بنایا اس کو مٹی سے پھر

کہا اس کو ”ہو جا“ وہ ہو گیا۔“ (سورہ آل عمران: ۵۹)

”اس نے کہا کہ کیا میں اس کو سجدہ کروں؟ جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا۔“
(سورہ بنی اسرائیل: ۶۱)

”اس کے دوست نے اثنائے گفتگو میں یہ کہا کہ کیا تو اس کا منکر ہے جس نے پہلے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا اور پھر تجھ کو پورا آدمی بنایا۔“
(سورہ کہف: ۳۷)

”اے لوگو! اگر تم کو جی اٹھنے میں شک ہو تو ہم نے تم کو مٹی سے بنایا۔“
(سورہ حج: ۵)

”اس نے جو چیز بنائی خوب ہی بنائی اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔“ (سورہ سجدہ: ۶)

”اور اللہ نے تمہیں مٹی سے بنایا۔“ (سورہ فاطر: ۱۱)

”وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔“

(سورہ مومنون: ۶۷)

”اور ہم نے انسان کو کالے سڑے ہوئے گارے سے جو کھلتا، بولتا ہے پیدا کیا۔“ (سورہ حجر: ۲۶)

”اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں کالے سڑے ہوئے گارے سے جو کھن کھن بولتا ہے انسان بنانے والا ہوں۔“ (سورہ حجر: ۲۸)

”وہ ابلیس بولا میں وہ نہیں ہوں کہ ایسے بشر کو جس کو تو نے کالے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے وہ کھن کھن بولتا ہے سجدہ کروں۔“

(سورہ حجر: ۳۳)

”اور وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا اور پھر اس کو کسی کا بیٹا، بیٹی اور کسی کا داماد، بہو بنایا۔“ (سورہ فرقان: ۵۲)

ہڈیوں پر گوشت

”پھر ہم نے اس کو حفاظت کی جگہ پر نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم نے نطفہ کو تھڑا بنایا پھر ہم نے لو تھڑے کی بندھی بوٹی بنائی، پھر ہم نے اس بندھی بوٹی کی ہڈیاں بنا میں پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم ہی نے اس کو

دوسری مخلوق بنا کر کھڑا کیا، خدا بڑا ہی بابرکت سب بنانے والوں میں بہتر ہے۔“ (سورہ مومنون-۱۳)

”اور اللہ ہی نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور پھر نطفہ سے تم کو جوڑا جوڑا بنا دیا۔“
(سورہ فاطر-۱۲)

”وہ (خدا ہی تو) ہے جس نے تم کو اول بار مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر
لوٹھڑے سے پھر تم کو بچہ نکالتا ہے پھر (زندگی دیتا ہے) تاکہ تم جوانی تک
پہنچو پھر تم کو (اور زندہ رکھتا ہے) تاکہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔“

(سورہ مومنون-۶۷)

”ہم نے آدمی کو مرکب نطفہ سے پیدا کیا اور غرض یہ تھی کہ ہم اس کو آزمائیں
پھر اسی لئے ہم نے اس کو سنتا، دیکھتا بنایا۔“ (سورہ دھر-۲)
”تو کہہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور
دل بنائے۔“ (سورہ ملک-۲۳)

میرے رب کا امر

”اے محمد ﷺ! یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ فرمادیں
کہ روح میرے رب کے امر سے ہے اور جو کچھ تمہیں علم دیا گیا ہے قلیل ہے۔“
(سورہ بنی اسرائیل-۸۵)

روشن بات

”روح کا قلیل علم دیا گیا ہے۔“ جس قلیل علم کا تذکرہ کیا جا رہا ہے اللہ کا علم ہے اور اللہ
کے تمام علوم لامتناہی ہیں۔ لامتناہی کا قلیل بھی لامتناہی ہوتا ہے مقصد یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے روح کا جو علم عطا کیا ہے وہ اللہ کے علوم کے مقابلے میں قلیل ہے اس کا
مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح کا علم نہیں سکھایا۔

”روح میرے رب کے امر سے ہے اور امر یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا
ہے تو کہتا ہے کہ ”ہو جا“ اور وہ ہو جاتی ہے، انسان ناقابل تذکرہ شے تھا ہم
نے اس کے اندر اپنی روح پھونک دی۔“

یہی بات اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ سے فرما رہے ہیں کہ جب تو بناتا ہے مٹی سے جانور کی

صورت میرے حکم سے یعنی میری رضا اور میرے دیئے ہوئے علوم سے پھر اس میں
پھونک مارتا ہے تو ہو جاتا وہ جانور یعنی عناصر اور پانی سے جب مادی جسم بنا کر پھونک
مارتے تھے تو پرندے اڑ جاتے تھے اور کوڑھی اور اندھے بھلے چنگے ہو جاتے تھے۔



حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

بعثت سے پہلے

رسول ﷺ کی بعثت سے پہلے پوری دنیا میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی، عالم دنیا پر وحشت و درندگی کا غلبہ تھا۔ معاشرہ میں مظلوم کی کوئی دادرسی نہیں تھی، قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا، کبر و نخوت سے گردنیں اکڑ گئیں تھیں، انسانیت نزع کے عالم میں سسک رہی تھی، تہذیب، حسن سلوک اور صلہ رحمی مفقود ہو گئی تھی، اخلاق بد اخلاقی کے پردے میں چھپ گیا تھا، آدمی نے انسانیت کی جگہ حیوانی قدروں کو اپنالیا تھا، عقل میں فتور نے عوام و خاص کو بت پرستی میں مبتلا کر دیا تھا، خود ساختہ لکڑیوں، پتھروں اور مٹی کی مورتیوں کے آگے لوگ سجدہ کرتے تھے اور ان سے مرادیں پوری ہونے کی دعائیں کرتے تھے، ان بتوں پر کتے پیشاب کر دیتے تھے لیکن انہیں پھر بھی عقل نہیں آتی تھی، خود ساختہ معبودوں پر دودھ کا چڑھاوا چڑھاتے تھے، ان کے اوپر مکھیاں بھنسناتی تھیں لیکن شرک کا غلبہ اتنا زیادہ تھا کہ مشرکین نہیں سوچتے تھے کہ جس کی عبادت کرتے ہیں اس میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ اپنے اوپر بھٹکتی ہوئی مکھیاں اڑادیں، شیطنت ان کے خون کے ساتھ دوڑتی تھی، زمین پر اتنا فساد پھیل گیا تھا کہ زمین بے تاب ہو گئی، اس نے رب العالمین سے التجا کی کہ اپنے محبوب بندے کو بھیج دے تاکہ زمین برباد نہ ہو، زمین کی کوکھ سے نکلنے والے شرارے بچھ جائیں اللہ کی مخلوق کو آرام مل جائے، اجارہ داروں کی اجارہ داری ختم ہو جائے، زمین پر دکھتا جہنم گل و گلزار بن جائے۔ چالاک اور عیار لوگوں کی گردنیں ٹوٹ جائیں سرمایہ دارانہ نظام کی جکڑنوں سے عوام کو آزادی مل جائے۔

اس دور میں مشرق، مغرب، شمال اور جنوب میں لوگوں کی زندگی عذاب بنا دی گئی تھی، ایران اور دوسرے ملکوں کا عالم یہ تھا کہ ایران کے لوگ توحید سے منحرف ہو گئے تھے، شرک کھٹی میں پڑ گیا تھا، روشنی، شفاف آسمان، آگ، بارش، چاند، سورج، ستارے کی پرستش کی جاتی تھی، مختلف قبائل کے الگ الگ خدا تھے، سیاست اور قیادت خواص اور مذہبی دانشوروں کے لئے مخصوص ہو گئی تھی، ملک میں جاگیر دار اور امراء پر تعیش زندگی گزارتے تھے، عوام ان کے آگے جھکتے تھے ان کے پیر چھوتے تھے خود مختار

بادشاہ ظالم تھا جس کو چاہتا سولی پر لٹکا دیتا تھا، کسی میں یہ جرات نہیں تھی کہ بادشاہ کے ظالمانہ فعل پر احتجاج کر سکے اگر باپ کے سامنے اولاد کو بادشاہ کے حکم سے تہ تیغ کر دیا جاتا تب بھی باپ بادشاہ کی تعریف کرتا اور کورنش بجالاتا، عوام کا (brain wash) کر دیا گیا تھا اور ذہن میں یہ بات راسخ کر دی گئی تھی کہ بادشاہ ہر فیصلہ اللہ کی مرضی سے کرتا ہے، نئے نئے ٹیکس لگانا حکومت کا محبوب مشغلہ تھا، احتجاج کرنے والوں کی معمولی سزا قتل تھی، بادشاہوں کی حفاظت کے لئے اتنے سخت انتظامات تھے کہ قریبی رشتے دار بھی اجازت کے بغیر بادشاہ سے ملاقات نہیں کر سکتے تھے، محل کے اطراف میں سڑکوں پر مسلح سپاہی گشت پر رہتے تھے، محلات میں بڑے بڑے کمرے ہوتے تھے لیکن بادشاہ اور ملکہ کا بیڈروم چھوٹا بنایا جاتا تھا تاکہ کوئی پرندہ بھی پر نہ مار سکے بادشاہ زربفت اور کم خواب کا لباس پہنتا تھا، کپڑا سونے، چاندی کے تانے بانے سے بنا جاتا تھا، سونے کے تاج میں زمر دیاقوت اور موتی جڑے ہوتے تھے، تاج کا وزن اڑھائی من تک تھا، یہ تاج سونے کی باریک زنجیروں سے دربار میں بادشاہ کے سر پر لٹکا رہتا تھا، کم و بیش سو کلو وزنی تاج دیکھنے والوں کو اس طرح نظر آتا تھا کہ جیسے تاج بادشاہ کے سر پر رکھا ہوا ہے، امراء کے پاس ملک کی ساری دولت ذخیرہ ہو گئی تھی، عوام غربت کی چکی میں پستے تھے، تنگ دستی اور افلاس نے ان کا خون نچوڑ لیا تھا، جگہ جگہ کلب قائم تھے، مراعات یافتہ طبقہ کی عورت کسی ایک شخص کی منکوحہ بن کر نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ یہ بات اس دور کے فیشن کے خلاف تھی، اعلیٰ تعلیم کا حصول مالدار طبقہ تک محدود تھا، قیدیوں کے زخموں پر لیموں اور سرکہ چھڑکا جاتا تھا، آنکھوں میں سلاخیں پھیری جاتی تھیں، منہ آنکھوں اور نتھنوں میں سرکہ میں ڈوبی ہوئی روئی رکھی جاتی تھی، سب سے زیادہ دہشت ناک عذاب 'موت' تھا جس میں جلاد پہلے قیدی کے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹتا تھا پھر پاؤں کی انگلیاں کاٹتا تھا اس کے بعد کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں تک پیر کاٹتا تھا پھر کہنیوں تک باہیں اور گھٹنوں تک پنڈلیاں تیز خنجر سے الگ کرتا تھا، ناک اور کان کاٹنے کے بعد آخر میں تن سے سر قلم کیا جاتا تھا۔

اہل روم روحوں کی پرستش کیا کرتے تھے لیکن مذہبی رسومات ادا کرنے کا کوئی

دستور نہ تھا، پتھروں کے بنائے ہوئے دیوتا اپنی پرستش کے لئے شہر شہر گھومتے رہتے تھے دیوتا وہی کو مقررہ مقامات تک پہنچانا حکومت کی ذمہ داری تھی۔ آبادی دو طبقوں پر مشتمل تھی، ایک طبقہ امراء اور مراعات یافتہ لوگوں کا تھا اور دوسرا عوام کا تھا، حکومت کے فرائض انجام دینے کے لئے کارندے امراء میں سے لئے جاتے تھے، قرضوں کے متعلق ایسے قوانین بنائے گئے تھے کہ غریب کسی طرح قرض ادا نہیں کر سکتا تھا نتیجہ میں انہیں قرض ملتا ہی نہیں تھا، امراء کے لئے کروڑوں کے قرضے معاف کر دئے جاتے تھے، اور غریبوں سے ایک ایک پائی وصول کی جاتی تھی، تعلیم کے لئے سرکاری خزانے سے ایک پائی خرچ نہیں کی جاتی تھی وہی بچے تعلیم حاصل کرتے تھے جن کے سرپرست امیر تھے۔

وہ لوگ کھانا کھا کرتے کر کے پیٹ خالی کر لیتے تھے تاکہ دوسری مرتبہ لذیذ کھانوں سے لطف اندوز ہو سکیں، کہاوت تھی کہ مزا کھانا کھانے میں ہے ہضم کرنے میں نہیں۔ بے روزگاری عام تھی نصف سے زیادہ آبادی بھیک پر گزارا کرتی تھی یہ لوگ حیات بعد الممات کے قائل تھے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاتا ہے اور اعمال کے مطابق جزا و سزا دی جاتی ہے، چنانچہ مردوں کی تدفین کے وقت عجیب و غریب رسمیں پوری کی جاتی تھیں، پہاڑ توڑ کر وسیع و عریض احاطے میں قبر بنائی جاتی تھی، قبر کے ساتھ ساتھ کئی کمرے بنائے جاتے تھے جس کمرے میں بادشاہ کی مٹی رکھی جاتی تھی اس کے دائیں بائیں کمروں میں بادشاہ کے استعمال کا سامان رکھ دیا جاتا تھا اس سامان میں سونے کے زیورات، سونے کا تخت، سونے کی کرسی، برتنوں کی الماری مختلف اجناس اور پانی سے بھرے مٹکے بھی رکھے جاتے تھے، ان کا نظریہ تھا کہ بادشاہ جب دوبارہ زندہ ہوگا تو اس سامان کو استعمال کرے گا، کینروں اور خدام کو کیمروں میں دیوار کے ساتھ کھڑا کر دیا جاتا تھا اور دروازے کی جگہ دیوار جن دی جاتی تھی اس بات کا اہتمام کیا جاتا تھا کہ کمروں میں کسی طرح بھی آکسیجن اور ہوا کا گزر نہ ہو۔

رسول ﷺ کی بعثت سے پہلے ہندوستان میں جن باطل معبودوں کی پرستش کی جاتی تھی ان کی فہرست بہت طویل ہے، ڈائیوس (DYAVS) درخشندہ آسمان کا

دیوتا ہے۔

دوسرا وارونا (VARUNA) ہے جو آسمان کی نمائندگی کرتا ہے۔

تیسرا دیوتا آسمان کی طرح ہے اس کا نام وشنو (VISHNU) ہے۔ مقدس کتاب وید صرف برہمن پڑھ سکتا تھا، کھتری اور چھوٹی ذات کے لوگ وید نہیں پڑھ سکتے تھے انہیں صرف ”وید“ کے اشلوک سننے کی اجازت تھی، عورت کی کوئی حیثیت نہیں تھی، یہ وسوسہ عقیدہ بن گیا تھا کہ بیوی کی زندگی میں شوہر اس لئے میر جاتا ہے کہ بیوی نے کوئی گناہ کیا ہے، بیوہ خاتون کو دوسری شادی کی اجازت نہیں تھی، مذہبی عقیدہ بن گیا تھا کہ عورت کی عزت اس میں ہے کہ خاوند کی ارٹھی کے ساتھ بیوی بھی جل کر رکھ ہو جائے شوہروں کا سایہ کنویں پر پڑ جاتا تو کنواں خالی کر کے اس کو پاک کیا جاتا تھا اگر قاتل برہمن ہوتا اور مقتول کسی اور طبقہ سے ہوتا تو برہمن سے قصاص نہ لیا جاتا وہ صرف روزہ رکھ کر کفارہ ادا کر دیتا تھا، ہیجان خیز تصویریں دیواروں پر پینٹ کی جاتی تھیں، لوگ ان عریاں تصویروں کو پوجتے تھے۔

رسول اللہ کی بعثت سے پہلے پورے عرب میں انتشار تھا، بے حیائی عروج پر تھی، اہل عرب اخلاق سوز حرکتوں پر فخر کرتے تھے، خواتین کو آمدنی کا ذریعہ بنا لینا محبوب مشغلہ تھا، عورتوں اور بچوں کو وراثت میں حصہ نہیں ملتا تھا، کٹنیوں کے ذریعہ بیوہ عورت پر مرحوم شوہر کا قریبی رشتے دار اگر چادر ڈلوادیتا تھا تو بیوہ عورت اس کی بیوی بن جاتی تھی، زندہ لڑکیوں کو دفن کر دینا یا کنویں میں ڈھکیل دینا شرافت سمجھی جاتی تھی۔ عرب میں بت پرستی عام تھی، ہر قبیلہ کا الگ بت تھا اگر ایک قبیلے کی دوسرے قبیلے سے دشمنی ہو جاتی تو اس کے بتوں سے بھی عداوت و نفرت کی جاتی، زندہ جانور کے جسم سے گوشت کاٹ کر کھایا جاتا تھا، انسانی حقوق کے لئے کوئی دستور نہیں تھا قتل، رہزنی جس بیجا، ناجائز تصرف، مداخلت بے جا عام روش تھی۔

رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے اہل عرب خود سرتھے، بے کاری اور کاہلی ان کا طرز امتیاز تھی۔ لٹریسی ریٹ (LITERACY RATE) اتنا کم تھا کہ اسے اعداد و شمار میں فیصد کے حساب سے بیان نہیں کیا جاسکتا، چند افراد کے علاوہ اکثریت جاہل تھی۔ قرآن اور تمام آسمانی کتابوں میں ایک بات مشترک ہے کہ ہر پیغمبر نے توحید کا درس

دیا ہے ہر پیغمبر نے دوسرے پیغمبروں کی تعلیمات کی تصدیق کی ہے ہر دور کے پیغمبر نے خوشخبری سنائی ہے کہ ہمارے بعد ایک نجات دہندہ آئے گا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے اعلان کے بعد بالآخر سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اوپر اپنا کلام نازل فرمایا، خود اللہ تعالیٰ نے اپنے برحق نبی کی توصیف و تصدیق کی اور رسول اللہ ﷺ نے یہ اعلان کیا:

”میں کوئی نئی بات نہیں کہہ رہا ہوں، میرے بھائی پیغمبروں نے اللہ کا جو پیغام دیا ہے میں بھی اسی کا اعادہ کر رہا ہوں اللہ ایک ہے، واحدہ لا شریک ہے، تخلیق کرنے والوں میں بہترین خالق ہے میں تصدیق کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔“

سرور دو عالم ﷺ کے متعلق انبیائے کرام کی پیشن گوئیاں پس جب آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو اس نے آسمان میں سورج کی طرح ایک روشن تحریر دیکھی ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا:

”میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں پروردگار کیونکہ تو نے مہربانی کی مجھے پیدا کیا، لیکن میں تجھ سے منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے کیا معنی ہیں۔“

”محمد رسول اللہ“

تب اللہ نے جواب دیا:

”مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جسکو میں نے پیدا کیا اور یہ شخص جس کو تو نے دیکھا ہے تیرا ہی بیٹا ہے جو کہ اس وقت کے بہت سالوں بعد دنیا میں آئے گا اور میرا ایسا رسول ہوگا کہ اس کے لئے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا، وہ رسول محمد جب دنیا میں آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشے گا، یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس لئے رکھی گئی ہے کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔“

(انجیل برناباس۔ باب۔ ۳۹۔ آیت ۱۲، ۱۸)

حضرت نوح کی پیشن گوئی:

”لوگو سنو! زانشس (محمد) کی لوگوں کے درمیان بہت تعریف کی جائے گی۔“ (وید)

”اے محبوب نر اشس (محمدؐ) میٹھی زبان والے، قربانی دینے والے میں
 آپ کی قربانیوں کو وسیلہ بناتا ہوں۔“ (وید)
 ”اے اگنی (محمدؐ) منو (نوح) آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔“ (وید)
 ”اے اگنی (محمدؐ) ہم آپ کو منو (نوح) کی طرح مذہبی پیشوا، داعی، مذہبی علوم
 سکھانے والا اور انتہائی عقلمند شخصیت جانتے ہیں۔“ (وید)

حضرت موسیٰ کی پیشن گوئی

”تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے
 میری مانند ایک نبی
 بے گناہ اس کی سننا۔“

(استثنا۔ باب ۱۸-۱۶)

”میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی بھیجوں
 گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ اسے دوں گا وہی ان
 سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ
 سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔“ (استثنا۔ باب ۱۶-۱۹)

”خداوند سینا سے آیا۔

اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا۔

وہ کوہ فاراں سے جلوہ گر ہوا۔

اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا۔ (استثنا۔ باب ۳۳-۲)

حضرت داؤد کی پیشن گوئی:

”تب جنگل کے درخت خوشی سے خداوند کے حضور گانے لگے۔

کیونکہ وہ زمین کا انصاف کرنے کو آ رہا ہے۔

خدا کا شکر کر داس لئے کہ وہ نیک ہے۔

کیونکہ اس کی شفقت ابدی ہے۔

تم کہو کہ ہماری نجات کے خدا ہم کو بچالے۔

اور قوموں میں ہم کو جمع کر اور ان سے ہم کو رہائی دے۔

تا کہ ہم تیرے قدوس نام کا شکر کریں
اور لکارتے ہوئے تیری ستائش کریں

(۱۔ تواریخ باب ۱۶۔ ۳۳۔ ۳۵)

”اور وہی صداقت سے ”جہاں“ کی تعریف کرے گا
وہ راستی سے قوموں کا انصاف کرے گا۔“

(زبور ۸۵۹)

”صادق زمین کے وارث ہوں گے
اور اسکیمیں ہمیشہ بے رہیں گے
صادق کے منہ سے دانائی نکلتی رہتی ہے
اور اس کی زبان سے ایمان کی باتیں
اس کے خدا کی شریعت اسکے دل میں ہے
وہ اپنی روش پر قائم رہے گا۔“

(زبور ۳۷۔ ۳۱۔ ۲۹)

”اپنے نور اپنی سچائی کو بھیج وہی میری رہبری کرے۔“

(زبور ۳۳۔ ۲۳)

”تو بنی آدم میں سب سے حسین ہے
تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے
اس لئے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لئے مبارک کہا
اے زبردست تو اپنی تلوار کو
جو تیری حشمت و شوکت ہے اپنی کمر سے جمائل کر
اور سچائی اور حلم و صداقت کی خاطر
اپنی شان و شوکت میں اقبال مندی سے سوار ہو
اور تیرا داہنا ہاتھ تجھے مہیب کام دکھائے گا
تیرے تیر تیز ہیں
وہ بادشاہ کے دشمن کے دل میں لگے ہیں

اتیں تیرے سامنے زیر ہوئی ہیں۔“

(زبور۔ ۳۵۔ ۵۳۲)

”راستبازوں کے لئے تاریکی میں ایک نور چمکتا ہے
وہ رحیم و کریم اور صادق ہے
رحم دل اور قرض دینے والا آدمی، سعادت مند ہے
اس کی صداقت ہمیشہ قائم رہے گی۔“

(زبور۔ ۱۱۲۔ ۱۳ اور ۹)

حضرت سلیمانؑ کی پیشن گوئی:

”میرا محبوب سرخ و سفید ہے

وہ دس ہزار میں ممتاز ہے۔“

اس کا منہ از بس شیریں ہے ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔“

حضرت یسعیاہؑ کی پیشن گوئی:

”اور پھر وہ کتاب کسی ناخواندہ کو دیں اور کہیں اس کو پڑھ

اور وہ کہے گا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا۔“ (یسعیاہ باب ۲۹۔ ۱۲)

حضرت زکریاؑ کی پیشن گوئی:

”دیکھ تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے، وہ صادق ہے

اور نجات اس کے ہاتھ میں ہے۔“ (زکریا۔ باب ۹۔ ۹)

حضرت عیسیٰؑ کی پیشن گوئی

”جب بنی آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئیں گے

تب وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا اور سب قومیں اس کے سامنے جمع

ہو جائیں گی۔“ (متی۔ باب ۲۵۔ ۳۱)

”اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا

ہے۔“ (یوحنا۔ باب ۱۶۔ ۳۰)

”اور بہت تھوڑی مدت باقی ہے کہ آنے والا آئے گا اور دیر نہ کرے گا

اور میرا استباز بندہ ایمان سے جیتا رہے گا۔“ (عبرانیوں۔ باب ۱۰۔ ۳۷)

”تمام انبیاء سوائے اس رسول کے آچکے ہیں جو میرے بعد آئے گا کیونکہ اللہ اس امر کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں اس کا راستہ صاف کروں۔“

(انجیل برناباس۔ باب ۳۶۔ ۶۵۵)

”بے شک وہ محمد رسول اللہ ہے اور جب وہ دنیا میں آئے گا تو اس اصلی رحمت کے وسیلے سے جس کو وہ لائے گا انسانوں کے درمیان نیک اعمال کا ذریعہ بنے گا۔“

(انجیل برناباس۔ باب ۱۶۳۔ ۶)

”اور یوں جب اس نے عمل کا ارادہ کیا تو سب چیزوں سے پہلے اپنے رسول کی روح پیدا کی، وہ رہا جس کے سبب سے تمام چیزوں کے پیدا کرنے کا قصد کیا، تاکہ مخلوقات خوشی اور اللہ سے برکت پائے اور اس کا رسول اس کے اخلاق سے خوش ہو۔“ (انجیل برناباس۔ باب ۴۳۔ ۹، ۱)

”درحقیقت وہ اسماعیل کی نسل سے آئے گا اور یہ وعدہ اسماعیل کے ساتھ کیا گیا تھا نہ کہ اسحاق کے ساتھ۔“ (انجیل برناباس باب ۱۴۳۔ ۱۸ تا ۱۶)

”مگر میری تسلی اس رسول کے آنے میں ہے جو میرے بارے میں ہر جھوٹے خیال کو محو کر دے گا اور اس کا ذہن پھیلے گا اور تمام دنیا میں عام ہو جائے گا۔“

(انجیل برناباس۔ باب ۹۷۔ ۳)

صبر و استقامت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ

”کائنات میں سب سے پہلا میرا نور بنا اور اس نور سے اللہ نے کائنات کی تخلیق کی۔“

اس کا مفہوم یہ ہوا کہ جتنے پیغمبر تشریف لائے سب حضور اکرم ﷺ کے نور کا پرتو ہیں پیغمبران کرام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت دی ہے اور آسمانی کتابوں میں حضور ﷺ کے آنے کا تذکرہ ہے۔

تمام پیغمبران کی تعلیم یہ ہے کہ

”اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہی عبادت اور پرستش کے لائق

ہے، اس کے علاوہ سارے معبود باطل ہیں۔“

پیغمبروں نے جن حالات میں زندگی گزاری ہے اور تبلیغ میں جو اذیتیں برداشت کی ہیں یا اللہ تعالیٰ نے ان کو جو صبر و استقامت دیا ہے۔ وہ سب حضور اکرم ﷺ میں موجود ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی سیرت و رسالت میں تمام پیغمبروں کی شان نظر آتی ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ پوری کائنات کی ہر ہر مخلوق کے لئے رحمت اللعالمین ہیں اس طرح انبیاء کرام کے لئے بھی رحمت ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت نوح کی طرح لوگوں کے لئے خفیہ اور اعلانیہ خلوت اور جلوت میں گزرگا ہوں، پہاڑوں اور میدانوں میں وحدانیت کی تبلیغ فرمائی۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم کی طرح نافرمان قوم سے علیحدگی اختیار کی اور ہجرت کی۔

محمد رسول اللہ ﷺ ہجرت کی شب حضرت داؤد کی طرح دشمنوں کے زغہ میں سے باحفاظت نکل گئے۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت ایوب کی طرح صبر و شکر کے ساتھ گھائی میں تین سال گزارے۔

محمد ﷺ حضرت یونس کی طرح تین دن غار ثور میں رہے۔

محمد ﷺ نے حضرت موسیٰ کی طرح جنہوں نے بنی اسرائیل کو فرعون مصر کی غلامی سے آزاد کرایا تھا، شمالی عرب کو شاہ قسطنطنیہ سے اور مشرقی عرب کو کسریٰ ایران کی حلقہ غلامی سے اور جنوبی عرب کو شاہ حبش سے نجات دلائی۔

محمد ﷺ نے حضرت سلیمان کی طرح مدینے میں خدا کا گھر بنایا۔

محمد ﷺ نے حضرت یوسف کی طرح اپنے ایذا رسا بھائیوں کے لئے نجد سے غلہ بھجوایا اور آخر میں فتح مکہ کے دن ان پر احسان فرمایا۔

آپ ﷺ حضرت مسیح کی طرح جھٹلائے اور ستائے گئے لیکن آپ نے صبر و شکر کیا۔

محمد ﷺ نے حضرت یحییٰ کی طرح بیابانوں، قریوں، بستیوں اور شہروں میں اللہ کا پیغام پہنچایا۔

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں قرآن میں بشارتیں

”جب ابراہیم اور اسمعیل بیت اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے تب وہ دعا کر رہے تھے کہ اے سمیع و علیم! اس عمارت کو قبول فرما اور اے ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنا فرماں بردار رکھ اور ہماری رعیت کو بھی فرمانبردار بنا اور اے رب الزحیم! ہم کو جملہ آداب عبادت سکھا اور ہماری فرمانبردار رعیت ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرما جو پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھائے ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور ان کو سنوارے تو یہی ہے اصل زبردست حکمت والا۔“ (سورہ بقرہ۔ ۱۲۷، ۱۲۹)

”عیسیٰ بن مریم نے کہا، اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، میں تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہے تصدیق کرتا ہوں اور میں اس رسول کی تم کو بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام ”احمد“ ہوگا۔“ (سورہ الصف۔ ۶)

”اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد کیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت عطا کروں اور پھر تمہارے پاس وہ پیغمبر آئے جو ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہو جو تمہارے پاس ہیں، تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ اللہ نے فرمایا۔ کیا تم اس عہد کا اقرار کرتے ہو اور اس کو میرا ہم عہد سمجھ کر قبول کرتے ہو؟ تو انہوں نے کہا بے شک ہم اقرار کرتے ہیں، اللہ نے فرمایا اب تم اس عہد پر گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ بنتا ہوں۔“

(سورہ آل عمران۔ ۸۱)

” (پس میں ان کے لئے رحمت لکھ دوں گا) جو رسول کی پیروی کریں گے وہ نبی امی ہوگا اور اس کے ظہور کی خبر وہ اپنے یہاں تورات اور انجیل میں بھی پائیں گے، وہ انہیں نیکی کا حکم دے گا اور برائی سے روکے گا اور پسندیدہ چیزیں حلال کرے گا اور گندی چیزیں حرام ٹھہرائے گا، اور اس بوجھ سے نجات دے گا جس کے تلے وہ دبے ہوئے، اور ان پھندوں سے نکالے گا جن میں گرفتار ہوئے تو جو لوگ اس پر ایمان لائے اس کے مخالفوں کے لئے روک

ہوئے (راہ حق میں) اس کی مدد کی اور اس روشنی کے پیچھے ہوئے جو اس کے ساتھ بھیجی گئی ہے (یعنی قرآن) سو وہی ہیں جو کامیابی پانے والے اے پیغمبر! تم لوگوں سے کہو، اے لوگو! میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں اور وہ خدا ہے اور آسمانوں کی اور زمینوں کی بادشاہت اسی کیلئے ہے، کوئی معبود نہیں مگر وہ ایک ذات، وہی جلاتا ہے، وہی مارتا ہے، پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول اور نبی امی پر جو اللہ اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے، اس کی پیروی کرو تا کہ کامیابی کی راہ تم پر کھل جائے۔ (سورہ الاعراف - ۱۵۷-۱۵۸)

”اور پھر کیا حال ہوگا اس دن جبکہ ہم ہر ایک امت میں سے ان پر ایک گواہ طلب کریں گے اور ہم تمکو ان سب پر گواہ بنا میں گے۔ تو جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اور رسول کی نافرمانی کی وہ اس دن یہ پسند کریں گے کہ کاش وہ (دھنس جائیں اور) زمین ان کے اوپر برابر ہو جائے۔ اور اس دن یہ اللہ سے کوئی بات بھی پوشیدہ نہ رکھ سکیں گے۔ (سورہ النساء: ۴۱-۴۲)

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ (صحابہ) ان کے ساتھ ہیں۔ وہ منکروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم خو ہیں۔ تو ان کو دیکھے گا جھکنے والے، سجدہ کرنے والے اور اس طریقہ سے خدا کے فضل اور اسکی رضا کے خواہشمند ہیں۔ انکی نشانی یہ ہے کہ ان کے چہروں پر سجدے کے نشانات ہیں۔ تورات اور انجیل میں ان کا ذکر اسی طرح ہے۔“

(سورہ فتح - ۲۹)

سیدنا حضور ﷺ کی نبوت و رسالت کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ نبی ﷺ ساری دنیا کے لئے واحد مذہب ”اسلام“ لے کر تشریف لائے۔

”ہم نے تجھے تمام انسانوں کیلئے بشارت پہنچانے والا، ڈرسانے والا بنا کر دنیا میں رسول بنایا ہے۔“ (سورہ سبأ - ۲۸)

”خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو روشن دلائل اور سچے دین کے ساتھ بھیجا

ہے۔ تا کہ وہ سب دینوں پر غلبہ حاصل کرے“ (سورہ القف - ۹)

”ہم نے تجھے تمام اہل عالم کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“

(سورة انبیاء۔ ۱۰۷)

”اللہ کا رسول بہترین نمونہ ہے۔ ان سب کے لئے جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کرتے ہیں۔“ (سورة احزاب۔ ۲۱)

”ہم نے تیرے ذکر کو رفعت عطا کی“ (سورة النشراح۔ ۴)

”آپ خلق عظیم کے مالک ہیں۔“ (سورة قلم۔ ۴)

”جیسا بھیجا ہم نے تم میں رسول، تم ہی میں سے، پڑھتا تمہارے پاس آیتیں ہماری اور تم کو سنو اور تا اور سکھانا کتاب اور تحقیق اور سکھانا تمکو جو تم

نہ جانتے تھے۔“ (سورة البقرہ۔ ۱۵۱)

”محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہرب

نبیوں پر۔“ (سورة احزاب۔ ۴۰)

”اور یقیناً یہ جہانوں کے پروردگار کا اتارا ہوا ہے۔ اس کو روح الامین

نے تیرے قلب پر اتارا تا کہ تو گمراہوں کو ڈرانے والوں میں

سے ہو، یہ ہے صاف عربی زبان میں اور اس کا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے۔“

(سورة الشعراء۔ ۱۹۲-۱۹۶)

”اور اللہ نے نازل کی تجھ پر کتاب اور کام کی بات اور تجھ کو سکھایا جو تو نہ جان

سکتا اور اللہ کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔“ (سورة النساء۔ ۱۱۳)

”یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تجھے نرم خو بنایا۔ اگر تو درشت طبع، سخت دل ہوتا تو

لوگ تیرے پاس سے بھاگ جاتے۔“ (سورة آل عمران۔ ۱۵۹)

”میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت، اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو

تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی بھی شریک نہیں۔ مجھے ایسا ہی بتانے کا

حکم ملا ہے اور میں سب سے پہلے اس ہی حکم کے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔“

(سورة النعام۔ ۱۶۲-۱۶۳)

”تو کہہ اگر تم کو تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو

تم نے جمع کیا ہے۔ اور تجارت جسکے خسارہ کا تم کو ڈر لگا رہتا ہے اور وہ محل جس

میں بسنا تم کو اچھا معلوم ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ پیارے ہیں خدا اور رسول

سے اور راہ خدا میں جہاد کرنے سے، تب تم منتظر رہو کہ خدا تمہارے لئے اپنا کوئی حکم دے اور اللہ راہ نہیں دیتا نا فرمان لوگوں کو۔ (سورۃ توبہ۔ ۲۴)
 ”کیا ہم نے تیرے سینے کو نہیں کھول دیا اور اتار رکھا تجھ سے بوجھ تیرا۔“

(سورہ الشراہ: ۱-۲)

”تیرا رب تجھ کو اتنا کچھ دے گا کہ تو خوش ہو جائے گا۔“ (سورہ الضحیٰ۔ ۵)
 ”ہم نے تجھ کو کوثر عطا کیا۔“ (سورہ کوثر۔ ۱)

”جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے اوپر ہے۔“ (سورہ فتح۔ ۹)

”تمہارے پاس ایک رسول آ گیا ہے جو تم ہی میں سے ہے تمہارا رنج و کوفت میں پڑنا اس پر بہت شاق گزرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کا بڑا ہی خواہشمند

ہے۔ وہ ایمان والوں کے لئے شفقت رکھنے والا رحمت والا ہے۔ اگر

اس پر بھی یہ لوگ سرتابی کریں تو ان سے کہہ دو میرے لئے اللہ کا

سہارا بس کافی ہے۔ کوئی معبود نہیں ہے، مگر صرف اسکی ذات۔ میں

نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔“ (سورہ توبہ: ۱۲۸-۱۲۹)

رسول اکرم ﷺ پر وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی اسکے بعد آپ نے کئی کئی دن غار

حرا میں قیام فرمایا، رمضان المبارک کے مہینے میں جب آپ کی عمر شریف چالیس

سال چھ ماہ بھی پردہ غیب سے حضرت جبرائیل ظاہر ہوئے اور سورہ علق کی پانچ آیات

تلاوت کیں۔

”پڑھا اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا ۰

ایک لوٹھڑے سے انسا، کیا تخلیق کی ۰

پڑھا اور تیرا رب بڑا کریم ہے ۰

جس نے قلم سے علم سکھایا۔

انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔“ ۰ ط

معراج

نبوت کے بارہویں سال ۲۷ رجب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے حضرت محمد

ﷺ کو روحانی قرب عطا فرمایا اور جو دل چاہا باتیں کہیں۔ اس رات اللہ کے محبوب بندے حضرت محمد ﷺ نے مسجد حرام (مکہ) سے مسجد اقصیٰ تک سفر کیا۔ آپ نے بیت المعمور تک سیر کی اور اللہ کی نشانیاں ملاحظہ کیں۔

”قسم سے تارے کی جب گرے

بہکا نہیں تمھارا ریش اور بے راہ نہیں چلا۔

اور نہیں بولتا اپنے چاؤ سے

یہ تو حکم ہے جو پہنچتا ہے

اس کو سکھایا زبردست فوتوں والے نے

زور آورنے پھر سیدھا بیٹھا

اور وہ تھا اونچے کنارے آسمان کے پھر نزدیک ہوا

اور خوب اتر آیا۔

پھر رہ گیا فرق دو کمان کا درمیان یا اس سے بھی نزدیک

پھر باتیں کہیں اللہ نے اپنے بندے سے جو باتیں کہیں۔

جھوٹ نہ دیکھا دل نے جو دیکھا

اب تم کیا اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا۔

اور اس کو اس نے دیکھا ہے ایک دوسرے تارے میں۔“ (سورہ نجم۔ ۱۳، ۱۴)

تمام انبیاء کرام کو مرتبہ اور مقام کے اعتبار سے معراج نصیب ہوئی ہے۔

”ہم نے ابراہیم کو ملکوت السموات والارض کا مشاہدہ کروایا۔“

تورات میں ہے کہ:

”یعقوب بیر سبع سے نکلا تو حاران کی طرف روانہ ہوا اور وہاں ایک مقام پر جا

لیٹا، کیونکہ سورج ڈوب گیا تھا اور اسی مقام سے کچھ پتھر اپنے سر کے نیچے رکھ

لئے اور سو گیا، خواب میں دیکھا کہ زمین سے آسمان تک ایک میڑھی لگی ہوئی ہے

جس پر خدا کے فرشتے چڑھ اور اتر رہے ہیں اور خدا اس پر کھڑا ہے۔ اس نے

کہا ”میں ہوں خداوند تیرے باپ ابراہیم اور اسحق کا خدا، جس زمین پر تو سو

رہا ہے وہ تجھ کو اور تیری نسل کو دوں گا۔“

توریت میں بنی اسرائیل کے دوسرے انبیاء کے مشاہداتی اور روحانی سیر کا تذکرہ بھی ہے۔ انجیل میں پیغمبر یوحنا کا مکاشفہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ بائیس ابواب پر مشتمل اس روحانی واردات میں قیامت، جزا، سزا اور جنت و دوزخ سے متعلق ایسی باتیں ہیں جو قرآن پاک میں مذکور ہیں۔

پیغمبر اسلام سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج میں ان حدود کو عبور کر لیا جس کے بارے میں حضرت جبرائیل نے کہا: ”فروع تجلی بوزد پر م۔“

امم الانبیاء

معراج میں حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خلوت خاص میں ملاقات کا شرف بخشا۔ تجلیات الہی کا مشاہدہ کرنے میں رسول اللہ ﷺ کی پلک جھپکی اور نہ نگاہ حد سے بڑھی۔ انبیاء کرام نے محمد رسول ﷺ کی امامت میں نماز ادا کی۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم سے دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ سے، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف سے، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون سے چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ سے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

”میں جب وہاں سے رخصت ہونے لگا تو حضرت موسیٰ پر رقت طاری ہو گئی میں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو حضرت موسیٰ نے کہا، مجھے یہ رشک ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہستی کو جو میرے بعد مبعوث ہوئی یہ شرف بخش دیا کہ اس کی امت میری امت کے مقابلے میں چند دو چند زیادہ جنت میں جائے گی۔“

جب ساتویں آسمان پر پہنچا تو حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی، جو بیت المعمور سے پشت لگائے بیٹھے تھے جس میں نئے ستر ہزار فرشتے (ہر روز عبادت کے لئے) داخل ہوتے ہیں، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔“

جنت و دوزخ کا مشاہدہ

رسول اکرم ﷺ کو جنت و دوزخ کا مشاہدہ کرایا گیا اور رب العالمین سے براہ راست ہم کلامی اور دیدار کی سعادت عظمیٰ حاصل ہوئی۔

حضرت جبرائیل

۲۷ رجب بروز سنچر بوقت شب محمد رسول اللہ ﷺ حضرت ام حانیؓ کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبرائیل تشریف لائے انہوں نے عرض کیا

”اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمانوں کی سیر کے لئے بلا یا ہے۔“

جبرائیل امین رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ شریف لے آئے۔ حضور ﷺ کا سینہ مبارک کھولا آب زم زم سے قلب کو دھویا، سینے میں نور بھرا اور سفر کے لئے براق حاضر کیا جو روشنی کی طرح تیز رفتار تھا۔

اللہ کے آخری نبی ﷺ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ پہنچے، مکہ سے بیت المقدس کا راستہ سینکڑوں میل تھا جو آن واخذ میں طے ہو گیا، انبیاء کرام نے مسجد اقصیٰ میں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استقبال کیا۔ جبرائیل نے اذان دی اور محمد رسول اللہ ﷺ نے امامت فرمائی۔

قیام صلوٰۃ کے بعد دوبارہ معراج کا سفر شروع ہوا۔
سدرۃ المنتہی

ساتوں آسمانوں میں انبیاء سے ملاقات کرتے ہوئے جبرائیل امین کے ہمراہ سدرۃ المنتہی پر پہنچے۔ سدرۃ المنتہی جبرائیل کیلئے آخری مقام ہے۔ حضرت جبرائیل نے عرض کیا:

”اللہ کے حبیب ﷺ! میں اس مقام سے آگے نہیں جاسکتا آگے خود تشریف لیجائیے۔“

سائنسی انکشافات

رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن حکیم ماورائی علوم اور تسخیر کائنات کے فارمولوں کی دستاویز ہے، اس کتاب میں ہر چھوٹی بڑی بات کے معنی اور مفہوم کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں لاکھوں سال پہلے کے، لاکھوں سال بعد میں آنے والے اور موجودہ ہر دور کے سائنسی علوم موجود ہیں۔

زمان و مکان (Time & Space) نفی اثبات، ماضی و حال اور مستقبل، لازمانیت اور لامکانیت (Timelessness & Spacelessness) کی پوری

تشریحات بیان کی گئی ہیں، علم ظاہر اور علم غیب بھی ہے۔ مثلاً ملکہ سبا کے واقعہ میں جب حضرت سلیمان کو معلوم ہو گیا کہ ملکہ حاضر خدمت ہو رہی ہے تو انہوں نے اپنے درباریوں کو مخاطب کر کے کہا:

”میں چاہتا ہوں کہ یہاں پہنچنے سے پہلے ملکہ کا شاہی تخت اس دربار میں موجود ہو۔“
ایک دیوپیکر جن نے کہا:

”دربار برخواست کرنے سے پہلے میں ملکہ کا تخت یہاں حاضر کر سکتا ہوں۔“

جن کا دعویٰ سن کر ایک انسان جس کے پاس ”کتاب کا علم“ تھا بولا:

”اس سے پہلے کہ آپ کی پلک جھپکے۔ ملکہ کا تخت آجائے گا۔“

حضرت سلیمان نے رخ پھیر کر دیکھا تو دربار میں تخت موجود تھا۔

اس قصے میں بتایا گیا ہے کہ حضرت سلیمان کے لشکر میں ایک ایسا جن تھا جو تھوڑے وقفے میں ملکہ کا تخت تقریباً 2413 کلومیٹر دور سے دربار سلیمانی میں لاسکتا تھا چونکہ علوم میں انسان کی رسائی جنات سے زیادہ ہے لہذا ایک انسان نے آن واحد سے بھی کم وقفہ میں شاہی تخت حاضر کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی شعوری ارتقاء کیلئے دانشوروں اور مفکرین پر سائنسی علوم انپائر کئے جسکے نتیجہ میں نئی نئی باتیں ظاہر ہوئیں، نئی نئی جدوجہد منکشف ہوئی اور انسانی شعور میں وسعت پیدا ہوئی۔ سائنسی علوم کی بدولت زمین پر چیونٹی کی ایک ایسی قسم دریافت ہوئی جو اپنے جسم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ سمندر میں ایسی مچھلیوں کا انکشاف ہوا جو تیرتے تیرتے سمندر کی سطح سے اوپر چھلانگ لگاتی ہیں تو ان کا جسم ہوا میں تحلیل ہو جاتا ہے اور وہ اپنا جسم دوسری جگہ منتقل کر دیتی ہیں۔ ان کے اوپر سے ان کے ارادہ کے تحت ٹائم اسپیس کی حد بندی ختم ہو جاتی ہے۔

جب دیگر نوعوں میں جسمانی طور پر منتقل ہونے کی صلاحیت موجود ہے تو اشرف المخلوقات انسان میں زمان و مکان سے آزاد ہونے کی صلاحیت لازمی طور پر موجود ہے۔

ازل سے ابد تک اور ابد الابد تک نوع انسانی ایک زون سے دوسرے زون میں

منتقل ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ یعنی انسان جس زون میں منتقل ہوتا ہے اسی زون کے مطابق خدو خال اور احساس و کیفیات اسکے اوپر مرتب ہو جاتی ہیں اور خدو خال بن جاتے ہیں۔ روحانی نقطہ نظر سے انسان دو کیفیات کا مجموعہ ہے۔ ایک کیفیت انسان کو زماں و مکاں سے آزاد کرتی ہے اور دوسری کیفیت انسان کو زماں و مکاں میں بند رکھتی ہے۔

الیکٹرک سٹی

آدمی دو پرتوں سے مرکب ہے۔ ایک پرت ہمہ وقت فنا ہوتا رہتا ہے۔ اسکی ساری حرکات Fiction ہیں۔ دوسرا پرت انسان کی اصل ہے جو روشنیوں کے تانے بانے سے بنا ہوا ہے۔ یہ اصل پرت ”نقاب“ کی طرح ہے۔ عناصر سے تخلیق شدہ مادی جسم اس نقاب یا برقعہ میں متحرک رہتا ہے۔ نقاب الگ کر دیا جائے تو عناصر میں تو اتائی یک دم ختم ہو جاتی ہے۔

ہم بجلی کے تاروں کو چھوتے ہیں تو ہمیں شاک (shock) لگتا ہے۔ شاک لگنے کی وجہ یہ ہے کہ اضافی کرنٹ آدمی کے اندر دوڑنے والی بجلی میں ”واہریشن“ کو تیز کر دیتا ہے۔ یہ واہریشن پورے جسم کو ہلا کر رکھ دیتی ہے۔

اگر آدمی کے اندر کام کرنے والی بجلی کا VOLTAGE کم ہو تو آدمی گر جاتا ہے اور بے ہوش بھی ہو سکتا ہے۔ آدمی جب اپنے اندر دوڑ کرنے والی بجلی ”نسمہ“ سے واقف ہو جاتا ہے تو وہ بجلی کے بہاؤ کو روک سکتا ہے اور اپنے اندر زیادہ سے زیادہ بجلی کے دو بیج کا ذخیرہ بھی کر سکتا ہے، اس کے اندر اتنی سکت بڑھ جاتی ہے کہ اپنے اندر ☆ ”سلطان“ (مخفی صلاحیت) سے آسمان و زمین کے کناروں سے باہر نکل سکتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”اے گروہ جن وانس اگر آسمان و زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو
تو نکل کر دکھاؤ مگر سلطان کے ساتھ۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس صلاحیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ صاحب

☆ اولیاء اللہ کے بے شمار واقعات کتابوں میں درج ہیں کہ انہوں نے آسمانوں کی سیر کی۔

علم الکتاب، باعث تخلیق کائنات، تسخیر کائنات کے معلم سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے واقعہ معراج میں یہی حکمت اور علم مخفی ہے۔
تجلی کا پردہ

اللہ نے ہر شے کو احاطہ کیا ہوا ہے سیدنا حضور ﷺ نے روحانی، جسمانی اور عملی تصدیق میں خود کو ساری زندگی اللہ کے ارادے کے تابع (Dependant) رکھا۔ اللہ تعالیٰ کی مہر خاص سے حضور اکرم ﷺ تجلی کے امین ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو قربت عطا فرمانے کیلئے پوری فضاء کو پر نور کر دیا، سات آسمان تجلیات سے جگمگا اٹھے، حضرت جبرائیلؑ کی معیت اور اللہ کے برگزیدہ بندوں انبیاء کرامؑ نے مبارک باد دے کر تجلیات کے انوار و برکات کا ذخیرہ منتقل کیا ”نور علی نور“ ”اللہ کے دوست“ حضرت محمد ﷺ اللہ کے قریب ہو گئے، یہاں تک کہ دو کمانوں کا فاصلہ گویا اس سے بھی کم۔ اللہ نے اپنے محبوب کو اپنے پاس بلا کر جو دل چاہا باتیں کیں۔ دل نے جو دیکھا جھوٹ نہیں دیکھا۔
اللہ کے محبوب ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

”میں نے اس سفر میں چار نہروں کا معائنہ کیا ان میں سے دو ظاہر نظر آتی ہیں اور دو باطن میں بہتی ہیں۔“

سیدنا حضور ﷺ کے وارث، علم لدنی کے حامل حضرات اولیاء اللہ سے منقول ہے کہ:
”انسان اللہ کی صفات کا پرتو ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت نور ہے اور نور تجلی کا عکس ہے۔“

”اللہ سموات اور ارض کا نور ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ، چراغ ایک شیشے میں، شیشہ جیسے ایک تارہ چمکتا، تیل جلتا ہے اس میں برکت کے ایک درخت زیتون کا۔ نہ مشرق کی طرف نہ مغرب کی طرف لگتا ہے کہ وہ سلگ اٹھے ابھی، نہ لگی ہو اس کو آگ۔“ ”نور علی نور“
اللہ ہدایت بخشا ہے اپنے نور سے جس کو چاہے اور اللہ لوگوں کو مثالیں دے کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے۔“ (سورہ نور۔ ۳۵)

نور کی شعاعیں

نور اول

انسان کی تخلیق اللہ کے نور سے ہوئی اور سب سے پہلے اللہ نے محمد رسول ﷺ کا نور تخلیق کیا انسان نور (روشنی) ہے اور روشنی کے انسان کے اندر کھربوں جنریشنز کام کرتے ہیں ان جنریشنز کو چار نور کی شعاعیں سیراب (Feed) کرتی ہیں۔

۱۔ نہر تسوید۔

۲۔ نہر تجرید۔

۳۔ نہر تشہید۔

۴۔ نہر نظہیر۔

ایک ذات اور کل ذات کے درمیان تجلی ایک پردہ ہے۔ کل ذات سے مشیت الہی محمد ﷺ پر نزول کرتی ہے اور یہ ترسیل چار نہروں نہر تسوید، نہر تجرید، نہر تشہید اور نہر نظہیر کے ذریعہ ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کا پہلا ادراک سیدنا حضور ﷺ کو ہوتا ہے حضور ﷺ کے توسط سے مشیت کے معاملات بیت المعمور میں منتقل ہوتے ہیں جہاں ملاء اعلیٰ ان احکامات کو نشر (Inspire) کرتے ہیں۔ یہ انسپائریشن ملائکہ سماوی قبول کرتے ہیں۔ ملائکہ سماوی قضا و قدر کے ان احکامات کو نشر کرتے ہیں تو ملائکہ ارضی قبول کرتے ہیں اور مخلوق کو انسپائر کرتے ہیں۔ جنات اور انسان اس انسپائریشن کو اللہ کے دئے ہوئے اختیارات سے قبول یا رد کرتے ہیں۔

ہماری محسوساتی دنیا اچھائی اور برائی کے تصور پر قائم ہے۔ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے مثلاً: آگ کا کام جلانا ہے۔ کھانا پکانے میں آگ کا وصف یہ ہے کہ پانی کو جوش دیکر جلا دیتی ہے۔ اور پانی بھاپ میں تبدیل ہونے سے کھانا تیار ہو جاتا ہے۔ یہ کام بہترین اور صحیح عمل ہے۔ اس لئے کہ اس کی مخلوق کو کھانا فراہم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس آگ سے کسی کا گھر جلا دیا جائے۔ یہ کام اللہ کے نزدیک بدترین عمل ہے۔ اس لئے کہ اس میں تخریب ہے۔ آگ کا وصف دونوں جگہ موجود ہے۔ لیکن ایک عمل نیکی ہے اور دوسرا عمل برائی ہے۔

علم قلم

علم قلم اور علم لوح کے عارف و امین حضور ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں اللہ تعالیٰ وسائل تخلیق کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ رحمت کے ساتھ وسائل تقسیم کرتے ہیں تجلی کے امین حضرت محمد ﷺ کی قوت پرواز اتنی برق رفتار ہے کہ جسد مبارک ٹائم اور اسپیس کی حد بندیوں سے آزاد ہے نہ صرف آزاد ہے بلکہ ٹائم اسپیس حضور اکرم ﷺ کے تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے محبوب کو شرف ملاقات کے لئے مقام محمود میں بلایا تو ٹائم اسپیس سمٹ کر Less ness ہو گئی۔

زمان و مکان ارض کے تابع ہے۔ ارض کی سطح اسپیس ہے اور ارض پر حرکت ٹائم ہے۔ ہم جب چلتے ہیں تو ایک پیراٹھا کر دوسرا پیر زمین پر رکھتے ہیں۔ دوسرا پیر خلاء میں سے گزر کر زمین پر آتا ہے اگر دوسرا قدم خلاء میں نہ تیرے تو چلنا ممکن نہیں ہے۔

ہر عام آدمی اپنے اختیار سے رفتار کم یا زیادہ کر سکتا ہے، مثلاً ایک آدمی ٹہلتا ہے، دوسرا تیز قدم چلتا ہے، تیسرا دوڑتا ہے، چوتھا سائیکل پر سوار ہوتا ہے۔ پانچواں موٹر کار میں سفر کرتا ہے، چھٹا Aeroplane میں پرواز کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے اسپیس اور ٹائم کو مسخر کر دیا ہے اسی تسخیر سے دوز میں پر اور فضاء میں حسب منشاء رفتار سے سفر کرتا ہے۔ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے ”نور“ سے ساری کائنات تخلیق ہوئی ہے اس حکمت الہیہ کے پیش نظر محمد ﷺ کو زمین آسمانوں اور کائنات پر تصرف کرنے کا اختیار ہے، جب حضور ﷺ معراج پر تشریف لے گئے ان کے ارادے کے تحت براق کی رفتار لامحدود ہو گئی اور کروڑوں سال آن واحد میں تحلیل ہو گئے۔ ایک انسان پارک میں ایک گھنٹہ میں تین میل سیر کرتا ہے، دوسرا انسان ہوائی جہاز میں ایک گھنٹہ میں ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر لیتا ہے۔

”اور تسخیر کر دیا تمہارے لئے جو کچھ سموات اور زمین میں ہے سب کا سب اپنی طرف سے بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں نشانیاں ہیں۔“

(سورہ جاثیہ۔ ۱۳)

”کیا تم نے اس پر نظر نہیں کیا کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو تمہارے لئے مسخر کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں ظاہر میں اور باطن

میں کمال کو پہنچادیں اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر علم، بغیر ہدایت اور بغیر روشن کتاب کے جھگڑتا ہے۔“

(سورہ لقمان۔ ۲۰)

”کیا تو نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ نے ان تمام چیزوں کو جو زمین میں ہیں اور کشتیوں کو جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہیں تمہارے بس میں کر دیا۔“

(سورہ حج۔ ۶۵)

”اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے بس میں کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔“

(سورہ جاثیہ۔ ۱۲)

”اور اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو مسخر کیا۔“ (سورہ ابراہیم۔ ۳۳)

تین روحمیں

حضور ﷺ فرماتے ہیں۔

”میں نے معراج کے سفر میں چار نہروں کا معائنہ کیا۔“

چار نہروں سے تین روحمیں وابستہ ہیں۔

۱۔ روح اعظم۔

۲۔ روح انسانی۔

۳۔ روح حیوانی۔

سیدنا حضور ﷺ کے وارث اولیاء اللہ جنہیں رسول اکرم ﷺ کے وسیلے سے اللہ

تعالیٰ نے علم لدنی عطا فرمایا ہے۔ بتاتے ہیں:

روح اعظم کے دورخ ہیں۔ اخی۔ خفی

روح انسانی کے دورخ ہیں۔ سزی۔ روجی

روح حیوانی کے دورخ ہیں۔ قلب۔ نفس

ان برگزیدہ ہستیوں نے کائنات کے تین درجے بیان کئے ہیں۔

کائنات کی معلومات کا ریکارڈ۔

نور مطلق۔ نسرہ مطلق۔ ثابتہ۔ روح اعظم

زندگی کی تشکیل کے احکامات

نور مفرد۔ نسہ مفرد۔ اعیان۔ روح انسانی

انفرادی اعمال کا ریکارڈ۔

نسہ مرکب۔ عالم جو۔ روح حیوانی

”انہی“ کا مقام سر کے درمیان (ام الدماغ) ہے۔ اس کا رنگ بنفشی ہے۔

”خفی“ کا مقام دونوں ابروؤں کے درمیان پیشانی پر ہے۔ اس کا رنگ نیلا ہے۔

”سزی“ کا مقام سینے کے دائیں طرف ہے۔ اس کا رنگ سفید ہے۔

”روحی“ کا مقام سینے کے درمیان ہے۔ اس کا رنگ سبز ہے۔

”قلب“ کا مقام سینے کے بائیں طرف ہے۔ اس کا رنگ سرخ ہے۔

”نفس“ کا مقام ناف کی جگہ ہے۔ اس کا رنگ زرد ہے۔

انہی میں علم الہی کی تجلی، اللہ کی مصلحت اور اسرار و رموز کا ریکارڈ ہے۔ انہیں خفی کی

روشنی میں پڑھا جاسکتا ہے۔

سزی میں فرد کے متعلق احکامات لوح محفوظ کے تمثلات کی شکل میں محفوظ ہوتے

ہیں۔

لوح محفوظ کے اد پر نوعی ریکارڈ لطیفہ روحی کی روشنی میں پڑھا جاسکتا ہے۔

لطیفہ قلبی میں انسان اپنے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے، ان اعمال کو لطیفہ نفسی کی روشنی

میں پڑھا جاسکتا ہے۔

ساڑھے گیارہ ہزار تجلیات

روح اعظم سے واقف بندہ اللہ تعالیٰ کی تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار تجلیات کا مشاہدہ

کرتا ہے۔



معروف روحانی اسکالر، نظریہ رنگ و نور کے محقق، ۲۷ کتابوں کے مصنف و مولف

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب

نے اپنے مخصوص انداز و اسلوب میں سیرت طیبہ پر قلم اٹھایا ہے اس سلسلے کی

تین جلدیں اب تک منظر عام پر آچکی ہیں۔

محمد رسول اللہ (جلد اول)

کتاب کے اس حصے میں بتایا گیا ہے کہ

☆ شرک کو ختم کرنے، توحید کو عام کرنے اور روحانیت کو متعارف کرانے کیلئے حضور ﷺ نے کس طرح پریشانیوں کا سامنا کیا۔

☆ یہ کتاب پڑھ کر ایک مرکز توحید پر قائم رہنے کا جرات مندانہ حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

محمد رسول اللہ (جلد دوم)

کتاب کے اس حصے میں معجزات کی سائنسی تشریح کی گئی ہے۔

☆ چاند کے دو ٹکڑے کس طرح ہوئے؟

☆ منبر رسولؐ کے قریب کھجور کے درخت کے رونے کی آواز صحابہ کرام نے کس قانون کے تحت سنی؟

☆ کہکشاؤں دنیاؤں سے خاتم النبیینؐ کا براہ راست تعلق کن بنیادوں پر قائم ہے۔

محمد رسول اللہ (جلد سوم)

کتاب کے اس حصے میں

☆ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصوں میں مخفی حکمت بیان کی گئی ہے۔

☆ حضرت سلیمانؑ کے قصے میں TIME کو LESS کرنے کا قانون۔

☆ حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں میں لیزر شعاعیں۔

☆ حضرت عزیرؑ کے واقعہ میں DEEPFREEZER کا علم۔

☆ سائنسی توجیہات۔ مستقبل کے انکشافات۔

☆ قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں۔

الکتاب پبلی کیشنز: 1.K.5 ناظم آباد کراچی۔ فون: 6622784

E, mail : salam_arif@yahoo.com

عظیمی